تحریکِ ختمِ نبوت

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

مکتبہ قدوسیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

انه من سلیمان و انه بسم الله الر حمن الر حیم

تحریک ختم نبوت

حصہ سی و ہشتم (۳۸)

۱۸۹۱ء۔۱۹۱۲ء

ڈاکٹر محمد بہاءالدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

نام کتاب	تحریک ختم نبوت حصہ سی وہشتم (۳۸)
مولف	ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ
صفحات	۴۱۲
سال اشاعت	۲۰۱۴ء
زیر اہتمام	**احیاء التراث پبلی کیشنز**

فہرست مضامین

انه من سلیمان و انه بسم الله الر حمن الر حیم

مشمو لات کتا ب کا تعارف

جلد ہذا کا آغاز مولا نا حیداللہ درانی کی تحریر سے کیا جا رہا ہے۔مولا نا ایک جید اہل علم تھے اور انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی تردید میں ایک ضخیم کتاب درۃ الدرا نی کے نام سے لکھی تھی۔ جسے مفتی محمد امین صاحب نے سلسلہ کتب عقیدہ ختم نبوت میں مکمل نقل کیا ہے۔میں اس کتاب سے چند منتخب عنوانات مختصراً و ملخصاً شامل سلسلہ ہذا کر رہا ہوں۔نیز درۃ الدرانی اور مولا نا حیدراللہ درانی کی ایک اور تحریر (الامام الاعظم) پر قادیانی تبصرے بھی کی نقل کیے جارہے ہیں۔

بعدازاں زیرنظر دور (۱۸۹۱ء۔۱۹۱۲ء) کا ایک اور رسالہ نقل کیا جا رہا ہے جو مولوی محمد احسن امروہی کی شمس بازغہ کے جواب میں مولا نا عبدالصمد صاحب نے: امروہی کے شمس کا سفہ کا دائمی کسوف، کے عنوان سے لکھا تھا۔مولا نا عبدالصمد صاحب کے بارے میں مجھے کوئی کچھ معلومات حاصل نہیں ہوسکیں، سوائے اس کے جو انہوں نے خود اپنی تحریر پر اپنے آپ کو سیاح لکھا ہے۔

اس کے بعد قاضی عبدالاحد خان پوری صاحب کی ایک کتاب اغاثۃ الملھوف ملخصاً نقل کی جا رہی ہے۔قاضی صاحب امام عبدالجبار غزنوی اور سید نذیر حسین محدث دہلوی کے شاگرد اور اپنے دور کے جید علماء میں سے تھے۔ دینی علوم کی تکمیل کے بعد انہوں نے حکیم نورالدین بھیروی سے (جب وہ مسلمان تھے) علم طب بھی حاصل کیا تھا۔آبائی طور پر خان پوری تھے اور راولپنڈی میں قیام پذیر تھے۔پیر مہر علی شاہ صاحب سے بھی ایک زمانے میں ان کے تعلقات اچھے تھے، بعد میں اختلافات پیدا ہو گئے تھے۔قاضی صاحب کی تحریر

بڑی تندو تیز ہوتی تھی، اوران کا زیرنظر رسالہ اسی طرز تحریر کا حامل ہےاورعزیزم سہیل نے اسے تحفظ ختم نبوت ملتان اور جناب کھوکھر صاحب کی لائبیریری سے فوٹو کاپی کی صورت میں حاصل کیا ہے۔لیکن دونوں جگہ سے ملنے والی فوٹو کاپیاں پڑھنا کارے دارد ہے۔طباعت اچھی نہیں ہے،کاغذ پرانا ہے، الفاظ پڑھے نہیں جاتے۔ جا بجا عربی اشعار ہیں جودرست طور پر پڑھے نہیں جاتے۔اس لئے میں نے جا بجا اشعاراور نثری عبارتیں حذف کی ہیں، اور کہیں کہیں روایت بالمعنی کا طریق بھی اپنایا ہے۔

معیارالمسیح کے نام سے حافظ ضیاءالدین سیالوی صاحب نے ایک کتاب لکھی تھی جوزیرنظر دور سے متعلق ہےاور مفتی محمد امین صاحب کے سلسلہ کتب (عقیدہ ختم نبوت) کی چھٹی جلداور مولانا اللہ وسایا کے سلسلہ کتب: احتساب قادیانیت کی ۴۵ دیں جلد سے عزیزم محمد سہیل اظہر نے فوٹو کاپی کر کے بھجوائی ہے۔

اس کے بعد مرأۃ الحق مشتمل بر تردید عقاید مرزا غلام احمد قادیانی،مولفہ محمد یار المتخلص بہ صادق کوٹلوی نقل کی گئی ہے۔اوراس پر قادیانی تبصرہ بھی نقل ہوا ہے۔

اس کے بعد جناب محمد دین عاجز صاحب کا ایک منظوم پنجابی رسالہ نقل ہوا ہے جس میں انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے جلسہ سیالکوٹ منعقدہ نومبر ۱۹۰۴ء کے حالات نظم کئے ہیں۔

بعدازاں مولانا عبدالغنی خان رام پوری کی کتاب مذاہب الاسلام سے ان تحریریں متعلقہ قادیانیت نقل کی گئی ہیں۔اس کتاب میں انہوں بہت سے فرقوں کے حالات انہیں کے مذاہب کی کتابوں سے مع ان ے عقایداور بانیان مذاہب کے حالات بھی لکھے گئے ہیں۔ یہ کتاب باراول ۱۹۰۱ء میں شائع ہوئی، پھر اضافات کےساتھ باردوم ۱۹۰۴ء میں شائع ہوئی۔پھر ۱۹۰۹ء میں بھی طبع ہوئی ہے۔

اس کے بعد مولانا صوفی عبدالحق سرہندی کوٹلوی کا رسالہ: موت قادیانی،نقل ہوا ہے۔ یہ رسالہ ۱۹۰۸ء میں طبع ہوا تھا۔اوراسے عزیزم محمد سہیل اظہر نے جناب محمد ضیاءاللہ کھوکھر صاحب کے مکتبہ سے حاصل کیا ہے۔اوراس رسالے سے معلوم ہوتا ہے کہ صوفی عبدالحق صاحب نے مرزاصاحب قادیانی کوان کی زندگی میں مسنون مباہلے کا چیلنج دیا تھا لیکن مرزاصاحب کنی کترا گئے تھے۔

مرزاغلام احمد قادیانی کی موت واقع ہوئی تو سراج الاخبار جہلم میں اس پرنظم ونثر میں ایک

شذرہ شائع ہوا جسے نقل کیا جارہا ہے۔

اس کے بعد منشی عبدالعزیز بٹالوی کی ایک تحریر اڈیٹ شدہ شکل میں نقل ہوئی ہے جسے انہوں نے ۱۹۱۲ء کے اواخر میں عجیب سوالات کے عنوان سے شائع کروایا تھا۔منشی صاحب قادیانی تھے، پھر مرزا صاحب کے خلاف ہو گئے اور حقیقۃ المہدی کے نام سے ایک مخالفانہ تحریر شائع کی ۔جس پر قادیانیوں نے بہت لے دے کی ۔ کچھ عرصہ بعد وہ دوبارہ قادیانی ہو گئے اور ان کا توبہ نامہ قادیانی اخباروں میں شائع ہوا۔مرزا صاحب کی موت کے بعد وہ پھر قادیانیت سے نکل آئے اور عجیب سوالات کے عنوان سے ایک رسالہ لکھا۔قادیانیت سے نکلنے کے باوجود وہ یہ دعوی کرتے رہے کہ وہ مرزا صاحب کی حقیقی تعلیمات پر عمل پیرا ہیں۔

منشی عبدالعزیز کی تحریر کے بعد ان کے بارے میں قادیانی اخبارات میں شائع ہونے والی چند خبریں بھی نقل کی گئی ہیں۔اور آخر میں اخبار اہل حدیث امرتسر میں شائع ہونے ایک مضمون بھی نقل کر دیا گیا ہے جس میں ان کے بعض خیالات پر تبصرہ کیا گیا ہے۔

والسلام فقیرہ بارگاہ صمدی **محمد بہاء الدین**

مولانا حیدراللہ درانی

حضرت مولانا حیدراللہ جلال آبادی بن سیف اللہ بن مرزا خان درانی نے درۃ الدرانی کے نام سے ردقادیانیت میں ایک کتاب لکھی تھی، جس کے چند مضامین ذیل میں ملخصاً نقل کئے جارہے ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ ان کی کتاب پر مولانا انواراللہ خان حیدرآبادی نے تقریظ لکھی تھی، اور پیر مہر علی شاہ صاحب نے سیف چشتیائی میں اس کتاب کا حوالہ بھی دیا ہے۔ ان کی کتاب باراول میرٹھ میں ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۰ء میں شائع ہوئی۔ مفتی محمد امین بتاتے ہیں کہ ان کی پیدائش اور وفات کی تاریخ معلوم نہیں، تاہم اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ۱۳۰۶ھ میں آپ کی عمر بیس برس سے زائد تھی۔

مولانا حیدراللہ درانی کی تصنیف کے جواب میں قادیانیوں نے ایک کتاب لکھی تھی جس کا ذکر کرتے ہوئے اڈیٹر بدر قادیان نے لکھا ہے:

> ہمارے پاس کتاب سوط القادیانی علی اسراف الدرانی جو کہ حضرۃ اقدس (مرزا قادیانی) کے ایک معانداور مخالف مسمی حیدراللہ خان درانی کی تصنیف درۃ الدرانی کا جواب ہے۔ کتاب درۃ الدرانی ہم نے خودتو نہیں دیکھی، مگر سوط القادیانی میں جو اس کی مختصر عبارت اور پھر اسکا جواب درج ہے، ان سے یہ نتیجہ ضرور نکلتا ہے کہ مصنف درۃ الدرانی نے اپنے ہاتھوں خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماری ہوئی ہے۔
>
> جس قدر کتابیں اس الٰہی سلسلہ کے مقابلہ میں نکلی ہیں عموماً ان کا یہی حال ہوتا ہے کہ دروغ گو را حافظہ نباشد کی مصداق ہوتی ہیں۔ سوط القادیانی کے مصنف نے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے حواری ہونے کی حیثیت سے بہت عمدہ معقولی اور نقلی ثبوت ان اعتراضوں کے بے جا اور بے محل ہونے کا دیا ہے اور دکھایا ہے کہ یہ دشمن شپر چشم کس طرح نور صداقت سے دور پڑے ہیں اس کتاب کے ۸۶ صفحہ ہیں۔ میر محمد سعید مدرس مدرسہ بازار گھانسی حیدرآباد دکن کی معرفت مل سکتی

ہے۔

اس قسم کی کتابیں جو کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تائید میں لکھی جاتی ہیں ہماری رائے میں ضرور خریدی جانی چاہییں تا کہ مصنفوں کو آئندہ ایسی تصنیفات کی جرأت ہو۔ ہاں مصنفوں کو اس امر کا خیال ہونا ضروری ہے کہ وہ حتی الوسع کم قیمت رکھیں اور ان تصانیف سے صرف ایک خدمت اس مشن کی مقصود ہو، نہ کہ تجارت۔ (اخبار البدر قادیان ۲۷ فروری ۱۹۰۳ء ص) ۔

معلوم ہوتا ہے کہ مولانا حیدر اللہ خان درانی نے ایک اور کتاب بھی لکھی تھی جیسا کہ ان کے ایک قادیانی دوست نے لکھا ہے:

السلام علیکم: اما بعد اخبار وکیل کے کسی پرچہ سے آپ کے رسالہ کا مضمون پڑھ کر ایک خط آپ کی طرف لکھا تھا کہ ایک نسخہ رسالہ اسما م الا عظم جو آپ نے تصنیف کیا ہے، میرے نام پر وی پی پارسل روانہ کر دیں۔ افسوس! آپ نے مجھے رسالہ نہ بھیجا۔ آپ نے دل میں سوچا ہوگا کہ اگر رسالہ مفت بھیجوں تو آٹھ آنہ نقصان ہوتا ہے، اور وی پی کروں تو شرم ہے۔ کیا یہ اشاعت اسلام کا دعوی ہے۔ افسوس آپ پر اور آپ کی اشاعت اسلام پر۔ آپ نے خوب رسالہ لکھا اور خوب اشاعت کیا۔ آپ نے میرے نام وی پی ہی کر دیا ہوتا۔ مگر وی پی آپ نے خاک کرنا تھا، خیر آپ کا رسالہ مجھے مل گیا جو کہ عزیز دیوان علی خان کو پھندے میں پھنسانے کیلئے آپ نے گھر پر دیا تھا۔ سو میں نے آپ کا رسالہ خوب پڑھا۔ بیشک آپ نے حد ہی کر دی ہے۔ اب میں خیال کرتا ہوں کہ آپ کو کیا ہو گیا۔ شائد پہلا رسالہ جو امامت کے اندھوں کے بارے میں تصنیف کر کے جلالپور کے ملانوں سے فتح یابی حاصل کی تھی اس فتح یابی پر دل بڑھ گیا اور یہ رسالہ اسما م الا عظم لکھ مارا جس کو مسلمانوں کا کوئی فرقہ بھی تسلیم نہیں کرتا۔ افسوس آپ کے دعوی اشاعت اسلام پر۔ آپ نے اخیر عمر میں خوب اشاعت اسلام کی۔ لیکن مشکل ایک اور ہے اور آپ کو خبر بھی مل گئی ہو گی وہ کیا؟ وہ یہ کہ جناب مولوی احمد الدین مختار عدالت گجرات نے آپ کے رسالہ کا شیرازہ اکھیڑ کر ایک مختصر سا ریویو کر ڈالا ۔۔۔ پھر اکمل صاحب نے بھی آپ کو مخاطب کر کے دریافت کیا کہ پہلے آپ اپنا مذہب

بتائیں کہ آپ حنفی ہیں یا چکڑالوی؟ تب آپ کے رسالہ کو طاقت ایزدی سے اچھی طرح ورق ورق کر کے بکھیر دوں۔

اب آپ کو ضرور چاہیے کہ جلدی سے اکمل صاحب کو جواب دیں کہ میں اہل سنت والجماعت حنفی ہوں۔لیکن مشکل یہ ہے کہ آپ کا رسالہ آپ کو حنفی نہیں بننے دیتا۔ میں نے بھی رسالہ کو غور سے پڑھا ہے۔اب آپ کو حنفی بننا بہت ہی مشکل ہے۔افسوس ہے ایسے رسالہ پر جسکی تصنیف نے مذہب سے جواب دلایا۔اب میں آپ کو برادرانہ صلاح دیتا ہوں کہ آپ بہادر بنیں،اپنی قوم کی بہادری کو دھبہ نہ لگنے دیں اور اپنے رسالہ کی حفاظت کر کے اپنے مخاطبوں کو جواب دیں۔اگر کوئی بندوبست نہ کرسکیں اور میں امید کرتا ہوں کہ آپ بالکل ہی کچھ بھی بندوبست نہ کرسکیں گے،تب چپ چاپ میری طرح توبہ کر کے خلیفۃ المسیح کو بیعت کا خط لکھ دیں۔ برکت علی خان۔برہما

(اخبار بدر قادیان ۲۷ فروری ۱۹۱۳ء ص ۷)

اخبار بدر قادیان میں ہی مولانا حیدر اللہ صاحب کے تعلق سے ایک خبر یوں شائع ہوئی تھی:

مرزا حاکم بیگ کی تحریک سے جلال پور ضلع گجرات میں ایک احمدیہ جلسہ بڑی کامیابی سے ہوا۔صوفی غلام رسول راجیکی اور حافظ ابو عبیداللہ وزیر آبادی وعظ کے لئے تشریف لے گئے تھے...غیر احمدی مولوی صاحبان مباحثہ کے واسطے تشریف لائے تھے اور فریقین کے واسطے تقریروں کا وقت مقرر ہو گیا تھا ...

مولوی غلام رسول نے اپنے وقت میں صرف لفظ الحمد سے دیگر مذاہب عیسائی آریہ وغیرہ کی ایسی تردید کی کہ مخالف بھی عش عش کرنے لگے..جب مولوی صاحب کا وقت ختم ہوا تو بالمقابل کے مولوی حیدر اللہ خان بے اختیار بول اٹھے کہ مرحبا مولوی صاحب۔ میں اس سے زیادہ نہیں بول سکتا میں نہایت ہی خوش ہوں اور اس خوشی میں اپنا وقت مقررہ بھی آپ کو دیتا ہوں۔ میرا وقت بھی آپ کو مبارک ہو(یعنی یہ مسلمانوں اور قادیانیوں کا مباحثہ نہیں تھا بلکہ عیسائیوں اور آریوں کی تردید میں ایک جلسہ تھا جس میں احمدیوں اور مسلمانوں نے عیسائیوں و آریوں کے عقاید کے ردّ میں تقاریر کرنا تھیں۔ بہاء) چنانچہ ایسا ہی ہوا اور

مولوی حیدراللہ خان صاحب اخیر میں بول اٹھے کہ آپ مسلمان ہیں ہم آپ کو کافر نہیں کہتے اور السلام علیکم کہہ کر مصافحہ کیا۔(اخبار بدر ۱۵فروری ۱۹۱۲ء ص۵)

درة الدرانی علی ردّة القادیانی

(مصنفہ ۱۳۱۸ھ ۱۹۰۱ء)

حکم و لا تسبّوا کا خلاف

حضرت مولانا حیدراللہ درانی لکھتے ہیں:

پہلا کام جو مرزا غلام احمد قادیانی کے وجود سے نمایاں ہوا، وہ ان کا ایک فطری جذبہ ہے جو ہنود کے فرقہ آریا یعنی دیانند سرسوتی کے بالکوں اور قلیل البضاعت کرسٹانوں کے مقابلہ ۱۸۸۴ء۔۱۲۹۷ھ میں ظاہر ہوا۔یعنی ان کے ردّ میں انہوں نے ایک کتاب براہین احمدیہ لکھی اور اگرچہ اس کتاب کی دو جلدوں میں نفس الہام اور کتاب اللہ کے الہامی ہونے کے ثبوت میں انہوں نے اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا لیکن بمقتضائے:

ہر چہ گیرد علتے علت شود،

انہوں نے بالآخر آریہ اور نصاری کو کریہہ اور غیر مہذب طور پر مخاطب کرنے میں سبقت کی۔اور ان مخالفین کی زبان وقلم سے جو جو اسلام کے بانی مبانی یعنی خدا اور خدا کے کلام اور انبیاء کرام کی توہین ہوئی، وہ اس سے بڑھ کر کیا ہوسکتی ہے کہ دیانند سرسوتی کے بالکے لیکھ رام پشاوری نے خبط احمدیہ ایک کتاب اس کے جواب میں لکھی جس میں ویداور قرآن کا مقابلہ اور دیانند اور نبی الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا مفاضلہ نہایت ہی زبوں صورت میں دکھلایا گیا (مولانا ابو رحمت حسن نے وید اور قرآن وغیرہ عنوانات پر تحقیق کے جوہر دکھائے ہیں۔اگر موقع ملا تو ان کی تالیفات ومناظرات کو مناسب موقع پر انشاءاللہ نذر قارئین کرونگا۔بہاء)۔اور اس نے ہرنا گفتنی بات جن کو کوئی رذیل سے

رذیل انسان بھی زبان پر نہیں لاسکتا، امہات المومنین کی نسبت برملا افترا کیں، جن کے پڑھنے اور سننے سے مردہ ءصد سالہ بھی جوش غیرت سے چونک اٹھے، اور جس کا نور ایمان اگر چہ ہزار ہا تاریکیوں اور پردوں میں چھپا ہو، وہ بھی ایک بار تموج میں آجائے۔ مگر بفحوائے: اے باد صبا ایں ہمہ آوردہ تست، ان کو کیا کہنا چاہیے، اس کا وبال بجز مرزا قادیانی صاحب کے کس کی گردن پر آسکتا ہے؟ لیکن جائے افسوس تو یہ ہے کہ مرزا قادیانی صاحب نے ایسی تصنیف اور ایسی دعوت کے وقت قرآن کریم کی تعلیم کو ملحوظ نہ رکھا، جو ارشاد فرما رہا ہے:

ولاتسبّوا الّذین ید عون من دون اللّٰہ فیسبّوا اللّٰہ عدواً بغیرعلم۔

(اے ایمان والو! تم ان لوگوں کو گالی مت دو جو غیر اللہ کو پکارتے ہیں، تا کہ وہ نادانی سے خود اللہ کو گالی نہ دیں)۔

اور خود حضرت رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

قد ثبت فی الصحیح انّ رسول اللّٰہ قا ل ملعون من سبّ والدیہ۔ قالوا یا رسول اللّٰہ و کیف یسبّ الرجل وا لد یہ۔ قال یسبّ ابا الرّجل فیسبّ اباہ و یسبّ امّہ فیسبّ امّہ (فتح البیان) یعنی وہ شخص ملعون ہے جو دوسروں کے ماں باپ کو گالی دینے سے اپنے ماں باپ کو گالی دلائے۔ (درۃ الدرانی۔ص ۱۲۔۱۳)

توفّی کے معنی

بقول قادیانی صاحب توفی کے معنی موت ہی ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

حضرت عیسی کے متعلق قرآن کریم میں لفظ توفی وارد ہے جس کے معنی حقیقی موت اور قبض روح ہیں۔ اور علاوہ محل متنازعہ فیہ کے یہ لفظ تئیس جگہ قرآن کریم میں لکھا گیا ہے اور ہر ایک جگہ موت اور قبض روح کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے اور ایک مقام بھی ایسا نہیں جس میں توفی کا لفظ کسی اور معنی پر استعمال کیا گیا ہے۔ (ازالہ اوہام۔ص ۳۰۳)

اور جب عرب کے قدیم وجدید اشعار و قصائد کا تتبع کیا گیا تو یہ ثابت ہوا کہ جہاں جہاں توفی کے لفظ کا ذوی الروح سے یعنی انسانوں سے علاقہ ہے، اور فاعل اللہ جل جلالہ کو ٹھہرایا گیا ہے، ان

تمام مقامات میں توفی کے معنی موت وقبض روح کے لئے گئے ہیں۔لغات کی کتابوں میں صراح وقاموس وغیرہ پر نظرڈالنے سے ایسا ہی معلوم ہوا۔اوراس کے بعداس عاجز (مرزا غلام احمد قادیانی)نے حدیثوں کی طرف رجوع کیا،تا معلوم ہو کہ آنحضرتﷺ کے زمانہ میں صحابہ اور خود آنحضرت ﷺ نے اس لفظ کو ذوی الروح کی طرف منسوب کر کے کن کن معنوں میں استعمال کیا۔سو اس تحقیقات کے لئے مجھے بڑی محنت کرنی پڑی اوران تمام کتابوں صحیح بخاری،صحیح مسلم،ترمذی،وابن ماجہ،ابوداؤد،نسائی،دارمی،موطا،شرح السنہ وغیرہ کا صفحہ صفحہ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ان تمام کتابوں میں ۳۴۶ مرتبہ مختلف مقامات میں توفی کا لفظ آیا ہے۔اورتمام جگہ وہ الفاظ موت اور قبض روح کے معنی میں ہی آئے ہیں۔اورشرط کے ساتھ کہتا ہوں کہ ہر ایک جگہ جو توفی کا لفظ ان کتابوں کی احادیث میں آیا ہے،بجز موت اور قبض روح کے معنی کے اور کوئی معنی نہیں۔اور بطور استقراء ان کتابوں سے ثابت ہے کہ بعد بعثت اخیر عمر تک کبھی آنحضرتﷺ نے توفی کا لفظ بجز اس معنی کے استعمال نہیں کیا اور کچھ شک نہیں کہ استقراء بھی ادلہ یقینیہ سے ہے۔اورامام محمد اسماعیل بخاری نے اس جگہ اپنی صحیح میں ایک لطیف نکتہ کی طرف توجہ دلائی ہے جس سے معلوم ہوا کہ کم سے کم سات ہزار مرتبہ توفی کا لفظ آنحضرتﷺ کے منہ سے بعثت کے بعد اخیر تک نکلا اور ہر ایک کے یہی معنی ہوئے،سو بخاری کا ممنون ومشکور ہونا چاہیے۔ (ازالہ اوہام۔ص۔۸۸۵، ۸۸۸)

قادیانی کے ادلہ کا ردّ

مولانا حیدر اللہ درانی بتاتے ہیں کہ چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب نے اسی مسئلہ کو مکتوب عربی کے صفحہ ۱۳۲ میں اپنے تمام ابحاث وفروعات اور دعاوی عیسائیت کا اصول ٹھہرایا ہے اور اسی ایک امر کے اثبات کرنے کے لئے انہوں نے سینکڑوں ورق کالے کر دیئے،لہذا ہم نہایت آسانی کے ساتھ تار عنکبوت توڑتے ہیں تا کہ ان کی ساری جعل سازی اور چالبازی معلوم ہو جائے اور اصلی امر کے انکشاف میں کسی شک و

شبہ کو گنجائش نہ رہے۔

وہ لغت عرب جو قرآن کی تفسیر میں معتبر ہے

اور قبل اس کے کہ ان ہر دو آیات قرآنی

و مکروا ومکر اللّٰہ و اللّٰہ خیر الما کر ین ۔ اذ قال اللّٰہ یا عیسی انّی متو فّیك و را فعك الیّ (آل عمران) ۔

فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیھم و انت علی کلّ شئی شھید ۔ ان تعذّبھم فا نّھم عبادك و ان تغفرلھم فا نّك انت العزیز الحکیم ۔ قال اللّٰہ ھذا یوم ینفع الصّادقین صدقھم لھم جنّات تجری من تحتھا الانھار۔(سورہ مائدہ)

کی تفسیر کریں جن کو حضرت عیسیٰؑ کے تــو فــی سے تعلق ہے، اول خود لفظ تــو فــی کے معنی باعتبار لغت کے بیان کرتے ہیں۔ جن کی زبان میں قرآن نازل ہوا، اور وہ بقول ابوحیان فقط چھ قبیلے ہیں

مأ خذ العر بیة ستّ قبا ئل: قیس، تمیم، اسد، ھذیل، بعض کنانة، بعض الطّائیة ، و قریش اجود العرب لساناً فی الا قراح لانّھم المعتمدون فی مأخذ اللسا ن نقله ابو حبا ن فی شر ح التسھیل عن الفارا بی و با لجملة لم یؤخذ عن خضرمی قط ولا عن سکّان البوا دی المجاورین بسائر الا مم فلم یؤخذ عن لخم ولا من جذا م فأنھم کانوا مجا ورین لا ھل المصر و القبط ولا من قضا عة و لا من غسان و لا من ایاد لمجاورتھم لاھل الشّام و اکثرھم من نصاری یقرؤن فی صلوا تھم بغیر العربیّة ولا من تغلب و میرة لمجا ورتھم بالیونان و لا من بکر لمجاورتھم القبط و الفرس ولا من بنی حنیفه و سکّان الیمامة ولا من ثقیف و سکّان الطّائف لمخالطھم تجار الا مم المقیمین عند ھم و امّا الشعرا ء الّذین یعتمد علیھم نثراً و نظماً فھم اما جا ھلیون کا مرء القیس

و مخضرميون الّذين اد ركوا الدّولتين و كانوا شعراء فى الجاهليّة او اسلاميون كا نوا فى صدر الاسلا م كجر ير و فرزدق و لكن المولدون كبشار او المحد ثون كابى تمام و البخترى او المتأخرون كمن حدث بعدهم من شعراء الحجاز و العراق فلا يستدل باشعار هولا ء الثلا ثة بالاتفاق و لذا ترى خطوة المتنبى و ابا تما م و البخترى فى موا قع كثيرة كما هو مشرو ح فى شروح دوا وينهم ۔ (ملخصاً عن شرح المتين للمولف)

قیس، تمیم، اسد، ہذیل، بعض کنانہ، بعض طائیہ اور ساتواں قبیلہ قریش جو تمام عرب میں باعتبار زبان کے اجود ہیں اور ماخذ لسانی میں یہی ساتوں قبیلے معتمد علیہ ہیں۔ اوران کے ماسوائے کے لغت کا کوئی اعتبار نہیں۔ لہذا اخضری کی زبان سے اور نیز ان بادیہ نشینوں کی زبان سے استدلال نہ کیا گیا جو دوسری امتوں کی مجاورت میں سکونت رکھتے تھے۔ اسی طرح لغت لخم اور لغت جذام سے استدلال نہ کیا گیا کیونکہ وہ اہل مصر سے مجاورت رکھتے ہیں۔ اور قبائل قبط اور قضاعۃ اور غسان اور ایاد کے لغت سے اس لئے استدلال نہ کیا گیا کہ وہ اہل شام سے مجاورت رکھتے ہیں۔ اور اکثر ان کے نصاریٰ میں سے ہیں جو اپنی نماز میں غیر عربی الفاظ سے قرأت کرتے ہیں۔ اور نہ تغلب اور مہرہ کے لغت سے جو یونان سے مجاورت رکھتے ہیں۔ اور نہ بکر کے لغت سے جو قبط اور فارس کی مجاورت رکھتے ہیں۔ اور نہ عبدالقیس کے لغت سے جو ساکنین بحرین اور اہل ہند اور حبشہ سے مخالطت رکھتے ہیں۔ اور نہ بنی حنیفہ اور سکان یمامہ سے اور ثقیف اور سکان طائف کے لغت سے اس لئے کہ ان کو لوگوں سے مخالطت رہی جو تجارت کے لئے غیر عرب سے آ کر ان کے پاس مقیم رہتے ہیں۔ اور شعراء میں سے صرف جاہلیوں جیسے امرء القیس اور مخضرمیوں جن کو دونوں دولتیں نصیب ہوئیں اور اسلامیوں جو صدر اسلام میں ہوئے جیسے جریر اور فرزدق وغیرہ کے نظم ونثر سے استدلال کیا اور مولدوں جیسے بشار اور محدثوں جیسے ابی تمام اور بختری اور متاخرین جیسے شعراء حجاز اور عراق ان تینوں کے نظم ونثر سے بالاتفاق استدلال نہ کیا اور اسی وجہ سے متنبّی اور ابی تمام اور بختری کے اشعار میں ان

کے دیوانوں کی شروح میں تخطیہ کیا گیا۔

اوراسی کی تفصیل سے قواعد نحویہ کے ثبوت میں استدلال کیا گیا۔پس ان کے اور بجز کلام اللہ کے کسی کے قول کو کلام اللہ کے لغات کے بطور استدلال پیش نہیں کیا جاتا۔اوراسی وجہ سے آنحضرت ﷺ کی احادیث مرویہ سے قواعد نحویہ کے اثبات میں استدلال کرنا جائز نہ رکھا گیا کیونکہ ان کے حاملین غیر عرب ہوئے۔اور بجز چند احادیث کے کوئی حدیث بھی بلفظ رسول اللہ ﷺ مروی نہ ہوئی جس کو لغت عرب کے اثبات میں استدلال کے طریق پر پیش کیا جاسکے جیسا کہ طریق اول میں بیان ہوا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ حجۃ اللہ البالغہ کے باب ۷۷ میں آنحضرت ﷺ سے اخذ حدیث کی کیفیت میں لکھتے ہیں:

و اعلم ان تلقی الامة منه الشرع علی وجهین احد هما تلقی الظاهر ولا بد ان یّکون بنقل اما متوا تر و غیر متوا تر و المتوا تر منه لفظاً کالقرآن العظیم و کنبذ یسیر من الاحا دیث منها قوله انّکم سترون ر بکم (الحدیث) (امت محمدیہ نے آنحضرت ﷺ سے دوطرح تلقی کی۔ایک تو تلقی ظاہر ہے جس کی نقل لفظاً بطریق تواتر ہو جیسے قرآن عظیم اور جیسے بہت تھوڑی حدیثیں جن میں سے ایک حدیث جس کے الفاظ یہ ہیں کہ انکم سترو ن ر بکم کما ترو ن هذا القمر) ۔

پس اس تمام بیان سے واضح ہے کہ قرآن کے الفاظ کے اطلاق کیلئے ان خالص اعراب کی لغت سے استدلال ہوسکتا ہے جن کی زبان میں کسی قسم کا شائبہ نہ ہو،اور غیر عرب کی احادیث مرویہ جو آنحضرت ﷺ کی طرف معناً منسوب ہیں وہ لغت قرآن کی کبھی مفسر نہیں ہوسکتیں۔

قرآن سمجھنے کیلئے صرف ونحو کی طرح معرفت لغت عرب واجب ہے

پس بقول صاحب محصول،کلام اللہ کے معنی سمجھنے کے لئے جیسے کہ نحو وصرف کی معرفت واجب ہے ،اسی طرح لغات عرب کی معرفت واجب ہے اور فرض کفایہ ہے۔چنانچہ اسی وجہ سے حضرت عمرؓ نے لحن یعنی لغت عرب کے تعلم کے لئے امر کیا (شفا۔ص ۱۹۴)۔

لہذا اہم اولاً لفظ توفی کے اشتقاق صغیر وکبیر اور حسب لغات عرب اس کے استعمالات کے شواہد بیان کرتے

ہیں جو اہل لغات نے ان کو اپنی کتابوں میں لکھا۔

پس معلوم کرنا چاہیے کہ تـو فی کا مشتق منہ و فی ہے یعنی و ف ی ۔ اور یہ مادہ اپنی ہیئت شخصی اور صنفی یعنی صیغہ ہائے مجرد اور مزید میں از روئے استقراء افادہ معنی تمام و کمال میں علی قدر المشترک کبھی قاصر نہ رہا۔ پس و فـا کا صیغہ اپنی ہیئت شخصیہ کے اعتبار سے کئی معنوں میں مستعمل ہوا ہے جن کے بعض حسب ذیل ہیں:

۱۔ قول میں پورا نکلنا، چنانچہ لسان العرب میں ہے و فی فلا ن ای تمّ لنا قوله و لم یعذر

۲۔ خلق شریف اور عالی اور رفیع۔ جیسے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرب کے اس قول سے استنباط کیا

الـزم الـوفاء ای الخلق الشریف العا لی الرفیع من قولهم و فی الشّعر فهو وافٍ اذا زاد

۳۔ بڑھنا اور زیادہ ہوجانا جیسے و فی الشعر فهو وا فٍ اذا زاد

۵۔ درازی عمر۔ چنانچہ دعا کے وقت کہا جاتا ہے

ما ت فلان و انت بو فاء ای بطول عمر ك تد عو له بذ لك۔

اور یہی معنی ابن عربی سے منقول ہیں۔

۵۔ بلندی پر چڑھنا۔ محیط المحیط میں ہے: الو فی الشرف عن الارض۔

لسان العرب میں ہے:

اوفی اشرف و آ تی و قوله ای کلّما اشرفت علی مربا من ا لارض ۔

صراح میں ہے: و او فی علیه ای اشرف

٦۔ مجازی طور پر موت۔ تاج العروس شرح قاموس میں ہے:

و من المجاز ادر کته الوفا ة ای المو ت و المنیة و تو فی فلا ن اذا ما ت

اور یہ صیغہ اپنی ہیئت صنفیہ کے اعتبار سے اکثر حسب ذیل معنوں میں مستعمل ہوا:

باب افعال ۔ ا۔ پورا کر کے لینا ایک چیز کا۔ لسان العرب میں ہے:

او فی الرجل حقّه و وفّا ہ ایّا ہ بمعنی اکملہ لهو اعطاہ وا فیاً و تو فّا ہ ھو

باب تفعیل۔ ا۔پورا کر کے دینا۔جیسے

وفّاہ ایّا ہ ای اعطاہ وا فیاً و فی التّنزیل العزیز و وجد اللّٰہ عندہ فوفّاہ حسابہ و تو فّا ہ ھو منہ و استو فاہ لم یدع منہ شیئا

باب تفعل واستفعال۔ ا۔ایک چیز کو بالتمام پکڑنا۔لسان العرب میں ہے:

تو فّیت المال منہ و استو فیتہ اذا اخذ تہ کلّہ۔

۲۔پوری گنتی کرنا۔لسان العرب میں ہے:

توفّیت عدد القوم اذا عددتهم کلّهم و من ذلك قولہ عزوجل یتوفّی الانفس حین موتها ای یستوفی مدة اجالهم فی الدّنیا و قیل یستوفی تمام عددهم الی یوم القیا مة و اما تو فّی النّا ئم فهو استیفاء وقت عقلہ و تمییزہ الی ان نام۔

اور صاحب تاج العروس نے اس کی شہادت میں کہا ہے:

و انشد ابو عبیدہ لمنظور الو یری العنبری

ان بنی الادرد لیسوا من احد

و لا توفاهم قریش فی العدد

ای لا تجعلهم قریش تمام عددهم و لا تستو فی بهم عددهم

۳۔سوال کرنا۔لسان العرب میں ہے:

قال الزجاج فی قولہ تعالی:

حتّی اذا جاء تهم رسلنا یتوفّونهم ، ای سالوهم ملائکة الموت عند المعائنة فیعتر فون عند موتهم انّهم کانوا کافرین

۴۔ عذاب دینا۔

قال الزجاج و یجوز ان یّکون حتّی اذا جاء تهم ملائکة العذاب یتو فّونهم

عـذا بـاً و هـذا كـمـا تـقـو ل قد قتلت فلانا بالعذا ب و ان لم يمت و دليل هذا القول قوله تعا لى : و يأتيه الموت من كل مكان و ما هو بميّت ۔

۵۔سلانا۔قرآن اورابونواس کے اس شعر سے تـو فـی کے معنی سلانا، باوجودیکہ فاعل خدااور مفعول ذوی الروح بلکہ خودروح بھی ہے، جیسے کہ ابونواس نے کہا

فـلـمـا تـو فـاه رسـو ل الـكـر ى
و دبـت الـعـيـنـا ن فـی الـجـفـن

اوراسی معنی میں ہے:

هـو الّـذی يتـو فّاكم با لليل و يعلم ما جرحتم با لنّها ر ثم يبعثكم فيه ليقضى اجل مسمى ۔

مجمع البحار میں ہے۔ ای ينو مكم ۔

پس آیت کریمہ میں فاعل اللہ ہےاورمفعول ذوی الروح انسان لیکن معنی موت ہرگز مقصود نہیں۔

اوراسی طرح آیت:

اللّـه يتـوفّى الانفس حين موتها و الّتى لم تمت فى منا مها فيمسك الّتى قضى عليها الموت و يرسل الا خرى الى اجلٍ مّسمّى (الزمر:۴۲)

اس آیت کریمہ نے قطعاً فرق کردیا کہ تو فی اور چیز ہےاورموت اور چیز۔اوراسی طرح نینداایک تیسری چیز ہے۔

۶۔مجازاً میت پر بعد تحقق موت۔چنانچہ تاج العروس میں ہے:

و مـن الـمـجاز اد ركته الوفا ة اى الموت و المنيّة و توفّى فلا ن اذا مات توفّاه اللّه عز و جل اذا قبض نفسه و فى الصّحا ح روحه ۔

یعنی تـو فی کا اطلاق اس شخص پر مجازاً بمعنی موت ہوتا ہےجس کی موت متحقق ہوگئی ہواوراس کا نفس قبض ہو چکا ہو۔

اور مجمع البحار میں ہے: و قد یکو ن الو فا ۃ قبضاً لیس بمو ت

چنانچہ یہی معنی سورہ انعام اور زمر کی آیات سے ظاہر ہیں کہ قبض نفس مستلزم موت نہیں

تو فی کے معنی استیفاء عمر، حدیث نبوی میں

۷۔استیفاء عمر۔ جیسے مجمع البحار میں ہے: متو فّیك ای مستو فیك کو نك فی ا لا رض۔

تکملہ مجمع البحار میں ہے:

تـوفّـی اصـحـا به الّذین اکلوا من الشّاۃ ظا هرۃ لا یلا ئم ما روی انّه لم یصب احدا منهم شئی۔

پس اس حدیث میں تو فّی کے معنی موت نہیں بلکہ اکمال عمر ہیں۔

ان تمام شواہد سے ظاہر ہے کہ مادہ و فی اپنی ہیئت شخصیہ اور صنفیہ کے ساتھ کبھی تو لغات عرب میں درازی عمر کے معنی میں مستعمل ہوا، اور کبھی بلندی اور بلندی پر چڑھنے کے معنی میں، اور کبھی پورا گننے اور پورا لینے اور پورا دینے، اور کبھی اکمال عمر اور اتمام مدت کے معنی میں، اور کبھی مجرد سوال اور مجرد عذاب کے معنی میں، اور کبھی مجرد قبض اور اتمام اخذ کے معنی میں، اور کبھی سلانے اور کبھی مجازاً معنی موت میں، اور کبھی رفع بلا موت کے معنی میں۔ چنانچہ یہاں اسی اخیر معنی کی طرف امام رازی نے اپنی تفسیر میں صحت کی نسبت کرکے کہا ہے:

انّـی متـوفّیك التّوفی ا خذ الشّیء وافیاً و لما علم اللّه ان من النّاس من یّخطر ببـا لـه انّ الـذی رفـعه اللّه هو روحه لا جسده ذکر هذا الکلا م لیدل علی انه رفع بتما مه الی السماء بروحه و بجسده و یدل علی صحة هذا التا ویل قو له تـعـا لـی و مـا یضرو نك من شئی فان قیل فعلی هذا الوجه کان التو فی عین الـرفـع الیه فیصیر قوله و را فعك الیّ تکراراً قلنا قوله انّی متوفّیك یدل علی حـصـول التـوفّی و هو جنس تحته انواع بعضها بالموت و بعضها بالا صعاد الـی السـمـا ء فلمّا قال بعده را فعك الیّ کا ن هذا تعییناً للنوع و لم یکن تکراراً

(تفسیر کبیر)

و قال ابن جریر توفّیه هو امنته (تفسیر ابن کثیر)

توفی کے حقیقی معنی تو ایک شئے کا پورا پکڑنا ہے اور اس لفظ کا استعمال حق تعالی نے اس مقام پر اس لئے کیا تاکہ جن لوگوں کے دل میں یہ خطرہ گذرے کہ مرفوع فقط روح ہوئی، نہ جسم سمیت، ان کو معلوم ہو جائے کہ حضرت عیسیٰ بتمامہ یعنی روح مع الجسد مرفوع ہوئے اور اس کی صحت پر دوسری آیت پیش کی یعنی و ما یضرو نك من شیء اور بصورت سوال و جواب کہا کہ اگر کوئی یہ کہے کہ اس صورت میں توفّی عین الرفع ہو جانے سے تکرار لازم آئے گا، تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ انّی متوفّیك حصول توفّی پر دلالت کرتا ہے اور توفّی ایک جنس ہے جس کے تحت میں کئی انواع ہیں۔ بعض توفّی موت سے ہوتی ہے اور بعض آسمان پر اٹھالے جانے سے۔ اور جب اس توفّی کے بعد را فعك کہا، تو توفّی اپنے نوعی معنی میں متعین ہو گیا اور تکرار جاتا رہا اور ابن جریر نے تصریح کردی کہ توفّی حضرت عیسی کی رفع ہے۔

توفّی کے معنی میں قادیانی کے الہامات کا تخالف اور ثبوت معنی رفع اور کمال

اور طرفہ امر یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب نے براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۱۹ میں توفی کے معنی اپنی الہامی عبارت میں موت نہ لکھے۔ بلکہ لکھا کہ

انّی متوفّیك میں تجھ کو پوری نعمت دونگا اور اپنی طرف اٹھاؤنگا۔

اور صفحہ ۵۵۷ میں اسی توفّی کے معنی الہامی عبارت میں یوں لکھے:

یا عیسی انّی متوفّیك و را فعك الیّ یعنی اے عیسی میں تجھے کامل اجر بخشوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤنگا یعنی رفع درجات کرونگا یا وفات دونگا اور دنیا سے اپنی طرف اٹھاؤنگا۔

مگر یاد رہے کہ قبل اس کے قادیانی صاحب اسی کتاب کے صفحہ ۴۹۸، اور ۵۰۴ میں حضرت مسیح کے دوبارہ اس دنیا میں تشریف لانے اور نہایت جلالت کے ساتھ دنیا پر اترنے کا الہامی وعدہ تحریر کر چکے ہیں۔ پس جب کہ خود

ان کے بیانات اور الہامات میں تناقض ان کے دعاوی کی تکذیب علی رؤس الاشہاد کر رہا ہے تو اب ہمیں ضرورت نہیں رہی کہ اس حرف سیاہ کے لئے اپنے قلم کو آلودہ کریں۔ مگر مقام حیرت ان کا یہ دعوی ہے جو انہوں نے قرآن کی طرف نسبت کر کے کہا کہ

> یہ لفظ تــو فّــی ۲۳ جگہ قرآن میں لکھا گیا ہے اور ہر ایک جگہ موت اور قبض روح کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ اور ایک بھی ایسا مقام نہیں جس میں تـو فـی کا لفظ کسی اور معنی میں استعمال کیا گیا ہو۔ اور ایسا ہی عرب کے قدیم وجدید اشعار وقصاید کا تتبع کیا گیا، تو یہ ثابت ہوا کہ جہاں تــو فی کے لفظ کا ذوی الروح یعنی انسانوں سے تعلق ہے اور فاعل اللہ کو ٹھہرایا گیا ہے، ان تمام مقامات میں تــو فــی کے معنی موت وقبض روح کے لئے گئے ہیں۔ لغات کی کتابوں میں صراح وقاموس وغیرہ پر نظر ڈالنے سے ایسا ہی معلوم ہوا۔۔۔ ایسا ہی صحاح ستہ کے اور کتابوں کے صفحات دیکھنے سے معلوم ہوا۔

حالانکہ ہم قرآن وسنت کے الفاظ سے، اور نیز کتب لغت کے بیانات سے ثابت کر چکے ہیں کہ توفّی کے حقیقی معنی موت نہیں ہیں بلکہ توفی کے یہ معنی قرین قطعی کے موجود ہونے کے وقت مراد ہوتے ہیں اور متحقق الموت اشخاص پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے تاکہ ارواح کی بقا پر دلالت کرے اور اسی قسم کا اطلاق احادیث کی کتابوں میں متحقق الموت اشخاص پر ہوا ہے۔ معہذا سورہ انعام اور سورہ زمر کی ہر دو آیات جن میں فاعل اللہ جل جلالہ ہے اور مفعول ذوی الروح شاہد عادل ہیں کہ تــو فّــی کے معنی موت نہیں بلکہ اخذ اور استیفاء ہیں کیونکہ آخر الذکر آیت کریمہ میں فعل تـو فّی کا تعلق وقوعی نفس کے ساتھ ہوا ہے۔ پس اگر تـو فی کے معنی موت ہوں تو اس سے نفوس اور ارواح کی موت لازم آئے گی جو بالکل متصادم اور مناقض امر نبوّت ہے کیونکہ روحوں کا ابدی ہونا لسان شرع سے ثابت ہے اور اسی پر حشر ونشر اور نار وجنت کی سزا وجزاء کا دار ومدار ہے۔ ہاں لفظ موت جو انـفس کی طرف مضاف ہے مریض دل والوں کے لئے موجب اشتباہ ہے مگر یاد رکھنا چاہیے کہ یہ لفظ اس مقام پر صرف اپنی اصطلاحی اور عرفی اور رسمی معنی ہدم وطن مالوف اور تخریب بنائے معمور میں مستعمل ہے نہ کہ ذات انـفـس کے لئے تخریب اور ہدم پر دلالت کرتا ہے چنانچہ ہمارے سارے بیانات کی

صداقت حضرت ابن عباسؓ وغیرہ کے قول سے تقویت پاتی ہے جو بیضاوی اور خازن وغیرہ میں منقول ہے:

عن ابن عباس فی ابن آدم نفس و روح بینهما شعاع مثل شعاع الشمس فالنفس هی التی بها العقل و التمییز و الروح هی التی بها النفس و التحرك فاذا نام العبد قبض الله نفسه و لم یقبض روحه و عن علی قال یخرج الروح عند النوم و یبقی شعاعها فی الجسد فبذلك یری الرؤیا فاذا انتبه من النوم عاد الروح الی جسده باسرع من لحظة و عنه ما رأت نفس النائم فی السماء فهی الرؤیا الصادقة و ما رأت بعد الارسال فیلقها الشیطان فهی کاذبة و عن سعید بن جبیر ان ارواح الاحیاء و ارواح الاموات تلتقی فی المنام فیتعارف منها ما شاء الله ان یتعارف فیمسك التی قضی علیها الموت و یرسل الاخری الی اجسادها الی انقضاء مدة حیاتها

(تفسیر خازن ،مدارک، بیضاوی)

کہ ابن آدم میں ایک نفس اور ایک روح ہے اور ان میں شعاع آفتاب کی طرح تعلق شعاعی ہے پس نفس وہ ہے جس سے عقل اور تمیز حاصل ہے اور روح وہ ہے جس سے تنفس اور تحرک ہوتا ہے۔ پس آدمی جب سوتا ہے اس وقت اللہ اس کے نفس کو قبض کر لیتا ہے اور اس کی روح کو قبض نہیں کرتا اور حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ نیند کے وقت روح بدن سے نکل جاتی ہے اور اس کی شعاع جسم میں باقی رہتی ہے اور اسی سے خواب دیکھتا ہے اور جس وقت کہ نیند سے ہوشیار ہوتا ہے تو روح ایک لحظہ سے بھی کم میں سرعت کے ساتھ عود کر آتی ہے اور سوئے ہوئے کا نفس جو شئے کہ آسمانوں میں دیکھتا ہے وہ سچا خواب ہے اور جو ارسال بعد دیکھتا ہے اس میں شیطان کی تلقین ہونے سے سچائی نہیں رہتی اور سعید بن جبیر کا قول ہے کہ نیند میں زندوں اور مردوں کی روحیں باہم ملاقات کرتی ہیں اور حسب مشیت ایزدی ان میں پہچان ہوتی ہے اور موت والی روح عود نہیں کرتی اور نیند والی روح اپنے بدن کی طرف واپس آجاتی ہے یہاں تک کہ اس کی مدت حیات ختم نہ ہو لے۔

قرآن کی متعدد آیات میں توفی کے معنی حقیقی

اوراگران معانی کوجن میں توفّی کا استعمال لسان العرب میں ہوازیرنظر رکھ کرکلام اللہ کے ان ۲۳ مقامات میں ذرابھی غورکیا جائے توروشن دلوں پرظاہرہو جائیگا کہ ان سب مقامات میں لفظ توفی ان معانی کوہم آغوش کرنے کے لئے بالکل آمادہ ہے مثلاً:

۱۔سورہ نساء میں ثم یتوفّهن الموت ۔ظاہرہے کہ یہاں توفّی کے معنی موت نہیں بیضاوی میں ہے ای یستوفی اروا حهن الموت ۔پس یہاں توفی بمعنی استیفاء ہوئی

۲۔اسی طرح سورۃ آل عمران میں و توفّنا مع الابرار ۔بیضاوی میں ہے

ای مخصوصین بمحبّتهم معه و فی دین زمرتهم ۔

پس یہاں توفی کے معنی عملاً موت نہیں بلکہ گنتی اورشمار کے معنی مراد ہیں۔یعنی اللہ کے یادکرنے والے بندے ہروقت اللہ سے دعائیں کرتے ہیں کہ اے رب ہم کو پاک لوگوں کی صحبت میں رکھ اورانہیں کے زمرہ میں محسوب کر۔

۳۔اورایسا ہی۔ انّ الّذین توفّاهم الملائکة ۔بیضاوی میں ہے

و قرء توفّاهم علی مضارع و فّیت بمعنی انّ الله یوفّی الملائکة انفسهم فیتوفونها ای یمکنهم من استیفائها فیستوفونها ۔

پس یہاں بھی توفی بمعنی استیفاء ہے

۴۔اورایسا ہی سورہ یوسف میں یوسفؑ کادعامانگنا توفنی مسلماً و الحقنی بالصّالحین۔

تفسیر بیضاوی میں ہے ای اقبضنی ۔پس بقول بیضاوی یہاں توفی بمعنی قبض ہے لیکن معنی استیفاءعمر بھی بالکل مطابق ہے۔

۵۔ایسا ہی دوسری آیات میں لفظ توفّی ہرگز معنی موت میں حقیقی طور پر منصوص نہیں

اور شعراء جاہلیت جیسے منظور وبری اور ابی نواس کے محاورات نے بھی ثابت کردیا کہ توفی معنی موت کے لئے موضوع نہیں۔ اور ایک حدیث جس کو صاحب تکملہ مجمع البحار نے نقل کیا ہے توفی بمعنی موت مستعمل نہ ہوئی بلکہ بمعنی اکمال عمر مستعمل ہوئی اور یہ تو ہم ثابت کر چکے ہیں کہ بہت کم اور معدودے چند احادیث ہیں جو آنحضرت ﷺ کے الفاظ میں مروی ہوئیں۔

پس اول قادیانی صاحب کو لازم ہے کہ امت کے علماء کے قول سے ثابت کریں کہ جن احادیث میں لفظ توفی مستعمل ہوا وہ آنحضرت ﷺ کے دہن مبارک سے نکلا ہوا لفظ ہے اور یہ کہ ان راویوں نے جو کہ عرب نہ تھے بلکہ عجمی جیسے امام بخاری اور مسلم اور ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ اور دارقطنی اور حاکم اور بیہقی انہوں نے اپنی احادیث میں ان الفاظ کو بالمعنی روایت نہیں کیا۔ اور سب سے زیادہ اہم تر یہ سوال ہے کہ کیا انہوں نے توفی کا اطلاق ان احادیث میں ان اشخاص پر نہ کیا جن پر کہ موت کا آنا متحقق الوقوع ہو چکا تھا؟ یا ان اشخاص پر کیا جو ابھی زندہ تھے اور مرنے والے تھے مگر مرزا قادیانی صاحب یہ کبھی ثابت نہ کرسکیں گے کہ اس کا اطلاق ان احادیث میں ان اشخاص پر ہوا ہے جن پر ابھی موت وارد نہ ہوئی تھی۔

اور عجب ہے کہ قادیانی صاحب نے چالیس ہزار لغت عرب کی تعلیم ہونے پر بھی کوئی ایک کوئی ایک جاہلیت کا شعر اپنے دعوی کے ثبوت میں پیش نہ کیا اور لغت کی مشہور کتابیں یعنی تاج العروس اور لسان العرب اور محیط المحیط اور مجمع البحار کیونکر نظر انداز ہوگئیں؟ اور ابونواس اور منظور وبری کے اشعار وہ کیسے بھول گئے؟ اور کیوں الہام الٰہی نے ان کی تائید نہ کی؟ پس اہل بصارت پر ہمارے ان بیانات سے واضح ہے کہ قادیانی صاحب کا استقراء کا دعوی بھی ایسا ہیچ و پوچ ہے جیسا کہ ان کا دعوی ہمہ دانی۔ اور قادیانی صاحب نے علاوہ اس کے اس لطیف نکتہ کا پتہ نہ دیا کہ امام بخاریؒ نے کہاں اور کس موقع پر توجہ دلائی ہے کہ کم سے کم سات ہزار مرتبہ توفّی کا لفظ آنحضرت ﷺ کے دہن مبارک سے بعثت کے بعد اخیر عمر تک نکلا ہے اور ہر ایک کے حقیقی معنی قبض روح اور موت تھے۔ ہاں ہمارا استقراء قادیانی صاحب کے بیانات اور دعاوی کو لغو ثابت کر رہا ہے اور علماء امت کا بیان کہ بجز چند احادیث کے کوئی حدیث بھی آنحضرت ﷺ کے لفظ میں مروی ہونا قطعی طور پر ثابت نہیں ان کو جھٹلا رہا ہے۔ کاش کہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب اپنی اس درجہ کی کم علمی کو مدنظر رکھ کر سر در گریبان کر لیتے

اوران امام بخاری جیسے معظم علماء ملت کی طرف جھوٹی نسبت نہ کرتے۔

امام بخاری کا مذہب کہ عیسی نبی اللہ ابھی نہیں مرے

لیکن اس میں شک نہیں کہ امام بخاری نے کتاب التفسیر میں سورہ مائدہ کی آیت و اذ قال اللّٰہ یا عیسی ابن مریم أأنت قلت للنّاس کی تفسیر بصیغہ استقبال یعنی یقول و اذ ھاھنا صلة کے ساتھ کر کے بعد سورہ آل عمران کے لفظ متو فّیك کی تفسیر فقط اسی قدر الفاظ میں بیان کر دی ہے کہ و قال ابن عبّاس متو فّیك ممیتك مگر اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے کہ اس آیت میں تو فّی کے معنی موت ہیں اور کیونکر ہو سکتا ہے حالانکہ اصحاب روایت کے مدنظر فقط روایت کے اس سلسلہ کو بیان کرنا ہے جو ان کو ملا۔ اور اس روایت کے بیان سے وہ روایت ہرگز اصحاب روایت کا مذہب نہیں بن سکتی جب تک کہ اصحاب روایت خود اس کی نسبت اپنا مذہب ہونا بیان نہ کریں۔ اور اگر ایسا ہی مان لیا جائے جیسے کہ قادیانی کا زعم ہے تو لیجیۓ امام بخاریؒ نے کتاب الانبیاء میں ایک باب بعنوان نزول عیسی بن مریم مرتب کیا ہے جس میں ایک حدیث ابی ہریرہؓ کی روایت سے مرفوعاً اس طرح نقل کی ہے

قال رسول اللّٰہ و الّذی نفسی بیدہ لیو شکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصّلیب .. ثمّ یقول ابو ھریرہ و اقرء وا ان شئتم:

و ان من اھل الکتاب الّا لیؤمننّ بہ قبل موتہ و یوم القیامة یکون علیھم شھیداً۔

قال رسول اللّٰہ ﷺ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم فینزل عیسی بن مریم فیقول امیرھم تعال صلّ لنا فیقول لا انّ بعضکم علی بعض امیر تکرمة اللّٰہ ھذہ الامة (احمد و مسلم از جابر۔ مشکوة)

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اس ذات کی قسم کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بالضرور قریب ہی ابن

مریم تم میں بصورت حاکم عادل اتریں گے ۔ پھر ابو ہریرہؓ نے اپنی طرف سے یہ آیت بطریق شہادت پیش کی کہ کوئی اہل کتاب نہیں مگر یہ کہ وہ ابن مریم پر ضرور ایمان لائے گا قبل اس کے کہ ابن مریم فوت ہو جائے اور قیامت کے دن ان پر گواہی دے گا۔

اور دوسری حدیث یوں نقل کی ہے کہ فرمایا آنحضرتﷺ نے اس وقت تمہاری کیا کیفیت ہوگی جب کہ ابن مریم تم میں اترے گا، اور امام تمہارا تمہیں میں سے ہوگا۔

اور احمد اور مسلم نے بروایت جابر مرفوعاً روایت کیا ہے کہ فرمایا آنحضرتﷺ نے حضرت عیسی بن مریم اترے گا اور ان کا امیر حضرت عیسیؑ سے کہے گا کہ آ ہمارے لئے نماز میں امامت کر۔ حضرت عیسیؑ کہے گا، نہیں۔ تمہارے ہی بعض تم پر امیر ہیں اور یہ فقط اس امت کی بزرگی اور حرمت کے باعث کہیں گے۔

پس اس باب کا عنوان اور معنون ہر دو صاف بتلا رہے ہیں کہ امام بخاریؒ کا مذہب صحیح یہی ہے کہ حضرت عیسی نبی اللہ فوت نہیں ہوئے اور وہ دوبارہ آسمان سے اتریں گے....

امام بخاریؒ کا یہی مذہب ہے کہ حضرت عیسی نبی اللہ کے لئے لفظ متو فّیك میں موت مقصود نہیں۔ اسی وجہ سے انہوں نے ایک کتاب الانبیاء بعنوان باب نزول عیسی بن مریم مرتب کر کے اس کی شہادت میں دو احادیث آنحضرتﷺ کی معنون فرمائیں جن سے نہ فقط ان کا نزول ثابت ہوتا ہے بلکہ حضرت عیسی کی حیات بوجہ اتم اور اس بارہ میں آیت قرآنی کی تفسیر اس کو اولوالعزم صحابی کے قول و استنباط سے معلوم ہوتی ہے جس کا دامان آنحضرتﷺ نے علوم نبوت سے لبالب بھر دیا۔ اسی وجہ سے انہوں نے اپنی طرف سے اس لفظ کے معنی میں تو تعرض نہ کیا بلکہ اس سے زیادہ تر اہم اور موہم الفاظ کی تفسیر کی طرف توجہ فرمائی جن کو قادیانی نے بوجہ خود غرضی سباق سے آنکھ بند کر کے اپنی دستاویز بنالی اور کہا،

منجملہ افادات بخاری جس کا ہمیں شکر کرنا چاہیے ایک یہ ہے کہ انہوں نے مسیح ابن مریم کی وفات کے بارے میں ایک قطعی فیصلہ ایسا دے دیا ہے کہ جس سے بڑھ کر متصور نہیں اور وہ یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں اسی غرض سے آیت کریمہ فلما توفیتنی .. کنت انت الرقیب

علیھم کو کتاب التفسیر میں لایا تا کہ لوگوں پر ظاہر کرے کہ تو فّیتنی کے لفظ کی صحیح تفسیر وہی ہے جس کی طرف آنحضرت ﷺ اشارہ فرماتے ہیں یعنی مار دیا اور وفات دے دی۔اور حدیث یہ ہے:

عن ابن عباس یجاء برجال من امّتی فیؤ خذ بھم ذا ت الشّما ل فا قو ل یا ربّ ا صحا بی۔ فیقال انّك لا تدری ما ا حد ثوا بعد ك۔فاقول کما قال العبد الصالح: و کنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم فلمّا تو فّیتنی کنت انت الرّقیب علیھم (صحیح بخاری)

پس اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے اپنے اور مسیح ابن مریم کے قصہ کو ایک ہی رنگ دے کر وہی لفظ فلمّا تو فّیتنی اپنے حق میں استعمال فرمایا جو حضرت عیسی بن مریم نے اپنے حق میں کہا۔اور ظاہر ہے کہ مدینہ منورہ میں آنحضرت ﷺ کا مزار شریف موجود ہے اور اس سے بکلی منکشف ہو گیا کہ دونوں برابر طور پر اثر آیت فلمّا تو فّیتنی سے متاثر ہیں۔(ملخصاً۔ازالہ اوہام۔ص ۸۸۹)

بخاریؒ کا مذہب کہ اذ قال اللّٰہ میں اذ حرف صلہ ہے اور ماضی بھی مستقبل ہے

پس امام بخاری نے ایسے ہی ایہام اور ابہام کے دفع کرنے کے لئے اس حدیث کے قبل اپنا مذہب بیان کر دیا کہ اس آیت کریمہ میں جو مسیح ابن مریم کے حق میں اتری لفظ و اذ قا ل اللہ بمعنی یقول ہے اور لفظ اذ صلہ یعنی زائدہ ہے:

غرضہ ان لفظة قال فی قوله: و اذ قال اللّٰہ یا عیسی ابن مر یم أأنت قلت ،بمعنی یقول لانّ اللّٰہ تعا لی انّما یقول ھذا القول فی یوم القیامة توبیخاً للنّصاری قوله اذ ھنا صلة ای زا ئدة لانّ اذ للما ضی و ھھنا المراد به المستقبل (قسطلا نی)

یعنی امام بخاری ؒ نے اپنی قوت اجتہادیہ سے اپنا مذہب اس آیت کریمہ اور اس قصہ حدیث کے متعلق بیان کر دیا ہے کہ یہ سارا قضیہ اور کل سوال و جواب قیامت کے دن ہو گا اور کلمہ اذ نے یہاں معنی ماضی

میں اپنا کوئی مخالف اثر نہ کیا جیسے کہ مرزا قادیانی صاحب نے اپنے متعدد رسائل میں زعم کرلیا ہے کہ یہاں ماضی کا صیغہ کلمہ اذ کے آنے سے معنی مضیت میں منصوص ہوگیا اور جس نے کہ یہاں ماضی کو بمعنی مضارع کہا اس کو ظالمین اور کاذبین میں سے ہونے کی نسبت اپنے مکتوب عربی کے صفحہ ۱۳۵ میں کی:

فانّ الصیغة تدلّ علی الزمان الماضی و الصرف ھھنا کالقاضی ثمّ ان کنت لا ترضی بحکم الصّرف و تجعل الماضی استقبالاً بتبدیل الحرف فھذا ظلم منك و من امثالك و تکون فی ھذا ایضاً من الکاذبین۔

پس ان کے زعم فاسد میں ان کے مستند امام بخاری کاذب اور اظلم ہوں گے جنہوں نے اپنی کتاب بخاری میں تصریح کردی کہ یہ سارا واقعہ قیامت کے دن ہوگا اور ماضی یہاں بمعنی مستقبل ہے اور لفظ اذ صلہ ہے

لفظ اذ اور ماضی بمعنی مستقبل کی نحوی تحقیقات

و لا یراد بالزّیادة عدم الافادة مؤکدات و محسنات کمحسنات البدیع والسر ان مفادھا لیس معناھا (متن متین)

و لا لغنی بالمزید اللغو الضائع فان القرآن کله ھدی بل مالم یوضع لمعنی یراد منه و انما وضعت لان تذکر مع غیرھا فیفید له وثاقه و قوة و ھو زیادة فی الھدی غیر قادح فیه۔ (بیضاوی)۔

کلام اللہ میں حرف زیادۃ کا آنا اس معنی سے نہیں کہ وہ اپنے معنی کے افادہ میں قاصر ہیں بلکہ وہ محسنات بدیع کی طرح موکدات اور محسنات ہیں اور ان کے نہ ہونے سے معنی میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ اور سرّ اس میں یہ ہے کہ ان کا مفاد درحقیقت ان کے اپنے معنی نہیں بلکہ ان کی وضع اس لئے ہے کہ غیر کے ساتھ مذکور ہونے سے اس کے معنی میں وثاقت اور قوت پیدا کردیں اور اگرچہ کلمہ اذ اکی طرح کلمہ اذ نے بھی کلام اللہ کی دوسری آیات جیسے و لو تری اذ فزعوا یعنی اذا فزعوا، اور جیسے قول راجز:

ثمّ جزا ك الله عنّی اذ جزا جنا ت عدن فی السما وا ت العلی

میں بقول خازن معنی استقبال کا افادہ کیا لیکن اس کا سرّ اور اس کا اصل اصول قواعد نحو کے مطابق جیسے کہ متن متین وغیرہ میں ہے:

الـمـا ضی بمعنی المستقبل اذا ا خبر به عن مستقبل مع قصد القطع بوقوعه کـقـولـه تـعـالی: و نـادی ا صحـا ب الجنّة و سیق الذین (متـن متیـن و شرو حه للمولف حیدر الله)

جب کسی ایسے امر مستقبل کا اخبار منظور ہو جسکے آئندہ وقوع کیلئے افادہ قطع مقصود ہو، تو وہ امر صیغہ ماضی کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔ اور اگر زیادہ تر وثاقت اور قوت کے ساتھ اس معنی کا افادہ مقصود ہو، تو کلمہ اذ کی طرح حرف مؤکد اس کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے سورہ مائدہ کی اس آیت میں صیغہ ماضی حرف اذ کے ساتھ استعمال کیا گیا۔ اور اس امر کی دلیل کہ یہ واقعہ قیامت کے دن وقوع میں آئیگا خود اسی آیت کے بعد اللہ تعالی کا قول ہے

فلمّا توفّیتنی کا تعلق قیامت کے دن سے ہے

چنانچہ شیخ سیوطی درمنثور میں اس آیت کے متعلق قتادہ سے روایت کرتے ہیں:

اخـر ج عبد الرزاق و ابن جریر و ابن ابی حاتم عن قتاده فی قوله أأنت قلت لـلـنّاس ..ا لآ یة ،متی یکو ن ذلك قال یو م القیا مة الا تری انّه یقول هذا یوم یـنفع الصّادقین (درمنثور) کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ اس آیت کا قصہ کب ہوگا؟ تو کہا قیامت کے دن۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ خدا تعالی خود فرماتا ہے کہ یہ تمام باتیں اسی دن ہوں گی جس دن سچوں کو سچائی نفع دے گی یعنی قیامت کے دن۔

اور اسی معنی کے اصح ہونے کی نسبت امام رازی اور زمخشری نے اپنی تفسیر میں صراحت کی ہے

یـو م یـجـمـع الـلّـه الـرّسل فیقول ما ذا اجبتم قا لوا لا علم لنا انّك انت علّا م

الغيوب ۔ اذ قال اللّٰہ یا عیسی بن مریم اذ کر نعمتی علیك و علی وا لد تك
بدل من یوم یجمع و ھو علی طریقة و نا دی اصحاب الجنّة ۔(بیضاوی۔کشاف)

اور کہا: و اذ قا ل اللّٰہ یا عیسی ابن مریم کا عطف اذ قال اللّٰہ یا عیسی ابن مر یم اذ کر نعمتی علیك پر ہے جو بقول بیضاوی وکشاف یو م یجمع کا بدل اور بطریق نا دی ا صحا ب الجنة بمعنی مستقبل ہے۔پس اس آیت کا مقدم اور موخر دونوں اس معنی کے لئے موکد ہیں کہ ان تمام جواب و سوال کا وقوع قیامت کے دن ہوگا، نہ کہ اس سے قبل ہو چکا، جیسے کہ مرزا قادیانی صاحب کا زعم فاسد ہے۔اور اسی بنائے فاسد پر انہوں نے بخاری کی حدیث ابن عباسؓ میں آنحضرتﷺ کے اس ارشاد یعنی حضرت عیسی کا قول بلفظ ماضی حکایت فرمانے سے یہ اعتقاد کرلیا کہ آنحضرتﷺ اور حضرت عیسیؑ بن مریم دونوں برابر طور پر اثر تو فّی سے متاثر ہوگئے ہیں اور یہ کہ آنحضرتﷺ نے اس حدیث میں تو فّی کی تفسیر: مار دیا اور وفات دے دی، ارشاد فرمائی، جس سے بکلی منکشف ہوگیا کہ حضرت مسیح ابن مریم بھی وفات پا گئے اور آنحضرتﷺ بھی وفات پا گئے۔، حالانکہ خود یہی حدیث بتا رہی ہے کہ آنحضرتﷺ اس حدیث کے ارشاد کے وقت زندہ موجود اور اثر تو فّی سے محفوظ تھے اور یہ حدیث اور مذکور آیت قرآنی دونوں بتلا رہی ہیں کہ اس تو فّی کے ساتھ دونوں حضرات کے اعتذار اور اقرار کا زمان ومکان قیامت کا دن ہوگا جیسے کہ قبل ازیں بیان کر دیا ہے۔

پس اس حدیث میں کوئی دلالت نہیں کہ آنحضرتﷺ نے اپنے اس ارشاد میں حضرت عیسیؑ بن مریم کے متعلق خبر دی ہو کہ وہ مر چکے یا مرنے کے بعد قبل از روز قیامت ان سے یہ سوال و جواب ہو چکا، اور وہ اپنی تو فی موت کا اعتذار بارگاہ رب العزت میں کر چکے۔پس اگر مرزا غلام احمد قادیانی اپنے دعاوی کا ثبوت اس حدیث سے استنباط کر کے دکھلا دیں تو ہم نہایت انصاف اور سچائی کے ساتھ قبول کرنے پر آمادہ ہوں گے۔لیکن افسوس ہے کہ ان کے موجودہ دعاوی کے استنباط سے قرآن وحدیث کے الفاظ تبری کا اظہار فرما رہے ہیں۔

ہاں لفظ تو فی کے مشترکہ اطلاق نے ان کو لغزش دے دی اور انہوں نے اس لفظ کے جنسی معنی کی تنویع دونوں حضرات کے حالات خاصہ کے ساتھ نہ کی جیسے کہ سورہ زمر کی آیت

اللّٰہ یتو فّی الانفس حین موتھا و الّتی لم تمت فی منامھا فیمسك الّتی قضی

علیھا الموت و یرسل الا خری الی اجلٍ مّسمّی

میں اگرچہ مختلف النوع انفس پر ایک ہی طور پر تــو فـــی کا اطلاق ہوا، لیکن نفوس مائیہ اور نائمہ نے اپنی اپنی توفی کو جدا جدا کر کے ثابت کر دیا کہ موت والے نفوس کی تو فّی اور ہے، اور سونے والے نفوس کی تو فی اور ہے۔ اسی طرح اس حدیث میں اگرچہ آنحضرت ﷺ نے ایک ہی طور پر اپنے اور حضرت عیسیٰؑ بن مریم میں تو فّی کا اطلاق کیا لیکن ان کے حالات خاصہ نے تو فّی کی تنویع کر دی اور چونکہ احادیث متواتر بالمعنی سے حضرت عیسیٰؑ کی حیات ثابت ہے..لہذا ان کی تو فّی بہ ہیئت شخصی اپنے حقیقی معنی رفع اور بلندی پر چڑھنے اور طول عمر کی مستلزم ہوئی۔ اور اگر ہم اس آیت کریمہ میں مجازاً وہ معنی تــو فـــی مراد لیں جو مستلزم موت ہے تو یہی آیت کریمہ اپنے مقدم اور موخر اور سیاق وسباق کے لحاظ سے سفارش کر رہی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کے وقت ابھی حضرت عیسیٰؑ بن مریم پر موت وارد نہیں ہوئی اور ان کی موت کسی دوسرے وقت پر مقدر ہے۔

کیا قادیانی، مثیل مسیح ہے؟

❁ کیا عیسیٰ موعود جو آنے والا ہے وہ اصلی عیسیٰ کا مثیل یعنی مرزا غلام احمد قادیانی ہے؟

اب ہم مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کے اس دعوی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو انہوں نے خود کو مسیح موعود بالنزول ہونا کیا اور انہوں نے اس الہامی دعوے کے ثبوت کے لئے دو قرآنی آیات سے اس طرح استدلال کیا کہ

خدا نے ہمارے نبی ﷺ کو مثیل موسیٰ قرار دیا ہے جیسا کہ فرماتا ہے:

انّا ار سلنا الیکم رسو لًا شا ھداً علیکم کما ار سلنا الی فرعون رسو لًا ۔

اس آیت میں خدا نے ہمارے نبی ﷺ کو موسیٰ کی طرح اور کفار کو فرعون کی طرح ٹھہرایا اور پھر دوسری جگہ فرمایا:

وعـد اللّٰہ الّذین آمنوا منکم و عملوا الصّا لحا ت لیستخلفنّھم فی الارض کما

استخلف الّذين من قبلهم و ليمكنن لهم دينهم الّذی ارتضی و ليبدّ لنّهم من بعد خوفهم امنا يعبدوننی لايشركون بی شيئا و من كفر بعد ذلك فا ولئك هم الفاسقون ۔ یعنی خدا نے اس امت کے مومنوں اور نیکوکاروں کے لئے وعدہ فرمایا ہے کہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس نے پہلوں کو بنایا تھا

یعنی اسی طرز اور طریق کے موافق اور نیز اسی مدت اور زمانہ کے مشابہ اور اسی صورت جلالی اور جمالی کی مانند جو بنی اسرائیل میں سنت اللہ گذر چکی ہے اس امت میں بھی خلیفے بنائے جائیں گے اور ان کا سلسلہ خلافت اس سلسلہ سے کم نہیں ہوگا جو بنی اسرائیل کے خلفاء کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ اور نہ ان کی طرز خلافت اس طرز سے مبائن ومخالف ہوگی جو بنی اسرائیل کے خلیفوں کے لئے مقرر کی گئی تھی۔ پھر آگے فرمایا ہے کہ ان خلیفوں کے ذریعہ سے زمین پر دین جما دیا جائے گا۔ اور خدا خوف کے دنوں کے بعد امن کے دن لائیگا۔ خالصاً اسی کی بندگی کرینگے اور کوئی اس کا شریک نہیں ٹھہرائینگے لیکن اس زمانہ کے بعد پھر کفر پھیل جائیگا۔ مماثلت تامہ کا جو اشارہ کما استخلف الذین من قبلھم سے سمجھا جاتا ہے، صاف دلالت کر رہا ہے کہ یہ مماثلت مدت ایام خلافت اور خلیفوں کی طرز اصلاح اور طرز ظہور سے متعلق ہے۔ سو چونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل میں خلیفۃ اللہ ہونے کا منصب حضرت موسیٰؑ سے شروع ہوا اور ایک مدت دراز تک نوبت بہ نوبت انبیاء بنی اسرائیل میں رہ کر آخر چودہ سو برس کے پورے ہونے تک حضرت عیسیٰؑ بن مریم پر یہ سلسلہ ختم ہوا۔ حضرت عیسیٰؑ بن مریم ایسے خلیفۃ اللہ تھے کہ ظاہری عنان حکومت ان کے ہاتھ میں نہیں آئی تھی اور سیاست ملکی اور اس دنیوی بادشاہی سے ان کو کچھ علاقہ نہیں تھا۔ اور دنیا کے ہتھیاروں سے وہ کچھ کام نہیں لیتے تھے۔ بلکہ اس ہتھیار سے کام لیتے تھے جو ان کے انفاس طیبہ میں تھا۔ اور جسکے ذریعہ سے وہ مرے ہوئے دلوں کو زندہ کرتے تھے۔ اور بہرے کانوں کو کھول دیتے تھے۔ اور مادر زاد اندھوں کو سچائی کی روشنی دکھا دیتے تھے۔ ان کا وہ دم ازلی کافر کو مارتا تھا، لیکن مومن کو زندگی بخشتا تھا۔ وہ بغیر باپ کے پیدا کئے گئے تھے اور ظاہری اسباب ان کے پاس نہیں تھے۔ اور ہر بات میں خدا تعالیٰ ان کا

متولی تھا۔ وہ اس وقت آئے تھے جب کہ یہودیوں نے نہ صرف دین کو بلکہ انسانیت سے متعلقہ چیزیں بھی چھوڑ دی تھیں۔ اور بے رحمی وخودغرضی وغیرہ ان میں ترقی کر گئی تھی۔ اور نہ صرف بنی نوع کے حقوق کو انہوں نے چھوڑ دیا تھا بلکہ غلبہ شقاوت کی وجہ سے حضرت محسن حقیقی سے عبودیت اور اطاعت اور سچے اخلاص کا رشتہ توڑ بیٹھے تھے۔ صرف بے مغز استخواں کی طرح توریت کے چند الفاظ ان کے پاس تھے جو قہر الٰہی کی وجہ سے ان کی حقیقت تک وہ نہ پہنچ سکتے تھے کیونکہ ایمانی فراست اور زیرکی بالکل ان میں سے اٹھ گئی تھی۔ اور ان کے نفوس مظلمہ پر جہل غالب آ گیا تھا۔ اور جھوٹ اور ریاکاری اور غداری ان میں انتہاء تک پہنچ گئی تھی۔ ایسے وقت میں ان کی طرف مسیح ابن مریم بھیجا گیا تھا جو بنی اسرائیل کے مسیحوں اور خلیفوں میں سے آخری مسیح اور آخری خلیفۃ اللہ تھا، جو برخلاف سنت اکثر نبیوں کے بغیر تلوار اور نیزہ کے آیا تھا۔ یاد رکھنا چاہیے کہ شریعت موسوی میں خلیفۃ اللہ کو مسیح کہتے تھے اور حضرت داؤدؑ کے وقت اور یا ان سے کچھ عرصہ پہلے یہ لفظ بنی اسرائیل میں شائع ہو گیا تھا بہرحال اگرچہ بنی اسرائیل میں کئی مسیح آئے لیکن سب سے پیچھے آنے والا مسیح وہی ہے جس کا نام قرآن کریم میں مسیح عیسی بن مریم بیان کیا گیا ہے۔ بنی اسرائیل میں مریمیں بھی کئی تھیں اور ان کے بیٹے بھی کئی تھے۔ لیکن مسیح عیسی بن مریم یعنی تینوں ناموں سے مرکب نام بنی اسرائیل میں اس وقت اور کوئی نہیں پایا گیا۔ سو مسیح ابن مریم یہودیوں کی اس خراب حالت میں آیا جس کا میں نے ابھی ذکر کیا۔ آیات موصوفہ بالا میں ابھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ خدا تعالی کا اس امت کے لئے وعدہ تھا کہ بنی اسرائیل کی طرز پر ان میں بھی خلیفے پیدا ہوں گے۔ اب ہم جب اس طرز کو نظر کے سامنے لاتے ہیں تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ ضرور تھا کہ آخری خلیفہ اس امت کا مسیح ابن مریم کی صورت مثالی پر آوے اور اس زمانہ میں آئے جو اس وقت سے مشابہ ہو جس وقت میں بعد حضرت موسی کے مسیح ابن مریم آئے تھے۔ چودھویں صدی میں یا اس کے قریب اس کا ظہور ہو اور ایسا ہی بغیر سیف وسنان اور بغیر آلات حرب کے آئے جیسا کہ حضرت مسیح ابن مریم آئے تھے اور نیز ایسے ہی لوگوں کی اصلاح کے لئے آئے جیسا کہ حضرت مسیح اس وقت کے یہودیوں کی اصلاح

کیلئے آئے تھے۔ایسا ہی اس نے اس امت کے مفسد طبع لوگوں کو یہودی ٹھہرا کر اس عاجز کا نام مسیح ابن مریم رکھ دیا۔اور اپنے الہام میں فرمادیا جعلناك المسيح ابن مريم (ص۶۷۳۔ازالہ اوہام) اور جب آیات ممدوحہ بالا کو غور سے دیکھتے ہیں تو ہمیں ان کے اندر سے یہ آواز سنائی دیتی ہے کہ ضرور آخری خلیفہ اس امت کا جو چودھویں صدی کے سر پر ظہور کرے گا حضرت مسیح کی صورت مثالی پر آئے گا۔دو سلسلوں کی مماثلت میں یہی قاعدہ ہے کہ اول اور آخر میں اشد درجہ کی مشابہت ان میں ہوتی ہے اور اس ضمن میں قطعی اور یقینی طور پر بتلایا گیا ہے کہ جیسے اسلام میں سر دفتر الٰہی خلیفوں کا مثیل موسیٰ ہے جو اس سلسلہ اسلامیہ کا سپہ سالار اور بادشاہ اور تخت عزت کے اول درجہ پر بیٹھنے والا اور تمام برکات کا مصدر اور اپنی روحانی اولاد کا مورث اعلیٰ ہے،ایسا ہی اس سلسلہ کا خاتم باعتبار نسبت تامہ وہ مسیح عیسیٰ بن مریم ہے جو اس امت کے لوگوں میں سے بحکم ربی مسیحی صفات سے رنگین ہوگیا اور فرمان جعلناك المسيح ابن مريم نے اس کو درحقیقت وہی بنادیا ہے و كان الله على كل شيء قديرا اور اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی اور احمد اور عیسیٰ اپنے جمالی معنوں معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں۔

اسی کی طرف اشارہ ہے

و مبشراً برسول يأتي من بعدي اسمه احمد

مگر ہمارے نبی ﷺ فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں۔یعنی جامع جلال و جمال ہیں۔لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیشگوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا۔کیا وہ حی وقیوم خدا جو اس بات پر قادر ہے جو انسان کو حیوان بلکہ شر الحیوانات بنادے،ایک انسان کو دوسرے انسان کی صورت مثالی پر نہیں بنا سکتا؟

اب اس تحقیق سے ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم نے جو مسیح کے نکلنے کے بعد ۱۴ سو برس کی مدت ٹھہرائی ہے،بہت سے اولیاء بھی اپنے مکاشفات کی رو سے اس مدت کو مانتے ہیں اور

و انّا علی ذ ھا ب به لقا درو ن

جس کے بحساب جملہ ۱۲۷۴ عدد ہیں، اسلامی چاند کی سلخ کی راتوں کی طرف اشارت ہے جو غلام احمد قادیانی کے عددوں میں بحساب جمل پائی جاتی ہے۔

اور یہ آیت ھو الّذی ار سل رسو له با لھدی درحقیقت اسی مسیح ابن مریم کے زمانہ سے متعلق ہے اور خلافت جو آدم سے شروع ہوئی تھی آخر کار آدم ہی پر ختم کردی یہی حکمت اس الہام میں ہے کہ ار دت ان استخلف فخلقت آ دم اور آدم اور عیسیٰ میں کسی وجہ سے روحانی مبائنت نہیں بلکہ مشابہت ہے ان مثل عیسی کمثل آ دم ۔ (ازالہ اوہام۔ص ۶۶۷۔۶۸۱)

پس مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ دوسرا دعوی جو درحقیقت تارعنکبوت کی طرف مگس صفتوں کو دھوکا دے رہا، اور محض سراب کی طرح تشنگان بادیہ ضلالت کی آنکھوں میں بصورت آب لہلہا رہا ہے، ہم ذیل میں اس کو توڑتے ہیں اور اس سراب کو خراب کرتے ہیں تاکہ کسی کو دھوکا نہ ہو۔

پس معلوم کرنا چاہیے کہ پہلی آیت کریمہ جس سے مرزا غلام احمد قادیانی نے ہمارے نبی سید المرسلین و فخر الاولین والآخرین ﷺ کو حضرت موسیٰؑ کا مثیل قرار دیا ہے وہ اس افادہ سے جو قادیانی صاحب نے اس کی نسبت کہا ہے، بالکل تبری فرما رہی ہے۔ کیونکہ استعمالات اہل عرب میں حرف کا ف جو تشبیہ کے لئے آتا ہے اس کے فقط دو استعمال ہیں۔ ایک جبکہ اسم مفرد پر آئے تو اسم مشبہ کو اپنی مجرور مشبہ بہ کے ساتھ کسی ایک صفت میں تشریک و تشبیہ کا افادہ دیتا ہے، نہ کہ کل صفات مشبہ میں جیسے زید کا لاسد ۔

پس اس مثال میں حرف کـــــا ف نے جو حرف تشبیہ ہے زید کو اپنے مجرور مشبہ بہ کے ساتھ فقط شجاعت میں شرکت اور مشابہت کا افادہ دیا، نہ کہ اسد کی تمام صفات زید میں ثابت کردیں۔

اور دوسرا استعمال حرف کـا ف کے بعد مـا کا ہے جو اس کے عمل کو جر سے روک دیتا ہے۔ اس وقت یہ کـا ف یا تو ایک فعل کو دوسرے فعل کے ساتھ وقوع میں مقارنت اور اتصال دیتا ہے، جیسے کـمـا قا م زید قعد عمر ۔ یعنی زید کے قیام کے ساتھ ہی عمر کا قعود ہوا۔ جیسے ا د خل کما یسلم الامام یعنی اسلام کے سلام کہنے کے ساتھ ہی دخول کا فعل ہوا، اور یا ایک جملہ کے مضمون کو دوسرے جملہ کے ساتھ تشبیہہ کا افادہ

دیتاہے جیسے مبعوث فیہ یعنی ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولاً پس اس آیت کریمہ میں دونوں جملوں کا مضمون فقط ارسال رسول ہے۔اور حرف کاف نے قواعد لسان عرب کے مطابق فقط ارسال میں تشریک وتشبیہ کا افادہ دیا، نہ کہ دو رسولوں کو باہم تشبیہ کا افادہ فرمایا، جس سے بزعم قادیانی صاحب یہ نتیجہ نکالا جاسکے کہ دونوں رسول یعنی موسیٰؑ اور محمد ﷺ آپس میں شبیہہ اور ہمارے نبی اسی طرح حضرت موسیٰ کے مثیل ہوں جیسے کہ قادیانی صاحب اپنے کو حضرت عیسیٰؑ کا مثیل قرار دے رہے ہیں، حالانکہ یہ آیت مبارک اس معنی کے افادہ سے بالکل تبری فرما رہی ہے۔

اسی وجہ سے قاضی بیضاوی نے اس نکتہ سے آگاہ فرمانے کی غرض سے اس آیت کریمہ کے تحت میں لکھا ہے لم یعینہ لان المقصود لم یعتلق بہ یعنی حق تعالیٰ نے دوسری جگہ رسول کو اس لئے معین نہ فرمایا یعنی کما ارسلنا الی فرعون موسیٰ کر کے نہ کہا کہ موسیٰؑ کے ساتھ آنحضرت ﷺ کو تشبیہ دینا اور آنحضرت ﷺ کو موسیٰؑ کا مثیل قرار دینا حق تعالیٰ کا مقصود نہ تھا۔

اور یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ اصل اصیل کو ظل ظلیل کا مثیل کہا جائے۔ یا دوسرے لفظوں میں نبی الانبیاء کو اپنے نائب کا یا شہنشاہ کو ایک خلیفہ نواب کا مثیل قرار دیا جائے۔اور یہ کس قدر خلاف اصل اور سوءِ ادب ہے اس شہنشاہ کی شان میں جو سرتاج انبیاء اور تخت نبوت کے اعلیٰ درجہ پر بیٹھنے والا اور اس کا اصلی مالک اور تمام برکات کا مصدر ہے اور کل انبیاء جس کے نائب ہیں۔ چنانچہ فرمایا کہ اگر موسیٰؑ زندہ ہوتا تو میری اتباع بغیر اس کو چارہ نہ تھا۔

پس ہمارا ایمان ہے کہ جیسے خدا وحدہ لاشریک ہے، اور وہ اپنی صفات کاملہ میں یگانہ اور اس کا کوئی سہیم وشریک اور شبیہہ و مثیل نہیں، اسی طرح (اس کی مخلوقات میں) ہمارے نبی الانبیاء حضرت محمد ﷺ اپنی ذات و صفات میں وحدہ لاشریک ہیں کہ جن میں کوئی نبی بھی سہیم وشریک نہیں۔

مرزا قادیانی صاحب کی خیرہ سری قابل ملاحظہ ہے جو اپنے کو ایک نبی کا ہی مثیل نہیں، بلکہ لکھتے ہیں کہ:

براہین احمدیہ میں خدا تعالیٰ نے اس عاجز (مرزا قادیانی) کو آدم صفی اللہ کا مثیل قرار دیا۔ پھر مثیل نوح قرار دیا۔ اور پھر مثیل یوسف قرار دیا۔ اور مثیل حضرت داؤد بیان فرمایا۔ پھر مثیل موسیٰ کر کے بھی اس عاجز کو پکارا یہاں تک کہ پھر مثیل ابراہیم بھی کہا۔ اور آخر مثیل ٹھہرانے کے یہاں تک نوبت

پہنچی کہ بار بار یا احمد کے خطاب سے مخاطب کر کے مثیل سید الانبیاء وامام الاصفیاء محمد ﷺ قرار دیا۔ (ازالہ اوہام۔صفحہ ۲۵۳)

پس مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کے یہ سارے الہامات موجب استخفاف ان انبیاء ہیں جن کا مثیل ایک ایسا فاسق شخص کہا جاتا ہے جو ایک طرف تو انگریزی قوم کے پادریوں کو ازالہ اوہام کے صفحہ ۴۸۹ وغیرہ میں دجال کہتا ہے اور پھر اسی ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۰۸ میں قوم یاجوج ماجوج سے مراد انگریز وروس کہہ کر دوسری طرف انہیں کے زیر سایہ اور ظل حمایت میں رہنے کی دعائیں مانگتا ہے۔ اور باوجود ان کی قوم کا دشمن اور ان کے خدا کا شریک اپنے کو بتانے کے، منافقانہ طور سے خوش آمدیں کرتا ہے۔ اور غریب ملاؤں کو جن کو اپنے خدائے یگانہ کے سوا کسی غدر ومکر سے سروکار نہیں، اور وہ فتنہ مٹانے کیلئے خاص طور سے مامور ہیں، ان پر ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۲۳ میں اتہام لگاتا ہے کہ ۱۸۵۷ء میں وہی باعث غدر ہوئے، اور انہیں کے فتووں سے اس وقت کے مسلمانوں نے چوروں اور قزاقوں اور حرامیوں کی طرح اپنی محسن گورنمنٹ پر حملہ کیا، اور اس کا نام جہاد رکھا (مگر براہین جلد ثالث کی ابتداء میں ایک ضروری التماس میں قادیانی صاحب لکھ چکے ہیں کہ کوئی شائستہ اور نیک بخت مسلمان جو باعلم اور باتمیز تھا ہرگز مفسدہ میں شامل نہیں ہوا بلکہ غریب مسلمانوں نے پنجاب میں سرکار انگریزی کو اپنی طاقت سے زیادہ مدد دی کیونکہ شریعت اسلام کا یہ واضح مسئلہ ہے کہ سلطنت محسنہ سے جہاد کرنا قطعی حرام ہے) ...مرزا قادیانی اپنے کو ازالہ اوہام کے صفحہ ۹۵ میں وہی حارث بتلاتا ہے جو حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ میں مذکور ہے:

عن علی قال قال رسول اللّٰہ یخرج رجل من وراء النّھر یقال لھا الحارث حراث علی مقدمۃ رجل یقال لہ منصور یوطن او یمکن لآل محمد کما مکنت قریش لرسول اللّٰہ وجب علی کل مومن نصرہ (ابوداؤد۔مشکوۃ)

(کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص ماوراء النہر سے خروج کرے گا جس کو حارث کہا جائے گا کیونکہ وہ کھیتی کرنے والا ہو گا۔ اس کا سپہ سالار ایک شخص ہوگا جس کو منصور کہا جائے گا۔ وہ آل نبی کو جگہ دے گا، جیسے قریش نے رسول اللہ ﷺ کو جگہ دی۔ اس کی نصرت ہر مومن پر واجب ہے)۔

پس اپنے لئے مرزا غلام احمد قادیانی صاحب نے اس حدیث کا مصداق بنانے کے لئے بہت کوشش

کی یہاں تک کہ غدر کے وقت اپنے پردادا گل محمد کو بحوالہ غیاث الدولہ وزیر سلطنت مغلیہ دہلی کی تخت نشینی کا مستحق سمجھا۔ (دیکھو ازالہ اوہام، ص ۹۵ تا ۱۲۶ وغیرہ)

ہر گدائے مرد میدان کے شود

پشّہ آخر سلیمان کہ شود

پس جائے انصاف ہے کہ ایسا شخص جو بقول خود: میتوا ند شد مسیحا، میتوا ند شد یہود، کا مصداق ہے وہ کسی نبی کریم کا مثیل کیوں کر ہو سکتا ہے؟

قطع نظر اسکے حدیث علماء امّتی کا نبیاء بنی اسرا ئیل جس سے مرزا قادیانی اپنے دعوی مثیل انبیاء ہونے پر استدلال کرتے ہیں

قال الد میری و العسقلا نی والزر کشی لا اصل له

(موضوعات کبیر ملا علی قاری، تشید المبانی)

وہ خود بقول دمیری اور عسقلانی اور زرکشی اپنا کوئی اصل نہیں رکھتی اور ملا علی قاری اور دیگر آئمہ نے اسکے موضوع ہونے کی تنصیص فرمادی۔

بتقدیر ثبوت حرف کــاف فقط کسی ایک صفت میں تشریک اور تشبیہ کا افادہ دیتا ہے، نہ جملہ اوصاف میں مثیل ہونے کا کیونکہ خواجہ محمد پارسا فصل الخطا ب میں فرماتے ہیں:

المماثلة عند نا تثبت بالاشتراك فی جمیع الاوصاف حتّی لو اختلف فی وصف لا تثبت المما ثلة لانّ المثلین ما یسد احد هما مسد الآخر

اور یہی معنی اس آیت قرآنی کے ہیں جس میں کفار کو دعوت دی گئی ہے کہ

فأ توا بسورةٍ مّن مثله و ادعوا شهداء كم من دون اللّه ان كنتم صادقين

کہ وہ قرآن مجید کی ایک سورۃ کی مثل کوئی سورۃ پیش کریں اور وہ عاجز ہو گئے۔ ورنہ مرزا قادیانی صاحب کے الہامی فقرات کی طرح مسیلمہ کذاب نے بھی تو بہت سے بے تکے فقرات بنا لئے تھے۔

آیت استخلاف کے معنی بقول قادیانی

پس جس طرح کہ پہلی آیت سے مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ استدلال باطل ہے کہ ہمارے نبی محمد ﷺ، حضرت موسیٰ کے مثیل ہیں اسی طرح مرزا قادیانی کا دوسری آیت سے یہ استدلال باطل ہے کہ

کما استخلف میں مماثلت تامہ اور مماثلت مدت ایام خلافت اور اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ ان خلفاء کا سلسلہ خلافت اس سلسلہ سے کم نہیں ہوگا جو بنی اسرائیل کے خلفاء کیلئے مقرر کیا گیا تھا اور یہ منصب حضرت موسیٰؑ سے شروع ہوا اور آخر چودہ سو برس کے پورے ہونے تک حضرت عیسیٰؑ بن مریم پر ختم ہوا اور وہ ایسے خلیفہ موسیٰؑ تھے کہ ظاہری حکومت ان کے ہاتھ میں نہیں آئی تھی اور دنیا کے ہتھیاروں سے وہ کچھ کام نہ لیتے تھے اور بغیر سیف وسنان اور بغیر آلات حرب کے آئے اور اس وقت مبعوث ہوئے تھے جب کہ یہودیوں نے نہ صرف دین کو بلکہ انسانیت کی خصلتیں بھی چھوڑ دی تھیں اور چونکہ ہمارے محمد ﷺ، مثیل موسیٰؑ ہیں اور آنحضرت ﷺ کو حق تعالی کا وعدہ تھا کہ اس امت میں بھی بنی اسرائیل کی طرز پر خلیفے پیدا ہوں، لہذا ضرور ہوا کہ آخری خلیفہ اس امت میں آنحضرت ﷺ کا مسیح بن مریم کی صورت مثالی پر آوے اور اس زمانہ میں آئے جو اس وقت سے مشابہ ہو جس وقت میں موسی کے مسیح ابن مریم آئے تھے یعنی چودھویں صدی میں اور جب کہ تحریف تورات میں ہوگئی تھی پس حق تعالی نے اس امت کے مفسد طبع لوگوں کو یہودی ٹھہرا کر اس عاجز کا نام بفرمان جعلناک المسیح ابن مریم درحقیقت وہی ابن مریم بنا دیا اور قرآن میں آنے والے رسول کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اسی مثیل کی طرف اشارہ ہے اور ظاہر ہے کہ اس وقت قرآن میں تحریف ہوگئی اور ۱۸۵۷ء زمانہ غدر میں قرآن بمقتضائے انا علی ذھاب بہ لقادرون اٹھایا گیا جس کے بحساب جمل اعداد ۱۲۷۴ ہیں جو عیسوی تاریخ میں دیکھنا چاہیں تو ۱۸۵۷ء ہوتے ہیں چونکہ حدیثوں میں لکھا ہے کہ پھر دوبارہ قرآن کو زمین پر لانے والا ایک مرد فارسی الاصل ہوگا تو اس

زمانہ میں بلاشبہ ضرور ہے کہ کتاب الٰہی کے لئے ایک نئی اور صحیح تفسیر کی جائے کیونکہ موجودہ تفسیریں فطرتی سعادت اور نیک روشی کی مزاحم ہورہی ہیں۔قرآن پڑھتے ہیں لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا۔اور انہیں معنوں سے کہا گیا ہے کہ قرآن آسمان پر اٹھایا جائے گا۔جو آیت انّا علی ذھابٍ بہ لقادرون میں اشارۃً بیان کیا گیا ہے۔اور جس میں ایک نئے چاند کے نکلنے کی اشارت ہے جو غلام احمد قادیانی کے عددوں میں بحساب جمل پائی جاتی ہے یعنی پورے تیرہ سو۔اور اس عاجز کے ساتھ اکثر یہ عادۃ اللہ جاری ہے کہ وہ سبحانہ بعض اسرار اعداد حروف تہجی میں میرے پر ظاہر کردیتا ہے (ازالہ اوہام۔ص ۱۸۶ مکتوب عربی۔ص ۱۷۲،اور چونکہ اول وآخر میں نہایت مناسبت ہوتی ہے سو خدا نے میرا نام آدم بھی رکھا اور آدم اور عیسیٰ میں کسی وجہ سے روحانی مبائنت نہیں بلکہ مشابہت ہے)

(ملخصاً ازالہ اوہام۔ص ۶۶۷۔۶۸۱؛ ۴۲۶؛ ۵۷۳؛ ۱۸۶)

موسیٰؑ وعیسیٰؑ کا درمیانی عرصہ

مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کا یہ بھی افتراء ہے کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے مابین ۱۴ سو برس کا زمانہ ہوا، کیونکہ بیضاوی میں

كما فصل بين موسى و عيسى اذ كا ن بينهما الف و سبع مأة سنة و الف نبى

(بیضاوی۔سورہ مائدہ)

و بين موسى بن عمران و بين مر يم بنت عمران ام موسى الف سنة و سبع مأة سنة (درمنثور۔مائدہ)

کہ یہ زمانہ ۱۷ سو برس کا تھا۔

اور درمنثور میں سیوطی کا قول ہے کہ یہ زمانہ سترہ سو برس کا موسی بن عمران اور مریم بنت عمران والدہ عیسیٰؑ کے درمیان کا ہے۔

اور توریت کتاب پنجم استثنا مطبوعہ مرزا پور ۱۸۶۷ء کے باب ۳۴ آیت ۵ میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے ایک سو بیس برس کی عمر میں حضرت مسیح کے تولد سے ۱۴۵۱ برس قبل وفات پائی۔ جن کو اگر قمری برسوں میں دیکھا جائے تو ۱۴۹۱ یعنی نو برس کم پندرہ سو برس ہوتے ہیں جو حضرت ابن عباسؓ کے اس قول کے مطابق ہیں:

قال ابن عباس بین موسی و عیسی الف و خمس مأة سنة (درمنثور۔سورہ نساء)

جس کو امام سیوطیؒ نے درمنثور میں بتخریج حاکم روایت کیا کہ فرمایا حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے مابین ۱۵۰۰ برس کا زمانہ ہے۔ اور اگر اس کے ساتھ حضرت موسیٰؑ کی عمر ایک سو بیس سال اور حضرت عیسیٰؑ کی عمر ۳۲ سال بھی ضم کر دی جائے، تو تقریباً سترہ سو کا زمانہ ہوتا ہے جو قول بیضاوی اور سیوطی کے بالکل قریب قریب ہے۔

پس ان تمام بیانات سے ظاہر ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کا یہ قول کہ سلسلہ خلافت حضرت موسیٰؑ کے بعد چودہ سو برس پورے ہونے تک حضرت عیسیٰؑ پر ختم ہوا، اور اسی مناسبت سے غلام احمد باعداد حروف جمل تیرہ سو برس کے خاتمہ اور چودھویں صدی کے آغاز میں مبعوث ہوا، کس قدر کھلم کھلا جھوٹ ہے۔

اور اگر ہم اس سلسلہ خلافت کو تسلیم بھی کر لیں تو بھی ہنوز کئی سو برس ایسے مثیل مسیح کے پیدا ہونے کے لئے باقی ہیں اور اس دعوی کا قبل از وقت ہونا اس کو باطل کر رہا ہے، اور حالات امت کے ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی صاحب کے قبل بھی کئی ایک اشخاص نے اس منصب رفیع کا دعوی کیا اور اسی طرح انہوں نے بھی اپنے لئے اصحاب جمل سے اپنے اسماء کی مناسبات اور آیات کے اعداد سے استدلال کیا چنانچہ سید محمد جونپوری نے جب اپنے لئے مہدی ہونے کا دعوی ۹۰۱ھ میں کیا تو اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کی عادت یہ تھی کہ جب دعوی کرتے تھے اس لفظ سے تاریخ بھی نکلا کرتی تھی دیکھو ہدیہ مہدویہ صفحہ ۸۰۔ مگر خدا کی قدرت ہے کہ اس دعوی کے الفاظ کے اعداد کبھی سنہ دعوی کے مطابق نہ ہوئے جیسے کہ ۹۰۳ھ میں کہا انہ قال بامر اللہ انا المهدی الموعود۔ لیکن اس کے اعداد ۷۹۵ ہوتے ہیں۔

قادیانی کے اسم کے اعداد

بحساب زمانہ فترت کے مساوی نہیں

قادیانی کے جعلی اسم غلام احمد قادیانی کے اعداد اگرچہ ۱۳۰۰ ہیں لیکن انہوں نے یہ دعوی بیس برس قبل کیا اور مناسبت جو انہوں نے سلسلہ خلافت کی بیان کی یعنی پورے چودہ سو، اس میں ابھی ایک سو برس باقی ہیں اور زمانہ غدر جس میں قرآن اٹھایا جانا بتاتے ہیں وہ بھی ان کے دعوی کے منافی ہے کیونکہ قرآن مجید کا اٹھایا جانا حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے بعد سو دو سو برس کے معہود ہے، مگر افسوس کہ حضرت عیسی جو حامی شریعت نبو یہ معہود تھے ان کے وقت میں الٹا اثر ہوا کہ قرآن مجید ہی اٹھایا گیا اور بجائے اس کے کہ سارے جہان پر ان کا غلبہ اسلامی ہوتا وہ خود مغلوب کفر ہو گئے۔ اور بجائے اس کے کہ ان کے وقت میں ایک ہی دین اسلام غالب رہتا ، ان کے وقت میں چاروں طرف سے مذاہب کفر کا غلبہ ہو گیا۔ اور مسیح قادیانی سے گورنمنٹ کے مجسٹریٹ نے بجرم دفعہ ۱۰۷ مجموعہ ضابطہ فوجداری بتاریخ ۲۵ فروری ۱۸۹۹ء بمقام گورداسپور مچلکہ لے لیا کہ آئندہ اپنے ہذیانات (الہامات) کی اشاعت میں قانون انگریزی کے تابع رہیں اور اسی پر ان کی رہائی ہوئی۔ معہذا غلام احمد قادیانی کے اعداد سے استدلال کرنا بھی ایک عجیب امر ہے۔

اگر اس قسم کا استدلال معتبر ہو، تو ہم کہیں گے کہ

غلام احمد قادیانی اور تمسخر کے اعداد بحساب جمل برابر ہیں۔

اور اسی طرح بدخو ستیزہ رو کے،

اور اسی طرح مسیح قادیانی اور، کرگدن کے۔

پس کیا کوئی اہل دل ایسی لغو مناسبات سے استدلال کر سکتا ہے۔ حاشا وکلا۔ اللہ کے بندے ایسا افتراء اللہ پر کبھی نہیں باندھتے جیسے کہ مرزا قادیانی نے مکتوب عربی کے صفحہ ۷۲ میں کہا ہے کہ

و من آیات اللّٰہ انّہ اخفی فی عدد اسمی عدد زمانی ففکر فی غلام احمد

قادیانی۔

کہ یہ اللہ کی نشانی ہے کہ اس نے میرے زمانہ کے اعداد میرے نام میں مخفی کیئے۔

حالانکہ قادیان کا لفظ دراصل حرف دال کے ساتھ نہیں، بلکہ ضاد عربی کے ساتھ ہے۔کیونکہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کا گاؤں دراصل اسلامپور قاضیان کے نام سے موسوم تھا۔جہاں اس تمام علاقہ کی قضا ہوا کرتی تھے(دیکھو ازالہ اوہام۔ص۱۲۲)اور چونکہ ضاد اور دال کی آواز ایک ہے،اسلیئے رفتہ رفتہ ضاد کا دال بن گیا اور جزو اول محذوف ہو گیا اور صرف قادیان رہ گیا۔پس ظاہر ہے کہ درصورت ضاد آٹھ سو عدد بڑھ جائیں گے اور تیرہ سو کے اکیس سو ہو جائیں گے۔

اور قطع نظر اس کے ترکیب غلام احمد قادیانی قواعد عربیت کے لحاظ سے بالکل غلط اور الہامی زبان کے مناقض ہے،اس لئے کہ اسماء اعلام یاء نسبت کے لاحق ہونے سے بمنزلہ اسماء صفات ہو جاتے ہیں۔پس قادیانی کا لفظ گویا غلام احمد کی صفت ہے جسکا اس ترکیب میں بدون لام تعریف مستعمل ہونا غلط ہے۔پس صحیح ترکیب اس طرح ہونی چاہیے یعنی غلا م احمد القا دیا نی ، نہ فقط قادیانی۔اور لام تعریف کے داخل ہونے سے تیس اکتیس عدد اور بڑھ جائیں گے اور تیرہ سو، تیرہ سو اکتیس ہو جائیں گے جس کے واسطے ابھی (بوقت تالیف کتاب) کئی سال باقی ہیں۔اور اگر قادیانی کے قاف کو قاف قرشت نہ سمجھا جائے اور کاف کلمن سے کادیانی لکھا جائے تو ان تیرہ سو میں اسّی (۸۰) اور کم ہو جائیں گے۔

(قاضی فضل احمد، کلمہ فضل رحمانی میں بتاتے ہیں:

مرزا صاحب کی یہ بڑی قوی دلیل ہے کہ میرے نام غلام احمد قادیانی کے پورے تیرہ سو عدد ہوتے ہیں اس واسطے میں مجدد اور مسیح ہوں۔(قاضی فضل احمد پوچھتے ہیں) تو کیا اگر کسی اور کے نام کے بھی تیرہ سو عدد نکل آئیں تو کیا وہ بھی تیرھویں صدی کا مجدد اور مسیح موعود اور مہدی مسعود ہوگا؟ اگر یہی بات ہے تو لیجئے سنئے درج ذیل کے نام کے عدد بھی تیرہ سو ہیں:

سید احمد پیر لشکر نیچر علی گڈھی ۔ ۱۳۰۰

مرزا صاحب کے بھائی صاحب جو پیغمبر خا کروباں بھی ہیں، یعنی

میرزا امام الدین ابو اوتار لال بیگیاں کادیانی۔ ۱۳۰۰

مولوی حکیم نورالدین مستہام (حیران) بھیروی۔۱۳۰۰

مولوی کامل سید نذیر حسین دہلوی۔(۱۳۰۰)

مولوی محمد حسین ہوشیار بٹالوی۔(۱۳۰۰)

بندہ بے چارہ فضل احمد مجیب۔(۱۳۰۰)

علی ہذاالقیاس۔جس قدر چاہوں اور ناموں کے عدد پورے ۱۳۰۰ کرتا چلا جاؤں لیکن کیا اس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ فلاں شخص مجدد یا مسیح موعود اور مہدی مسعود ہے۔ ہرگز نہیں۔مرزا صاحب کا اپنے نام کے حروف کے اعداد نکال کر دعوی پیغمبری کرنا محض بے ہودہ اور ہیچ و پوچ بازیچہ اطفال ہے اور کوئی بھی ذی عقل اس طرف خیال کو جانے کی بھی اجازت نہیں دے گا۔

اور مرزا صاحب کا کہنا کہ آیت شریف کے اعداد ۱۲۷۴ جو ۱۸۵۷ء کے مطابق ہے میرے (مرزا قادیانی کے) مسیح موعود ہونے کا ثبوت ہے۔سواب آپ کو یہ دیکھنا ہے کہ ہندوستان میں غدر ۱۸۵۷ء کے کس ماہ انگریزی میں ہوا تھا اور وہ ماہ انگریزی کس ماہ قمری کے اور سن ہجری کے مطابق ہیں۔

تواریخ (واقعات ہند) کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ماہ مئی ۱۸۵۷ء میں اول چھاؤنی میرٹھ میں غدر ہوا۔یہ تاریخ دس مئی ۱۸۵۷ء مطابق ۱۵ رمضان ۱۲۷۳ھ کے ہوتی ہے۔اور ماہ جون و جولائی ۱۸۵۷ء کو دیگر اضلاع میں غدر اور جنگ ہوتی رہی اور پھر سرکار انگریزی کا تسلط ہوگیا۔گویا شوال ذی قعد اور غایت الامر ذی الحج ۱۲۷۳ھ تک غدر کا خاتمہ ہوگیا۔پس اس سے ثابت ہوگیا کہ ۱۸۵۷ء کے غدر کا زمانہ ۱۲۷۴ھ کے مطابق نہیں ہوا بلکہ ۱۲۷۳ھ کے مطابق ہے۔بہاء)

قادیانی کے عربی مکتوب کی غلطیاں

مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کے الہامی رسالہ کی عبارت جس کے معارضہ کے لئے دعوت دے رہے ہیں قطع نظر اس کے کہ یہ بجائے الہامی ہونے کے احلامی ہے،قوانین عربیت اور قواعد نحو کے اعتبار سے اور ضوابط بناء صرف کے لحاظ سے جو کہ کلام عرب کا اصل اصول ہے،ایسی سراسر غلط اور بے ربط ہے کہ الہام رب ہونا تو کیا، بلکہ ایک عرب اور مستعرب بھی ایسے کریہہ الفاظ زبان سے نہیں نکال سکتا۔مثلاً مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کا الہام

۱۔ انّا انز لنا ہ قریباً من القا دیا ن

جس کو براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۸ میں لکھتے ہیں۔اس میں لفظ قادیان جو انکے گاؤں کا علم ہے،اور جس میں کوئی معنی وصفی باقی نہیں ہیں،وہ خلاف قواعد لغات قرآن معرف باللام ان کو الہام ہوا۔

مکتوب عربی کے صفحہ ۲۳۴ میں اپنی الہامی عبارت یعنی

و لنلطم علی و جو ہ المجتر ئین

میں لطم کا فعل حرف علی کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے حالانکہ زبان عرب میں یہ فعل کبھی صلہ حرف علی کے مستعمل نہ ہوا، بلکہ اس صلہ کے بغیر احادیث نبویہ میں متعدد جگہ مذکور ہوا۔ مثلاً وہ حدیث متفقہ علیہ بخاری و مسلم جس میں ہے

فلطم موسی عین ملك المو ت ففقّها

اور اس کے ماقبل حدیث متفق علیہ جس میں یہ الفاظ ہیں فلطم و جه اليهودی (مشکوۃ باب بدء الخلق)

۳۔ اسی طرح قادیانی صاحب نے مکتوب عربی کے صفحہ ۲۸۳ میں اپنے الہامی اشعار یعنی

خف قهر رب قادر مو لا ئی

میں لفظ مولی یائے متکلم کی طرف مضاف کرنے میں ایک ہمزہ اضافہ کر دیا، حالانکہ زبان عرب میں ہمیشہ اسماء مقصورہ جب یائے متکلم کی طرف مضاف ہوئے کبھی ان کے آخر میں ہمزہ کا اضافہ نہ ہوا، اور یائے متکلم ہمیشہ مفتوح مستعمل ہوئی ہے، نہ مجزوم جیسے عصای۔ و مولای۔

۴۔ اسی طرح اس مکتوب کے صفحہ ۲۶۹ میں الہامی مصرع و علیك یسقط حجر کل بلا ، میں حجر کی جیم مفتوحہ کو ساکن کر دیا۔

۵۔ اسی طرح ان کا الہامی نام یعنی غلام احمد قادیانی قواعد عربیت کے بالکل مخالف ہے کیونکہ اسم منسوب جب کسی اسم علم کے بعد واقع ہوتا ہے، تو اس کا معرف باللام ہونا لازمی ہے۔

۶۔ اسی طرح قادیانی صاحب کا مکتوب عربی کے صفحہ ۲۶۸ میں الہامی مصرع لکن تری جهل علی العلماء کلام عرب کے استعمالات عرب کے مخالف اور مناقض ہے کیونکہ تری کے معنی لغت میں برجستن نر بر مادہ ہیں اور صراح و ذلك فی الحافر و انطلف و السباع یعنی اس کا استعمال ان حیوانات کے ساتھ مخصوص ہے جو سم دار سینگوں والے یا درندہ ہیں۔

۷۔ اسی طرح لفظ بطاله (معرب بٹالہ) جو مکتوب کے صفحہ ۲۶۹ میں ہای مختفی کے ساتھ استعمال کر کے لکھا یعنی

یــا شیخ ار ض الخبث ار ض بطا لۃ کہا۔لیکن مکتوب کے صفحہ۲۴۱ میں جب کہ اسی لفظ بطا لہ کے آ خر یاءِ نسبت لاحق کی تو ہاء مختفی حذف کر کے .حرف واؤ کا اضافہ کیا اور شیخ ضا ل بطا لوی ،کہا جو الہامی زبان کے بالکل مناقض ہے کیونکہ کلام عرب میں وہ کلمہ جس کے آخر میں ہاء مختفی ہو، یائے نسبت کے لاحق ہونے سے فقط اس کی وہی ہاء بلا کسی بدل کے حذف ہو جاتی ہے جیسے مکہ سے مکی اور بصرہ سے بصری اور مدینی سے مدنی۔پس اسی طرح بطالہ سے بطالی ہونا چاہیے تھا نہ بطالوی (اور خود گورنمنٹ انگریزی نے علاوہ دیگر الزاموں کے قادیانی پر یہ الزام فوجداری قائم کیا کہ انہوں نے لفظ بٹالہ جو ٹا کے ساتھ ہے اس کو بطالہ کے ساتھ کیوں تحریف کیا۔دیکھو فیصلہ فروری ۱۸۹۹ء مجسٹریٹ گورداسپور) الغرض ان کے الہامی مکتوب میں اس سے زیادہ تر افحش غلطیاں نہ فقط قواعد زبان الہامی کے اعتبار سے موجود ہیں، بلکہ باعتبار ادب وتہذیب اور صناعت بلاغت فصاحت اور بلحاظ استعمالات حروف صلات موجود ہیں جنکو ہم نے عوام کے افہام سے بعید الفہم ہونے کے سبب سے ترک کر دیا اور ان سریع الفہم اغلاط کے بیان پر کفایت سمجھی جن کو معمولی طالب علم بھی سمجھ سکتا ہے اور ہم قبل اسکے انکے دعوی ہمہ دانی اور چالیس ہزار لغات کے جاننے کی تکذیب کر چکے ہیں کہ ان کا یہ دعوی کس قدر دروغ بے فروغ ہے مگر پر حیرت ان کا یہ دعوی ہے جو شعر گوئی کا کرتے ہیں حالانکہ شعر کا کہنا انبیاء کی شان نہیں اور خود خدا نے قرآن کریم میں اپنے نبی کریم ﷺ کے حق میں فرمایا و ما علّمنا ہ الشّعر و ما ینبغی لہ

مع ہذا عرب کے اشعار کا فصاحت و بلاغت میں یکتا ہونا ایسا مسلّمات سے ہے کہ کوئی مستعرب یا عجمی انکا مقابلہ نہیں کرسکتا ،لہذا ہم کو ضرورت نہیں کہ شعر گوئی میں اپنا وقت گرانمایہ ضائع کریں۔اور اگر ہمارا معارضہ ہے تو اسی قدر ہے کہ شیعہ نے نہج البلاغہ کو بے نظیر کہا،اور فیضی نے تفسیر القرآن بے نقط لکھی۔پس اگر مرزا قادیانی صاحب کو الہامی کمال ہے،تو وہ سورہ الحمد یا کسی دوسری سورۃ کی ہی کل حروف منقوطہ میں تفسیر لکھیں اور اپنے الہام سے مدد چاہیں۔لیکن ہم کو قوی امید ہے کہ الہام ربانی ان کے اس امر کے ناقص فطرت پر افاضہ کرنے سے باز رہے گا اور ان کی فاسد استعداد اس کے نور کے قبول کرنے کی متحمل نہ ہو سکے گی۔سچ ہے

لا یحمل عطا یا الملک ا لا مطا یا ہ و الحمد للہ رب العا لمین ۔

(مختصراً وملخصاً)(درۃ الدرانی۔حیدر اللہ درانی،درعقیدہ ختم نبوت ۔مفتی محمد امین قادری)

الامام الاعظم مؤلفہ مولانا درانی پر قادیانی تبصرہ

قادیانی اخبار بدر ۱۴ نومبر ۱۹۱۲ء کے صفحہ ۴ پر لکھا ہے:

ایک صاحب محمد حیدر اللہ خان نے ان دنوں سلسلہ حقہ احمدیہ کی مخالفت میں ایک کتاب بنام امام اعظم شائع کی ہے۔خود تو وہ کسی امام کے آنے کے قائل نہیں اور کتاب میں اس پر بڑا زور لگاتے ہیں۔ پھر تعجب ہے کہ ان کا امام اور امام بھی اعظم کہاں سے نکل آیا۔ ممکن ہے کہ یہ صاحب کوئی مولوی ہوں۔ ہمیں ان کے حالات سے آگاہی نہیں۔لیکن ان کی کتاب پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سلسلہ کے حالات اور اس کی صداقت کے دلائل سے بے چارے بہت ناواقف ہیں۔ بہرحال ہمارے دوست مولوی احمد دین نے گجرات سے ایک ریویو ان کی کتاب پر لکھ کر بھیجا ہے جو مدلل مختصر مگر جامع ہے۔اس واسطے ہم اسے اخبار کے دو تین نمبروں میں ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔اڈیٹر اخبار بدر

ضرورت امام۔اس نام کا ایک رسالہ مولوی حیدر اللہ خان ساکن جلالپور جٹاں ضلع گجرات پنشنر ریاست حیدر آباد دکن نے تالیف کیا ہے۔عنوان دیکھ کر یہ خیال گذرتا ہے کہ اس میں امام اعظم کے حالات درج ہوں گے یا ثابت کیا گیا ہوگا کہ کون امام اعظم ہے،مگر درحقیقت مؤلف نے ٹٹی کی اوجھل شکار کھیلا ہے اور اس پرانی عداوت وکینہ اور بغض کا اظہار کیا ہے جو وہ حضرت اقدس (مرزا غلام احمد قادیانی) کے ساتھ رکھتا ہے۔ رسالے کے ٹائٹل پیج پر لکھا گیا ہے کہ جناب رسالت پناہ روحی فداہ کے بعد کسی اور نبی، یا رسول، یا مہدی، یا مجدد، یا محدث، یا ملہم، یا امام، یا الہام کی ضرورت نہیں ہے۔لیکن مولف اپنے اس دعوی کو ثابت کرنے میں ناکام رہا ہے۔ بلکہ خود جا بجا اپنے اس دعوی کی تردید کی ہے۔

مولف حیات مسیح کا قائل ہے اور ساتھ ہی یہ بھی اعتقاد رکھتا ہے کہ مسیح ناصری دوبارہ دنیا میں آئے گا اور تمام اہل کتاب اس پر ایمان لائیں گے۔ جب کہ بقول مولف جناب رسالت پناہ کے بعد کسی امام کی ضرورت ہی نہیں ہے،تو مسیح دوبارہ نازل ہو کر کس مرض کا علاج کریں گے۔

اور اگر بعد نبی کریم ﷺ کے الہام کی ضرورت نہیں ہے، تو جناب مسیح کونزول کے وقت جو الہام ہوں گے وہ کس ضرورت کو پورا کریں گے۔ اور اگر ان کو کوئی الہام نہ ہوگا اور وہ ایک خشک ملاں کی حیثیت رکھیں گے ،تو پھر امت محمدیہ کو ان کے وجود سے کیا فائدہ پہنچے گا۔

اگر کہو کہ وہ صرف دنیاوی بادشاہ کی حیثیت سے آئیں گے اور بزور شمشیر اسلامی سلطنت کو قائم کریں گے، اور تمام اہل کتاب یعنی عیسائیوں اور یہودیوں کا نام صفحہ ہستی سے مٹادیں گے، یا ان کو جبراً مسلمان کردیں گے، تو یہ کتاب اللہ کی تعلیم کے صریح مخالف ہے جو تمام دنیا کو پکار کر کہتی ہے کہ لا اکراہ فی الدین۔ اور نیز جو یہ منادی کرتی ہے کہ لا یزالون مختلفین یعنی لوگ کبھی دین واحد پر قائم نہیں ہوں گے اور قیامت تک آپس میں اختلاف رکھیں گے۔ اور یہ عین فطرت انسانی کے مطابق کہا گیا ہے کیونکہ رنگ، شکل، بناوٹ، طاقت، عقل اور خیالات میں ایک انسان دوسرے انسان سے تفاوت رکھتا ہے۔ ایسا ہی امید نہیں کی جاسکتی کہ تمام لوگ اپنی مرضی اور خوشی سے ایک مذہب کے پیرو ہوجائیں گے اور جبر کی تو ممانعت ہے ہی، پھر کیسے ہوسکتا ہے کہ تمام دنیا مسلمان ہوجائے گی اور سب اہل کتاب ایمان لاکر اسلام میں ہوجائیں گے۔ شیطان کو قیامت تک مہلت دی گئی ہے اس کا کام برابر جاری رہے گا یہاں تک کہ دنیا کا خاتمہ ہوجائے۔ اگر کہو کہ جناب مسیح دوبارہ اسلام کی ترقی کے لئے دعا کرنے آئیں گے، اور ان کی دعا سے ایک عالم گیر اسلامی سلطنت قائم ہو جائے گی، اور اہل کتاب فنا ہوجائیں گے، تو یہ بھی ایک طفلانہ خیال ہے۔ مسلمانوں کو خدا تعالی نے خیر الامت کہا ہے۔ کیا خیر الامت کے ربانی علماء اور مشائخ کی دعا قبول نہیں ہوسکتی۔ اگر ہوسکتی ہے، تو پھر مسیح ناصری کو دوبارہ دنیا میں آنے اور اپنے اوپر دو موتوں کے وارد کرانے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر کہو کہ وہ بادشاہ ہوکر اسلامی بادشاہوں کو مدد دینے آئیں گے، تو یہ بھی ایک خیالی پلاؤ ہے جو ملانے حجروں میں بیٹھ کر شیخ چلی کی طرح پکایا کرتے ہیں۔ مسیح ناصری کا اپنا اقرار انجیل میں موجود ہے کہ میں ظاہری سلطنت قائم کرنے والا نہیں ہوں، میری بادشاہت آسمانی ہے۔ یعنی میں آسمانی نشانوں کے ذریعہ سے دین زندہ کرنے آیا ہوں۔

خلیفہ کیسا چاہیے: مولف (حید اللہ درانی) نے آیت استخلاف کا حوالہ دیا ہے اور تسلیم کیا ہے کہ خدا وعدہ

کرتا ہے کہ وہ مسلمانوں میں ایسے ہی خلیفے بنائے گا جیسا کہ اس نے موسی نبی کے بعد بنائے۔مگر ساتھ ہی مولف یہ بھی لکھتا ہے کہ موسی نبی کے بعد جو خلیفے ہوئے ہیں، وہ ظاہری سلطنت کے مالک ہوئے ہیں، اس واسطے ضروری ہے کہ مسلمانوں میں بھی ظاہری سلطنت چلانے والے خلیفے ہوں۔اس لئے گویا مولف انکاری ہے کہ کوئی ایسا خلیفہ بھی امت محمدیہ میں قائم ہوسکتا ہے جو محض آسمانی نشانوں اور قوی دلائل کے ساتھ اسلام کا حامی ہو۔لیکن یہ مولف کی غلط فہمی ہے۔موسی نبی کے بعد جو خلفاء گذرے ہیں ان میں سے آخری خلیفہ مسیح ہے جو انجیل میں اقراری ہے کہ وہ توریت کو منسوخ کرنے نہیں بلکہ اس کو پورا کرنے آیا تھا (یعنی کیا مرزا قادیانی بھی قرآن کو پورا کرنے آیا۔جو پہلے نعوذ باللہ ناقص یا نامکمل تھا؟ بہاء) اور نیز اس نے اپنے شاگردوں کو نصیحت کی کہ صدوقی اور فریسی یعنی علماء اور مشائخ جو کچھ کہتے ہیں وہ کرو، مگر جو کچھ کرتے ہیں وہ نہ کرو۔جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ موسی نبی کے دین کو دوبارہ زندہ کرنے آیا تھا اور توریت کا عامل تھا۔نیز اس نے کہا کہ میں توریت کی پیش گوئی کے مطابق مسیح ہوکر آیا ہوں۔اور جب علماء یہود نے یہ عذر کیا کہ ابھی تو ایلیا دوبارہ نہیں آیا، تو یہ تاویل کی کہ اس کا مثیل ہوکر یحی نبی آیا ہے۔گویا ایلیا ہی دوبارہ نازل ہوا۔یہ واقعہ بھی اس بات کی زبردست شہادت ہے کہ مسیح توریت کی پیش گوئی کے مطابق آخری خلیفہ سلسلہ موسویہ کا تھا۔غرض کہ یہ ایک مسلم امر ہے کہ مسیح آخری خلیفہ جناب موسی کا تھا جو روحانی ہتھیاروں یعنی آسمانی نشانوں اور براہین نیّرہ کے ساتھ دین کی حمایت کرتا تھا (مرزا قادیانی تو کہتے ہیں کہ اس مسیح کے معجزات مسمریزم کے شعبدے اور قابل نفرت ہیں۔بہاء) اسی طرح ضرور تھا کہ محمدی سلسلے کا آخری خلیفہ بھی آسمانی نشانوں کے ساتھ آتا (تو کیا مرزا قادیانی بھی مسمریزم سے شعبدے دکھاتا تھا۔بہاء) اور دلائل اور براہین کے ساتھ دین قویم کی صداقت دنیا پر ظاہر کرتا۔

فہم قرآن۔ مولف (حیدراللہ درانی) اس بات کو مانتا ہے کہ کتاب اللہ کو جیسا کہ نبی سمجھتا ہے، ایسا دیگر شخص نے نہیں سمجھ سکتے۔اور پھر ساتھ ہی یہ بھی خیال ظاہر کرتا ہے کہ اب قرآن کے سمجھنے کے لئے کسی نبی کی ضرورت نہیں ہے۔گویا وہ نہیں چاہتا کہ اب مسلمانوں میں کوئی ایسا شخص پیدا ہو، جو قرآن کو سب سے زیادہ سمجھے اور ان کو ایک سلسلہ حقہ میں منسلک کرے۔(مولانا حیدراللہ صاحب کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ صاحب قرآن، قرآن

کوسب سے زیادہ سمجھتا ہے۔ بہاء) مولف کہتا ہے کہ ہر ایک شخص کو اجتہاد کا حق حاصل ہے اور وہ قرآن مجید کو سمجھ سکتا ہے اگر وہ کوشش کرے، لیکن مولف نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ افرادانسانی کی عقول مختلف ہوتی ہیں اور فوق کل ذی علم علیم کے مطابق ایک فرد سب سے بڑھ کر ماننا پڑتا ہے جس کے آگے دیگر اشخاص سر اطاعت جھکائیں۔ دنیاوی سلسلہ میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ ایک کی حکومت سے وحدت اور اتفاق قائم ہوتا ہے ورنہ انتظام قائم نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ روحانی سلسلہ کے لئے بھی ایک امام کی ضرورت ہے جو دیگر افرادامت پر بحیثیت تقدس، تقوی، دیانت اور علم کے فوقیت رکھتا ہو۔ یہ الگ بات ہے کہ ہر مسلمان کو قرآن پر تدبر کرنا چاہیے، لیکن اس سے یہ نہیں نکلتا کہ امامت اور روحانی بادشاہت کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ایسا ہو، تو ہر ایک بزعم خود مجتہد بن جائے اور اختلاف آراء کی وجہ سے بے شمار فرقے پیدا ہو جائیں، اور دین کی جڑیں کھوکھلی ہو جائیں، اور سخت فتنہ وفساد پیدا ہو جائے، اور تقوی وطہارت اٹھ جائے، اور اسلامی جماعت پراگندہ ہو کر اسلام نابود ہو جائے۔ تعزیرات ہند تمام برٹش انڈیا کیلئے ایک تعزیری قانون ہے اور تمام عدالتوں کو اس پر غور وفکر کر کے فیصلہ کرنے کا حکم ہے، لیکن اس کی کسی دفعہ کے صحیح سمجھنے کے لئے بھی ہائی کورٹ کا فیصلہ دیکھنا پڑتا ہے، تو قرآن کے اصل منشاء پانے کے لئے ہم اس جج کی طرف کیوں رجوع نہ کریں جو آسمانی ہائی کورٹ سے ہمارے پاس اور حکماً عدلاً کے خطابات سے مشرف ہو۔

آدم اول وثانی: مولف (حیدر اللہ درانی) کہتا ہے کہ، جس چیز کی ابتداء ہے، اس کی انتہاء بھی ہوتی ہے۔ اور چونکہ انسان کی ابتداء آدم سے ہوئی ہے، اس واسطے ضروری ہے کہ اس کی انتہاء بھی آدم پر ہو اور وہ انتہائی آدم حضرت رسالت پناہ ہیں۔،

اور پھر مولف حضرت اقدس (مرزا غلام احمد قادیانی) کے اس قول پر اعتراض کرتا ہے کہ وہ بحیثیت خاتم الخلفاء ہونے کے آخری آدم ہیں۔ اس کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ اگر انسان کی ابتداء بحیثیت جسم کے وجود آدم مانا جائے تو پھر نہیں کہا جاسکتا کہ جناب رسالت پناہ انتہائے آدم ہیں کیونکہ ان کے وجود پر نوع انسان کا خاتمہ نہیں ہوا۔ اگر آدم سے مراد روحانی آدم لی جائے، تو تمام انبیاء جن کا دنیا میں روحانی فیض جاری ہوا،

آدم ہیں۔اور جس طرح ہر ایک نبی کو بحیثیت افاضہ روحانیہ آدم کہا جا سکتا ہے،اور ایک آدم کے بعد دوسرا آدم مانا جاتا ہے،اسی طرح جناب رسالت مآب کے بعد دوسرا آدم ماننے میں عقلاً ہرج نہیں ہے۔پھر ظاہر ہے کہ جس طرح ظاہری حالت میں آدم کے بیٹے اس کے جسم کی خصوصیات اپنے ساتھ رکھتے ہیں،یعنی وہ سب قوای ان میں کم وبیش پائے جاتے ہیں جو پہلے آدم کو دیئے گئے،اسی طرح اگر جناب رسالت پناہ کو روحانی آدم مانا جائے تو لازماً ماننا پڑے گا کہ جو لوگ پورے معنوں میں ان کے روحانی فیض سے تربیت پا کر بمنطوق آیہ کریمہ ان شانئك هو الا بتر بیٹا ہونے کی حیثیت سے حاصل کرلیں،وہ بھی آنحضرتﷺ کے سے خواص اور قوای اپنے ساتھ رکھیں گے۔ورنہ ان پر روحانی آدم زاد کا لفظ اطلاق نہیں پائے گا۔کیونکہ جس طرح جسمانی حیثیت میں خدا نے آدم اول کو پیدا کیا کہ اس سے نسل انسانی جاری ہو،اسی طرح بقول مولف آدم روحانی کو بھی اسی لئے خدا نے پیدا کیا ہوگا کہ اس سے روحانی سلسلہ جاری ہو۔یعنی ایسے انسان پیدا ہوں جو وہی قوای روحانیہ اپنے اندر رکھتے ہوں جو روحانی آدم یعنی جناب رسالت پناہ کو عطا کئے گئے۔ورنہ جناب رسالت پناہ کا بقول مولف آدم ہونا جائز نہیں ہوگا۔اور اگر خدا کو یہی منظور تھا کہ جناب رسالت پناہ کے ذریعے انکے روحانی بیٹے پیدا ہوں تو نہیں کہا جاسکتا کہ ان کے بیٹے قوت مکالمہ الہیہ نہیں رکھتے جو جناب رسالت پناہ میں پورے اوراتم طور پر پائی جاتی تھی۔کیونکہ اگر یہ مانا جائے تو پھر جناب رسالت پناہ کو روحانی باپ نہیں کہہ سکتے۔لیکن میں امید نہیں کرسکتا کہ مولف جناب رسالت پناہ کو معاذ اللہ اس اعلی درجہ روحانی سے معزول کردے گا۔لہذا میں کہہ سکتا ہوں کہ مولف کے اپنے قول کے مطابق جناب رسالت پناہ کے بعد ایسے وجود پیدا ہو سکتے ہیں جو ان کے روحانی فیض سے بہرہ ور ہو کر وہی کمالات روحانیہ حاصل کریں جو ان کے روحانی باپ کو حاصل ہوئے جن میں سے ایک مکالمہ الہیہ بھی ہے۔پس مولف نے خود ہی ثابت کردیا کہ جناب رسالت پناہ کے بعد وحی و الہام بند نہیں ہوا۔

ماتحت نبی: مولف (حیدر اللہ درانی) کہتا ہے کہ دوسرے نبی کی ضرورت اس واسطے پڑتی ہے کہ پہلے نبی کی کتاب محرف ومبدل ہو جاتی ہے۔گویا مولف کے خیال کے مطابق ایک صحیح اور محفوظ کتاب کی موجودگی

میں دوسرا نبی نہیں آ سکتا۔ اور اسی طرح بزعم اس کے ایک نبی کی زندگی میں تو دوسرا نبی آ سکتا ہی نہیں ہے کیونکہ یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ ایک نبی کی زندگی میں ہی اس کی کتاب محرف ومبدل ہو جائے۔

لیکن مولف کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ قرآن اس کی تردید کرتا ہے۔ قرآن سے ثابت ہے کہ ابراہیم کو کتاب دی گئی اور یہ بھی ثابت ہے کہ لوط نبی ان کے مریدوں میں سے تھے جو ان پر ایمان لائے تھے۔ اور چونکہ وہ ان پر ایمان لائے تھے اس واسطے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ ایک مستقل نبی تھے جو اپنی الگ کتاب لائے تھے کیونکہ اگر وہ الگ کتاب لاتے تو ان کو ابراہیم نبی کا مرید بننے کی ضرورت نہیں تھی۔

ابراہیم نبی کے دو بیٹے اسحاق اور اسماعیل اور ایک پوتہ یعقوب ان کی زندگی میں نبی تھے، اور ان کی کتاب کے پیرو تھے۔ یعقوب نبی کا یہ اقرار قرآن میں موجود ہے کہ وہ اپنے باپ دادا کے دین کے پیرو تھے۔

یعقوب نبی کی زندگی میں یوسف نبی موجود تھے جو قرآن میں اقرار کرتے ہیں کہ وہ اپنے باپ دادا کے دین کے پیرو تھے۔ نیز قرآن سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یوسف نبی کو یعقوب نبی کی زندگی میں الہام ہوا، اور وہ الہام الہی تھا کیونکہ خدا اس کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے۔ موسی نبی کی زندگی میں دو مرد نبی اور بقول مولف ایک عورت یعنی ام موسی نبیہ موجود تھیں۔ جناب موسی کے وقت کے دو مرد نبیوں میں ایک ان کے بھائی ہارون نبی تھے، جو جناب موسی کی کتاب کے پیرو تھے، اور جن کو خدا نے ان کا ہاتھ بٹانے اور ان کا بوجھ ہلکا کرنے لئے بھیجا تھا۔ اور دوسرا وہ عظیم الشان نبی تھا جس سے تعلیم حاصل کرنے کے لئے موسی نبی کو خدا نے حکم دیا تھا۔

یحی نبی کے وقت میں عیسی نبی موجود تھے۔ اور جناب عیسی بقول مولف ایک ایسی عورت سے پیدا ہوئے جو نبیہ تھی اور جس کو ذکریا نبی نے پالا تھا۔ گویا ذکریا نبی سے لے کر ایک تھوڑے سے زمانہ میں چار نبی ہوئے۔

داؤد نبی کی زندگی میں جو صاحب کتاب تھے ان کے بیٹے سلیمان نبی ہوئے۔

اب مولف بتائے کہ ابراہیم نبی کی کتاب کے محرف مبدل ہونے پر اسحاق، اسماعیل، یعقوب، لوط اور یوسف نبی ہوئے، یا خدا کے فضل کا ظہور ہوا۔ اور کیا مولف بتا سکتا ہے کہ جناب اسحاق واسماعیل ویعقوب و لوط کو خدا کی طرف سے کوئی الہام نہیں ہوا تھا۔ اسی طرح مولف یہ بھی بتا تا جائے کہ ذکریا، یحی، مریم، کون سے

نبی کی کتاب کے محرف ومبدل ہونے پر نبی بنائے گئے۔اور یہ بھی بتانا ہوگا کہ موسی، ہارون اور بقول مولف خضر میں سے کون سا نبی کسی نبی کی کتاب کے محرف ومبدل ہونے پر بھیجا گیا۔اوراس بات پر بھی روشنی ڈالنی ہو گی کہ داؤد نبی کی زندگی میں سلیمان نبی کی کیا ضرورت پڑ گئی تھی۔لیکن میں نہیں امید کرسکتا کہ مولف یا کوئی شخص یہ بتا سکتا ہے کہ ابراہیم نبی کی کتاب ان کی زندگی میں محرف ومبدل کردی گئی تھی، یاان کی کتاب کی موجودگی میں ان نبیوں کو کوئی الہام نہیں ہوا تھا جوان کے دین کے پیرو تھے۔یا موسی نبی اوران کی کتاب کی موجودگی میں ان کے بھائی ہارون اوران کی ماں اور بقول مولف خضر نبی کو کوئی الہام ربانی نہیں ہوا تھا۔یا عیسی نبی کی زندگی میں یحی اور مریم کو زکریا نبی کی موجودگی میں یحی اور مریم کو کوئی الہام نہیں ہوا تھا۔یا داؤد نبی کے بیٹے سلیمان نبی کو نعمت الہی سے محروم رکھا گیا تھا۔اوراگر ایک نبی کی زندگی میں یا اس کی کتاب کے صحیح وسالم ہونے کی حالت میں دوسرے نبی ہوتے رہے اوران کو الہام ہوتے رہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ نبی اس وقت آتا ہے یا الہام کی ضرورت اس وقت پڑتی ہے جب کہ پہلے نبی کی کتاب محرف ومبدل ہونے کی وجہ سے قابل عمل نہ رہے۔اوراس واسطے یہ کہنے کے لئے بھی کوئی وجہ نہیں ہے کہ چونکہ قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ کیا گیا ہے اور وہ محرف ومبدل نہیں ہوا اور نہ ہوگا اس لئے اس کی موجودگی میں ایسے الہام ربانی کی ضرورت نہیں ہے جو اگلے نبیوں کو ہوا، جب کہ ہم خدا کی سنت قدیمہ میں یہ بات موجود پاتے ہیں کہ وہ ایک نبی کی زندگی میں اس کے گھر ایک اور نبی پیدا کردیتا رہا ہے جو صرف اس واسطے نبی کہلاتا ہے کہ خدا کا مکالمہ اور مخاطبہ اس سے ہوتا ہے۔اس کی سنت میں پایا جاتا ہے کہ وہ ایک نبی کو کتاب دیتا ہے اور دوسرے نبی کو اس کی زندگی میں یا اس کی وفات کے بعد اس کی کتاب کے احکام کی اشاعت کے لئے بھیج دیتا ہے۔اوراس کو اپنے الہام سے اسی طرح مشرف کرتا ہے جس طرح اس نے کتاب والے نبی کو مشرف کیا ہوتا ہے۔

لہذا یہ کہنا کہ قرآن کی موجودگی میں کسی الہام کی ضرورت نہیں، یا کسی بندہ خدا پر دین اسلام کی حمایت اور تقویت کے لئے اور ربانی نشانات کو تازہ کرنے کے لئے اور خدا کی عظمت اور جلال کو ظاہر کرنے کے لئے اور مردہ دلوں کو زندہ کرنے کے لئے وحی اور الہام نازل نہیں ہوسکتا، یہ کہنے کے برابر ہے کہ خدا نے اپنی سنت قدیمہ کو تبدیل کردیا ہے یا اس کی صفت مکالمہ معطل اور بے کار ہوگئی ہے یا وہ معاذ اللہ بولنے کے بعد

گونگا ہو گیا ہے۔ باقی آئندہ۔ (اخبار بدر قادیان ص ۱۴ نومبر ۱۹۱۲ء ص ۴۔ ۶)

امام اعظم کے مصنف کا مذہب کیا ہے؟

ہمارے دوست منشی احمد دین صاحب مختار گجراتی نے اس کتاب پر ایک بسیط ریویو لکھا ہے میں چند اقتباسات اس رسالہ کے پیش کر کے یہ پوچھتا ہوں کہ محمد حیدر اللہ خان درانی مقیم جلال پور جٹاں حنفی ہیں یا چکڑالوی؟ یہ مسئلہ صاف ہونے کے بعد پھر ان کے رسالہ کا جواب دیا جاوے۔

۱: اور کوئی اس لئے کہ وہ قرآن کو مجمل اور نامکمل سمجھتا ہے اور اس لئے اس کی تبیین اور تفسیر کے لئے قرآن کے سوا کسی اور کو امام تصور کرتا ہے۔ کوئی تو آنحضرتﷺ کی تاریخی زندگی کو قرآن کا مفسر کہتا ہے جس کا ثبوت اکثر تو کسی ایسے صحیح طریق سے جس کو قرآن رد نہ کرے اس وقت بہم پہنچانا محالات وجودی سے ہے اور کوئی آنحضرتﷺ کی احادیث کو قرآن کا مفسر ہونا بتاتا ہے۔ اور ابوداؤد کی حدیث او تیت الکتاب ومثله معه سے سند لیتا ہے جو در حقیقت حریز بن عثمان خارجی کی بنائی ہوئی حدیث ہے (الامام الاعظم۔ ص ۳۴)

۲۔ بخاری کی اپنی رائے کی وقعت خود اس واقعہ سے بھی ظاہر ہوتی ہے جسے امام بزدوی نے کشف الاسرار کی جلد اول کے صفحہ ۸ میں نقل کیا ہے کہ وہ بخارا سے ایک بکری کے دو شیر خوروں کی نسبت رضاعت کا فتوی دینے سے بحکم ابی حفص کبیر نکالے گئے ((الامام الاعظم۔ ص ۳۶)

۳۔ حالانکہ سورہ مریم میں لفظ اولئك الذين انعم الله عليهم من النبيين من ذرية آدم میں مریم بھی شریک فہرست انبیاء ہے۔ (الامام الاعظم۔ ص ۴۱)

۴۔ ہم کہتے ہیں کہ الہامات اولیاء اللہ در حقیقت مخاطبات ربانی نہیں ہیں بلکہ وہ از جنس الہامات طبعی ہیں۔ (الامام الاعظم۔ ص ۴۲)

۵۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ دنیا میں کوئی بھی شخص دین کا مجدد کہلانے کا مستحق ہو۔ چہ جائے کہ ہر ایک صدی کے سر پر بلا کسی شرعی دلیل کے امت کے کسی ایک عالم کو نامزد کر دیا جاوے۔ مذکورہ مردوں یا

عورتوں کی نبوت میں کوئی بھی شک نہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ ہر صدی کا مصنوعی مجدد کس مرض کی دوا ہے۔ قطع نظر اس کے سلف صالحین میں سے کسی نے بھی اس منصب کا دعویٰ نہ کیا (الامام الاعظم ص۴۴)

۶۔اس میں شک نہیں کہ مذکورہ آیت (لتبیّن للنّاس ما نزل الیھم) میں تبین ما نزل کا منصب نبی کریم ﷺ کو ہی دیا گیا ہے اور وہ محض قرآن کا سنا دینا ہے نہ کہ اس کی تفسیر کرنا....اور نہ ہی قرآن کے ماسوا کوئی بھی چیز آنحضرت ﷺ کو دی گئی جس کی تبلیغ امت کے لئے آنحضرت ﷺ پر واجب تھی۔...فرمایا آنحضرت ﷺ نے لیس منا من لم یتغن بالقر آ ن یعنی وہ ہم میں سے نہیں جس کو قرآن کے ساتھ استغنا حاصل نہیں اور وہ قرآن کے سوا کسی اور چیز کا طالب ہے...پس اگر حدیث کی تبلیغ بھی منظور ہوتی تو بلغوا عنی حد یثاً بھی فرما دیتے حالانکہ یہ بہت ہی محل خطر ہے مع ہذا آیت فلیأتوا بحدیث مثله ان کا نوا صا دقین اور آیت فبای حدیث بعده یو منو ن قطعی طور پر ان احادیث کے بطلان پر حجت ہیں جو قرآن سے باہر اور اس کے مغائر ہیں (الامام الاعظم۔ص۵۶)

۷۔قرآن کریم کے مجملات کی توضیح اور بیان کا حق صرف خدا ہی کو ہے...اس میں شک نہیں کہ اگر ہم قرآن کو مجمل ہونا مان لیں جو بجز تبیین رسول کے خود بولنے والا اور بیان کرنے والا نہیں تو وہ ما انزل الینا نہ ہوگا بلکہ محض انزل الی الرسول ہوگا۔ جس سے ہم کو کوئی سروکار نہ رکھنا ماننا پڑے گا۔ ورنہ اس کے ناقص اور غیر کامل ہونے کا اقرار کرنا پڑے گا ((الامام الاعظم۔ص۶۰)

۸۔بلاشک ان لوگوں کی سخت جہالت ہے جو سورۃ نجم کی آیت و ماینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یو حی میں الھوی سے قرآن مجید کے سوا اور کوئی معنی اخذ کئے ہوئے ہیں۔

۹۔اسلام کوئی نیا دین نہیں ہے اور نہ ہی اس میں عبادات کے شرائع اور حلت اور حرمت کے احکام اگلے انبیاء کے شرائع سے جداگانہ ہیں۔(الامام الاعظم۔ص۶۱)

ب۔کون کہہ سکتا ہے کہ نماز جو آدم سے لے کر عیسیٰ تک تمام انبیاء پڑھتے رہے، اسی صفت پر محمد ﷺ نہیں پڑھی۔(الامام الاعظم۔ص۶۲) اکمل قادیان۔(بدر۱۲دسمبر۱۹۱۲ء ص۶،۷)

امروہی کے شمس کا سفہ کا دائمی کسوف

مولوی عبدالصمد سندردی سیاح، وارد پنجاب

کشمیری پریس لاہور۔سن ندارد۔

(مرزا غلام احمد قادیانی کے دوران حیات کا مطبوعہ معلوم ہوتا ہے۔ بہاء)

بسم الله الر حمن الر حيم. الحمد لله رب العا لمين

و الصلوة و السلا م على خا تم النبين و آ له و اصحا به اجمعين ۔ اما بعد

کافہ علماء اہل اسلام پر واضح ہے کہ پیر مہر علی شاہ نے بمقابلہ لاف زنی مرزا غلام احمد قادیانی در بارہ عدیم المثل ہونے اپنے کے خدا شناسی اور تفسیر دانی میں امتحاناً اور محض اس کے اتنے بڑے دعوی کے توڑنے کے لئے کلمہ طیبہ کا معنی ظاہری طور پر اپنی کتاب شمس الہدایہ کے ابتداء میں استفسار فرمایا تھا، جس کے جواب میں مرزا قادیانی صاحب باوجود بے تعداد اصراروں معتقدین وغیر معتقدین کے قادر نہ ہوسکا۔ اور مولوی نورالدین نے تو بجواب سوالات عشرہ غلام حیدر ہیڈ ماسٹر چکوالی کے صاف الحکم میں جواب نہ لکھنے کا عذر و مغلوب ہو جانے کا خوف ظاہر کیا ۔ بعینھا عبارت ان کی یہ ہے:

ایسے رسائل کے جواب لکھنے میں غالب بھی مغلوب ہوجاتا ہے۔

بعد اس کے بڑی منت وزاری سے (محمد احسن) امروہی صاحب کو پیشگی روپیہ دے کر جواب نویسی پر آمادہ کیا سچ ہے: بدوزد طمع دیدہء ہوشمند۔

یہاں پر (محمد احسن) امروہی عبدالدراہم کے جہالات مرکبہ کے ظاہر کرنے سے پیشتر پبلک کو اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ کامل سال کے عرصہ میں قادیانی کا جواب پر قادر نہ ہونا، کیا اسکی لاف زنی مندرجہ ایام الصلح:

ایں وقت زیر سقف نیلگوں ہیچ متنفس قدرت نہ دارد۔ لاف برابری با من زند من آشکارے گویم و ہرگز باک نہ دارم ۔ اے اہالی اسلام درمیان شما جماعتے می باشند کہ گردن بدعوی محدثیت و مفسریت برمی فرازند۔ وطائفہ اند کہ از نازش ادب پا برزمین نگذارند گردانند کہ دم بلند از خدا شناسی زنند وخود را

چشتی وقادری ونقشبندی وسہروردی وچہاچہا..گوئنداین جملہ طوائف رانزدمن بیارید۔

کوخاک میں نہیں ملادیا۔

اورظاہر ہے کہ کلمہ طیبہ میں استفسار کرنے سے ممتحن کی غرض صرف اتنی ہی تھی جو پبلک پرظاہر ہوچکی اورقد تبین الر شد من الغی کاظہور ہوگیا،ورنہ ان کے ادنی شاگردبھی ایسے سوالات وجوابات سے بخوبی اطلاع رکھتے ہیں۔چنانچہ یہ عاجزبھی ایک عرصہ میں بہ رفاقت قدوۃ المحققین جناب مولوی میر عبداللہ ومولوی ولی احمداس نعمت سے مشرف ہواتھا۔

اب ہم مختصر طور پر عبدالدراہم (محمداحسن) امروہی کی صرف عبارت متعلقہ جواب کوبعینھا،مطاعن و بکواس کے بغیر،نقل کر کے اس کی قلعی کھولتے ہیں اور محققین عصر و مدققین دہر سے مثل جناب مولوی عبداللہ پروفیسرلاہوری وجناب مولوی محمدحسن المعروف بہ فیضی (یعنی یہ رسالہ فیضی کی زندگی کا ہے۔بہاء) وجناب مولوی غلام احمد مدرس مدرسہ نعمانیہ ونظائرھم سے منصفانہ رائے چاہتے ہیں۔کیا (محمداحسن امروہی) عبدالدراہم کی تحریرواقعی جواب ہے یاجہل مرکب اورفقط اردوخوانوں کو چندآیات کی تفسیر لکھنے پرخوش کر کے روپیہ کاہضم کرنا؟

معلوم ہوکہ جس شق کوامروہی نے لے کرجواب دیاہے اس کا حاصل تو یہ تھاکہ اگر الـہ سے لا الـہ الا الله میں واجب الوجودلیاجائے تو برہان استثنائی میں ترتب لفسدتا کا مقدم یعنی تعدد الہ پر صحیح نہیں ہو سکتا بلکہ بجائے لفسد تا کے لما کا نتا یالما و جِد تا چاہیےتھا کیونکہ قدِم چونکہ وجوب کالازم ہےتو وجبا؟ برتقدیرتعددسب کےسب قدیم ہی ہوں گےاور برتقدیرتخالف مرادان کےایجادعالم کامتصورہی نہیں ہو سکتا کیونکہ ہرایک واجب مانع ہےنفوذارادہ دوسرے سےتو پھرفسادکہاں۔اورنیزمزعوم مخاطبین یعنی مشرکین عرب کاشرک فی العبادۃ ہےنہ شرک فی الوجوب بدلیل قولہ تعالی و لـئـن سألتهم من خلق السما وا ت وا لا ر ض ليـقو لن الله۔باقی شقوق پراعتراض چونکہ مجیب نےنہیں کیئےاس لئےہم بھی ان کی تشریح نہیں کرتے۔امروہی صاحب کی عبارت متعلقہ جواب یہ ہے:

واضح ولائح ہوکہ محاورہ قرآن مجید میں بلحاظ تخصیص عقلی اورشرعی کےلفظ الـہ سے مرادوہ معبود حقیقی ہےجوواجب الوجودلذاتہ ہے(صفحہ۲۳سطر۸۔۱۰)۔

بعد اس کے نفی تعداد اور انحصار واجب الوجود فی فرد واحد پر دلائل عقلیہ ونقلیہ لکھ کر فرماتے ہیں۔
پس معنی کلمہ توحید لا الـہ الا اللـہ کے واضح اور صاف ہیں یعنی نہیں کوئی معبود حقیقی موجود سوا اللہ کے۔ بس اس میں کذب کہاں ہے، بلکہ معترض خود محض کاذب ہے۔ اور آیت

و لو کان فیھما آلھۃ الّا اللہ لفسدتا

بھی تعدد الٰہ کے بطلان کے لئے برہان قطعی ہے جس کو دوسرے مقام پر خود جناب باری تعالیٰ نے مفصل طور پر بیان فرمایا ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ.

مـا اتّخذ اللہ من ولد و ما کان معہ من الٰہ، اذا لّذھب کلّ الٰہ بما خلق و لعلا بعضھم علی بعض سبحان اللّہ عمّا یصفون (المومنون:۹۱)

(ناظرین کو معلوم ہو کہ یہ مضمون شمس الہدایہ کے مصنف کی کتاب تحقیق الحق سے چرایا ہوا ہے۔ جس مخلص کا ذکر امروہی نے دیباچہ میں کیا ہے اسی مخلص نے وہ کتاب اس کو قادیان میں پہنچائی تھی باوجود اس کے پھر بھی جواب پر قدرت نہ پائی۔
حرف درویشاں بدوزد مرد وزن۔ تا بخواند بر سلیے افسوں)

حاصل اس استدلال کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ولد متصور نہیں ہوسکتا کیونکہ ولد کے لئے ضروری ہے کہ اپنے والد کے اخص اوصاف میں (مثلاً جیسا کہ یہاں پر واجب الوجوب ہے) مشارک ہو، ورنہ وہ ولد کیا ہوا۔ لیکن ولد میں صفت وجوب الوجود ہرگز ممکن نہیں ہوسکتی کیونکہ ولد تو والد سے موخر ہوتا ہے فاین وجوب الـوجـود۔ اور نہ کوئی دوسرا الٰہ وجوب میں اس کے ساتھ معیت رکھتا ہے کیونکہ اس صورت میں ہم دریافت کرتے ہیں کہ ان دونوں الٰہ کا تمہارے نزدیک متخالف بالذات ہونا واجب ہے یا نہیں۔
شق ثانی دونوں الٰہ بالضرور کسی ذاتی میں مشترک ہوں گے اور دوسری ذاتی میں متخالف ہوں گے۔ پس ترکیب لازم آئی۔ اندریں صورت دونوں کی احتیاج اپنے اجزاء ذاتیہ کی طرف لازم آوے گی و ھـــو منافٍ لوجوب الوجود۔
اور بشق اول متخالفان بالذات کے افعال کا متخالف ہونا بھی ضروری ہوگا اور اس کا اقل درجہ یہ ہے کہ عالم کا فساد لازم آوے گا اور نظام وارتباط باہمی عالم کا بالضرور بگڑ جاوے گا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں اور عالمان

علوم طبعیات بخوبی جانتے ہیں کہ ہر ایک اشیاء عالم کا ارتباط دوسرے اشیاء عالم کے ساتھ منضبط ہوتا ہے اور تمام اشیاء عالم باہم نظم و مرتبط ہیں۔ پس انتفاء تالی مستلزم ہے انتفاء مقدم کو، و ھو المطلوب۔ اور یہی حاصل ہے مطلب آیت ما اتّخذ اللہ من ولد و ما کان معه من اله، اذا لّذهب کلّ اله بما خلق و لعلا بعضهم علی بعض سبحان اللّه عمّا یصفون (المومنون:۹۱) کا

اور دوسری دلیل ابطال تعدد الٰہ کی یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ:

ایک الٰہ دوسرے الٰہ پر علو کامل چاہے گا

اذ الاله من له غاية الكمال و لا يكون علوا لا لهية الا بالعلو الكامل

اور دوسرا الٰہ اسی طرح پر علو کامل میں کل الوجوہ کا مقتضی ہوگا لیکن ہر ایک الٰہ کا علو کامل دوسرے الٰہ پر محال ہے اور یہی معنی ہیں اذا لّذهب کلّ اله بما خلق و لعلا بعضهم علی بعض کے۔ پس اس کی طرف نسبت ولد اور شریک کے ہرگز جائز نہیں۔

اور اس کی ذات پاک ہے ان دونوں بہتانوں سے اور یہی معنی ہیں سبحان اللہ عما یصفون کے۔ فبطل التعدد و ثبت التوحید بناء علیہ اگر ارادہ استحقاق للعبادۃ کا حقیقی طور پر جو متساوق للوجوب ہے عنوان موضوعی یا محمولی سے لیا جاوے، تو مستلزم لفسدتا کو ضرور ہوگا کما مر استدلا له تفصیله۔ (انتہی صفحہ ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶)۔

محرر سطور عفا عنہ ربہ الغفور اہل علم کی خدمت میں ملتمس ہے کہ یہ تحریر دو ورق اس چھوٹے جیسے ٹکڑے سوال کا جواب ہے جو پہلے ہدیہ ناظرین کیا گیا ہے۔ یا صرف شرح آیات۔ برائے خدا کوئی اس جاہل مرکب سے پوچھے کہ تجھے مرزا صاحب قادیانی نے زر نقد جماعت کے چندہ کی اس لئے عطا فرمائی تھی کہ فقط چند آیات قرآنیہ کی تفسیر لکھی جاتی، وہ بھی تفسیر کبیر وغیرہ کے دلائل محررہ کا ترجمہ اپنے نام سے منسوب کیا ہوا ہو۔ ہرگز نہیں بلکہ انہوں نے تو مزید براں عطیہ منتیں اور زاریاں کر کے اپنی جان کو... خلاص کرنا چاہا تھا۔

..ادھر تو وہ بے چارہ جکڑا ہوا من انصاری الی اللہ پکار کر چلا رہا ہے، اور ادھر مولوی نور الدین مغلوبیت کے طور پر خاموشوں کے شہر میں جا بسے، مگر وہ بنا بریں صداقت قابل آفرین ہیں ہاں اتنا ہی قصور ہے

کہ مرزائیوں کے برے دن ... سے بخلاف عبدالدراہم امروہی کی کہ زرنقد بھولی بھالی اور حیا کے پتلہ والی جماعت کی لے کر اذ تبرأ الذين اتبعوا من الذين اتبعوا و رأوا العذا ب (البقرہ:۱٦٦) کا مصداق بنا۔

علماء عصر پر عبارت مذکورہ امروہی سے ظاہر ہو گیا ہوگا کہ امروہی نے جہل مرکب کا پورا پورا ثبوت دیا مگر اس کی چالاکی قابل آفرین ہے کہ اپنی جہالت پر پردہ ڈالنے کے لئے ...لکھ دیا:

واضح خاطر عاطر ناظرین ہو کہ ہم نے اس جواب میں مولف کا ایسا تعاقب کیا ہے کہ جدھر کو مولف گیا ہے، ادھر ہی کو ہم بھی اس کے ساتھ ساتھ گئے ہیں..الخ (حاشیہ۔ص۲٦)

میں کہتا ہوں ہاں بے شک یہ کہنا آپکا بجا اور سچ ہے۔ نافہم طالب علم کا یہی وطیرہ ہوتا ہے کہ معلم کے پیچھے طوطے کی طرح صرف الفاظ بعینھا کہتا چلا جاتا ہے۔ گویا مجیب نے صاف سچ کہدیا کہ میں شمس الہدایت کے اس مقام میں بڑا اخفش ہوں۔

اور اس کے صفحہ ۲۷ سطر ۴ پر لکھتے ہیں کہ:

پس مولف پر ضروری ہے کہ صفات احدیت وصمدیت مسئلہ محولہ خود یعنی استیلاء صفاتی بعضها على بعض کو دلائل عقلیہ ونقلیہ سے اول ثابت کرے کہ صفات احدیت وصمدیت میں استیلاء بعضها على بعض ہے تب ہم بھی اس مسئلہ استیلاء صفاتی بعضها على بعض پر گفتگو کریں گے، انتہی

میں کہتا ہوں یہ چالاکی بھی قابل آفرین ہے، تا کہ سانس بھی ہو اور پھر عجز و ناتوانی کا اقرار کیا معنی رکھتا ہو۔ آخری دم میں سکندر کا مقابل دارا باشاہ اس کے ران پر سر رکھے ہوئے کہتا تھا :

مجنباں مرا تا بجنبہ زمین

پھر اسی صفحہ میں کودن طالب علم کی طرح شمس الہدایت کی عبارت کو پڑھے جاتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

سلّمنا کہ اولیت امکان مستلزم ہے امکان ازلیت کو مادہ وجوب میں لیکن ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ یعنی بعض ا لاله موجود بالامکان العام جو نقیض ہے ضروریہ سالبہ کلیہ یعنی لا اله موجود بالضرورۃ اگر

صادق ہے تو کیا اور کاذب ہے تو کیا اس کا صدق یا کذب کلمہ توحید کے معنوں میں ہم پر کیوں وارد کیا جاتا ہے۔

میں سمجھتا ہوں قولہ اگر صادق ہے تو کیا، اور کاذب ہے تو کیا، صاف شہادت دے رہا ہے کہ مجیب نے اس عبارت کا مطلب نہیں سمجھا، تب ہی عبارت مذکورہ شمس الہدایت کو بے ربط ٹھہرایا۔ ہم نے چونکہ یہ اوراق مصنف قدس سرہ عم فیضہ سے سبقاً پڑھے ہیں، لہذا ہم شہادت دیتے ہیں کہ مجیب عبدالدرا ہم اس سارے جواب میں: ایں راہ کہ تو میروی بہ ترکستان ست، کا مصداق ہو رہا ہے۔ ہم اس مقام کے سوال اور جواب مشرح لکھنے کے اسی صورت میں مجاز ہیں کہ قادیانی صاحب مع اپنے معاونوں کے صریح لفظوں میں اپنی جہالت کا تفسیر دانی سے اقرار کریں۔

اور یہ بھی ناظرین کو معلوم ہو کہ نہ تو یہ اعتراض لاحل تھا، اور نہ شیخ اکبر وغیرہ علماء کرام کے جواب پر اعتراض اعتقاداً کیا گیا تھا، بلکہ محض امتحاناً مدعی کا دعوی توڑنے کے لئے۔ الحمد للہ کہ ہر ایک کو معلوم ہو گیا کہ جو شخص کلمہ طیبہ کے معنی ظاہری علمی طور پر نہیں لکھ سکتا وہ تفسیر نویسی میں سر آمد ابناء زمان کیسا ہو سکتا ہے۔

بعد اس کے صفحہ ۲۷ میں محمد احسن امروہی صاحب لکھتے ہیں:

اگر کلمہ توحید کو موجبات کا لباس پہنا کر سمجھتا ہے تو یوں کہیے کہ لا الہ غیر اللہ موجود بالضرورۃ کیونکہ یہاں پر حرف ا لا موجود ہے جو بمعنی غیر ہے اور الہ کی صفت نحوی واقع ہوئی ہے۔

میں کہتا ہوں علماء عصر کی خدمت میں التماس ہے کہ کلمہ الا بمعنی غیر لا الـــه الا الــلــه میں کہنا کیا جہالت نہیں ہے؟ کافیہ پڑھنے والا بھی کہہ سکتا ہے کہ الا بمعنی غیر ہرگز نہیں کیونکہ وہ مشروط ہے بدیں شرط

اذا كـانـت تـا بعة لجمع منكر و غير محصور بحو لو كا ن فيهما آ لهة الا الله لفسد تا

اور یہ سوچنا کہ کلمات

ا لاستثـنـا ء هـل و ضـعـت ا لا حـكـا م مخا لفةٍ لما قبلها ثا بتية لما بعد ها او لاخـرا ج مـا بـعـد هـا و جـعـلـه فـى حـكـم المسكو ت عنه و المشهور فى كتب

الشافعية ليس مبينا على ان رفع النسبة الا يجابيه هو السلبية بل على ان العدم اصل فى الا شياء كما ان التحقيق ليس مناط ان المركبات ... عند الشافعية موضوعة لما فى نفس الامر و لا واسطة بين الثبوت و الا نتفاء الواقعين و عندالحنفية موضوعة الا مور الذهنية فلا يلزم من نفى الحكم بالثبوت و الا نتفاء الحكم بما ،

تو پھر اصل درکنار رہا۔

ناظرین پر واضح ہو کہ یہ سوال متعلق کلمہ طیبہ کا بمعہ جواب اس کے حضرت مصنف شمس الہدایت نے تین سال پہلے اس کے مطبع مصطفائی لاہور میں جمادی الثانی ۱۳۱۰ھ میں طبع کرا کر شائع کر دیا تھا اور یہ جواب امروہی کا اسی کی نقل ہے مگر علمی لیاقت ماشاءاللہ مجیب عبدالرہم کو اس قدر ہے کہ عرصہ کامل سال تک اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکا اور تاخیر جواب کا جس کو بزعم خود جواب سمجھے بیٹھے ہیں۔ عذر یہ لکھتے ہیں کہ ہم کو کتاب شمس الہدایہ نہیں بھیجی گئی۔ قسمیہ کہتا ہوں کہ مخدومی مولوی محمد غازی نے عید رمضان سال گذشتہ سے کئی دن پہلے سب سے اول مرزا صاحب کو ڈاک میں روانہ کی تھی۔ چنانچہ بعض مریدین مرزا صاحب نے جو بروقت پہنچنے کتاب کے مرزا صاحب موصوف کی مجلس میں حاضر تھے بعد عید کے ہمارے پاس اس کا ذکر کیا۔ اس کو بھی جانے دیجئے مولوی نورالدین کا خط مطبوعہ الحکم شاہد کافی ہے۔

آج بتاریخ ۲۹ رمضان اسی قدر لکھ کر ناظرین سے مہلت چاہتا ہوں کہ بر سر راہوں بعد اقامت انشاءاللہ مجیب کے جہالت کا تار و پود اکھاڑ کر پبلک کے سامنے رکھا جائے گا ابھی ضلع گجرات میں سفر کی حالت میں مجیب کا اتنا ہی جواب دیکھنے کا موقع ملا۔ ہاں بل رفعه الله کے متعلق بھی اس کی تحریر دیکھنے میں آئی جس میں حسب قواعد فائدہ جلیلہ بزعم خود رفع روحانی کو ثابت کرنا چاہا ہے مگر ہنوز دلی دور است۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ مابعد بل رفع جو کنایہ اعزاز و تکریم سے ہے اس میں اور ماقبل بــل یعنی قتل صلیبی میں جو بحکم تورات مستلزم لعن ہے تنافی اور تضاد ہے کیونکہ ملعون معزز عنداللہ نہیں ہوتا۔

یہ ہے خلاصہ اس کے جواب کا اس مقام میں۔

میں کہتا ہوں پبلک کی خدمت میں صرف اتنا ہی التماس ہے کہ ذرا ان حضرات سے یہ دریافت فرماویں کہ کہاں ہے تورات کا حکم کہ جو کوئی بذریعہ صلیب قتل کیا جاوے، وہ ملعون عنداللہ ہوتا ہے خواہ وہ بے گناہ ہی ہو۔ کیا مقتول بغیر الحق خواہ پتھر سے ہو یا تیر سے یا تلوار یا صلیب وغیرہ اسباب قتل سے شہداء میں بموجب احکام تورات وقرآن مجید کے داخل نہیں۔ کوئی مومن بہ کتب سماویہ اس کا انکار کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ مرزا جی کو بمعہ چیلوں چانٹوں اپنے کے آیت تورات کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔ صرف

۲۳۔ آیت (کیونکہ وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون ہے) کے ظاہر پر نظر ہے۔ اگر

۲۲۔ آیت کو پڑھ کر تدبر فرمائیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم ہر ایک مصلوب کے لئے نہیں بلکہ خاص وہ شخص جو کسی جرم کی سزا میں پھانسی دیا گیا ہو۔ بائیسویں آیت یہ ہے:

اور اگر کسی نے کچھ ایسا گناہ کیا ہو جس سے اس کا قتل واجب ہو اور وہ مارا جاوے اور تو اسی درخت میں لٹکا دے

۲۳۔ تو اس کی لاش رات بھر درخت پر لٹکی نہ رہے بلکہ اسی دن اسے گاڑ دے کیونکہ وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون ہے۔

ظاہر ہے عیسی بن مریم فی الواقع غیر مجرم تھے، تو بنا بر واقع ماقبل بـــل یعنی قتل اور مابعد اس کے یعنی رفع اعزاز میں تنافی اور تضاد کہاں ہوا۔ بلکہ مقتول غیر مجرم معزز عنداللہ ہوا۔ اور اگر مسیح کو مجرم بزعم یہود خیال کر کے تنافی پیدا کی جائے، تو یہ کلام قصری یعنی وما قتلوہ یقیناً بل رفعه الله الیه یہود کا مقولہ نہیں بلکہ اللہ تعالی ان کی تکذیب میں وما قتلوہ .. الخ ،فرماتا ہے۔ پس چاہیے کہ بحسب علم الٰہی مسیح مجرم ہو، والعیاذ باللہ یہود کا مقولہ کلام قصری مشتمل بر کلمہ بل نہیں ہے بلکہ وہ یہ ہے انا قتلنا المسیح عیسی بن مریم رسول اللہ۔

اور نیز اگر مسیح کا مجرم ہونا حسب زعم یہود کے خیال کر کے تضاد وتنافی مانی جاوے، تو تردید اس کی ماقتلوہ یقیناً .. الخ کے ساتھ مناسب نہیں بلکہ اس تقدیر پر تردید میں زیادت یوں ہونی چاہیے تھی

وما کان المسیح لعصمته ملعوناً بحکم التوراۃ ولو کان مقتولاً کما

تزعمون فاتوا بها و اتلو ها ان کنتم صادقین و ما قتلوه .. الخ

ورنہ یہود کا یہ دھوکا نکالنے سے یہ تردید یعنی و مـا قتـلـوه .. الخ قاصر ... تفصیل اس کی دوسری کاپی میں جو بعد اقامت کے متعلق سائر مضامین مجیب کے لکھی جاوے گی ملاحظہ فرمالیویں والسلا م علی من اتبع الھدی

آئندہ ہم عبدالدراہم کے مضامین کو حذف کر کے صرف عبارت متعلقہ مضمون علمی کو نقل کریں گے

اللھم صل علی سید نا محمد المصطفی و آ له و عتر ته اهل التقی والنقی ۔

الراقم عبدالصمد النسد دردی سیاح حال وارد پنجاب

....

ا غا ثۃ الملھو ف المسجو ن

فی مصا ئد القا دیا نی المجنو ن

المقلب به

الفتح المبین علی معتقدی المھین

قاضی عبدالاحد خان پوری،

باہتمام ابوادریس احمد حسن شوکت مدیر اخبار شحنہ ہند وطوطی ہند ورسالہ پروانہ

مطبع شوکت المطابع میرٹھ

بسم الله الر حمن الر حیم ۔ ایا ك نعبد و ایا ك نستعین۔

الحمد لله رب العا لمین و الصلوة و السلام علی سید المر سلین و علی آ له و ا صحا به ا جمعین ۔ اما بعد :

پس جاننا چاہیے کہ ایک معزز مرزائی نے چند سوالات بذریعہ تحریر بخدمت جناب مولانا وشیخنا مولوی عبدالواحد صاحب غزنوی ابن مرشدنا وشیخنا عبداللہ الغزنوی مرحوم ارسال کیئے۔ پس جناب مولانا صاحب نے

بحکم لان یهدی الله بك ر جلاً وا حداً خیر لك من حمر ا لنعم ،وبحکم الدین النصیحة اپنی اوقات عزیزہ ومعمورہ صرف کر کے جواب پختہ ومضبوط مدلل بدلائل عقلیہ ونقلیہ تحریر فرما کرارسال کیا۔ پھراس معزز مرزائی نے ان سب مضامین عالیہ ایمانیہ علمیہ کونظر انداز کر کے فقط تمہید کے ایک فقرہ کو پکڑ کراس پر بے جا حملہ کیا۔لکن وہ حملہ بالکل مہمل بلکہ اوسکی سب تقریر ایسی مہمل ومتناقض ومتضاد ہے کہ اس سے کوئی نتیجہ ہرگز نہیں نکل سکتا۔ کما ستعرف انشاء الله تعا لی عنقریب ۔ایسا ہی تمام کلام مرزا و مرزائیوں کا ہمیشہ بے نتیجہ صیحہ ہوا کرتا ہے۔

چونکہ مولانا (عبدالواحدغزنوی) صاحب اہل اللہ میں سے ہیں اور اپنے اوقات معمورہ ایسے مباحثات میں صرف کرنا نہیں چاہتے ،لہذا اس تحریر کواس ہیچ مدان وہیچ میرز کی طرف ارسال فرما کر ماموری کیا کہ مختصر جواب اس کا لکھوں۔اگر چہ وہ تقریر لائق جواب نہیں بلکہ وہ خود اپنا جواب ہے،لکن چونکہ خاکسار کمترین تلامذہ میں سے ہے مجبوراً امتثا لاً للا مر کچھ لکھنا پڑا۔

جاننا چاہیے کہ مولانا (عبدالواحدغزنوی) صاحب کی تحریر دل پذیر میں مضامین علمیہ بہت ہیں۔ چنانچہ کچھ بطورنمونہ ذکر کرتا ہوں۔

تمہید مشتمل برامور ایمانیہ:

ایمان بالغیب، وانقیاد وتسلیم، وتقدیم نقل صحیح برعقل، وتمثیل بقصہ ابلیس وملائکہ وغیرہ

جواب سوالات مرزائی درباب حکمت نزول مسیح وکسر صلیب وقتل خنزیر ووضع جزیہ وفیض مال

حتّٰی لا یقبله ا حد و یکون السجدة الوا حدة خیر من الد نیا و ما فیها ،

وتفسیر آیہ و ان من اهل الکتا ب ا لا لیؤ منن به قبل مو ته.. ا لآ یة بقول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ،

وجواب سوال عیسی علیہ السلام نبی ہونگے یا امتی،

ومعنی اما مکم منکم ،وذکر تحریف مرزا قادیانی،

وجواب سوال حق تعبیر کا پیش گوئیوں میں کس کو ہے،

وبیان اتباع مہاجرین وانصار وسلف صالحین وخیر قرون،

اور بیان ان قباحتوں ستہ کا جو صحابہ کی تابعداری چھوڑنے میں لازم آتی ہیں (اور وہ چھ عدد بیان فرمائے)

اور جواب اس سوال کا کہ جو مدعی مسیحیت کو یعنی مرزا قادیانی کو مسیح مانے اس کا کیا حکم ہے،

اور بیان حدیث رب اشعث اغبر، الحدیث مرزا قادیانی کے رد میں،

اور ذکر پیش گوئی عبداللہ آتھم والی اور بیان ضرر مرزا قادیانی کا اسلام پر،

اور مغلوب ہونا مرزا قادیانی کا عیسائیوں کے مقابلہ میں، اور سخت ذلت اٹھانا اس کا، وغیرہ،

اور یہ سب مضامین با دلائل لکھے۔ ان سب کو جناب مرزائی صاحب نے نظر انداز کر دیا مگر ایک فقرہ پر بے جا حملہ کیا

كما سنقف عليه انشاء الله فالآن نشرع في المقصود بعون الملك المعبود

مضمون درباره عقل ونقل

جناب مولانا عبدالواحد غزنوی صاحب نے تمہید میں جو مضمون عقل ونقل کے بارہ میں ذکر فرمایا، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نقل صحیح وثابت کے مقابلہ میں جو عقل ہو وہ صحیح نہیں بلکہ بے چون وچرا نقل ثابت پر ایمان لانا چاہیے۔ یہی شیوہ صدیقین مومنین بالغیب کا ہے، نہ یہ کہ اگر عقل ناقص اس کو قبول کرے تو ایمان لاوے اور اگر عقل مستقیم اس کو نہ مانے تو ایمان سے استعفا دے کر اپنی تشہی اور ہوا کے مطابق نقل ثابت ظاہر الدلالت پر بے جا حملے کئے جاویں۔ یہ شیوہ مغضوب علیهم و ضالین کا ہے۔ چنانچہ ان کے معلم اول ابلیس نے ایسا ہی کیا کہ الٰہی فرمان کے مقابلہ میں یہ دلیل عقلی پیش کی انا خير منه خلقتني من نار و خلقته من طين۔ ایسا ہی بعضے آثار میں آیا ہے اور علماء سلف نے بھی فرمایا اول من قاس ابليس یعنی جس نے اول نص کے مقابلہ میں عقلی دلیل پیش کی ابلیس تھا۔

مرزائی صاحب اس کے جواب میں فرماتے ہیں:

قولہ: جناب کی یہ رائے ہے کہ خدا کے قول اور فعل میں ہم کو عقل سے بالکل کام نہیں لینا چاہیے بلکہ اس پر ایمان رکھنا چاہیے۔ اوراس پر شیطان کی نافرمانی کی مثال دے کر جناب نے اس امر کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اگر وہ صرف ایمان کو کام میں لا کر تعمیل حکم کرتا اور انا خیر منه نہ کہتا تو اس تباہی اور بربادی میں نہ پڑتا لیکن میں نے اس کا مضمون یہ نہیں سمجھا ہے جو جناب تحریر فرماتے ہیں۔ میری رائے میں انسان کو دو چیزوں سے دیگر حیوانات پر فوقیت حاصل ہے، عقل اور ایمان سے۔ ان دونوں میں اگر ایک کی بھی کمی ہو جائے تو حال ابتر ہو جاتا ہے۔ الخ

اقول بحول الله و قوته۔ مولانا عبدالواحد صاحب غزنوی نے کہاں لکھا ہے کہ خدا کے قول اور فعل میں ہم کو عقل سے بالکل کام نہیں لینا چاہیے۔ یہ فقرہ بالکل خلاف نفس الامر ہے، بلکہ عقل خداداد سے اللہ عز و جل اور رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کر کے انقیاد و تسلیم و اطاعت کا کام لینا چاہیے کہ اللہ عز و جل ہر صفت کمال کے ساتھ موصوف ہے جو قرآن و حدیث میں وارد ہوئے ہیں اور ہر صفت نقصان و عیب سے پاک ہے اور اس کے واسطے قدرت کاملہ ہے ان الله على كل شیء قدير يفعل الله ما يشاء و يحكم ما يريد اور اس کے افعال میں تفکر کر کے تسبیح پڑھنی چاہیے

و يتفكّرون فی خلق السّماوات و الارض ربّنا ما خلقت هذا باطلاً سبحانك فقنا عذاب النّار۔

نہ یہ کہ اسکے قول اور فعل میں چون و چرا کر کے ابلیس کی طرح اس کے اوامر و اخبار کا مقابلہ اپنی ناقص عقل سے کریں اور اس کی بے انتہاء قدرت و طاقت کو اپنی عقل کے پیمانہ میں ڈال کر جو زیادہ ہو اس سے صاف انکار کریں کہ نہ وہ جسم عنصری کے ساتھ عیسی و رسول اللہ ﷺ کو زندہ آسمان پر لے جا سکتا ہے اور نہ وہاں سوائے کھانے پینے اور ٹٹی کرنے کے زندہ رکھ سکتا ہے اور نہ نزول عیسی و یاجوج و ماجوج و دابۃ الارض و دجال و ملائکہ کے خبر دینے میں وہ سچا ہے اور نہ خاتم النبیین کہنے میں صادق اور نہ خرق عادت و معجزات دکھلانے پر قادر وغیرہ وغیرہ کیونکہ یہ سب ہماری عقل کے خلاف ہے اس طرح عقل کو کام میں لانے سے بے شک مولانا صاحب غزنوی سخت منع فرماتے ہیں اور اسی چون و چرا کہتے ہیں لا يسئل عمّا يفعل و هم يسئلون

مرزائی صاحب بھی بعضی جگہ اس بات کو مان گئے ہیں چنانچہ صفحہ ۵ کے اخیر میں فرماتے ہیں کہ اگر شیطان عقل کو کام میں لاتا اور سوچ لیتا کہ اچھا وہ ہے جس کو بنانے والا اچھا کہے، تا اخیر صفحہ ۶

پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ شیطان اگر صرف ایمان کو کام میں لاتا اور بغیر چون وچرا کے تعمیل حکم کرتا اور نص کے مقابلہ میں عقل کو کام میں نہ لاتا، بلکہ عقل کو طاعت میں کام لاتا، اور یہ دلیل عقلی انــا خیــر منه ..الخ پیش نہ کرتا تو بے شک اس تباہی و بربادی میں نہ پڑتا لکن مرزائی صاحب اس کا مضمون یہ نہیں سمجھے جو مولانا عبدالواحد غزنوی صاحب نے تحریر فرمایا اگرچہ مان بھی گئے ہیں مـن حيث لا يشعرو ن جیسا صفحہ ۵ تا ۶ کا حوالہ اوپر گذرا۔

اور مرزائی صاحب فرماتے ہیں:

انسان کو دو چیزوں سے دیگر حیوانات پر فوقیت حاصل ہے، عقل اور ایمان سے۔

اقول: حیوان عربی میں زندہ وزندگانی کو کہتے ہیں پس یہ قول بھی مرزائی صاحب کا ایسا مہمل ہے کہ کیا کہوں۔ اولاً حصر صحیح نہیں کیونکہ اللہ عزوجل نے انسان کو اور حیوانوں پر بہت چیزوں سے فوقیت دی ہے۔ عقل ونطق و ضحک وغیرہ سے جو خواص انسانیت کے ہیں اور دیگر بہت کرامات وانعامات سے فوقیت دی ہے

و لقد کرّ منا بنی آ د م و حملنا هم فی البرّ و البحر ورزقنا هم من ا لطّیّبا ت ۔

پس حصر مرزائی صاحب کا باطل ہوا۔

ثانیاً جیسی عقل افراد انسان میں شائع ہے اور لازمی امر ایسا ایمان نہیں بلکہ ایمان اقل قلیل انسانوں کو دیا گیا ہے۔ قال تعالی

و لقد صدق علیهم ابلیس ظنّه فا تبعوه ا لا فر یق من المؤ منین ،

وغیر ذالک من الآیات۔

پس عقل کو عدیل وہم پلہ ایمان کا کرنا کیسا اور فوقیت انسان کی اور حیوانات پر بمجرد انسانیت کے ایمان سے کیسے ہوئی کیا کفار انسان بھی اور حیوانوں پر عقل وایمان کی فوقیت رکھتے ہیں۔ پھر ان کے حق میں کالانعا م بل هم ا ضل کیوں فرمایا۔ یا مرزائی صاحب کے نزدیک ہر انسان مومن ہے اسی واسطے ایمان کو

معادل وشقیق عقل کا کر کے انسان کے ساتھ مختص کیا اور اس پر شاہد عدل انہیں کا قول ہے صفحہ ۳ سطر ۵ میں،

کیونکہ ایمان کے معنی بالغیب چیز کو ماننے کے ہیں، اورانہوں (ہندوؤں) نے اپنے بزرگوں سے متبرکاً سنا ہے کہ پتھر اور لنگ وغیرہ کی پرستش سے آدمی نجات پا سکتا ہے اور اسی ایمان بالغیب کی رو سے وہ کاروائی کررہے ہیں۔انتھی

پس مطابق اس حدوتعریف ایمان کے ہر انسان مومن ہے کیونکہ ہر ایک آدمی کسی غائب چیز کو مانتا ہے پس جس طرح عقل ہر انسان میں ہے ایسا ہی ایمان بھی تمام افراد انسان میں موجود ہے، پھر دنیا میں کوئی کافر نہیں رہا۔سبحان اللہ کیا معارف وحقائق ہیں اور کیا عقل رسا۔

ثالثاً۔کیا جن اور فرشتے بھی امان وعقل رکھتے ہیں آپ کے نزدیک یا نہ۔یا یہ زندہ نہیں ہیں آپ کے نزدیک۔یا آپ کے نزدیک وجود خارجی نہیں رکھتے۔یا ملائکہ روحانیات کواکب ہیں اور جبریل روح آفتاب کا اور وہ ہرگز اس سے جدا نہیں ہوسکتا اور نہ زمین پر اتر سکتا ہے اور نہ زمین سے کوئی کوئی آدمی آسمان پر جا سکتا ہے، بہر تقدیر عقل وایمان ملائکہ رکھتے ہیں یا نہ۔

رابعاً۔میں کہتا ہوں کہ اگر مرزائی صاحب کی رائے میں انسان کو اور حیوانات پر دو چیزوں سے فوقیت حاصل ہے تو کیا اور حیوانات سب بے ایمان کافر ہیں اور سب انسان مومن ہیں۔نہیں بلکہ سب منقاد و مطیع حکم الٰہی ہیں۔قال اللہ تعالی

و للّٰه یسجد ما فی السماوات و ما فی الارض من دابة.. الآیه

و قال الله تعالی : الم تر انّ الله یسجد له من فی السا وات و من فی الارض و الشّمس و القمر و النّجوم و الجبال و الشّجر و الدواب و کثیر من الناس و کثیر حق علیه العذاب و من یهن اللّٰه فما له من مکرم انّ اللّٰه یفعل ما یشاء هذان خصمان اختصموا فی ربّهم ... الآیه ۔

اور ہدہد حیوان کا قول سورہ نمل سے

وجدتها و قومها یسجدون للشّمس من دون الله ...الآیه۔

دیکھ لیں۔ سبحان اللہ! مرزائی صاحب کیا یہی عقل ہے جس کا نمبر ایمان سے پیشتر رکھا گیا ہے جس کو ایک ادنی فقرے میں اتنی ٹھوکریں لگتی ہیں کہ بیس دفعہ اسفل السافلین میں گرتا ہے۔ پس بڑا حیف ہے مرزائیوں بے چاروں پر کہ باوجود اس بودی و نکمی عقل کے کس دھوکہ میں پھنس گئے کہ تمام اسلام ومہاجرین وانصار و اجماع امت کو اس عقل کے بھروسہ پر جواب دے بیٹھے۔ فانا للہ و انا الیہ راجعون۔

ایمان کی تعریف قرآن وحدیث سے سیکھنی چاہیے۔ اگر قرآن وحدیث دیکھا ہوتا تو ہندوؤں کو مومنین بالغیب کے قطار میں نہ جکڑتے۔ قال اللہ تعالی:

قولوآ امنّا باللہ و ما انزل الینا و ما انزل الی ابراھیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب و الاسباط وما اوتی موسی و عیسی و ما اوتی النّبیون من رّبھم لا نفرّق بین احد مّنھم و نحن لہ مسلمون فان آمنوا بمثل ما امنتم بہ فقد اھتدوا و ان تولوا فانما ھم فی شقاق فسیکفیکھم اللہ و ھو السّمیع العلیم

اور حدیث تعلیم جبریل میں فرمایا:

فاخبرنی عن الایمان قال ان تؤمن باللہ و ملائکتہ و کتبہ ورسلہ و الیوم الآخر و تؤمن بالقدر خیرہ و شرہ قال صدقت۔ (الحدیث)

پس جب تک مثل مہاجرین وانصار کے ایمان شرعی نہ لاویں تو مومن نہیں ہوتے، پھر مرزائی صاحب ہندوؤں کو کس طرح مومن بالغیب فرماتے ہیں جب سرے سے ایمان ہی نہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ اسی واسطے میں کہتا ہوں کہ مرزائی صاحب کی سب تقریر مہمل بے معنی اور عقیم ہے کہ کوئی نتیجہ صحیحہ اس سے نہیں نکل سکتا بجز مجردلفاظی وخالی ملمع سازی کے۔

پھر میں کہتا ہوں کہ عقل سے آپ کی کیا مراد ہے؟ آیا وہ قوت فہم ومعرفت جو اللہ عزوجل نے ہمارے وجود میں رکھی ہے، یا وہ علوم ومعارف جو اس قوت سے حاصل کئے ہیں۔ برتقدیر اول پس وہ قوت تو شرط ہے تمام علوم ہمارے کے لئے، خواہ عقلی علوم ہوں خواہ نقلی، پھر وہ نقل کے معارض کس طرح ہو سکتی ہے،

کیونکہ شرط کبھی معارض شروط کے نہیں ہوتی۔ یہ محال ہے عقل میں کہ جس چیز کی شرط ہو اسی کے معارض بھی ہو۔ پھر اس کو ایمان کا عدیل بنانا کیسا؟

بر تقدیر ثانی، یعنی مراد عقل سے وہ علوم ہیں جو اس قوت سے حاصل ہوئے ہیں، پس وہ سب معارض ومخالف نقل کے نہیں، بلکہ جو ان میں صحیح ہیں وہ موافق ہیں نقل کے، اور معاضد اور جو شبہات وغلط و زلات عقل سے ہیں وہ بے شک مخالف ہیں نقل صحیح کے۔ چنانچہ علوم وشبہات وشکوک دہریوں اور فلاسفوں و نیچریوں مرزائیوں وغیرہ طوائف گمراہوں کے بلکہ عقلاء بنی آدم میں بڑا سخت اختلاف واضطراب ہے جس سے عقل مند جان سکتا ہے کہ عقل لایق اعتماد کے نہیں جب تک تابع وحی کے نہ ہو۔ چنانچہ مرزائی صاحب بھی قائل ہیں کہ تنہا عقل سے آدمی دہریہ بن جاتا ہے۔

اب اضطراب عقلاء کا حال سنئے:۔

کوئی اپنی عقل سے کہتا ہے کہ اس عالم مشہود کا کوئی خالق ہی نہیں، بلکہ خود بخود اور قدیمی ہے۔

اور کوئی کہتا ہے کہ خالق تو ہے لیکن مادہ عالم کا اور ارواح قدیمی ہیں اور پھر عقلی دلائل پیش کرتا ہے۔

کوئی کہتا ہے اپنی عقل سے کہ خالق بعینہ یہی مخلوق ہے یا خالق مخلوق میں حال وساری ہے جیسے روح جسم میں۔

اور کوئی کہتا ہے کہ خالق عالم نہ فوق ہے نہ تحت نہ یمین میں ہے نہ شمال میں نہ متصل ہے نہ منفصل نہ داخل عالم ہے نہ خارج۔

اور کوئی کہتا ہے کہ یہ محالات سے ہے۔

اور کوئی عقل سے کہتا ہے کہ خالق ہر جگہ وہر مکان میں موجود ہے

اور کوئی کہتا ہے کہ عقل صحیح موافق نقل صحیح کے ہے اس باب میں کہ صانع عالم بائن ہے مخلوقات سے، عالی ہے عرش پر اور علی الاعلی ہے جیسا مذہب ہے تمام انبیاء وصدیقین وشہداء وصالحین کا۔

علی ہذا القیاس حشر اجساد، ورویت ودیدار رب العباد، وجنت ودوزخ وغیرہ امور میں عقلاء سخت مختلف ومضطرب ہیں اور ہر ایک دعوی عقل کا کرتے ہیں، اور مرزائیوں سے ہزار درجہ اعقل ہیں۔ کوئی کہتا ہے

کہ صعود جسم مبارک ولطیف رسول اللہ ﷺ کا معراج فوق سبع سماوات ممکن وواقع ہے چنانچہ نقل صحیح ومتواتر نے خبر دی ہے اور عین مطابق عقل کے ہے اور ایسا ہی صعود ونزول عیسی کا موافق کتاب وسنت واجماع امت کے ہے اور عقل صحیح اس پر گواہ ہے اور کوئی عقل مردود سے کہتا ہے کہ جسم عنصری وکثیف کے ساتھ معراج وصعود ورفع ممکن نہیں اور نہ کرہ زمہریر سے جو نہایت سرد ہے عبور ممکن ہے اور یہ خلاف قانون قدرت کے ہے، اور نہ افلاک قابل خرق والتیام کے ہیں۔ ایسا ہی اختلاف فرق ضالہ اسلامیہ مثل روافض وخوارج وجہمیہ جبریہ مرجیئہ قدریہ معتزلہ واصناف متکلمین کا ہے۔

پس جب عقلیات میں اختلاف واضطراب اس قدر بے شمار و بے حساب ہے اور ہر کوئی مدعی عقل کا ہے تو ہم اپنے ایمان کو کس کس کی عقل کے ساتھ وزن کریں کوئی میزان اس کی مرزائی صاحب ہم کو بتاویں، یا باوجود اس قدر اختلاف واضطراب کے ہر کوئی مثل شتر بے مہار کے اپنی عقل کے پیچھے چلا جاوے۔

پس اس وقت جتنے آدمی ہوں اتنے ہی مذاہب ہونگے کیونکہ دو عاقل ہرگز متفق نہیں ہوتے جب تک کسی کی تقلید نہ کریں۔ قال اللہ تعالی:

ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً۔

عقل کسی امر میں صحیح فیصلہ نہیں دی سکتی۔ اسی واسطے علماء وآئمہ اسلام نے ادلہ اربعہ مقرر کر کے اول کتاب اللہ، پھر سنت رسول اللہ، پھر اجماع کو رکھا ہے کہ تینوں ادلہ معصوم ہیں خطا سے، اور پھر چہارم مرتبہ قیاس پر، یعنی دلیل عقلی رکھی ہے۔ اور قیاس بھی وہ جس کی بنا کتاب وسنت پر ہو۔ اور علت جامعہ مابین مقیس ومقیس علیہ منصوصہ ہو۔ اور پھر فرمایا کہ یہ قیاس خطا سے معصوم نہیں۔ یعنی کبھی صحیح ہوتا ہے اور کبھی فاسد۔ لیکن مرزائی صاحب نے قیاس کا نمبر ایمان سے بھی اول رکھا ہے۔ بہ بیں تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا۔

پس جب ثابت ہوا کہ عقول علماء سخت مضطرب ومختلف ومتناقض اور متضاد ہیں، تو پھر کسی امر میں فیصلہ نہیں دے سکتے اور حکومت سے معزول ہیں، چہ جائے کہ کتاب منزل من السماء پر مقدم کئے جاویں۔ لہذا ہر اختلاف وتنازع میں فیصلہ کے واسطے اللہ عز وجل نے کتاب منزل من السماء اور سنت رسول اللہ کو متعین و مقرر فرمایا اور جو اس فیصلہ پر راضی نہ ہو اس کو بے ایمان ومنافق کا خطاب دیا اور فرمایا کہ سب تنازعات کتاب و

سنت کی طرف رد کرو، اگر ایمان رکھتے ہو:

قال اللہ تعالی : یا ایّھا الذین آمنوا اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردّوہ الی اللہ و الرّسول ان کنتم تؤمنون باللہ و الیوم الآخر ذلک خیر و احسن تاویلًا۔

قال اللہ تعالی : و ما اختلفتم فیہ من شیء فحکمہ الی اللہ۔

و قال اللہ تعالی: فلا و ربّک لا یؤمنون حتّی یحکّموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجاً ممّا قضیت و یسلّموا تسلیماً۔

و قال اللہ تعالی : واذا دعوا الی اللّٰہ ورسولہ لیحکم بینھم اذا فریق منھم معرضون و ان یکن لھم الحق یاتوا الیہ مذعنین افی قلوبھم مرض ام ارتابوا ام یخافون ان یحیف؟ اللہ علیھم و رسولہ بل اولئک ھم الظالمون۔

و غیرہ ذلک من الآیات

ان آیات میں اللہ عزوجل نے مومنوں کو صاف فرمادیا ہے کہ ہر نزاع کو کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کی طرف ردّ کریں اگر اللہ اور قیامت پر ایمان ہے کیونکہ بغیر اس کے فیصلہ ممکن ہی نہیں۔ اگر عقول و آراء رجال وقیاسات عقلیہ کی طرف ردّ کریں تو وہ جب آپس میں سخت مختلف ہیں اس سے اور اختلاف واضطراب وشک و ارتیاب بڑھ جاتا ہے اور اگر تقلید کی طرف ردّ کریں تو ہر ایک کا متبوع جدا ہوتا ہے۔ ایک کہتا ہے میں مثلاً ابو حنیفہ کا مقلد ہوں، شافعی کی بات نہیں مانتا۔ وبالعکس۔ اسی واسطے اللہ عزوجل فرماتا ہے:

کان النّاس امةً واحدة فبعث اللّٰہ النّبیین مبشّرین و منذرین و انزل معھم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ.. الآیہ۔

پس اللہ عزوجل نے کتاب اتاری حاکم اور فیصلہ کرنے والی درمیان لوگوں کے جس چیز میں وہ اختلاف کریں۔ اس واسطے ممکن نہیں کہ کوئی چیز فیصلہ کرے موارد نزاع و اختلاف میں علی الاطلاق مگر کتاب منزل من السماء۔ پس مرزائیوں اور نیچریوں نے خواہ مخواہ اپنے الٹے اور کج روعقول کے سر پر چودھراہٹ اور

حکومت کی پگڑی تغلباً باندھ دی ہے، حالانکہ جیسے ان کے عقول ناقص وخفیف ہیں۔ایسے تو اہل جاہلیت کے بھی نہ تھے۔ہاں لفاظی اورزبان درازی بے معنی اورفضول تقریریں وناولیں بہت کچھ ہیں۔

پھر مرزائی صاحب فرماتے ہیں:

ان دونوں میں سے اگر ایک کی بھی کمی ہوجاوے،تو حال ابتر ہوجائے۔انتھی۔

اس فقرہ کا معنی ومطلب تو شاید مرزائی صاحب کے بطن میں ہی ہوگا، ہماری سمجھ میں تو نہیں آیا۔کیا اس کا یہ معنی ہے کہ عقل کو ایک پلہ ترازو پر رکھیں اور ایمان کو دوسرے پلہ پر، اوروزن کریں۔اگر برابر ہوں تو بہتر، ورنہ حال ابتر ہوجاوے گا۔اور پھر ابتری حال کا بیان کچھ نہ کیا کہ کس طرح۔لیکن تمثیل سے مفہوم ہوتا ہے کہ ایمان بڑھے تو ہندو ہوجاوے گا کیونکہ وہ بھی مومنین بالغیب ہیں،لیکن عقل کی کمی ہے،اوراگر عقل بڑھ گیا تو دہریہ بن جاوے گا۔یا یہ معنی کہ جو کچھ مخبر صادق نے خبر دی ہے امور مؤمن بہا کے متعلق مثل اخبار ماضیہ مثل بدءِ خلق وانبیاء گذشتہ وقصص وخوارق ومعجزات انبیاء بتفصیل یا اخبار مستقلہ مثل اشراط ساعت صغری وکبری وحشر ونشر اجساد وجنت ونار وانواع نعیم وعذاب ووزن اعمال وصراط وغیرہ،اس میں سے آدھے کو مان لے اوراس کے ساتھ ایمان لاوے بغیر عقل کے،اورآدھے باقی آدھے کا بذریعہ عقل صاف انکار کردے۔یا یہ معنی کہ اپنی عقل ناقص کو قرآن وحدیث پر مسلط کردے،جیسا ریوڑ میں بھیڑیا مسلط ہوجاتا ہے۔جب آدھے کا صفایا کر دے تو باقی آدھا قبول کرلے۔یا یہ معنی کہ نصف کے ساتھ ایمان لاوے اورنصف باقی کے ساتھ بذریعہ عقل کے کفر۔افتؤمنون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض جیسا کہ مرزا قادیانی کے ہم مشربوں نے کہا ہے نؤمن ببعض و نکفر ببعض یا کوئی اورمعنی ہے،تو مرزائی صاحب بیان فرماویں اسی وجہ سے میں نے کہا ہے کہ یہ تقریر بالکل مہمل غیر منتج ہے۔فافہم

❁قولہ: مثلاً اگر عقل کو کام میں نہ لایا جاوے تو ایک اللہ تعالی کے عطیہ کو اورخصوصاً سب سے زیادہ معزز عطیہ کو معطل چھوڑنا ہے۔انتھی

❁اقول و باللّٰہ التوفیق۔کون کہتا ہے کہ عقل ودانش خداداد کو معطل چھوڑ دو۔لیکن مرزائی صاحب کے نزدیک مہاجرین وانصار سے لے کر آج تک جتنے علماء وآئمہ مجتہدین واولیاء کرام وصلحاء عظام وتمام اہل اسلام

گذرے ہیں، سب نے عقل کو جو ایک معز زعطیہ ہے معطل چھوڑا ہے، فقط ہندؤوں کی طرح ایمان بالغیب ناممکنات کے ساتھ لے آئے ہیں، جیسے معراج نبویہ بجسم عنصری و رفع مسیح و نزول بجسد عنصری و ظہور مہدی و خروج دجال و دابۃ الارض و یاجوج ماجوج و معجزات عیسوی وغیرہ۔ یہاں تک کہ مرزا غلام احمد قادیانی پیدا ہوا اور عقل کو خوب کام میں لایا قرآن و حدیث و اجماع امت میں جو جو ناممکنات تھے مثل ہنود کے ان سب کی تحریف و تاویل و تغییر کر کے انکار کر دیا، اسی واسطے اس نے سب امت کو کورا اور اندھا کہہ دیا اور کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ سے بھی غلطی ہو گئی تو کورانہ اتفاق امت کا کیا اعتبار ہے۔ اسی واسطے نبوت و رسالت کا بھی دعوی کیا ہے اور مسیحیت و ابنیت وغیرہ کا بھی ہے۔ یہ اسی عقل کے استعمال کا نتیجہ ہے جو مرزا نے کیا۔ فلا حو ل و لا قوۃ الا با للہ العلی العظیم ۔

اگر مرزائی صاحب اس معز زعطیہ کو استعمال کرتے، تو مرزا کذاب مفتری کو فوراً چھوڑ دیتے جس کے کاذب اور مفتری ہونے پر ہزار ہا دلائل عقلی و شواہد نقلی و فطرتی و شرعی و کونی موجود ہیں۔ چنانچہ عنقریب کچھ بطور نمونہ بیان ہوگا۔...

اس جگہ یہ ضرور جاننا چاہیے کہ عقل دو قسم کی ہیں: ایک عقل معارض و مناقض و مقابل کتاب و سنت و اجماع امت، دوسری عقل موافق و موید و ناصر و منقاد کتاب و سنت و اجماع امت کے۔ موافق وہ عقل ہے جس نے گواہی دی کہ محمد بن عبداللہ ﷺ نبی برحق سید الاولین والآخرین و خاتم النبیین والمرسلین صادق المصدوق مطاع واجب الاتباع ہے اور جو چیز وہ لایا ہے وہ سب بہ تمامہ حق مطابق واقعہ و نفس الامر و موافق عقل صحیح کے ہے۔ ہاں بعضے ایسے امور بھی لایا ہے جو برتر و فوق عقل ہے، نہ مخالف عقل کے۔ جو کچھ وہ نبی کہے فداہ ابی وامی ﷺ وہی حق ہے۔ عقل ناقص انسانی اسکے مقابلہ کی تاب نہیں لاسکتی۔ جو عقل اس کا مقابلہ کرے وہ عقل شیطانی ہے جس نے پہلے حکم کے مقابلہ میں کہا

انا خیر منه خلقتنی من نار و خلقته من طین

جو کچھ محمد ﷺ نے فرمایا وہ ایسا حق مطابق واقع ہے کہ کسی طرح خلاف واقع ہونا اس کا ممکن ہی نہیں، اور نہ احتمال نقیض کا رکھتا ہے۔ ایک یہ عقل ہے جیسی عقل مہاجرین و انصار و تمام صحابہ اخیار و تابعین و تبع تابعین و خیر قرون

بنص مختار و آئمہ مجتہدین وعلماء اسلام اہل سنت و جماعت در ہر قرن الی یومنا ھذا کی اور وہ کروڑھا ہیں ۔اور دوسری عقل وہ ہے جو معارض و مناقض و مخالف و معاند ہے ما جاء به الانبياء و المرسلون و ما عليه الصحابة و التابعون و الآئمة المجتهدون جیسی عقل ابلیس اور دہریوں اور نیچریوں اور مرزائیوں وغیرہم کی۔

اور جاننا چاہیے کہ عقل کبھی سچ بولتی ہے اور کبھی جھوٹ۔ جیسے عقل ہے دہریوں اور فلاسفوں، برہمو سماجیوں وغیرہ طوائف ضالین کی۔

اور کتاب و سنت صحیحہ ثابتہ اور اجماع امت کبھی جھوٹ نہیں بولتے بلکہ جو کچھ اس میں ہے سب حق ہے، باطل نہیں۔ صدق ہے، کذب نہیں۔ ہدایت ہے، گمراہی نہیں۔ بلکہ جھوٹ اس میں ممکن ہی نہیں اور نبی امی فداہ ابی وامی ﷺ صادق ہیں موافق و مخالف کے نزدیک یہاں تک کہ سخت دشمنوں نے مثل ابی لہب ملعون کے مجمع عظیم میں کہہ دیا روبرو رسول اللہ ﷺ کے ما جربنا عليك كذبة قط ایسا ہی ابوجہل نے، اور ایسا ہی امیہ بن خلف نے کہا کہ و الله ما يكذب محمد اذا حدث اس کی بی بی نے کہا و الله ما يكذب محمد (بخاری مطبوعہ احمدی ج ا ص ۵۱۳؟) وہ بے شک صادق المصدوق ہے۔

پس ہم کہتے ہیں کہ اگر تحصیل دار صاحب کے اجلاس میں کسی مقدمہ میں ایک طرف ایسے گواہ گذریں کہ کبھی مدۃ العمر میں انہوں نے جھوٹ نہیں بولا، اور صداقت کے ساتھ معروف و مشہور اور ضرب المثل ہیں، اور امکان و احتمال جھوٹ کا کبھی نہیں رکھتے، اور نہ جھوٹ کا ان پر گمان ہوسکتا ہے، اور دوسری طرف ایسے گواہ گذریں جو کبھی سچ بولتے ہیں اور سچی گواہی دیتے ہیں اور کبھی جھوٹ بولتے ہیں اور ظاہر جھوٹی گواہی دیتے ہیں، اور جھوٹ ان کا تحصیل دار صاحب کے نزدیک ثابت ہو چکا، چنانچہ آپ نے فرمایا کہ

نری عقل ہی استعمال اگر کیا جاوے تو آدمی دہریہ بن جاتا ہے (ص ۴)۔

تو پھر آپ کن گواہوں کی شہادت منظور کریں گے، اور مطابق اس کے فیصلہ دیں گے۔ البتہ جنہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا انہیں کی شہادت پر فیصلہ دیں گے دوسرے مجروحوں کا ذبوں کو ردّ کر دیں گے، اگر انصاف کام میں لاویں۔

پس ایسا ہی یہاں بھی سمجھ لیں۔ جو عقل خلاف کتاب وسنت واجماع امت کی شہادت دے اس کی شہادت کو کتاب وسنت واجماع امت کی شہادت کے مقابلہ میں ردّ کر دیں کیونکہ یہ تینوں گواہ خطا سے معصوم ہیں اور عقل غیر معصوم۔

پس جب دو ہوئی ایک موید اور ایک معارض تو آپ کا اطلاق صحیح نہ ہوا۔ اسی واسطے خاکسار کہتا ہے کہ آپ کی سب تحریر مہمل مثل اشکال عقیمہ اہل منطق کے غیر منتج ہے جس میں لبس حق کا ساتھ باطل کے ہے تمویہ کے طور پر قال اللہ تعالیٰ و لا تلبسو الحقّ با لبا طل و تکتموا الحقّ و انتم تعلمو ن۔

قولہ: اور دوسرا دین وہی دین بن جاتا ہے جو ہندوؤں کا ہے کیونکہ ایمان کے معنی بالغیب چیز کو ماننے کے ہیں اور انہوں نے اپنے بزرگوں سے تبرکاً سنا ہے کہ پتھر ولنگ کی پرستش سے آدمی نجات پا سکتا ہے اور اسی ایمان بالغیب کی رو سے وہ کاروائی کررہے ہیں۔ دویم وہ وہ ناممکنات ان کی کتابوں میں بھرے پڑے ہیں کہ ایک عاقل آدمی دیکھ کر حواس باختہ ہو جاتا ہے۔

اقول: مطلب ومقصود مرزائی صاحب کا اس قول سے یہ ہے کہ صحابہ سے لے کر آج تک جتنے مسلمان ہیں، سوائے جماعت پاک مرزائیوں کے، سب نے ہندوؤں کی طرح تبرکاً اپنے رسول ﷺ سے سن کر بلاواسطے جیسے صحابہ نے، یا بالواسطہ جو بعد میں ان کے ہیں الی یو منا ھذا ، ایمان لے آئے ہیں، اور ناممکنات کے ساتھ مثل رفع مسیح عیسی ونزول ان کا آخر زمان میں ومعراج رسول اللہ بجسد مبارک ومعجزات عیسوی مثل ابراء اکمہ و ابرص و احیاء مو تی با ذ نہ تعا لی وخلق طیر ونفخ روح کا اس میں بـا ذنہ تعا لی وخروج الدجال و دابۃ ا لا ر ض وسوائے باپ کے تولد عیسی کا وغیرہ کے اور اپنی عقل کو معطل چھوڑ دیا ہے، مگر مرزا قادیانی اور اس کی جماعت نے تبرکاً رسول اللہ کا قول نہیں مانا اور نہ ایمان بالغیب مثل ہندوؤں کے اس کے قول کے ساتھ لائے ہیں جس قول رسول اللہ کو ان کی عقل نے تسلیم کیا ہے مان لیا ہے اور جس قول رسول اور قول خدا کو ان کی عقل نے تسلیم نہیں کیا، اسے رد کر دیا بانواع حیل وتحریفات۔ اور جیسے ہندوؤں کی کتابوں میں ناممکنات بھری ہیں ایسے ہی ان مسلمانوں بے عقلوں عقل جیسے عطیہ کو چھوڑنے والوں اندھوں کی کتابوں میں بھرے ہیں جیسے خردجال وملائکہ کا نزول اور جبریل کا آنا رسول اللہ ﷺ کے پاس زمین پر وغیرہ امور عنقریب بیان ہوئے۔ پس

یہ مسلمان اگر عقل کو استعمال کرتے اور اس معزز عطیہ کو نہ چھوڑتے تو کبھی ایسے ناممکنات کے ساتھ ایمان بالغیب ہندوؤں کی طرح نہ لاتے ،مگر مرزائی جماعت عقل کو کام میں لانے والے ہندوؤں کی طرح مومن بالغیب نہیں مومن بعقولھم ہیں۔اور باقی سب مسلمانوں کا ایمان اللہ عزوجل وقیامت وملائکہ وکتب ورسل اوراخبار...وتوحیدورسالت ونبوات کے ساتھ ایسا ہی ہے جیسا ہندوؤں کا ایمان پتھروں اور لنگ پر،اور مرزائی جو بڑے عاقل ہیں مسلمانوں کے ایسے عقاید دیکھ کر حواس باختہ ہوجاتے ہیں۔

یہ ہے شرح وتفصیل مرزائی صاحب کے مدعا کی اس کلام سے۔

سبحان اللہ! یہ کیسی بے عقلی کی بات ہے۔قطع نظر اس سے جو اس میں کفرونفاق وزندقہ والحادوضلال ہے۔اور مرزائیوں اور مرزا غلام احمد قادیانی کو ایسی باتیں مناسب ہیں کہ محمدﷺ جس کی صداقت ونبوت ورسالت پر ہزار ہا آیات بینات وحجج وبراہین ومعجزات وکروڑ ہا عقول سلیمہ صحیحہ نے گواہی دی ہے اور دے رہے ہیں کہ اگر سب کا ذکر کیا جائے تو مجلدات ضخام میں نہ آسکے اور کوئی عقل مجال اس کے انکار کی نہیں لاسکتی،ان کے اتباع و پیروی کو ہندوؤں کے بزرگوں کے اتباع پر قیاس کرنا،اور محمدﷺ کی مخبرات کے ساتھ ایمان بالغیب جو ہندوؤں کے بزرگوں کے مخترعات واکاذیب پر ایمان لانے پر قیاس کرنا یہ کیسا صریح ظلم وکفرونابینائی ہے۔شاید مرزا غلام احمد قادیانی کی توتیا میں یہی تاثیر ہے کہ کفر کو ایمان اور ایمان کو کفر دیکھتے ہیں۔اللہ عزوجل فرماتا ہے:

سـاصـرف عن آيا تى الّذين يتكبّرو ن فى الار ض بغير الحق و ان يروا كل آية لا يـؤ منوا بها وان يّروا سبيل الرّشد لا يتّخذوه سبيلاً و ان يّروا سبيل الغيّ يتّخذوه سبيلا ـ ذ لك بأ نّهم كذّ بوا با يا تنا وكا نوا عنها غا فلين۔

مطلب یہ ہوا کہ مخبر صادق موید بمعجزات کی خبر پر ایمان لانا ایسا ہی ہے جیسے ہندو اپنے بزرگوں کے مفتریات واکاذیب وظنون پر ایمان لاتے ہیں۔اور قول وفعل وتقریر محمدﷺ کی حجت وبرہان ودلیل ہونے سے معزول ہے، بلکہ مثل اقوال ہندوؤں کے بزرگوں کے ہے۔اگر مرزا غلام احمد قادیانی اور مرزائیوں کی عقل شہادت دے اور قبول کرے تو مقبول ہے، ورنہ مردود۔

نـعـو ذ بـا لـلّه من هذا الكفر الصريح و الا ر تيا ب القبيح یہی ہے قیاس مع الفارق

مثل قیاس البیع علی الربا ء اور قیاس المیتۃ علی المزکی بلکہ بدتر اس سے۔تمام امور مومن بھا مسلمانوں کو اصنام ولنگ وغیرہ پر قیاس کیا ہے: زہے عقل وزہے دانش۔اور پھر اسی عقل پر ناز ہے جو نبی صادق المصدوق کو ہندوؤں کے بزرگوں پر قیاس کرتی ہے اور مسلمانوں کو ہندوؤں سے تشبیہ دیتے ہیں اور دونوں میں فرق نہیں کر سکتے۔یہ ہے مرزائی کذاب کی تعلیم کا اثر ونتیجہ فا نا للہ و انا الیہ را جعو ن

اس جگہ جاننا چاہیے کہ عقل کا فقط اسی قدر کام ہے کہ نبی صادق موید بمعجزات کو پہچان کر وہاں پہنچا دے کہ اس کی تابعداری واجب اور لازم ہے۔پھر اگر وہ عقل متناقض ہوکر کہے کہ بعضی جگہ میری بات رسول اللہ ﷺ کی بات پر مقدم جانو، یا یہ کہے کہ میری شہادت کے بغیر نہ مانو، تو وہ عقل مردود الشہادت ہے، اور اپنی بات میں متناقض۔اس کی بات نہ ماننی چاہیے۔جیسے کوئی بیمار کسی سے حکیم حاذق کا پتہ پوچھے اور وہ شخص ساتھ ہوکر حکیم حاذق تک پہنچا دے، اور حکیم صاحب اس کے لئے ایک نسخہ تجویز کریں مشک عنبر کافور زعفران۔پس بعدازاں وہ شخص جس نے حکیم صاحب کا پتہ بتایا اور حکیم صاحب کے پاس لے گیا، کہے کہ یہ نسخہ میری دانست میں صحیح نہیں ہے، یا مؤول ہے۔یعنی مشک سے مراد جند بید ستر ہے اور عنبر سے مراد حلتیت ہے، اور کافور سے مراد مصبر ہے، اور زعفران سے مراد ہلدی ہے۔پس اس وقت وہ بیمار کس کے قول پر عمل کرے؟ حکیم صاحب کے قول پر یا اس شخص کے قول پر جو حکیم نہیں ہے، یہ کہہ کر کہ یہ میرا رہنما ہے اگر اس کا قول نہ مانوں تو اس کی رہنمائی معطل ہوتی ہے۔اگر یہ نہ ہوتا تو میں حکیم صاحب کے پاس نہ پہنچ سکتا۔

یا جیسے کسی مقدمہ والے مستغیث نے کسی شخص سے تحصیل دار کے اجلاس کی جگہ کا نشان پوچھا، اور اس شخص نے تحصیل دار تک اس کو پہونچا دیا۔پھر تحصیل دار نے اس کو ایک حکم دیا اور وہ شخص برخلاف سرکاری حکم کے اور حکم اس کو دے۔تو وہ شخص کس کا حکم مانے؟ لامحالہ عقل مند یہی کہے گا کہ حکیم صاحب اور تحصیل دار صاحب کے حکم کی تابعداری اور تعمیل کرے۔

یہی مثال ہے عقل کی بہ نسبت حکم رسول اللہ ﷺ کے کہ ایسی جگہ رسول اللہ ﷺ کا حکم واجب الاتباع لازم القبول ہے اور حکم اس عقل معارض کا واجب الردّ اور غیر مقبول ہے۔یہ مثال بطریق قیاس بالاولی کے ہے کیونکہ عقل مخلوق ہے اور حکم رسول اللہ ﷺ کا حکم اللہ عزوجل کا ہے غیر مخلوق ہے۔یعنی جب تحصیل دار اور حکیم

صاحب کے مقابلہ میں عامی جاہل کا حکم مردود ہے، حالانکہ دونوں انسان مخلوق ہیں، تو عقل انسانی مخلوق کا حکم خالق کے حکم کے مقابلہ میں بطریق اولی مردود ہے۔فا عتبروا یا اولی الالبا ب ۔

مرزائی صاحب نے ایمان کے عجیب معنی کئے ہیں۔فرماتے ہیں:

ایمان کے معنی بالغیب چیز کو ماننے کے ہیں۔انتہی

اس تفسیر پر جتنے افراد بنی آدم کے ہیں تمام طوائف کے یہود و نصاری ہندو وغیرہ سب مومن ہیں کیونکہ سب کے سب کسی غائب چیز کو مانتے ہیں۔ یہ ہے فلاسفی وعلم وعقل مرزائیوں کا اور پھر اس عقل پر اتنا ناز کہ ایمان سے بھی نمبر اس کا مقدم رکھا۔فما لھئو لاء القوم لا یکادون یفقھون حدیثاً

قولہ: اور اگر نرا عقل ہی استعمال کیا جاوے، تو آدمی دہریہ بن جاتا ہے۔اور تنہا عقل کبھی آدمی کو سیراب نہیں کر سکتا۔اور آسمان وزمین کے واسطے صرف یہاں تک سوچ سکتی ہے کہ اس کا خالق ہونا چاہیے۔پس انسان کو خداوند کریم کے عطیہ کردہ ہر دو اشیاء کو استعمال کرنا چاہیے یعنی ایمان وعقل۔

اقول: پس جب عقل ایسا غدار، دھوکہ دہ، دشمن ایمانی ہے، بحدیکہ انسان کو اکفرالکافرین یعنی دہریہ بنا دیتا ہے، اور سخت خائن ہے، تو پھر اس پر کیا بھروسہ ہے۔اور وہ معزز عطیہ کس طرح ہوا؟ شاید بما جاء به الرسول کے ساتھ ایمان لانے میں تم کو دھوکہ دے بیٹھے، اور دہریہ یا مرزائی بے دین بنا دے، اس واسطے اس سے بچنا چاہیے اور خلاف کتاب وسنت واجماع امت کے اس کی بات نہ ماننی چاہیے۔اور اللہ عزوجل اور رسول خدا ﷺ تم کو کبھی ایسا دھوکہ نہیں دیتے۔ فلا تضربوا للّٰہ الامثال انّ اللہ یعلم و انتم لا تعلمون ۔ اور نہ دہریہ بنائیں گے اگر نری ان کی ہی تابعداری کرو۔

و ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی ۔

و ان تطیعوہ تھتدوا ۔

اتّبعوا ما انزل الیکم من ربّکم لا تتبعوا من دونه اولیاء

مرزائی صاحب بھی یہاں کچھ سمجھ گئے ہیں، لہذا یہاں بخلاف اور جگہ کے ایمان کا نمبر عقل سے اول رکھا ہے۔فافھم

پھر یہ قول مرزائی صاحب کا کہ نرا عقل دہریہ بنا دیتا ہے، صحیح نہیں، بلکہ باطل وخلاف نفس الامر ہے۔ کیونکہ سوائے ملل ثلث اکثر عقلاء بنی آدم نری عقل کے تابع ہیں جیسے فلاسفہ وعقلاء ہند۔ وہ سب صانع عالم کے قائل ہیں اور دہریہ پر سخت ردّ کرتے ہیں۔ کیونکہ اقرار صانع اور یہ کہ اثر بغیر موثر نے نہیں ہوتا، یہ قضاء یا فطریہ سے ہے اور اجلی بدیہات سے ہے، تابحدیکہ اطفال شیرخوار کو اگر کوئی مارے اور چھپ جاوے تو وہ روتا ہے ہر چند کہ اس کو کہا جاوے کہ تم کو کسی نے نہیں مارا بلکہ خود بہ خود اتفاقیہ تم کو یہ مار پڑ گئی ہے، تو ہرگز اس کی فطرت اس بات کو نہ مانے گی یہاں تک کہ اپنے مارنے والے کا پتہ لگا کر اس سے انتقام نہ لے صبر نہ کرے گا۔ اسی واسطے اللہ عزوجل ایسے قضایا کو بصیغہ استفہام انکاری ذکر کرتا ہے۔

افی اللّٰہ شکّ فا طر السّما وا ت وا لار ض۔

کیا اللہ میں شک ہے جو پیدا کرنے والا آسمانوں اور زمین کا ہے۔

ام خلقوا من غیر شیء ام هم الخا لقو ن۔ (الطور: ۳۵) کیا پیدا کئے گئے ہیں سوائے کسی چیز کے یعنی بغیر خالق کے وہ یا خود ہی اپنے خالق ہیں۔

اسی واسطے سے طائفہ دہریہ اقل قلیل وشاذ ونادر ہے بلکہ قریب قریب نایاب ہونے کے ہے۔ پس مرزائی صاحب کا قول کہ نرا عقل دہریہ بنا دیتا ہے کس طرح صحیح ہوسکتا ہے۔ یہ بات بالکل غلط وبے معنی ہے۔ بلکہ فطرت وہزارہا دلائل وبراہین عقلیہ صانع وخالق عالم پر گواہی دیتے ہیں:

ففی کل شیء له آ یة علی انّه سبحا نه وا حد

پس ہر شئے میں واسطے اس کے نشانی ہے اس پر کہ وہ سبحانہ ایک ہے۔ اسی لئے ایک اعرابی جاہل سے کسی نے پوچھا کہ وجود خالق پر کیا دلیل ہے؟ اس نے بہ سبب فطرت سلیمہ کے فی البدیہہ یہ جواب دیا

اثر القدم تدلّ علی المرور و البعرة تدل علی البعیر۔ فالسماوات بهذه الرفعة و الا ر ض بهذه الوسعة ا لا تدل علی الخا لق القدیر

اثر قدم کا دلالت کرتا ہے جانے والے پر، اور مینگن دلالت کرتی ہے اونٹ پر، پس کیا آسمان ساتھ اس بلندی کے اور زمین ساتھ اس فراخی کے خالق قدیر پر دلالت نہیں کرتی۔

ایضاً۔ایک عالم کے پاس ایک طائفہ دہریہ کا گیا اور کہا کہ صانع عالم کے وجود پر کیا دلیل ہے۔

عالم نے کہا کہ ذرا مجھے معاف کیجئے کہ میرا دل ایک عجیب وغریب بات میں مستغرق ومشغول ہے۔

دہریوں نے کہا کہ وہ عجیب وغریب امر کیا ہے۔

عالم نے کہا: میں نے سنا ہے کہ دریا دجلہ میں ایک بڑی کشتی ہے جو اصناف واقسام عجائب اموال سے مملو ہے۔اور وہ آتی ہے اور جاتی ہے دریا میں بغیر کسی آدمی کے کہ چلاوے اس کو، بلکہ وہ خود بخود چلتی ہے بغیر کسی آدمی کے جو اس پر خبر گیر ہو۔

دہریوں نے کہا: کیا تم دیوانے ہو؟

عالم نے کہا: میں کیسے دیوانہ ہوں؟

دہریوں نے کہا: کسی کی عقل اس کو مانتی ہے؟

عالم نے کہا: پھر کس طرح مان لیا تمہاری عقلوں نے کہ تمام جہان جو باقسام وانواع حوادث عجیبہ کے جو اس میں ہیں اور اس میں ایسے ایسے حوادث پیدا ہوتے ہیں اور اس میں اتنے ستارے چلتے ہیں بغیر کسی چلانے والے کے۔

پس فبهت الّذی کفر (پس حیران ہوا کافر) کے مطابق اپنے نفسوں کو ملامت کرنے لگے۔

لیکن اللہ عزوجل نے اثبات صانع کا بوجھ عقل پر نہیں رکھا بلکہ خود کلام اللہ میں ایسے ایسے دلائل عقلیہ سے اثبات کیا ہے کہ کوئی عاقل مناظر متکلم ایسا بیان نہ کر سکے۔پس عقل کا یہی کام ہے کہ کلام الٰہی میں تدبر کرے اور بس۔

افلا یتبدبّرو ن القر آ ن ام علی قلو ب اقفا لها ۔ ما لهؤلا ء القو م لا یکا دو ن یـفقهو ن حد یثاً ۔(آیا پس نہیں تدبر کرتے قرآن میں یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہیں۔کیا ہوا اس قوم کو کہ سمجھنے کے نزدیک نہیں آتے)۔

پس جب بقول آپ کے عقل کا صرف یہی کام ہے کہ خالق کے وجود کا قائل ہو، تو بس فیصلہ شد۔آؤ مرزائی صاحب باقی سب اصول وفروع میں بے چون وچرا کتاب وسنت کے تابع ہوویں اور عقل کو تشریع و

حکومت سے معزول کر دیں جیسا کہ مولانا مولوی عبدالواحد صاحب غزنوی نے ارشاد فرمایا۔ اس جگہ مرزائی صاحب اپنا سب لکھا ہوا منسوخ کر کے مولانا غزنوی صاحب سے متفق ہو گئے ہیں

من حيث لا يشعرون (اس طرح کہ نہیں سمجھتے)

اسی واسطے میں کہتا ہوں کہ مرزائی صاحب کی تحریر مہمل غیر منتج ہے، نہ خود کوئی نتیجہ اس سے نکال سکتے ہیں نہ کوئی اور۔ پھر میں کہتا ہوں کہ عقل صرف صانع عالم کو سوچ سکتی ہے وبس۔ یہ علم تو امر وجدانی فطرتی اور اجلی بدیہات سے ہے بغیر سوچنے سمجھنے کے معلوم ہے بلکہ سوچنا یہ ہے کہ خالق اس عالم کا علیم وحکیم ہے کہ تمام مخلوقات اس کے علم اور حکمت کی گواہی دے رہی ہے چنانچہ ہر ہر جزو اس کی حکمتوں اور فوائد وغایات محمودہ سے مملو ومشحون ہے پس وہ بے فائدہ کھیل کے کاموں سے پاک ومنزہ ہے ضرور ليجزى الصّادقين بصدقهم (الاحزاب:۲۴) تاکہ جزا دے راست بازوں کو ساتھ راستی ان کی کے۔ اور کاذبوں کو کذب کی سزا دی اس واسطے پیدا کیا۔ قال اللہ تعالیٰ:

و يتفكّرون فى خلق السّماوات والارض ربّنا ما خلقت هذا باطلا ۔
سبحانك فقنا عذاب النّار ۔ (آل عمران:۱۹۱)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مومن فکر کرتے ہیں بیچ پیدائش آسمانوں اور زمین کے۔ کہتے ہیں اے رب ہمارے نہیں پیدا کیا تو نے اس کو بے فائدہ۔ پاکی ہے تجھ کو اس سے۔ پس بچا ہم کو عذاب آگ سے۔

پھر میں کہتا ہوں کہ اگر عقل کا کام صرف یہی ہے، تو پھر یہ نتیجہ نکالنا آپ کا صحیح نہیں (پس انسان کو خداوند کریم کے عطیہ کردہ ہر دو اشیاء کو استعمال کرنا چاہیے یعنی ایمان وعقل) جب کام اس کا تمام ہو چکا تو پھر کس میں استعمال کریں۔ کیا ہر عقیدہ اور ہر مسئلہ میں اثبات صانع لے بیٹھیں گے۔ اس کا کام تو صرف اسی قدر تھا کہ اس عالم مشہود کا خالق ہے سو وہ اس نے جان لیا۔ پھر وہ آپ کے نزدیک بالکل معطل ہوا۔ اب اس معزز عطیہ کو معطل کرنے والے آپ ہیں یا ہم۔

قولہ۔ اور مبارک وہ لوگ ہیں جن میں ان ہر دو جواہر کے استعمال کا مادہ بدرجہ کمال ہے۔ مشاہدہ اس کا عمدہ گواہ ہے، مثالوں سے خط لمبا ہو جاتا ہے۔ الخ

اقول: ارے بے شک مبارک وہی لوگ ہیں جو عقل اور ایمان میں بدرجہ کمال ہیں، لیکن مرزائی صاحب نے بخوف طویل کے کوئی نظیر و مثال نہیں بیان فرمائی بلکہ مولانا غزنوی صاحب کی لیاقت وفہم پر حوالہ دیا اور مشاہدہ کی شہادت پر اکتفا کیا۔ لہذا امثال ونظیر ہم بیان کرتے ہیں۔

وہ مبارک لوگ مہاجرین وانصار ہیں، جن کو اللہ عزوجل نے اولین وآخرین سے افضل واعلم واعقل جان کر چن لیا اور اختیار کیا اپنے رسول خاتم النبیین کی صحبت کے لئے، اور قائم کرنے اپنے دین کے۔ اگر ان سے کوئی بہتر ومبارک تر ہوتا تو اس کو اس خدمت کے واسطے اصطفا واختیار کرتا، کیونکہ اللہ عزوجل حکیم وعلیم ہے محل قابل کو خوب جانتا ہے۔

اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ الا یعلم من خلق و ھو اللطیف الخبیر (اللہ زیادہ جاننے والا ہے اس محل کو جس میں رسالت رکھتا ہے۔ کیا نہیں جانتا وہ جس نے پیدا کیا اور وہ باریک بین خبردار ہے)

و ان ربك حکیم علیم (اور تحقیق رب تیرا حکمت والا دانا ہے)

أھم یقسِمون رحمۃ ربك، نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیاۃ الدنیا (الزخرف: ۳۲) (کیا وہ تقسیم کرتے ہیں رحمت تیرے رب کی۔ ہم نے تقسیم کی درمیان ان کے معیشت ان کی)

عن ابن مسعود قال من کان مستناً فلیستن بمن قد مات فان الحی لا نؤمن علیہ الفتنۃ اولئك اصحاب محمد ﷺ کانوا افضل ھذہ الامۃ ... قلوباً و اعمقھا علماً و اقلھا تکلفاً اختارھم اللہ لصحبۃ نبیہ و لاقامۃ .. دینہ فاعرفوا لھم فضلھم و اتبعوھم علی اثرھم و تمسکوا بما استطعتم من اخلاقھم و سیرھم فانھم کانوا علی الھدی المستقیم رواہ رزین (مشکوۃ۔ص۳۲)

(عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہا جو کوئی ہووے پیروی کرنے والا، پس چاہیے کہ پیروی کرے ان لوگوں کی جو فوت ہو گئے ہیں۔ اس لئے کہ زندہ فتنوں سے امن میں نہیں۔ وہ اصحاب محمد ﷺ کے ہیں کہ تھے افضل اس امت کے بہت نیک دل تمام امت سے، اور بہت عمیق رائے والے اس امت سے، اور بہت کم تکلف والے۔ اختیار کیا ان کو اللہ تعالی نے واسطے صحبت نبی اپنے کے، اور واسطے قائم کرنے دین اپنے کے۔ پس پہچانو ان کو واسطے فضیلت ان کی کے، اور پیروی کرو نقش قدم ان کی کے، اور تمسک کرو جس قدر ہو سکے تم سے انکے اخلاق اور طریقہ کے ساتھ۔ پس بتحقیق تھے وہ اوپر ہدایت مستقیم کے۔

روایت کیا اس کو رزین نے)۔

قال رسول اللہ من یعش منکم بعدی فسیری ا ختلا فاً کثیراً فعلیکم بسنّتی و سنّۃ الخلفاء الرا شدین المھد یین تمسّکوا بھا و عضّوا علیھا با لنّوا جذ و ایاکم و محد ثا ت ا لا مور فا ن کل محد ثۃ بد عۃ و کل بد عۃ ضلا لۃ ۔(ص۲۲ مشکوۃ)(فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو کوئی زندہ رہا تم میں سے پیچھے میرے، پس دیکھے گا اختلاف بہت۔ پس لازم پکڑو میری سنت کو اور سنت خلفاء راشدین ہدایت والوں کے کو۔ پنجہ مارو ساتھ اسکے اور ڈاڑھوں سے مضبوط پکڑو۔ اور بچو نئی باتوں اور کاموں سے۔ پس بتحقیق ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے)۔

قال رسول اللہ ﷺ و تفترق امّتی علی ثلث و سبعین ملّۃ کلّھم فی النار ا لا ملّۃ وا حدۃ قا لوا من ھی یا رسو ل اللہ۔ قال ما انا علیہ و ا صحا بی (مشکوۃ۔ص ۲۲)۔(فرمایا رسول اللہ ﷺ متفرق ہو جاوے گی میری امت ۷۳ ملت پر۔ وہ سب جہنم میں جائیں گے مگر ایک ملت۔ اصحاب نے عرض کیا وہ کون ہے یا رسول اللہ۔ فرمایا جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب)۔

احادیث اس باب میں بے شمار ہیں اور اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں صریح الفاظ سے خبر دی ہے کہ میں ان سے اور ان کے تابعداروں سے راضی ہوں اور وہ مجھ سے راضی ہیں۔

قال اللہ تعالی:

و السّابقو ن ا لاوّلو ن من المھا جر ین و ا لا نصار و الّذین اتّبعو ھم باحسان ر ضی اللّہ عنھم و ر ضوا عنہ (التوبہ:۱۰۰) اور سبقت لے جانے والے پہلے مہاجرین و انصار سے، اور وہ لوگ جنہوں نے ان کی تابعداری کی ہے، راضی ہوا، اللہ ان سے، اور وہ راضی ہوئے اللہ سے)

پس وہ مبارک لوگ جو عقل و ایمان میں کامل ہیں یہ لوگ ہیں بنص خدا اور رسول و اجماع امت، اور جو ان کے تابع ہیں باحسان اور تابعین و تبع تابعین و خیر قرون و آئمہ مجتہدین و علماء صالحین ہیں جو مہاجرین و انصار کے متبع ہیں الی یو م الدّین اور وہی منعم علیھم ہیں بنص قرآن نہ مبتدعین و اہل احداث در دین مثل طائفہ شاذہ مرزائیہ دور از عقل و ایمان جن کو نہ عقل سے کچھ بہرہ دیا گیا، اور نہ ایمان سے جنہوں نے صراط مستقیم کو کہ صراط منعم علیھم کا ہے من النبیین و الصد یقین و الشھداء و الصا لحین (پیغمبروں اور

صدیقوں اور شہیدوں اور صالحوں سے) چھوڑ کر اپنی ہوا، وا حداث وتشہی کے پیچھے لگ گئے ہیں۔

الّذین اتّخذوا دینهم لهوا ولعباً و غرّ تهم الحیا ة الدّ نیا (اور جنہوں نے بنایا دین اپنا بے ہودہ اور کھیل، اور فریب دیا ان کو زندگانی دنیا نے) اور قیامت کے دن دوزخ کے داروغوں کو کہیں گے

لو کنا نسمع او نعقل ما کنّا فی ا صحا ب السعیر (اگر ہم سنتے یا عقل کرتے تو نہ ہوتے دوزخیوں میں)

فاعتر فوا بذنبهم فسحقاً لا صحاب السّعیر ۔(پس اقرار کیا انہوں نے اپنے گناہ کا۔پس لعنت ہے دوزخیوں پر) کیونکہ وہ متبع غیر سبیل المومنین کے ہیں۔

قا ل الله تعا لی :و من یّشا قق الرّسو ل من بعد ما تبیّن له الهدی و یتّبع غیر سبیل المؤ منین نو لّه ما تو لّی و نصله جهنّم و سا ء ت مصیراً (اور جو مخالفت کرے رسول کی بعد اس کے کہ ظاہر ہوگئی اس کے لئے ہدایت اور تابعداری کرے سوائے رستے مومنوں کے، دھکیلتے ہیں ہم اس کو جس طرف اس نے منہ پھیرا، اور داخل کریں گے ہم اس کو جہنم میں اور بری بازگشت ہے جہنم)

اور مراد مومنین سے اس آیت میں مہاجرین وانصار ہیں جو نزول آیت کے وقت کے موجود تھے۔اللہ عزوجل وہی ایمان قبول کرتا ہے جو مثل ایمان مہاجرین وانصار کے ہوا، اور طائفہ نامبارک مرزائیہ شقاق میں ہیں۔

قا ل الله تعا لی :

فا ن آ منوا بمثل ماآ منتم به فقد اهتدوا و ان تو لّوا فا نّما هم فی شقا ق فسیکفیکهم اللّه و هو السّمیع العلیم (پس اگر ایمان لاویں مثل تمہارے ایمان کے، پس تحقیق ہدایت پائی انہوں نے۔اور اگر پھر جاویں پس سوائے اس کے نہیں کہ وہ مخالفت میں ہیں پس کفایت کرے گا تجھ کو ان سے اللہ اور وہ سننے والا جاننے والا ہے)

پس مثال ونظیر با دلائل یہ ہے اور مشاہدہ اس کا گواہ ہے۔

فا عتبروا یااو لی ا لا بصار (پس عبرت پکڑو اے آنکھوں والو)

قولہ: غرض کہ میری رائے میں عقل اور ایمان انسان کو صراط مستقیم پر قائم رکھ سکتا ہے، ورنہ انسان کی حالت خراب ہو جاتی ہے۔

اقول: بےشک، ولیکن مرزائیوں نے نہ عقل سے کام لیا، نہ ایمان سے بہرہ اٹھایا۔ اسی واسطے صــــــــرا ط مستقیم صرا ط الّذین انعمت علیهم (راہ سیدھا راہ ان لوگوں کا جن پر انعام کیا تو نے اے رب) سے بعد المشرقین کی مسافت پر جا پڑے

ســــــا ر ت مشــــــرقة و ســــــر ت مــــــغــــــر بــــــا

شتــــــا ن بيــــــن مشــــــرق و مــــــغــــــر ب

(وہ چلے مشرق کو اور میں چلا مغرب کو۔ دوری ہے درمیان مشرق کو جانے والے اور درمیان مغرب کو جانے والے کے

نــــــز لــــــوا بــــــمــــــكة فــــــي قبــــــا ئــــــل هــــــا شــــــم

و نــــــز لــــــت بــــــا لبيــــــداء ابــــــعــــــد مــــــنــــــز ل

(وہ اترے مکہ میں درمیان قبائل ہاشم کے، اور میں اترا جنگل میں جو بہت دور منزل ہے)

و الــــــلــــــه مــــــا استــــــو يــــــا و لــــــن يتــــــلا قيــــــا

حتّــــــى تشيــــــب مــــــفــــــارق الــــــغــــــر بــــــا ن

(قسم ہے اللہ کہ نہیں برابر دونوں، اور ہرگز نہ ملیں یہاں تک کہ سفید ہو جاویں سر مسافروں کے)

نہ مبتدعین واہل احداث در دین مثل طائفہ شاذہ مرزائیہ دور از عقل و ایمان، جن کو نہ عقل سے کچھ بہرہ دیا گیا اور نہ ایمان سے جنہوں نے صراط مستقیم کو صرا ط منعم علیهم کہا ہے

اسی واسطے مرزائیوں کی علمی و عملی حالت بہت خراب ہے اس لئے نہ ایمان بالغیب ہے، نہ تذکر بآیات القرآن۔ اور بے شک خداوند حکیم کا قول و فعل یہی سبق دیتا ہے۔ چنانچہ کتاب پاک و صحیفہ فطرت اور انسانی حالت اس کی گواہ ہے۔ لیکن حیف مرزائیوں نے اس سبق سے اعراض کیا اور ان کی فطرت کو مرزا قادیانی کذاب نے بگاڑ دیا۔

خلقت عبادی حنفاء فا جتبا لهم الشيا طين ۔(حدیث)

(پیدا کیا میں نے اپنے بندوں کو حنیف موحد گمراہ کیا ان کو شیاطین نے)

قولہ: جناب نے شیطان و آدم سے قصہ سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اگر وہ ایمان رکھتا اور عقل کو کام میں نہ لاتا تو کیوں

خدا کے حکم کی نافرمانی کرتا، اور بری ذلت ورسوائی کا ہار اس کے گلے میں ابدالا باد تک ڈالا جاتا۔لیکن جناب خیال فرماویں کہ میں اس سے یہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ اگر شیطان عقل کو کام میں لاتا اور سوچ لیتا کہ اچھا وہ ہے جس کو بنانے والا اچھا کہے کیونکہ بنانے والا اس چیز کی زیادہ خاصیتوں کو جانتا ہے،توانا خیر منه نہ کہتا۔

اقول: جناب مولانا صاحب نے شیطان کے قصہ سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اگر شیطان نص وامر الٰہی کے مقابلہ میں اپنی عقل ناقص سے چون وچرا نہ کرتا اور تعمیل حکم کی اور امتثال امر خداوندی کر لیتا تو بیشک اس تباہی میں نہ پڑتا شیطان کا دعوی یہ ہے انا خیر منه (میں بہتر ہوں اس سے) اس پر یہ دلیل لایا خلقتنی من نار و خلقته من طین (مجھ کو تو نے پیدا کیا آگ سے اور اس کو پیدا کیا کیچڑ سے) یعنی میرا مادہ نار ہے جو لطیف وعالی ونورانی ہے، اور آدم کا مادہ طین ہے جو کثیف وسفلی وظلمانی ہے۔ پس قطع نظر اس سے کہ یہ حجۃ صحیح ہے یا غلط، مرزائی صاحب بتاویں کہ یہ دلیل اگر عقلی نہیں تو کیا نقلی ہے۔ کیونکہ دلیل یا عقلی ہوتی ہے یا نقلی، اور دونوں صحیح بھی ہوتی ہیں اور غیر صحیح بھی۔ دلیل نقلی اگر سند ضعیف یا موضوع سے ہو، تو غیر صحیح ہے۔ اور دلیل عقلی کے کل مقدمات باطل ہوں یا بعض تو غیر صحیح ہوتی ہے۔ پس اس میں شک نہیں کہ ابلیس نے الٰہی فرمان کے مقابلہ میں عقلی دلیل پیش کی ہے گو وہ دلیل فی نفسہ باطل وفاسد ہے کیونکہ جو قیاس وعقلی دلیل نص کے مقابلہ میں وہ ہمیشہ باطل وفاسد ہوتی ہے۔ چنانچہ دلائل عقلی مرزائیوں وفلاسفوں دہریہ ونیچریوں وغیرھم کی اور پہلے بسط سے بیان ہو چکا ہے کہ عقل دو ہیں ایک موافق نصوص اور مخالف ومعارض نصوص

عقلان عقل بالنصوص مؤیّد
ومؤید بالمنطق الیونان

(عقل دو ہیں ایک عقل ساتھ نصوص کے تائید کیا گیا ہے۔ اور دوسرا عقل ساتھ منطق یونانی کے تائید کیا گیا ہے)

واللہ ما استویا ولن یتلاقیا
حتی تشیب مفارق الغربان

(قسم ہے خدا کی ہرگز دونوں عقل برابر نہیں، اور نہ کبھی ملاقات کریں گے یہاں تک کہ سفید ہو جاویں سر کے بال مسافروں کے)

میں پھر کہتا ہوں کہ مرزائی صاحب جو تدبیر ونصیحت شیطان کے واسطے تجویز فرماتے ہیں خود کیوں

اس پر عمل درآمد نہیں فرماتے اور کیوں اپنے نفس پر یہ شعر سعدی کا نہیں پڑھتے

اگر شاہ روز را گوید شب است ایں
بباید گفت اینک ماہ و پرویں

اور معجزات عیسوی و رفع و نزول مسیح بجسد عنصری و معراج نبوی و ملائکہ وغیرہ نہیں مانتے بسبب ہذیان ودلیل شیطانی مرزا قادیانی کے اور کیوں آیت و لکن رسول اللّٰہ و خاتم النّبیین کو نہیں مانتے۔ گویا شیطان را نصیحت و خود را فضیحت کرتے ہیں۔ اور کیوں نہیں کہتے کہ صحیح بات وہی ہے جو خدا نے فرمائی اور اس کے رسول نے فرمائی کیونکہ وہ بہ نسبت ہمارے اچھا جانتا ہے، اور ہم ایک ناچیز ہستی ہیں اس کے مقابلہ کی تاب نہیں رکھتے۔ اگر مرزائی صاحب عقل کو کام میں لاتے اور سوچ لیتے کہ اچھا وہ ہے جس کو بنانے والا اچھا کہے کیونکہ بنانے والا اس چیز کی زیادہ خاصیتوں کو جانتا ہے، تو مہاجرین وانصار و متبعین سنت نبوی کے مقابلہ میں مرزا قادیانی پلید انجس واخبث کو اچھا نہ کہتے اور هو افضل من بعض النبیین نہ بولتے، کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے و السّابقون الاولون ..اور مرزا قادیانی بالکل ان کا مخالف ہے۔ اور اگر مرزا قادیانی بھی عقل کو کام میں لاتا تو شیطان کی طرح حضرت عیسی بن مریم کے مقابلہ میں انا خیر منه نہ کہتا، چنانچہ شیطان نے آدم کے مقابلہ میں انا خیر منه کہا تھا۔

قولہ: غرض کہ مذکورہ بالا وجوہات سے میری یہ رائے ہے کہ عقل اور ایمان دونوں کا استعمال ہر ایک امر میں ضروری ہے۔

اقول: وجوہات مذکورہ بالا جو کچھ ہیں وہ خود معلوم ہیں اور ان کی تردید و وجوہ تناقضات بیان ہو چکے ہیں۔ اول تو کوئی وجہ صحیح معقول آپ نے تحریر نہیں کی اور اگر باوجود غیر صحیح ہونے کے ذکر بھی کی ہے، تو نتیجہ اس کا مطابق نہیں، فی نفسہ صحیح بھی نہیں اور معقول معنی بھی نہیں نکلتا بجز لفاظی اور تمویہ اور تناقض کے، بلکہ عقل کو تو آپ نے بعد اثبات صانع کے اپنے منصب سے معزول اور معطل کر دیا۔ اور مجرد ایمان بالغیب لانے کو ہندوؤں کا مذہب قرار دیا۔ اور پھر عقل بے چاری پر ناحق تہمت دہریت کی لگائی۔ اور پھر اثبات صانع کی خدمت اس کو سپرد کر کے اور بعدہ اس کو پنشن خوار کر دیا۔ یہ وجوہات ہیں۔ ہاں البتہ جو آپ نے شیطان کو نصیحت کی ہے، وہ البتہ

ٹھیک ہے لیکن افسوس کہ مرزائی جماعت اس نصیحت کی تعمیل نہیں کرتے اور نہ آپ اس پر کاربند ہیں۔

لم تقو لو ن ما لا تفعلو ن۔ کبر مقتاً عند اللّٰہ ان تقو لوا ما لا تفعلو ن

(کیوں کہتے ہو جو نہیں کرتے۔ بڑے غضب کی بات ہے نزدیک خدا کے یہ کہ تم کہو وہ، جو نہیں کرتے ہو)

قولہ: اور جہاں عقل کام نہ کرے، وہاں تنہاء ایمان پر بات چھوڑنی چاہیے۔

اقول: کیا نہایت اعلیٰ درجہ کا سچ وحق ہے، اگر اس پر عمل بھی ہو۔ جب مرزائیوں کی عقل امور ایمانیہ مثل بے باپ مسیح کا پیدا ہونا اور رفع ونزول ان کا بجسد عنصری و معجزات عیسوی و دجال ودابۃ الارض وغیرہ کے سمجھنے میں کام نہیں کرتے، تو تنہا ایمان پر کیوں بات نہیں چھوڑتے۔ یہی تو عین مطلب و مدعا وخلاصہ تحریر مولانا صاحب غزنوی کا تھا۔ وبس

فقام یعمل ایا ماً تو یۃً۔ و شبہ الماء بعد الجھد بالماء

(ٹھہرا رہا کئی دن استعمال کرتا رہا فکر اپنا۔ اور مشابہ کیا پانی کو بڑی کوشش واجتہاد کے بعد ساتھ پانی کے)۔

مرزائی صاحب نے سارا زور لگایا۔ آخر بڑی کوشش سے وہی بات ثابت کی جو مولانا غزنوی صاحب نے تمہید میں بیان کی تھی، اور اللہ عزوجل نے انہیں کی زبان پر حق صریح جاری کر دیا من حیث لا یشعرو ن (جس جگہ سے نہیں سمجھتے)

عدو شود سبب خیر اگر خدا خواہد
خمیر مایہ دکان شیشہ گر سنگ است

یہ بھی ایک کرامت ہے مولانا عبدالواحد صاحب غزنوی کی۔ فتذ کر

اگر اس قول کو شیطان کی نصیحت کے ساتھ ضم کیا جاوے، تو بہت ہی اچھا نتیجہ نکلتا ہے کہ نصوص کے مقابلہ میں ہرگز عقل کو کام میں نہ لاوے، بلکہ بے چون وچرا مان لے۔ اور یہی خلاصہ ہے تقریر مولانا عبدالواحد غزنوی صاحب کا و بس

تاللّٰہ قد لاح الصّباح لمن لہ
عینان نحو الفجر ناظرتان

(خدا کی قسم بے شک ظاہر ہوگئی صبح جس کے واسطے، دو آنکھیں ہیں فجر کی طرف دیکھنے والی)

و اخو العمایة فی عمایتہ یقول

اللیل بعدا یستوی الرجلان

(اور اندھا اپنی نابینائی میں کہتا ہے اب تک رات ہے، کیا برابر ہیں دونوں شخص)

قولہ: مرزا صاحب قادیانی کے ہم کوئی معتقد نہیں۔ ذرا توجہ سے سنیں۔ مشن اسکولوں میں پڑھ کر اور شہروں میں رہ رہ کر پادریوں سے بحثیں کر کے ہم کو اسلام ہوّا معلوم ہونے لگا تھا، اور کوئی شخص مسلمانوں سے غیر مذاہب والوں کو تو چھوڑ وہمارا اطمینان نہیں کر سکتا تھا کہ اسلام کو غیر دینوں پر کیا فوقیت حاصل ہے۔

اقول: سراسر خلاف واقع ونفس الامر کے ہے۔ بلکہ آپ معتقد و دلدادہ اور اس کے دام میں پھنس ہوئے ہیں کہ اگر ہزار ہا دلائل عقلی ونقلی مرزا قادیانی کے کذاب ومفتری علی اللہ ہونے پر قطعی ویقینی سنیں، کبھی توجہ تک نہیں کرتے۔ اور اگرچہ وہ صریح صریح کفر کے کلمے زبان سے نکالے اور رسالت ونبوت کا دعوی علی رؤس الاشہاد کرے، پھر بھی وہ بقول آپ کے آپ کا سید و مولی ہے۔ آپ نے زہر مرزائیت ومحدثات کے کھا لئے اور رگ وریشہ میں سرایت کر گئے۔ اب نجات ورجوع براہ مہاجرین وانصار نہایت مشکل۔ الا ان یّشاء ربّی وسع ربّی کل شیء علماً ہم نے توجہ سے آپ کی بات سنی، لیکن آپ بھی براہ عنایت ذرا توجہ سے سنیں اور غور فرماویں۔

آپ اصول اسلام سے بہت ہی بے خبر ہیں۔ اسی واسطے آپ کو اسلام ہوّا نظر آنے لگا بسبب تشکیکات پادریوں ضالوں کے، ورنہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے یعنی انسان کا وجود ہوا، ایسا خبیث وناپاک مذہب اور خلاف عقل ونقل دنیا میں نہیں ہوا جیسا پادریوں احمقوں کا ہے۔

بے شک آپ سچ فرماتے ہیں یہ اثر مشن سکولوں اور کفار معلموں کی تربیت کا ہے کہ آپ مرزا قادیانی جیسے نا اہل دشمن عقل وایمان کذاب مفتری علی اللہ کے پیچھے دوڑے اور لگے باتیں بنانے کہ اسلام پر ہر طرف سے زبردست حملے کئے جاتے ہیں۔ وغیرہ۔ وہ کیا چیز ہیں کہ اسلام پر حملے کرتے۔ ان کے تمام حملوں و اعتراضوں وشکوک وشبہات کا جواب فضلائے اسلام نے بخوب وجہ دے دیا ہے، اور دیتے ہیں۔ اور جواب

بھی دونوں قسم کا، الزامی و تحقیقی ولیکن

چو آں کرمے کہ در سنگے نہاں است

زمین و آسمان او ہماں است

آپ نے فقط براہین دیکھی ہے جس میں بجز دلائل نبوت کے جو بطور سرقہ اور چوری کے علماء اسلام سے لے کر ،کچھ باتیں اپنی درج کر کے، کچھ اشتہار و دعاوی وقسمیں کھا کر، آپ جیسے سادہ لوحوں کو جو بقول خود کفاروں کی تربیت وتعلیم یافتہ قواعد واصول اسلام سے ناواقف تھے، مبہوت کر کے اپنا چیلا وغلام دام افتادہ بنالیا

ورنہ تشریف لائیے میں آپ کو تمام مضمون براہین احمدیہ کا جو صحیح ہے، عربی کتابوں کے ایک صفحہ بلکہ آدھ صفحہ میں بتا دیتا ہوں۔ بلکہ اس سے ہزار درجہ بہتر۔ بشرطیکہ آپ خلوص نیت وطلب حق کے واسطے آویں اور آپ مسترشد ہوں، نہ مکابر ومتعصب ومعاند کی شکل میں۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ نے نصاری کے ردّ میں کتاب لکھی ہے چار جلدوں میں۔ نام اس کا ہے الجوا ب الصحیح لمن بدّ ل دین المسیح ۔اور علامہ شمس الدین محمد بن ابی بکر معروف بحافظ ابن القیم نے رد نصاری میں بہت بڑی کتاب لکھی ہے ھدا یة الحیاری فی الرد علی النصاری ۔اور علامہ آلوسی نے بھی بڑی عمدہ کتاب لکھی ہے۔ وغیر ذلک۔ اور فارسی اردو میں بھی بہت کتابیں ہیں۔ مولوی رحمت اللہ کیرانوی مرحوم کی کتابیں دیکھی ہوتیں۔

مرزائی صاحب فرماتے ہیں کہ علماء اسلام نہ ہماری تسلی کر سکتے ہیں، اور نہ مخالفین کو جواب معقول دیتے ہیں۔ اگر ہم ان سے پوچھتے تو ہم کو کفر کا فتوی سناتے ہیں۔

یہ بات بالکل غلط ہے۔ جو عالم ہو کتاب وسنت کا وہ کبھی سائل مسترشد کو نہ کافر کہتا ہے اور نہ گانے سناتا ہے۔ لیکن مرزائی بے چارے اگر ایسے ایسے حیلے حوالے اکاذیب ومفتریات لفاظی خوض بے جا نہ کر کے دکھائیں تو کریں کیا، اور سوائے اس کے اور ان کے پاس ہے کیا۔ عقل صحیح ان کے پاس نہیں۔ نقل صحیح صریح کو لاتیں مار رہے ہیں۔ مہاجرین وانصار سے لے کر آج تک تمام علماء کو کورا اور اندھا کہہ کر فارغ البال ہو بیٹھے ہیں۔ اب توکل اعتماد و آسرا ان کا مجرد بے معنی ومہمل تقریروں پر آرہا ہے۔

ورنہ مرزا قادیانی نے کیا کیا، خاک جو اس کے سر پر پڑی، سوائے اس کہ میں عیسی ہوں، مثیل مسیح ہوں، مہدی ہوں، مجدد ہوں، نبی ہوں، محدث ہوں، رسول ہوں، محمد ہوں، احمد ہوں، مرسل یزدانی مامور رحمانی ہوں، وغیرہ اور پادریوں کے مقابلہ میں امرتسر میں جو ذلت اٹھائی اور دو چیلے اس کے اسی بحث میں عیسائی ہو گئے، اور پھر شیطانی الہام منہ سے نکال کر دوبارہ ذلیل و روسیاہ ہوا۔ نہ اس کی کتابوں میں بحث توکل کی ہے، نہ صبر، نہ شکر، نہ انابت، نہ توبہ، نہ مراقبہ، نہ استقامہ، نہ تقوی، نہ رضا، نہ توحید، نہ کوئی مقامات اولیاء و سالکین میں سے، بس یہ کہ پیسہ دو، چندہ دو، منارہ فرعونی کے واسطے اتنا چاہیے، مسیح کی قبر کے واسطے اتنا چاہیے، تا کہ پتا لگائیں کہ کہاں ہے وغیرہ۔ اس نے آپ کے پھنسانے کے لئے صیاد کی طرح براہین کو بطور دانہ ڈالا۔ پھر ازالۃ الایمان کے دام میں پھنسا کر ایک کشش سے اسلام کے احاطہ سے باہر اور دور پھینک دیا۔ اور عجب یہ کہ اب تک آپ کہتے جاتے ہیں کہ ہم معتقد مرزا صاحب کے نہیں۔ شاید معتقدوں کے سر پر سینگ ہوتے ہوں گے۔ خیر آگے چلئے۔

قولہ: لکن جناب خیال فرماویں کہ موجودہ وقت میں ہمارا نظر ذرا اس سے بھی زیادہ اونچا ہو گیا ہے یعنی یہ کہ جب تک مرزا صاحب ہمارے رب العالمین الرحمٰن الرحیم مالک کی عظمت میں لگا ہوا ہے جب تک کہ وہ ہمارے سید و مولی فخر بنی آدم و سرور کائنات کی عظمت کا مداح اور ثابت کرنے والا ہے جب تک کہ دین اسلام کی فضیلت کا تاج عقل و نقل و الہام کے بابرکت ہاتھ سے دنیا کے سر پر رکھتا ہے ہمارا سید و مولی ہے اور یہی سنت و فرائض منصبی و علت غائی نبیوں کے لئے تھا اور قرآن حمید اس کا گواہ ہے۔ پس ہم کو اس بات سے کوئی غرض نہیں کہ وہ اپنے آپ کو نبی کہتا ہے، یا رسول، یا ولی، یا کچھ اور۔ ہم کو تو اصل سے مدعا ہے، لفظی تنازعات سے غرض نہیں۔

اقول: نعوذ باللہ من الزیغ و الارتداد (پناہ مانگتے ہیں ہم اللہ کے ساتھ کجروی اور مرتد ہونے سے) مرزا غلام احمد قادیانی مفتری علی اللہ نے مرزائیوں کو افتراء وا کاذیب وغیرہ کا ایسا منشّی معجون کھلایا کہ ان بے چاروں کو مست، مسلوب الحواس کر دیا، یا یہ کہ مسحور و مطبوب کر دیا کہ ایسی ایسی مختلط باتیں کرتے ہیں اور ان کو کوئی ہوش نہیں آتے گویا ان کی آنکھوں میں خاک ڈال دی پھر وہ کیسے سمجھیں صم بکم عمی فھم لا یرجعون

انّا لله و انّا الیه را جعو ن موجودہ وقت میں ان کی نظراور اونچی ہوگئی ہے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ اول مرزا در پردہ نبوۃ و رسالت کا دعوی کرتا تھا اور کبھی نبوت کو تحدیث کے سانچے میں ڈھال کر دعوی کرتا اور کبھی نبوت ناقصہ اپنے واسطے ثابت کرتا اور کبھی مرزائیوں کی آنکھ میں خاک ڈالنے کو صاف و مطلق نبوت سے انکار کر جاتا اور کہتا:

من نیستم رسول نیاوردہ ام کتاب

اور اس وقت جب مرزائیوں کو کہا جاتا کہ تمہارے گرو نے پیغمبری کا دعوی کیا ہے، تو سب یک قلم منکر ہو جاتے اور کہتے کہ یہ الزام و بہتان ہے۔

اس وقت ذرا ان کی نظر نیچی تھی۔اب جب مرزا قادیانی تحدیث و نبوت ناقصہ سے اونچا ہوا اور اپنے آپ کو اولوالعزم انبیاء سے بھی افضل کہتا ہے۔چنانچہ کہتا ہے:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔اوس سے بہتر غلام احمد ہے

اور ازالہ ایک غلطی کا چھاپ کر مرزائیوں کا منہ کالا کیا، اور لوگوں میں اپنے چیلوں کو ایسا ذلیل و رسوا کیا کہ کوئی تاویل نہیں کر سکتے اور نہ انکار کر سکتے ہیں کہ اس نے دعوی نبوت کا نہیں کیا اس واسطے موجودہ وقت میں ذرا نظر ان کی اور اونچی ہوگئی ہے کیونکہ ارتداد کے منارے کی چوٹی پر جا پہنچے ہیں۔اگر سچا نبی ہے تو ایمان اس پر واجب اور فرض ہے اور اگر جھوٹا نبی ہے تو انکار و لعن و طرد اس کا لازم ہے۔پھر یہ کیا معنی کہ ہم کو اس سے کوئی غرض نہیں یہ بھی ایک چالا کی اور دھوکہ ہے ان کا فا عتبروا یا اولی الا بصار (پس جانچو اے بصارت والو)

پھر میں کہتا ہوں کہ مرزائیوں کی بصارت میں کتنا فرق آ گیا ہے اور ان کی بصیرت کس طرح بالکل کالعدم ہوگئی ہے۔مرزا غلام احمد قادیانی کو باوجود ایسی ایسی کفریات کے بیان کرنے والا عظمت بیان کرنے والا ،و مداح رب العالمین وسید المرسلین و دین اسلام کا جاننا فلا حول و لا قوۃ الّا با لله العلی العظیم سبحا ن الله یہ عظمت اللہ، اور رسول اللہ اور اسلام کی ہے کہ رب العالمین کے واسطے بیٹا ثابت کرنا استعارہ کی آڑ میں اور یہ منصب اپنے نفس کے واسطے متعین کرنا جیسا یہودیوں نے کہا تھا استعارے سے نحن ابناء الله اور اللہ عزوجل کی قدرت کاملہ سے منکر ہو کر اس کو عاجز و ناتواں قرار دیا کہ نہ انسان کو بجسد عنصری آسمان پر

لے جاسکتا ہے اور نہ کرہ زمہریر اس کے قبضہ اختیار میں ہے، اور نہ خرق افلاک اوس کے قدرت میں، اور نہ خرق عادات و اظہار معجزات اس کی طاقت میں، اور نہ بے طعام و شراب اور ٹٹی پھرنے کے حضرت عیسی کو آسمانوں پر زندہ رکھنا اس کی استطاعت میں، اور نہ حشر اجساد وغیرہ پر وہ قادر ہے، اور نہ بے باپ آدمی پیدا کر سکتا ہے، اور نہ وہ اپنی باتوں اور وعدوں اور خبروں میں سچا ہے و غیرہ ذ لك من الكفر یا ت

یہ ہے عظمت اس کذاب کی اللہ عزوجل کے واسطے۔ اور اللہ عزوجل کے رسولوں، محبوبوں، پیاروں کو سخت گالیاں و فحش و ہتک آمیز الفاظ سے یاد کرتا ہے۔ خصوصاً حضرت عیسیٰؑ کے حق میں تو بہت ہی دریدہ وہنی کی۔ ان کے حق میں یہ الفاظ بولے۔ نقل کفر کفر نباشد:

چور، جھوٹا، نادان، موٹی عقل والا، بے جا حرکت کرنے والا، علمی قوی میں بہت کچا، شریر، مکار، فریبی، شعبدہ باز، مسمریزم یعنی سحر کا کام کرنے والا، جس کی تین دادیاں و نانیاں کسبی زنا کار تھیں۔

متکبر، ناپاک خیال، راست بازوں کا دشمن وغیرہ۔

یہ سب گونہ ضمیمہ انجام آتھم میں کھایا اور تمام جد عیسی کو زنا کار کہا، اور کہا کہ عیسی کیوں ایسے بدچلن نہ ہوں کہ جدی مناسبت درمیان ہے نعو ذ با لله من هذا الكفر

اور انجام آتھم کے صفحہ ۴۱ پر کہا کہ:

مریم کا بیٹا کشلیا کے بیٹے سے کچھ زیادت نہیں رکھتا۔ (اور کشلیا رام چندر کی ماں کا نام ہے)۔

جاننا چاہیے کہ جد تمام انبیاء کے اور خاندان ان کا ایک ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ذرية بعضها من بعض ۔ (اولاد ہے بعض ان کی بعض سے)

اور فرمایا:

و نو حاً هد ينا من قبل و من ذريته دا ؤد و سليما ن و ايو ب و يوسف و موسى و ها رو ن و كذ لك نجزى المحسنين۔ و ذكر يا و يحيى و عيسى و الياس كل من الصا لحين۔ و اسما عيل و اليسع و يو نس و لو طاً و كلاً فضلنا على العا لمين۔ و من آ با ء هم و ذر يّا تهم و اخوا نهم و اجتبينا هم و

هـديـناهم الى صرا ط مستقيم ۔ ذلك هد ی الله يهدی به من يشاء من عبا ده ، و لو اشر کوا لحبط عنهم ما کا نوا يعملو ن ۔ او لئك الذين ء ا تينا هم الکتا ب و الـحـکـم والـنبـوـة فـا ن يـکـفـر بهـا هؤلا ء فقد و کّلنا بها قو ماً ليسوا بها بـکـافرين ۔ او لئك الذين هد ی الله فبهدا هم اقتده۔ (الانعام: ۸۴۔۹۰)اورنوح کو ہدایت کی تھی ہم نے پہلے اس سے اوراولا داس کی میں سے داؤدکواورسلیمان کواورایوب کواور یوسف کواورموسیٰ کواور ہارون کواوراسی طرح جزا دیتے ہیں ہم احسان کرنے والوں کو۔اورزکریا کواور یحیٰ کواورعیسیٰ کواورالیاس کواور ہر یک صالحوں میں سے تھااوراسماعیل کواورالیسع اور یونس اورلوط کواور ہرایک کو بزرگی دی ہے ہم نے اوپر عالموں کےاور باپوں ان کے سےاوراولا دان کی سےاور بھائیوں ان کے سےاور پسند کیا ہم نے ان کواور ہدایت کی ہم نے ان کوطرف سیدگی راہ کے..تا...پس ساتھ ہدایت ان کی کے پیروی کرتو۔ الانعام۔رکوع ۱۵)۔

گویا یہ قذف و رمی اس پلید کی آدم سے لے کر محمد ﷺ تک سب کوشامل ہے

قـا ل الـله تعا لی: انّ اللّه ا صطفی آ د م و نو حاً و آ ل ابرا هيم و آ ل عمرا ن علی العا لمين ذريّة بعضها من بعض و اللّه سميع عليم

کیونکہ جتنے پیغمبر ابراہیم سے پیچھے آئے ہیں وہ سب ابراہیم خلیل الرحمٰن کی نسل سے ہیں۔

حافظ ابن قیم زادالمعادجلد ثانی صفحہ ۳۶۸ میں فرماتے ہیں:

فـا نّ الـلّـه سبـحـا نه جعل عيسی من ذرية ابرا هيم بوا سطة مر يم امه و هی من عصيم ذرية ۔ انتهی

اورابراہیم ونوح آدم کی نسل سےاور کہتا ہےعیسیٰ کے معجزوں کی نسبت کہ ان کے ہاتھ میں بجز مکر وفریب کےاور کچھ نہ تھااوراگر میں ان باتوں کوقابل نفرت نہ جانتا توان اعجوبہ نمائیوں میں ابن مریم سے کم نہ رہتا۔

اوراللہ عزوجل عیسیٰ کی والدہ اصـطـفـا ہ علی نساء العا لمين کےحق میں شہادت صدیقیت کے دیتا ہےفرمایا و امّه صدّيقه (اورعیسیٰ کی ماں نہائت سچی ہے) اور یہ مرزا قادیانی ان کی تکذیب کرتا ہے۔

وہ فرماتی ہیں:

انّـی یکو ن لی غلا م و لم یمسسنی بشر و لم اك بغیا۔ قا ل کذا لك قا ل ر بك هـو علیّ هین و لنجعله آ یة للناس و ر حمة منا و کا ن امرا مقضیاً۔.. ا لآ یه

(مـر یم : ۲۰۔۲۱) (کس طرح ہوگا میرا بیٹا اور ہاتھ نہیں لگا یا مجھ کو کسی آ دمی نے اور نہیں ہوں میں زنا کار۔ کہا جبر یل نے اسی طرح ہے۔ کہا رب تیرے نے یہ میرے اوپر آ سان ہے)۔

اور یہ مرزا قادیانی کہتا ہے کہ یوسف نجار کا بیٹا ہے جیسا کہ یہود کہتے ہیں۔

اور کہتا ہے کہ جتنی پیش گوئیاں عیسی کی جھوٹی نکلی ہیں کسی نبی کی نہیں نکلیں۔

دیکھو سب انبیاء کی پیش گوئیوں کی صریح تکذیب کی۔ اس (مرزا قادیانی) کی اب تک ایک پیش گوئی بھی جھوٹی نہیں ہوئی۔ نعوذ باللہ۔ اور محمد ﷺ کی معراج کا انکار اور ان کی نبوت کا بھی در پردہ انکار کرتا ہے، جب کہتا ہے کہ کوئی فرشتہ زمین پر نہیں اتر سکتا کیونکہ وہ روحانیات کواکب کے ہیں اور کواکب سے ہرگز جدا نہیں ہو سکتے اور جبریل روح آفتاب کا ہے اور وہ اس سے جدا نہیں ہو سکتا۔ اور اسکا اثر سب پر مساوی پڑتا ہے حتی کہ زانیہ پر حالت زنا میں۔ اور رسول اللہ ﷺ خود آسمان پر جا نہیں سکتے۔ پس نبوۃ ان کی کیسے ہوئی اور قرآن شریف کلام الہی کیسے بنی۔ اگر نبی ہیں تو سب ہیں حتی کہ زانیہ حالت زنا میں بھی۔ یہ تمام نبوات کا صریح انکار ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ کو کہتا ہے کہ انہوں نے اپنی پیش گوئی کا مطلب نہیں سمجھا اور نہ معنی سورہ زلزال و حشر ونشر واشراط کبری قیامت صغری کے آیات کا مطلب سمجھا، اور نہ دجال و یاجوج ماجوج ودابۃ الارض کی حقیقت سمجھے جیسے مرزا سمجھے، اور خلاف آیت

لا تسبّوا الّذین ید عو ن من دو ن اللّه فیسبّوا اللّه عدوا بغیر علم

(مت گالی دو ان کو جن کو مشرک پکارتے ہیں سوائے خدا کے، پس وہ گالی دیں گے اللہ کو ضد سے بغیر علم کے)

کا کر کے عیسائیوں اور ہندوؤں کے معبودوں کو گالی دے کر رسول اللہ ﷺ کو سب سے گندی گالی دلوائیں۔ وغیرہ۔ یہ ہے عظمت بیان کرنی اس خبیث کی، رسول اللہ ﷺ کی اور باقی انبیاء کی و مدح اس کی۔

اب سنو عظمت اسلام کی جو وہ کرتا ہے بناء عظمت اسلام کی اللہ عز وجل اور انبیاء اور صحابہ کرام کی عظمت بیان کرنے سے ہوتی ہے۔ سو عظمت رب العالمین وانبیاء

اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسا لتہ ا لا یعلم من خلق و ھو ا للطیف ا لخبیر و ان ربك حکیم و علیم اھم یقسمو ن ر حمۃ ر بك نحن قسمنا ہ

کی جو وہ کرتا ہے وہ ابھی بیان ہو چکا۔

اب باقی سنو۔صحابہ سے لے کر آج تک سب علماء کو رواندھے ہیں،مرزا قادیانی کے نزدیک صرف سوجا کھہ اور بینا فقط یک چشم دجال ہے۔اور علماء اسلام کو ایسے القاب سے یاد کیا۔تمام علماء کو یہودی کہا،اور مولوی سید نذیر حسین مرحوم کہ شیخ الکل ہیں اور مولوی رشید احمد صاحب وغیرھم کے حق میں یہ الفاظ بولے:

حرامزادہ،بدذات،ضال دجال کاذب،شیطان اعمی،غول اغوی،شقی ملعون لعنتی خنزیر کتا۔

اور اسلام کے دشمنوں کی تعریف کرتا ہے۔بابا نانک کو پاک وجود اور جو اس کے خلاف کہے اس کو لعنت دیتا ہے۔اور نانک کی کرامتیں ذکر کرتا ہے۔دیکھو مرزا قادیانی کی کتاب ست بچن۔

انبیاء کے معجزوں سے انکار اور نانک کی کرامتوں کا اقرار۔عیسی وانبیاء کی وعلماء اسلام کی ہتک اور نانک کی تعریف۔اور سب اصول اسلام سے انکار کر کے اپنی نبوت کا اقرار۔کبھی اپنے نامراد بیٹے کو اللہ پاک سے تشبیہ دے کر کہتا ہے

کانّ اللہ نز ل من السماء (گویا خدا اتر آیا آسمان سے)

اور کبھی اپنے نفس کو اللہ عزوجل سے تشبیہ دیتا ہے کہ:

میں خود خدا بن گیا اور آسمان وزمین بنائی اور آدم کو پیدا کیا۔

اور کبھی اللہ کا بیٹا بنتا ہے۔وغیرہ۔

یہ ہے عظمت بیان کرنی اس کی اللہ اور رسول اللہ ﷺ واسلام کی۔یہ ہیں کرتوت واعمال نامہ اس رسول کا جس کا تخت گاہ قادیان ہے۔بقول اس کے۔فعلیہ لعنۃ اللہ و الملا ئکۃ و النّاس اجمعین (پس اسپر ہو لعنت اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام مخلوق کی) بیشک یہ اثر مشن اسکول اور کفار معلموں کا ہے کہ اب بھی مرزائی صاحب کو وہ اسلام جو حقیقی وقدیمی ومنزّل اسلام ہے جس پر مہاجرین وانصار تھے ہوّا نظر آتا ہے اور دل سے اس سے متنفر ہیں اور جس نام کے اسلام مصنوعی کو آپ محبوب سمجھیں ہیں وہ یہود ونصاری وہنود کے کفر سے بدتر

ہے اور صریح الحاد و زندقہ وارتداد ہے ۔مرزائی صاحب اس لیاقت پر عیسائی سے بحث کا شوق رکھتے ہیں یہ تمنا بھی عجب ہے۔

آپ لائق عیسائی سے کب بحث کر سکتے ہیں جب پیر و مرشد سید مولی آپ کا امرتسر میں عبداللہ آتھم عیسائی کے مقابلہ و مباحثہ میں ایسا مبہوت ولا جواب ہوا اور ہار گیا کہ اسی وقت اس کے دو چیلے مرتد عیسائی ہو گئے اور پھر دوبارہ شیطانی الہام کی ژٹل ہانک کر پندرہ ماہ کے بعد ایسا ذلیل و خوار و روسیاہ تمام دنیا میں ہوا کہ کوئی آدمی کیا ،خنزیر و گدھا بھی ایسا ذلیل و بے عزت نہ ہوا ہوگا۔

پھر مرزائی صاحب کو یہ لکھتے ہوئے شرم نہ آئی کہ دین اسلام کی فضیلت کا تاج عقل و نقل والہام کے بابرکت ہاتھ سے دنیا کے سر پر رکھتا ہے ہمارا سید و مولا ہے۔

کیونکہ مرزا کذاب نقل سے جاہل، عقل صحیح سے بمراحل دور، جھوٹے الہام کے بے برکت ہاتھ نے اس کے منہ پر ذلت و رسوائی کی سیاہی مل دی۔ایسی کہ کبھی دھونے سے نہ اترے، بلکہ اور بڑھتی جائے۔عبداللہ آتھم و منکوحہ آسمانی و بشیر والے الہام کی برکت بھول گئی۔وغیرہ۔

لیکن شاباش مرزائیوں کی حیا و شرم و سفید چشمی و عیاری پر کہ اب تک الہام الہام پکارتے جاتے ہیں۔ایسی عقل کے پتلوں پر کیا امید ہدایت ہوسکتی ہے صم بکم عمی فهم لا يرجعون (بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں پس وہ وہ بحق رجوع نہیں کرتے)

پھر یہاں ایسی تعریف کر کے اپنا سید و مولی بنایا اور آگے مرزائی صاحب لکھ آئے ہیں کہ میں مرزا کا معتقد نہیں ۔ یہ کیسا تناقض و خلاف واقع ہے ۔اور پھر مرزا قادیانی کی بدمعاشی و تحریف و زندقہ والحاد کو کہتے ہیں کہ یہی سنت و فرائض منصبی و علت غائی نبیوں کے لئے تھی ۔گویا نبوت اور لوازم اس کے مرزا قادیانی کے واسطے ثابت کرتے ہیں۔ہم کہتے ہیں سبحانك هذا بهتان عظيم (پاک ہے تو اللہ۔یہ ہے بہتان بڑا)

مرزائی صاحب نے نہ خدا کو پہچانا، نہ رسول اللہ ﷺ کو، نہ صحابہ کو، نہ دین اسلام کو، نہ قرآن کو۔ بلکہ خود مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی نہیں پہچانا۔فقط مشن سے نکل کر ناگاہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پنجہ میں گرفتار ہو گئے ۔ بقول خود پرانے عیسائیوں کے پنجہ سے نکلے اور نئے عیسائیوں کے دام میں پھنس گئے ۔مرزا غلام احمد قادیانی کو اس

وقت پہچانیں گے جب کہیں گے

یا لیتنی اتّخذت مع الرسول سبیلا ۔یا و یلتی لیتنی لم ا تّخذ فلا ناً خلیلاً لقد ا ضلّنی عن الذّکر بعد اذ جاء نی و کا ن الشیطا ن للا نسا ن خذو لا

(اے کاش میں پکڑ تا رسول کے ساتھ راستہ ۔اے خرابی کاش کے میں نہ پکڑ تا فلانے (مثل مرزا) کو دلی دوست ۔البتہ تحقیق اس نے گمراہ کیا مجھ کو قرآن سے بعد اس کے کہ آ گیا تھا میرے پاس اور ہے شیطان آدمی کو خوار کرنے والا)

فرماتے ہیں کہ مجھ کو اس بات سے کوئی غرض نہیں کہ وہ اپنے آپ کو نبی کہتا ہے، یا رسول، یا ولی، یا کچھ اور۔ نعوذ باللہ من غضب اللہ و اللعن و الرین (پناہ پکڑتے ہیں ہم ساتھ اللہ کے غضب سے اور لعن اور سیاہی و تباہی دل سے) تمام مسلمانوں کے نزدیک سب مخلوقات سے افضل و بہتر انبیاء ہیں ا۔ور تمام مخلوقات سے بدتر اور خبیث تر اور ظالم تر وہ شخص ہے جو نبی نہ ہو اور کذب و افتراء سے دعوی نبوت و رسالت و وحی کا کر کے اپنے آپ کو نبی و رسول کہے۔ دلیل و حجت اس بات کی یہ آیت ہے:

و من اظلم ممّن افتری علی اللہ کذ باً او قا ل او حی الیّ و لم یو ح الیہ شیء و من قا ل سا نز ل مثل ما انز ل اللہ ۔(الانعام)

(اور کون ظالم زیادہ ہے اس سے جو باندھے اللہ پر جھوٹ، اور کہے وحی کیا گیا میری طرف اور حالانکہ نہیں وحی کیا گیا طرف اس کے کچھ، اور جو کہے اتاروں گا مثل اس کے کہ اتارا اللہ نے ..الخ)

لیکن مرزائی صاحب کو اس سے کیا غرض۔ سبحان اللہ! اس جگہ مرزائی صاحب نے اول مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریف و تخریب و ہذیان و بے ایمانی کو فرائض منصبی و علت غائی انبیاء کی کہی اور منصب نبوۃ اس خبیث اخبث کے واسطے تجویز کیا اور پھر دل میں اس کے نبوت و رسالت پر ایمان لا کر دھوکہ دہی کے طور پر فرماتے ہیں: کہ ہم کو اس سے کوئی غرض نہیں۔

دیکھو مرزائیوں کی چالا کی۔ اور پھر کہا کہ قرآن حمید اس پر گواہ ہے۔ اگر مراد اس سے آیت مذکورہ و من اظلم ممّن افتری علی اللہ کذ باً او قا ل او حی الیّ و لم یو ح الیہ شیء و من قا ل سا نز ل مثل ما انز ل اللہ ۔(الانعام) ہو تو بے شک ہمارا بھی اس پر صاد ہے کہ قرآن شریف اس کے

کفر و بے ایمانی پر گواہ ہے، ورنہ کوئی اور شہادت قرآن کی تو ہم کو معلوم نہیں۔ ذرا مرزائی صاحب بیان تو فرماویں۔اور عجب درعجب یہ کہ اس کو لفظی تنازعات کی فہرست میں شمار کیا۔ جو اصل اصول نزاع اہل علم وایمان واہل جہل وارتداد کا ہے۔ بھلا اب تک کسی نے مسئلہ نبوت ورسالت ودعوی نبوت کو لفظی تنازعات میں ذکر کیا ہے۔ ذرا ایک شخص سے تو نقل فرماویں علماء امت سے۔ ہم سب اہل اسلام مرزا غلام احمد قادیانی کو انہیں کفریات کی وجہ سے کافر وملعون کہتے ہیں، اور مرزائی ہم کو گمراہ و کافر کہتے ہیں۔ بھلا لفظی تنازعات کی وجہ سے کوئی کافر ہوسکتا ہے۔ ہرگز نہیں، بلکہ اصلی تنازع جو فروعات میں ہو، وہ بھی مضر نہیں۔ چہ جائے کہ مجرد لفظی تنازع ہو۔ جس کا معنی یہ ہے کہ مطلب دونوں فریق کا ایک ہی ہے۔ فقط تعبیر واطلاق لفظ کا فرق ہے۔ یہ ہے علم وایمان و فہم ونیک نیتی مرزائی صاحب کی مدعا یہ ہوا کہ اگرچہ جھوٹا دعوی نبوت کا کرے پھر بھی ہمارا سید ومولی ہے۔

یا یہ ہوا کہ وہ سچا نبی ہے ہم اس پر ایمان لائے اور وہ ہمارا سید ومولی ہے ہر دو تقدیر پر جو نتیجہ نکلتا ہے ناظرین نکال سکتے ہیں۔ یہ ہے چال بوزنوں کی۔

و لقد علمتم الذين اعتدوا منكم في السبت فقلنا لهم كونوا قردة خاسئين

(اور بتحقیق جان لیا تم نے ان لوگوں کو جو حد سے گذر گئے تم میں سے ہفتہ کی تعظیم میں پس کہا ہم نے ان کو ہو جا ہو بندر نامراد)

بلکہ ان سے ہزاروں درجہ بڑھ کر، کیونکہ انہوں نے بوزنہ پن عملیات میں کیا۔اور مرزائی صاحب بوزنہ گری عملیات واعتقادیات میں کرتے ہیں۔ پس اگر توبہ نہ کریں تو تمام جماعت منتظر رہیں خطاب قہر آلود کونوا قردة خاسئین کے مرزائی صاحب نے اس قول سے، یا کچھ اور کچھ ہی سمجھ میں آتا ہے، یعنی اگر فرعون کی طرح انا ربکم الاعلی بھی مرزا قادیانی کہہ دے تو بھی ہمارا سید ومولا ہے اور یہ بھی تنازعات لفظی ہیں کیونکہ زبان ہی سے الفاظ نکالے جاتے ہیں۔

قولہ: اور جب ذرا بھی مخالف ہو جاوے اس کی تقریر وتحریر میں کسی قدر بھی کسر شان ان ہر سہ عالی شان مضامین کا پایا جاوے، تو خواہ وہ کتنا ہی اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرے اور خواہ وہ کتنی ہی تسبیحوں کا ہار باندھ کر گلے میں ڈالے، یا شب وروز سنت نری کی پیروی میں اپنے آپ کو غرق بتلاوے ہم اس کو اسی وقت شیطان الانس مانیں

گے اور اس کے ساتھ اگر ہو سکے تو جہاد کریں گے۔ انتہی

اقول: هداك الله ثم جزاك الله۔ اگر آپ راستی وصداقت وانصاف سے یہ بات کہتے ہیں تو ہم نے بڑی مخالفت اس کے تینوں مضامین میں ثابت کر دکھائی ہے اور بڑی کسر شان اس کی اللہ عزوجل ورسول اللہ ﷺ کے حق میں مدلل ومبرھن بیان کی۔ اب آیئے اس شیطان الانس کو مانئے اور اس کے ساتھ جہاد بھی کیجئے۔ قلم و لسان سے ہو یا جو ہم نے لکھا ہے اس کا خلاف واقع ہونا حجۃ و برہان سے ثابت کیجئے مخالف ہونا اس کا دلیل سے بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے اور ایفاء عہد آپ کے ذمہ پر ہے۔

سو ہم نے بیان کافی کر دیا آپ بھی بحکم اوفوا بالعهد انّ العهد كان مسؤلا (پورا کرو عہد کو بے شک عہد سے سوال ہوگا) اپنا عہد پورا کریں اور ایسے بے دین مخالف خدا رسول واسلام کو اپنا سید ومولی نہ بنائیں اس نے تو تسبیحوں کے ہار کے بدلے لعنتوں کا ہار اپنے گلے میں ڈالا ہے۔ سعدی ہندی فرماتا ہے

پڑے گی ہر طرف سے تجھ پہ لعنت
بس اب ہر وقت رہ طیار مرزا
ذرا خوش ہو کے گھر جا کر دکھانا
گلے میں لعنتوں کا ہار مرزا

قولہ: ہم کو رسول وغیرہ سے کچھ غرض نہیں ہم اپنے مدعا کو جانتے ہیں۔

اقول: اس کا جواب ہم ابھی دے چکے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی سب انبیاء کی توہین علی رؤس الاشہاد کرتا ہے اور گستاخی جناب باری تعالی کے حق میں اور تحقیر اسلام ومسلمانوں میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑتا ہے، لیکن اگر مرزائی صاحب ہماری آنکھوں سے دیکھیں

فعين الرضا عن كل عيب كليلة
ولكن عين السخط تبدى المساويا

(پس آنکھ رضامندی کی ہر عیب سے کند ونابینا ہے ولیکن آنکھ غصے کی ظاہر کرتی ہے برائیوں کو)

وہ تو ان مضامین ثلاثہ کا ایک ذرہ بھر بھی موافق نہیں وہ بالکل تمام شرائع ودیانات سے خارج ہے علماً وعملاً قولاً

اصولاً فعلاً فروعاً مبدء ومعاداً پس آپ کو چاہیے کہ اس کو شیاطین الانس والجن سے بدتر وملعون تر جانیں اگر اپنے قول میں صادق ہیں۔

اور یہ بھی بیان ہو چکا کہ اب مرزائیوں نے اور ڈھنگ بدلا ہے اور ان کی نظر ذرا اونچی ہوگئی ہے اول ہمیشہ مسلمانوں کے مقابلہ میں جب ان کو الزام دیا جاتا تھا کہ تمہارا گرو پیغمبری ورسالت کا دعوی کرتا ہے تو صاف کہتے کہ ہرگز نہیں یہ جھوٹ وافتراء ہے۔ پھر مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں سے نکال کران کا منہ کالا کیا جاتا توضیح مرام وفتح اسلام وازالہ اوہام ودافع الوساوس وغیرہ سے پھر لگتے بے تکی تاویلیں بنانے اور مرزا غلام احمد قادیانی بھی ایک اور رسالہ یا اشتہار نکال کر (کہ میں نبی ہوں یا رسول ہوں اور میرے اوپر یہ الہام اترا یـا ایھـا الـنّـاس انّی رسول الله الیکم جمیعاً وغیرہ) ان کا منہ کالا کرتا اور مسلمانوں کی تصدیق کر دیتا تا بحدیکہ اشتہار: ازالہ ایک غلطی کا، نکال کر اپنے سب مریدوں کو جاہل نادان کہہ کر لکھا کہ جب مخالفین کی طرف سے سوال ہوتا ہے،

کہ تمہارے پیر ومرشد نے نبوت ورسالت کا دعوی کیا ہے وہ نادان ناواقف جواب میں انکار کر جاتے ہیں۔،

حالانکہ صحیح نہیں۔ مریدوں بے چاروں کا کیا قصور، وہ تو سادہ لوح ہیں۔ بے چارے تیرے دام میں پھنسے ہوئے نیم جان تو بے ایمان منافق خود کہتا ہے:

من نیستم رسول ونیاوردہ ام کتاب

پھر ان کو کیوں جاہل نادان بتاتا ہے۔

اس اشتہار نے مرزائیوں کی سخت روسیاہی کی اور باقی سب مسلمانوں کی تصدیق۔

پھر دافع البلاء نکال کر تو خاتمہ ہی کر دیا۔ اب مرزائیوں غریبوں یتیموں بے چاروں مظلوموں کو مجال انکار کی نہ رہی اور نہ تاویل کر سکیں گے۔ لاچار ہو کر جب اور کچھ بات نہیں بنتی کہنے لگے ہم کو اس سے کچھ غرض نہیں کہ اپنے آپ کو نبی کہے یا رسول انہیں واقعات کی طرف اشارہ ہے۔ مرزائی صاحب کے اس قول میں کہ موجودہ وقت میں ہمارا نظر ذرہ اس سے اونچا ہو گیا ہے یعنی اب ہم ذرہ بے دینی والحاد وزندقہ وجہالت کے صدر نشین اور رسوائی کے بالا خانے پر چڑھ گئے ہیں اور بے حیائی وبے شرمی وبے غیرتی کا اعلی پاس کر لیا ہے کہ

گو وہ مرزا علیہ اللعنۃ تمام شرائع و دیانات کا منکر ہو کر دعویٰ نبوت و رسالت کا بھی کرے تو بھی وہ ہمارا سید و مولا ہے۔ واہ مرزائی صاحب آپ بھی عجب اور آپ کی چالاکی و دھوکہ بازی اور عقل عقل پکارنا بھی عجب کہ سب تقریر آپ کی لغو اور اکاذیب اور فریب اور دھوکہ اور خالی بے معنی لفاظی کا مجموعہ ہے۔ بھلا کوئی عقل مند آپ کی تسوید سے کوئی ایک بات صحیح غیر متضاد تو نکال دے کبھی نہ نکال سکے گا میں دعویٰ سے کہتا ہوں اور نہ آپ خود کوئی مطلب اپنی تحریر کا نکال سکیں گے اور نہ سمجھتے ہیں کہ ہماری شفتین سے کیا نکلتا ہے۔

پھر میں کہتا ہوں کہ اگر سیاق وسباق کے سبب حسن ظن نہ کریں تو یہ کلمہ صریح کفر کا ہے کہ ہم کو رسول وغیرہ سے کچھ غرض نہیں ہم اپنے مدعا کو جانتے ہیں اس کا ظاہر معنی یہ ہے کہ ہم اپنے مدعا کے مقابلہ میں رسول وغیرہ سے بھی کچھ غرض نہیں رکھتے لیکن ہم حسن ظن وسیاق وسباق سے کہتے ہیں کہ مراد آپ کی یہ نہیں بلکہ وہ مراد ہے آپ کی جس کا ہم نے جواب لکھ دیا ہے۔

قولہ: ہم نے وہ لوگ بھی دیکھے ہیں اور سب سے زیادہ اس وقت موجود ہیں جو سبحانی ما اعظم شانی کہنے والے کو سردار خلیل اولیاء مانتے ہیں اور انا الحق کہنے والے کو سردار خلق..الخ

اقول: جواب اس تلبیس کا سیف المسلول فی نحر شاتم الرسول میں صفحہ ۳۱ سے ۳۲ تک بخوب وجہ دے دیا گیا ہے وہاں سے دیکھ لیں لیکن یہاں بھی کچھ تھوڑا سا لکھتا ہوں جو وہاں نہیں لکھا گیا۔

سو جاننا چاہیے کہ سبحانی ما اعظم شانی کی نسبت حضرت ابو یزید بسطامی کی طرف کرتے ہیں لیکن اول تو یہ نسبت ان کی طرف صحیح نہیں بہتان ہے۔ چنانچہ ایک جماعت علماء نے تصریح کی ہے اور اگر بفرض محال صحیح بھی مان لیا جائے تو وہ اس میں معذور ہیں کہ حالت بے اختیاری وسکر حال کے وقت ان سے یہ کلمات سرزد ہوئے ہیں، ویا انہوں نے حکایتاً کہا اور سامعین نے غلطی سے ان کی طرف منسوب کر دیا جیسا کوئی کسی کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنے لا الہ الا انا فاعبدنی (طٰہٰ:۱۴) چنانچہ امام اعظم غزالی وغیرہ علماء کے کلام سے معلوم کر لو گے۔ انشاء اللہ

اور یہ قاعدہ مسلمہ ہے تمام علماء کے نزدیک جس شخص کے عقاید و عملیات موافق کتاب وسنت وسلف امت کے ہوں اور اس سے کوئی بدعت احداث فی الدین ماثور نہ ہوا اور اہل بدع واہواء کے طوائف سے بعید ہو

اور متبع مہاجرین وانصار کا ہو چنانچہ حضرت ابا یزید بسطامی قدس سرہ ورحمۃ اللہ علیہ ہیں ایسے شخص سے اگر کوئی کلمہ خلاف شرع منقول ہو تو اس کی تاویل ومحمل حسن نکالنا بسبب حسن ظن کے واجب ولازم ہے کیونکہ

و اذا الحبيب اتى بذنب واحد

جاءت محاسنه بالف شفيع

(جب دوست ایک گناہ کرے اس کی خوبیاں ہزار سفارش کرنے والے لاتے ہیں)

اور اگر ایسے شخص سے جو مبتدع ملحد زندیق مخالف کتاب وسنۃ واجماع امت وسلف امہ وآئمہ امت مفتری بیدین ہوا ایسا کلمہ سرزد ہو جو خلاف شرع شریف کا ہو جیسا مرزا غلام احمد ہے جس نے ادعا نبوت ورسالت وغیرہ کفریات بار بار خود لکھ کر طبع کر کے تمام دنیا میں فتنہ برپا کر دیا اس کی تاویل کرنی ناجائز وحرام ہے اور ظلم وبے دینی۔ پس اب استشہاد کے لئے علماء کے اقوال سنئیے

قال الامام السخاوی فی کتابه القول المبنی عن ترجمة ابن عربی

ثم ان ... اول کلامهم و حمل على المحامل الحسنة لم يقع لهم من تلك الكلمات الا نادر مع كونها ممن جعل الله لهم فى الامة لسان صدق و لهم يذكر احد منهم ببدع و لا تزندق و لا شك فى يقين ذلك و لا مانع من اختلاف الاحكام لما يقتضيه المقام و لهذا قال تقى الدين ابن تيميه ما نصت؟ انا نيمز بين الآئمة الذين لهم فى الامة لسان صدق الذين لم تعرف لهم بدعة ظاهرة فى اصول الدين و بين اهل البدع المشهورة فى الاصول او المقالات... مخالفة ظاهرة الكتاب و الرسول مثل الحلاج و ابن عربى و ابن سبعين و امثالهم من ذوى الالحاد و آئمة الاتحاد و مثل الجهم ابن صفوان و الجعد بن درهم و امثالهم من الجهمية و سبقه سيد شيوخ الصوفية بالاتفاق الشهاب ابو حفص السهروردی فانه فی عوارفه لما ذکر من تشبه بالصوفية و ليس منهم ـ قال و من جملة اولئك قوم يقولون

بـالحو ل و يز عمو ن ان الله تعا لى يحل فيهم او يحل فى اجسا مهم يصطفيها و يسبـق الـى فهـو مـعهم معنى قو ل النصارى فى ا لكا هو ت و الناسو ت و ما يـحـكـى عـن ابـى يز يد البسطا مى من قو له سبحا نى حا شا ا نعتقد فى ابى يزيد انه يقو ل ذ لك الّا على سبيل الحكا ية عن الله سبحا نه و لو علمنا انه ذكر ذلك القو ل مضمراً لشىء من الحلو ل ردد ناه كما نرد هم

قـا ل فقد اتا نا الر سو ل ﷺ بشريعة بيضا ء نقية يستقيم بها كل معو ج و قـد دلتـنـا عـقـو لـنـا على ما يجوز و صف الله تعا لى به و ما لا يجوز و ا الله تـعالى عز و جل منزه عن ان يجعل بشىء او يحل به شىء الخ .(انتهى من ص ٩ ؛ الى ان قال فى ص ١٠) و سبقه حجة ا لاسلا م ابو حا مد الغزا لى فى المقصد ا لا سنى فـى ا لاسـمـا ء الحسنى فقا ل فى ا ثنا ء كلا مه و قو ل من قا ل منهم انا الحق فـامـا ان يـكـو ن معنا ه معنى قو ل الشاعر : انا من اهوى ۔ و اما ان يكو ن قد غـلـط فى ذلك كما غلط النصارى فى ظلهم؟ اتحاد ا للا هو ت با لنا سوت ۔ و قو ل ابى يز يد ان صح عنه سبحا نى ما اظم شا نى اما ان يكو ن ذ لك جارياً عـلـى لسا نه فى معرض الحكا ية عن الله كما لو سمع وهو يقو ل لا اله ا لا انا فا عبد نى لكان يحمل على الحكا ية و اما ان يكو ن قد شا هد كما ل حظه من صفة القدس كما ذكر نا فى التر قى بالمعرفة عن المو هو ما ت و المحسوسات و بالهمة عن الحظو ظ و الشهوا ت فا خبر عن قدس نفسه و قا ل سبحا نى و ر أى عـظـم شـا نه با لا ضافة الى شا ن عمو م الخلق فقا ل ما اعظم شا نى و هـو مـع ذ لك يـعلم ان قد سه وعظم شا نه با لا ضا فةالى الخلق و لا نسبة له الى قدس الر ب تعا لى وعظم شا نه ۔

و يـكـو ن قـد جـرى هـذا الـلـفـظ فـى سكر و غلبات حال فا ن الر جوع الى

الصحو و اعتدا ل الحا ل یوجب حفظ ا للسان عن ا لا لفا ظ المو همة و حا ل السکـر ر بما لا یحتمل ذلك فا ن جاوزت هذین التا ویلین الی الا تحاد فذ لك محا ل قطعاً فلا تنظر الی منا صب الر جال حتی تصدق بالمحا ل بل ینبغی ان تعرف الر جا ل بالحق لا لحق با لر جا ل ۔ انتهی

و بالجملة فمن اشتهرت و لایته ممن لم یعرف مذاهب المبتد عة یجب تنز یهه عن قول ما یخا لف الشریعة اما بتجو یز ان ا د خل فی کلا مه او بعد م صحة ا لا سناد الیه و اما با لو هم او کو نه نقله من کلا م بعض الحشویة و الملا حدة غا فلاً عما فیه من محذور فا لا و لیاء غیر معصو مین عن ذ لك بخلاف غیر هم فمن علم بفساد العقیدة و کثرة المنا کیر فی کلا مه فتنز یهه لیس بمر ضی ۔ انتهی ما ار د نا نقله ۔

و قا ل فی مو ضع آ خر من الکتا ب المذ کور صفحه ۸۸ نا قلاً عن شیخ الاسلا م ابن تیمیه ان بعض ذوی ا لا حوا ل قد یحصل له فی حا ل الفنا به .. قا صر سکر و غیبة عن السوی و السکر و جد بلا تمیز قد یقو ل فی تلك الحالة سبحا نی او ما فی الجبة ا لّا الله او غیر ذا لك من الکلما ت التی تو ثر عن ابی یز ید البسطا می ر ضی الله عنه او غیره من ا لا صحا ب و کلمات السکر حقها تطوی فلا تر وی اذا لم یکن سکره بسبب محظور من .. محر مة او و جد منهی عنه ۔ فا ما اذا کا ن السبب... لم یکن السکر ان معذوراً لا فر ق فی ذلك بین السکر الجسما نی و الرو حا نی سکر ا لا جسا م با لطعا م و الشرا ب و سکر النفوس با لصور و سکر ا لاروا ح با لا صوات و فی مثل هذا الحا ل غلط من غلط ید عی ا لا تحاد و الحلو ل ببعض مثل دعوی النصاری فی المسیح و دعوی الغا لے فی علی و آ ئمة اهل البیت و دعوی

قوم من الجهال الغالية فی مثل الحلاج او یونس القتیبی او الحاکم بمصر او غیر ھم .. الخ انتھی

(کہاامام سخاوی نے اپنے کتاب القول المبنی عن ترجمہ ابن عربی میں ..پھر وہ لوگ کہ تاویل کی جاتی ہے کلام ان کے کی اور حمل کی جاتی ہے کلام ان کی اچھی وجھوں پر نہیں واقع ہوئے ان سے ایسے کلمات مگر نادر بہت کم باوجود(اس کے کہ وہ ان لوگوں سے ہیں کہ اللہ نے سچی زبان عطا کی ہے ان کے لئے امت میں اور نہیں ذکر کیا گیا کوئی ان میں سے بدعت کے ساتھ اور نہ زندیقیت کے ساتھ اور اس بات کے متعین ہونے میں کوئی شک اور کوئی مانع نہیں مختلف ہونے حکموں سے بسبب اقتضاء مقام کے اس لئے شیخ الاسلام تقی الدین ابن تیمیہ نے فرمایا ہم تمیز وفرق کرتے ہیں درمیان امامان دین کے جن کے لئے امت میں لسان صدق ہے جس سے کوئی بدعت ظاہرہ اصول دین میں نہیں نقل ہوئی اور نہ درمیان اہل بدعت کے جن سے بدعات اصول دین میں شہرت کو پہنچے اور مقالات مخالف ظاہر کتاب اور سنت رسول کے سرزد ہوئے مثل منصور حلاج وابن عربی وابن سبعین اور امثال ان کے کے جو ملحد اور پیشوا وجودیوں کے ہیں۔اور مثل جہم بن صفوان اور جعد بن درہم وامثال ان کے کے جہمیوں میں سے۔اور آگے اس سے سید مشائخ صوفیہ بالاتفاق شہاب ابوحفص سہروردی نے اپنی کتاب عوارف میں جس جگہ ان لوگوں کا ذکر کیا جو صوفیوں کے ہم شکل ہیں اور درحقیقت صوفی نہیں فرمایا ازانجملہ وہ قوم ہے جو قائل ہے حلول کی اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالی ان میں حلول کرتا ہے یا حلول کرتا ہے ان اجسام میں جن کو چن لیتا ہے اور ان کے فہم میں نصاری کے قول کا مضمون آیا جو لاہوت اور ناسوت میں ہے اور جو حکایت کی جاتی ہے بایزید بسطامی سے کہ اس نے سبحانی کہا حاشا ہم یہ اعتقاد کرتے کہ وہ یہ کہتا ہے مگر بر سبیل حکایت اللہ عزوجل سے اور اگر ہم جانیں فرضاً کہ اس نے کہا ہے حلول کے اعتقاد سے رد کریں ہم اس کو جیسا کہ ہم رد کرتے ہیں ان کو فرمایا پس تحقیق آیا ہمارے پاس رسول ﷺ ساتھ شریعت سفید ستھری کے کہ سیدھا ہوتا ہے ساتھ اس کے ہر ٹیڑھا اور تحقیق دلالت کیا ہم کو عقلوں ہماری نے اوپر اس چیز کے کہ جائز ہے وصف کرنا اللہ تعالی کا ساتھ اس کے اور اس چیز پر کہ ناجائز ہے اور اللہ تعالی پاک ہے اس سے کہ حلول کرے کسی چیز میں یا حلول کرے کوئی چیز اس میں۔تا آخر،اس جگہ تک کہ کہا،اور قبل ازیں حجۃ الاسلام ابوحامد غزالی نے فرمایا بیچ کتاب المقصد الاسنی فی الاسماء الحسنی کے فرمایا اپنے کلام کے درمیان۔اور قول اس شخص کا جس نے کہا ان سے انا الحق یعنی میں خدا ہوں۔پس ہوگا معنی اس کا قول شاعر کا،میں وہ ہوں جس کو دوست رکھتا ہوں۔اور یا یہ غلط ہو گیا اس میں جس طرح نصاری غلط ہوئے اپنے گمان میں کہ لاہوت متحد ہوا ساتھ ناسوت کے اور قول ابی یزید کا اگر صحیح ہوا اور اس سے سبحانی ما اعظم شانی یا یہ کہ جاری ہوا ہو یہ کلمہ ان کی زبان پر بطور حکایت کے اللہ سے جیسا کہ اگر سنا جاوے اور وہ یہ آیت پڑھتے ہوں نہیں کوئی الہ مگر میں پس عبادت کر میری۔البتہ حمل کیا جاوے گا حکایت پر،اور یا یہ کہ انہوں نے مشاہدہ کیا کمال حظ اپنا صفت قدس سے چنانچہ ذکر کیا ہم نے بیچ ترقی کے ساتھ معرفت کے موہومات اور محسوسات سے اور ساتھ

ہمت کے حظوظ سے اور شہوات سے پس خبر دیا اپنی قدس نفس سے اور کہا سبحانی اور دیکھا اپنی عظیم شان کو بہ نسبت شان عام خلق کے پس کہا ما اعظم شانی اور وہ باوجود اس کے جانتا ہے کہ قدس و عظم شان اس کا بہ نسبت خلق کے ہے اور کچھ نسبت نہیں اس کو قدس رب تعالی سے اور عظم شان اس کی سے اور جاری ہوا ہو یہ نقطہ حالت سکر و غلبہ حال میں کیونکہ رجوع۔

بحالت ہوشیاری و اعتدال حال واجب ہوا کرتا ہے حفظ لسان کو الفاظ موہمہ سے اور حال سکر کا بسا اوقات نہیں برداشت کرتا اس کے پس اگر تجاوز کرے تو ان دونوں تاویلوں سے طرف اتحاد کے پس وہ محال ہے قطعاً پس نہ دیکھ طرف متعصب مردوں کے تاکہ محال کی تصدیق نہ کرے تو بلکہ چاہیے کہ تو مردوں کو پہچانے ساتھ حق کے نہ حق کو ساتھ مردوں کے۔ ختم ہوا کلام حضرت امام غزالی کا۔

حاصل کلام کا یہ ہوا کہ جو کوئی مشہور ہو ولایت اس کی ان لوگوں سے کہ نہیں پہچانتے مذاہب بدعتیوں کے واجب ہے پاک کرنا اس کا ایسی بات سے جو مخالف ہو شریعت کے یا ساتھ تجویز اس بات کی کہ داخل کیا گیا ہو اس کے کلام میں، یا ساتھ نہ صحیح ہوتے اسناد کی طرف اس کی یا ساتھ وہم کے یا یہ کہ نقل کیا انہوں نے بعض حشویہ اور ملاحدہ کے کلام سے غافل ہو کر اس سے جو اس میں خرابی ہے پس اولیا غیر معصوم ہیں اس سے برخلاف غیر ان کے جن کا فساد عقیدہ کا اور منکرات کے کثرت اس کے کلام میں معلوم و مشہور ہو پس تنزیہ و پاکی اس کے ہرگز پسند نہیں۔ ختم ہوا جو کچھ چاہا ہم نے نقول کرنا اس کا۔

اور کہا دوسری جگہ کتاب مذکور کے صفحہ ۸۸ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے نقل کر کے۔

یہ بعض صاحب احوال کو کبھی حاصل ہوتا ہے حالت فناء قاصر میں نشہ اور غائب ہونا ماسوی اللہ اور سکر و نشہ.. وجد ہوتا ہے سوائے تمیز کے پس کہتا ہے اس حالت میں سبحانی یعنی میں پاک ہوں یا نہیں اس جبہ میں... یا مثل اس کے ان کلمات سے جو نقل کئے جاتے ہیں ابی یزید بسطامی سے یا غیر اس سے ہمارے رفقاء سے اور کلمات سکر کے لائق یہ ہے کہ لپیٹے جاویں نہ روایت کئے جاویں اور جب نہ ہو سکر بسبب ممنوع کے مثل حرام یا وجد ممنوع کے پس جب ہو بسبب .. کے نہ ہوگا سکر والا معذور اس میں فرق نہیں درمیان سکر جسمانی اور روحانی کے، سکر اجسام کا ساتھ کھانے پینے کے
اور سکر نفوس کا ساتھ حسین صورتوں کے اور سکر ارواح کا ساتھ سرود کے اور مثل اسی حال سے غلط ہوا جو دعوی کرتا ہے اتحاد اور حلول کا بعض اشخاص میں مثل دعوی نصاری کے مسیح میں اور دعوی غالی شیعوں کا حضرت علی میں اور اماماں اہل بیت میں اور دعوی ایک قوم جہال غلول کرنے والوں کا مثل حلاج اور یونس قتیبی اور حاکم مصر وغیرہ میں۔ ختم ہوئی نقل)

ان نقول علماء مشہورین سے حال حلاج کا بھی بخوبی معلوم ہو گیا اور سیف مسلول میں منصور حلاج کے بارہ میں فتوی شیخ الاسلام کا منقول ہے وہاں سے دیکھ لیں اور وہی فتوی مرزا قادیانی کے حق میں بعینہ تجویز کر لیں چنانچہ شیخ الاسلام نے لکھا اور نواب صدیق حسن خان مرحوم نے حجج الکرامۃ میں اس کو شعبدہ بازوں ساحروں میں شمار کیا اور شیخ الاسلام سے نقل کیا اور جو لوگ دعوی حلول و اتحاد کا کرتے ہیں منصور حلاج

وغیرہ میں وہ اس بارہ میں نصاری سے بدتر ہیں

قال شیخ الاسلام ابن تیمیہ ۔ نقل عنه الامام السخاوی فی الکتاب المذکور

و هؤلاء لدعواهم الاتحاد لغیر المسیح شر من النصاری فان المسیح صلوات الله علیه و سلامه افضل من کل لیس بنبی بل هو افضل من جماهیر الانبیاء و المرسلین فاذا کان من ادعی اللاهوت اتحد به کافراً فکیف بمن ادعی ذلك فی من هو دونه و هذا الاتحاد الخاص غیر الاتحاد و الحلول العام .. الی آخر ما بین..

فرمایا شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے، نقل کیا ان سے امام سخاوی نے کتاب مذکور میں، اور یہ لوگ بسبب دعوی ان کے اتحاد غیر مسیح میں وہ بدتر ہیں نصاری سے کیونکہ افضل ہیں تمام ان لوگوں سے جو پیغمبر نہیں ہیں بلکہ وہ افضل ہیں جماہیر انبیاء و مرسلین سے۔ پس جب ہوا وہ شخص کہ دعوی کرے کہ لاہوت متحد ہوئی ساتھ عیسی کے کافر پس کس طرح کافر نہ ہو وہ شخص جو یہ دعوی کرے اس میں جو کمتر ہے اور ادنی ہے مسیح سے اور یہ اتحاد خاص غیر ہے اتحاد و حلول عام ہے.

...اب مرزائی صاحب غور فرماویں کہ منصور وغیرہ کے ذکر سے آپ کو بجز تثبت الغریق بالغریق (پنجہ مارنا غریق کا ساتھ غریق کے) کے کیا فائدہ ہوا یا آپ نے کوئی کوئی حجت پیش کر دی اتحاد حلول کی حقیقت پر اور پھر اس سے آپ کو کیا فائدہ ملا کہ بعضے جہال منصور کو اولیاء کی قطار میں شمار کرتے ہیں اور سردار خلق جانتے ہیں۔ یہ بھی شاید مرزائیوں کے نزدیک حجۃ قطعی ہوگی۔ سبحان اللہ۔ پھر فرعون نے جو کہا کہ انا ربکم الاعلی اور اس کو بھی بعضوں نے طاہر و مطہر کہد یا چنانچہ سید طائفہ وجودیہ و امام اہل الاتحاد نے کہا فرعون کے حق میں مات طاھراً و طھراً (مرا پاک اور پاک کیا ہوا) اور حافظ ابن قیم ؒ نے بھی ان سے قصیدہ نونیہ میں نقل کیا ہے

قالوا و لم یك کافراً فی قوله
انا ربکم فرعون ذو الطغیان

بــل كـــا ن حــقـــاً قــو لـــه اذ كـــا ن عيــن

الـــحـــق مـــضـــطـــلـــعـــاً بهـــذا الشـــا ن

و لـــذا غـــزا تـــغـــريـقـــه فـــى ابـــحـــر تـــطـهيـــراً

مـــن ا لاو هـــــا م و الـــــحسبـــــا ن

کہا انہوں نے اور نہیں تھا کا فراس قول میں ۔ میں رب ہوں تمہارا فرعون سرکش

بلکہ حق تھی بات اس کے واسطے کہ عین خدا حلول کرنے والا اس میں ہے

اور اسی لئے ہوا غرق کرنا اس کا دریا میں واسطے پاک کرنے وہموں اور گمانوں سے ۔

پس چاہیے کہ یہ بھی آپ کے لئے ایک پختہ دلیل ہو کہ جب فرعون کو بعض نے مسلمان وطاہر ومطہر کہدیا تو مرزا غلام احمد قادیانی کیوں نبی ورسول نہ ہوں سبحان اللہ عجیب فلاسفی اور علم وفہم ہے بڑا افسوس ہے کہ ایسی عقل نکمی اور کج رفتار کے ساتھ اہل ملک کے درمیان محاکمہ بھی کرتے ہیں اور پھر لائق عیسائیوں کے ساتھ مباحثہ کرنے کا بھی شوق ظاہر کرتے ہیں

آں کس که نه داند و بداند که بداند

در جہل مرکب ابد الدہر بماند

آپ اول کسی عالم اسلام سے اصول وقواعد اسلام وکتاب وسنت کے تعلیم پاویں پھر تحریر فرمایا کریں ۔فقط مرزا کے لچر وبے معنی ومہمل تحریر وکتابیں (جن کو سامری کے گوسالہ کی طرح آپ جیسے سادلوحوں کے فریفتہ کرنے کیلئے مزخرف بنایا ہے) دیکھ کر مست وحواس باختہ نہ ہو جاویں وہ تو

کسرا ب بقیعة یحسبه الظمآ ن ماء حتّی اذا جاء ہ لم یجدہ شیئاً ۔

(مانند ریت کے ہیں بیچ میدان کے گمان کرتا ہے اس کو پیاسا پانی یہاں تک کہ جب آیا اس کے پاس نہ پایا اس کو کچھ)

او کـظـلـمـا ت فی بـحـرٍ لـّجـّیّ یغشا ہ مو ج من فوقه مو ج من فوقه سحا ب ظـلـمـات بـعـضها فوق بعض اذا ا خر ج یدہ لم یکد یراھا و من لم یجعل اللہ له نور ا فما له من نور (النور:۴۰) یا مانند اندھیروں کے ہیں بیچ دریائے عمیق کے ڈھانکتی ہے اس کو موج اوپر اس کے اور موج ہے اوپر اس کے بادل ہے اندھیرے ہیں بعض ان کے اوپر بعضوں کے جس وقت نکال لیوے ہاتھ اپنا نہیں

نزدیک کہ دیکھے اس کو اور جو کوئی نہ کرے اللہ واسطے اس کے نور پس نہیں واسطے اس کے کچھ نور)

کے ہے مرزا غلام احمد قادیانی کے گوسالہ مزخرف بانواع حیل کو چھوڑ کر مہاجرین وانصار کے اتباع بن جاؤ اگر اپنے نفس کی کوئی قدر تمہارے پاس ہے حافظ ابن قیم کیا مطابق حال مرزا قادیانی فرماتے ہیں:

واتی الی الکفر العظیم فصاغه
عجلاً لیفتن امة لثیران

اور آیا طرف کفر بڑے کے پس گلا کو بتایا اس کو بچھڑا تا کہ فتنہ میں ڈالے بیلوں کی جماعت کو

وکساه انواع الجواهر والحلی
من لولو صاف ومن عقیان

اور پہنائے اس کو قسم قسم کے جواہر اور زیور۔ موتیوں صفا سے اور سونے سے

فرآه ثیران الوری فاصابهم
کمصاب اخوتهم قدیم زمان

پس دیکھا اسکو لوگوں کے بیلوں نے پس مصیبت پہنچی ان کو مثل مصیبت پہنچنے بھائیوں انکے کے قدیم زمانہ سے

عجلان قد فتنا العباد بصوته
احداهما وبحرفة ذا الثانی

دو بچھڑے ہیں کہ گمراہ کیا لوگوں کو اپنی آواز سے۔ ایک بچھڑے نے اور ساتھ فن وفریب کے اس دوسرے بچھڑے نے

والناس اکثرهم فاهل ظواهر
تبدو ولهم لیسوا باهل معان

اور لوگ اکثر ان کی پس اہل ظواہر ہیں جو ظاہر ہوتے ہیں واسطے ان کے نہیں ہیں اہل معانی

فهم القشور وبالقشور قوامهم
واللب حظ خلاصه الانسان

پس وہ پوست ہیں اور پوستوں کے ساتھ ہے قوام ان کا۔ اور مغز حصہ ہے ان کا جو خلاصہ انسانوں کا ہیں

بڑا حیرت انگیز افسوس یہ ہے کہ دعوی مرزائی صاحب کا یہ ہے کہ ہم معتقد مرزا کے نہیں، اور پھر اپنے ہی اقوال وافعال سے اپنی تکذیب کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وہ ہمارا سید ومولی ہے اگرچہ اپنے آپ کو نبی و رسول کہے اور پھر ایسے معتقد ہیں کہ اس کو نبی ورسول مانتے ہیں اور کبھی فرماتے ہیں کہ وہ ایسا مشابہ رسول ﷺ کا ہے قول وفعل میں کہ صحابہ کے بعد کوئی نہیں ہوا اور ایسے سادہ لوح معتقد ہیں اور اعتقاد میں غلو کو پہنچ گئے ہیں کہ اس خبیث کے ایسے متعفن اور گندے اقوال کو بھی سن کر نہیں پھرتے جیسے وہ (دافع البلاء میں) کہتا ہے

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اوس سے بہتر غلام احمد ہے

یہ بھی شیخ الاسلام کے کلام میں گذرا کہ حضرت عیسیٰ جماہیر انبیاء ومرسلین سے افضل ہیں کیونکہ وہ علیہ السلام ان پانچ اولوالعزم انبیاء میں سے ہیں جن کا ذکر اللہ وعز وجل نے سورہ احزاب اور سورہ شوری میں کیا ۔حافظ ابن قیم فرماتے ہیں

والقلب خمستهم اولو العزم الاولى
في سورة الشورى تو ابيان

پس پانچ ان میں سے اولوالعزم ہیں جن کا ذکر سورہ شوری میں آیا ہے بیان کے ساتھ

وفي اول الاحزاب ايضاً ذكرهم
هم خير خلق الله من انسان

اور اول سورہ احزاب میں بھی ذکر ہے ان کا وہ بہترین خلق خدا کے ہیں تمام آدمیوں سے

ولواءهم بيد الرسول محمد
فالكل تحت لواء ذي الفرقان

اور نشان ان کا ہاتھ رسول کے ہے جس کا نام محمد ﷺ ہے پس سب نیچے نشان قرآن والے کے ہیں

یعنی نوح وابراہیم وموسی وعیسی ومحمد ﷺ۔ اور یہ پانچ انبیاء تمام مخلوق سے افضل ہیں

پس گویا مرزا خبیث بقول خود انبیاء سے افضل و بہتر ہوا اور سب ملائکہ سے بھی۔

پھر آپ اس کے اعمال کو بھی نہیں دیکھتے کہ اپنی عورت منحوسہ نصرت جہان بیگم جس کو ام المومنین کا خطاب دیا ہے اور ہوا خوری و سیر کے لئے اپنے ساتھ و علیحدہ باہر بھیج دیتا ہے اس کے زیورات کے عوض زمین و باغ باقی ورثاء کو محروم کرنے کے واسطے گروی رکھ کر رجسٹری کرادی اور سود و بیاج گروی کا خود بھی کھاتا ہے اور عورت کو بھی کھلاتا ہے۔ اور باقی وارثوں کو محروم الارث کر دیا بے قصور فقط نئی بی بی کی محبت کے واسطے اور پرانی بیبی کو طلاق دی اس گناہ کے سبب کہ اس نے الہامی منکوحہ محمدی نام (جو کہ برغم انف مرزا کذاب کے سلطان محمد کے گھر آباد ہے) کے بارے میں کوشش نہیں کی۔

اور پھر پیغمبر کی بی بی ام المومنین اور پانچ ہزار روپیہ کا دوہرا سونے کا زیور۔ پھر وہ زیور اگر بی بی کا ہے تو اس نے کہاں سے کمایا۔ ناصر نواب تو غریب آدمی ہے۔ اور اگر مرزا قادیانی کا ہے تو اور فریب ہوا۔ اپنا مال جس میں سب ورثاء کا حق ہے، عورت کو دے کر باقی جائداد بھی رجسٹری کرادی۔

کنجر تائب کا مال جو زانیہ کی خرچی کا تھا زنا کی کمائی بھی کھا گیا۔ براہین کے نام دس ہزار روپیہ لوگوں کا فریب سے کھا گیا حج نہیں کیا اور نہ زکوۃ دیتا ہے بلکہ مریدوں کو بھی زکوۃ و حج سے روک کر وہ مال خود لے لیتا ہے مکہ و مدینہ قادیان کو بتایا اور پھر اس کو یزیدیوں کی بستی ازالہ اوہام میں کہا وغیرہ وغیرہ۔ اور نہ اس کی جھوٹی پیش گوئیوں کو دیکھتے ہو جیسے عبداللہ آتھم و منکوحہ آسمانی والی وغیرہ۔

اور نہ اس کے دعاوی خبیثہ کی طرف نگاہ ڈالتے ہو کہ نبوت و رسالت و ابنیت و الوہیت کا دعوی علی رؤس الاشہاد کرتا ہے۔

اور نہ اس کے تناقضات کی جانب سر اٹھاتے ہو کہ اول دعوی نبوت کا کرتا ہے اور پھر کہتا ہے:

من نیستم رسول نیاوردہ ام کتاب

اول دعوی نبوت ناقصہ کا کرتا ہے اور پھر دوبارہ بڑے زور شور سے اولوالعزم انبیاء سے افضل بنتا ہے اور کہتا ہے: عیسی کجاست تا بنہد پا بمنبرم

اور بکتا ہے:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو

اوس سے بہتر غلام احمد ہے

اول عیسی کی قبر شام میں بتلائی اور پھر کشمیر میں حالانکہ وہ آسمان میں زندہ موجود ہیں دیکھو فتح الباری جز ۲۹ سطر ۸ ص ۵۶٦ حدیث ابن ماجہ واحمد وحاکم مع تصحیح حاکم باب ذکر الدجال وغیرہ میں۔ اول سرمہ چشم آریہ میں نیچریت کورد کر کے معجزہ شق القمر کو ثابت کیا اب خود نیچری بن کر اس سے منکر ہے۔ اول براہین میں اقرار کیا کہ مسیح ابن مریم خود آئیں گے اور اب اس سے انکار ہے اول ازالہ اوہام میں جلی قلم سے مولوی عبداللہ غزنوی مرحوم والد ماجد صاحبزادہ مولوی عبدالواحد صاحب غزنوی کی بہت بڑی تعریف کی اور کہا کہ وہ خدا کی راہ میں کھویا گیا اور اب اس سے انکار بلکہ کلمات ہتک آمیز ان کے حق میں بکتا ہے۔ وغیرہ

اور نہ اس کی بدزبانی ودریدہ ذہنی کی طرف خیال فرماتے ہیں جو پیغمبروں واولوالعزموں اور رسولوں کے حق میں کرتا ہے اور جو کچھ علماء کے حق میں اپنا منہ سیاہ کیا ہے چنانچہ گذشتہ صفحات پر کچھ مشت نمونہ خروارے دانہ کے از بسیار ذکر ہوا بلکہ عیسی کے حق میں تو اس ملعون الکل نے حد سے گذر کر فحش بولے اور قذف کیا ان کے تمام خاندان کو نعوذ باللہ من هذا الكفر العظيم الا فحش بلکہ خود مرزا غلام احمد قادیانی نسلاً بعد نسلٍ کیا ہے؟.. قصہ آلنقواء کا تاریخ اخبار الاول سے جو حاشیہ تاریخ الکامل لابن الاثیر پر چھپی ہے صفحہ ۱٦۵ سے دریافت فرمائیں اور تاریخ روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۷۔۸ ملاحظہ فرماویں... پھر یہ آیت پڑھیں:

انّ اللّٰه اصطفى آدم ونوحاً وآل ابراهيم وآل عمران على العالمين ذرية بعضها من بعض (تحقیق اللہ نے برگزیدہ کیا آدم کو اور نوح کو اور کنبے ابراہیم کو اور کنبے عمران کے کو اوپر عالموں کے اولاد میں بعضے ان کے بعضوں سے)

...اور عجب یہ کہ یہ سب گالیاں آپ ہضم کر جاتے ہیں اور جناب مولوی محمد اسحاق صاحب سے ناحق ناراض ہوتے ہیں کیا انہوں نے مرزا کو گالی دیں، چنانچہ جواب اس کا اپنے موقعہ پر آتا ہے اور عجیب تو یہ کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کا معتقد نہیں ہوں حالانکہ تولّا وتبرّا آپ اور حب وبغض سب للمرزا ہے نہ کہ للہ، اور نہ مولوی محمد اسحاق کا کیا قصور۔ یہ کیسا تناقض ہے یا کہو کہ صریح کذب ہے اور نہ آپ اس

کے چالا کیوں کو دیکھ سکتے ہیں کہ طاعون کے بارے میں کتنی چالیں بدلیں اول کیا لکھا کہ جہاں ایک مرزائی ہوگا دس لاکھ آدمی اردگرد کے طاعون سے محفوظ رہیں گے۔ پھر یہ جھوٹی ہوئی تو کہا کہ قادیان کے نزدیک نہ آوے گی جب وہاں پہنچی تو لکھا کہ خاص قادیان محفوظ رہے گا جب وہاں بھی آٹھ دس کیس ہوئے تو کہا کہ ایسا طاعون... کہ سب کو فنا کر دیوے نہ ہوگا آپ اس کی کسی بات کو نظر غور سے نہیں دیکھ سکتے کیونکہ حبك الشيء يعمى و يصم۔

فعين الر ضا عن كل عيب كليلة۔ پس آنکھ رضا کی ہر عیب سے کند ہے۔

اور نہ اس کی شرارتوں و بدظنی بغض و بدخواہی و بہتانوں کی طرف توجہ کرتے ہو کہ کس طرح اسلام و مسلمانوں کا بدخواہ و دشمن ہے کہ سرکار کے آگے بذریعہ میموریل واشتہاروں ورسالوں واخباروں کے غمازی و چغلی بار بار کھا کر بہتان سے کہتا ہے کہ سب علماء اسلام واہل اسلام سرکار کے دشمن و بدخواہ اور باغی ہیں اور خونی مہدی اور خونی مسیح کے منتظر جب سرکار کو ملتے ہیں تو جھک جھک کر سلام کہتے ہیں اور اپنی جگہ عوام کو جہاد کے فتوے سناتے ہیں صرف میں اور میری جماعت سرکار کے خیر خواہ ہیں اور باقی سب مسلمان سرکار کے بدخواہ ہیں۔ نہ اس کے فرار و ہزیمت و شکست و جبن و بزدلی و بے عزتی و بے حیائی پر خیال فرماتے ہیں کہ بحث و مقابلہ و مناظرہ کے وقت حالانکہ اول خود مطالبہ کرتا ہے۔ و نعرہ هل من مبا رز کا مارتا ہے (ہے کوئی میدان میں نکلنے والا) اور پھر وقت پر ننگ عار فرار کو گوارا کر کے دم دبا کر سگ مغلوب کی طرح بھاگ نکلتا ہے۔ چنانچہ دہلی، انبالہ، پٹیالہ، لاہور، امرتسر وغیرہ اماکن میں۔ بالآخر جلسہ لاہور میں پیر مہر علی شاہ صاحب کے مقابلہ میں جو کچھ بے حیائی و بے شرمی کی شہرہ آفاق ہے۔ اور اب تازہ اس قادیانی کا فرار علماء جلسہ ندوۃ العلماء کے مباحثہ سے جب انہوں نے اس کو نوٹس دیا ایسا مبہوت ہوا کہ جواب نہ دیا بجز سرکاری رسید کے۔ بھلا علماء اسلام سے یہ مردود و جاہل کب بحث کر سکتا ہے، جب عیسائیوں کے مباحثہ میں مبہوت و مغلوب ہو کر ایسا ذلیل ہوا جسکی کوئی حد نہیں اور دو مرید اس کے اس کا مبہوت و لاجواب ہونا دیکھ کر اسی مباحثہ میں عیسائی ہو گئے۔

راز ہا ہست بسے محرم راز کجاست

ایسے ایسی اس کی نامردی اور بے ہمتی اور بے غیرتی کے خزائن وانبار ہمارے پاس اور لوگوں کے پاس موجود و محفوظ ہیں لیکن کوئی محرم راز آنکھوں اور دل والا سلیم الذائقہ چاہیے۔

چہ داند بوزنہ لذات ادرک

واہ سبحان اللہ یہ سب فضائح وقبائح وکفریات مرزا قادیانی کو آپ نگل کر اور نظرانداز کر کے ایسے پکے و مضبوط و معتقد بنے ہیں کہ کوئی ملنگ بھی اپنے مرشد کا ایسا معتقد نہ ہوا اس کو باوجود ایسی کفریات کے اپنا سید و مولی بتاتے ہیں اور جناب مولوی محمد اسحاق صاحب کو مارے غصہ کے سلام دینے کو جی نہیں چاہتا۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ میں معتقد مرزا قادیانی کا نہیں ہوں۔ یہ مذکورہ بالا اقوال وافعال اس خبیث کے ہیں جن کے حق میں مرزائی صاحب عقل کے پتلے فرماتے ہیں:

پس خدا کی خدمت کرنے والا تشریعی وتعبیری نبی ورسول کریم کو ہم کبھی بھی برا نہیں کہہ سکتے جو اپنے قول وفعل میں اصحاب رسول اکرم کے بعد کوئی بھی اس کے بتابر مشابہ نہیں ہے اور نہ اس کے طرح خدمات کسی نے کی ہیں۔ رازہا ہست بسے، حرم اسرار کجاست۔ انتہی

اقول: قول وفعل وخدمات اس مرزا قادیانی کا آگے بیان ہو چکا اور اس کی نبوت ورسالت کا بیان بھی ہو چکا، اور سیف المسلول وکشط الغطاء میں بھی بخوبی بیان ہو چکا ہے۔ اعادہ کی حاجت نہیں۔ لیکن یہ بیان ضروری ہے کہ مرزائی صاحب قادیانی سے ایمان کی طرف قریب تر ہیں کیونکہ مرزا قادیانی کہتا ہے:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

اور مرزائی صاحب اس مرزا غلام احمد قادیانی کو اصحاب رسول اکرم ﷺ سے کمتر یا ان کے ہم پلہ بیان فرماتے ہیں۔ اس قول میں خدانخواستہ اس سے بھی ذرا نظر اونچی نہ ہوگئی کیونکہ روز بروز مرزائیوں کی نظر اونچی ہوتی جاتی ہے چنانچہ صفحہ ۱۴ پر بیان ہوا یا یہ بھی کوئی ظاہری ملمع سازی... مرزائی صاحب کی ہوگی دل میں تو اس کو سب انبیاء سے افضل مانتے ہیں کیونکہ اگر ہزار آیت کلام الہی کی اور لاکھ احادیث رسول اللہ کی ان کو سنائی جاوے تو بمقابلہ زٹلیات وکفریات مرزا خناس کے ان کے نزدیک بجوئے نمی آرزو کے مثل ہیں اور اگر وہ خناس ہزار الحاد وزندقہ کی باتیں خلاف عقل ونقل بکے اس کو چشم بند کر کے کالوحی من السماء جانتے ہیں۔ پس سب تقریر مرزائی صاحب کی گواہی دے رہی ہے کہ آپ نہایت دلدادہ ومفتون وعاشق مرزا کے ہیں اسی

واسطے مثل مجنون کے آپ کو کوئی عیب و زندقہ و کفر و الحاد اس کا نظر نہیں آتا بلکہ بڑے بڑے عیوب اس کے آپ کو ہنر دکھائی دیتے ہیں وبحکم حبّك الشّیء یعمی و یصمّ خدا و رسول سے بڑھ کر جانتے ہیں شائد اسی نکتہ کی طرف اشارہ ہو آپ کے اس مصرعہ پڑھنے سے:

راز ہا ہست بسے محرم اسرار کجاست

یعنی مولانا مولوی عبدالواحد غزنوی محرم اسرار نہیں اغیار میں سے ہیں۔ اگر کوئی مرزائی محرم اسرار ہوتا تو دیکھتے کہ کیسے دریا اور نہریں اور طوفان اور سیالیب اسرار تزندق و الحاد و کفر و ارتداد کے جاری ہوتے ہیں۔ یہ جو کچھ مرزائی صاحب نے تحریر فرمایا، بچ بچا کر اشارہ اور کنایات و تمویہ کے طریق پر جس کو ذو وجہین یا ذو معنیین کہتے ہیں۔ پھر یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں معتقد مرزا کا نہیں ہوں فلا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

قولہ: آج میں نے ایک رسالہ موسوم بواقعات صحیحہ میں ایک مضمون الٰہی بخش ملہم کی سرخی سے دیکھا..الی آخر الرسالہ

اقول: مرزائی صاحب نے اس قول میں تلمیح و تعریض سے مولانا صاحب غزنوی کو بنی اسرائیل ہونے کے ذریعے اللہ عزوجل کے احکام و حدود کو توڑنے والا اور انبیاء کا جھٹلانے والا اور مغضوب علیہ مثل فرعون کہہ کر مستحق خطاب قہر آلود قردۃ خاسئین بنا کر اس مصنوعی الہام سے ڈرایا ہے۔ اور فرمایا کہ اپنے اور اپنی قوم کی اصلاح کریں۔ یعنی مرزائی خود بھی بنیں اور قوم کو بھی بنائیں۔ اور تکذیب نبی زمان مرزا قادیان کی نہ کریں اور نصیحت دی ہے کہ بندگان خدا کو یعنی مرزا قادیانی کو برا نہ کہیں۔

پس اس کے جواب میں اولاً میں کہتا ہوں کہ واقعات صحیحہ بمقتضائے بعکس نہند نام زنگی کافور، واقعات مکذوبہ کا نام رکھا گیا ہے۔ پس یہ واقعہ بالکل غلط و خلاف واقع وہ مخالف نفس الامر ہے۔ نہ صاحبزادہ مولانا مولوی عبدالجبار صاحب نے منشی الٰہی بخش صاحب پر کبھی ہنسی اڑائی اور نہ سخت لکھا، اور نہ اس کو یہ الہام چہ داند بوزنہ لذات ادرک، مولانا کے حق میں ہوا یہ سب بہتان ہوا۔

فالبھت عندکم رخیص سعرہ

حشوا بلا کیل و لا میزان

(پس بہتان تمہارے نزدیک سستا ہے نرخ اس کا۔ پھر بھر اڑاو بغیر پیمان اور تول کے)

پس مرزائی صاحب نے جو کچھ اس پر تطویل لا طائل وتفریع لا حاصل کی بنا فاسد بر فاسد ہوئی۔ جب مرشد وگرو مرزائیوں کا مفتری علی اللہ ہوا، تو مرزائی سوائے بہتان کے کیا حاصل کرینگےکل اناء یترشح بما فیه

وثانیاً ہم کہتے ہیں کہ اولاً مولانا عبدالواحد صاحب پٹھان نہیں ہیں، وہ سید ہیں۔ بنی اسماعیل، نہ بنی اسرائیل۔ بے شک دریافت کرلیں۔ لیکن آپ تو بقول خود پٹھان ہیں، اور بنی اسرائیل۔ آپ تو کبھی اس اپنی تحریر کی زد سے نہیں بچ سکتے۔ اور اخوۃ آپ کی مولانا عبدالواحد صاحب سے نہ قومی ہے کہ وہ سید ہیں اور آپ بنی اسرائیل، اور نہ مذہبی ہے کہ آپ مرزائی اور مولانا عبدالواحد صاحب مسلمان سنی۔ اور پٹھانوں کے بنی اسرائیل ہونے میں بھی ہم کو تامل ہے۔ پھر جو کچھ پٹھانوں کی مذمت میں آپ نے لکھا وہ آپ ہی کی طرف راجع ہوتا ہے نہ کہ مولانا صاحب کی طرف من حفر البئر لا خيه وقع بنفسه فيه جس نے کنواں کھودا اپنے بھائی کے واسطے وہ خود اس میں گرتا ہے۔

ثالثاً ہم کہتے ہیں واقعات صحیحہ والہام یہ ہیں جو بکثرت منشی الہی بخش صاحب نے اپنے قلم سے لکھ کر عصائے موسیٰ میں مرزا غلام احمد قادیانی کے حق میں طبع کر کے شائع کئے ہیں۔ ان میں ایک یہ ہے کہ جو مرزا قادیانی کے حق میں ہوا: مسرف کذاب۔

یہ بڑا خوفناک وعبرت ناک الہام ہے نہ کہ کونوا قردة خاسئين والا۔ کیونکہ اولاً وہ صحیح نہیں، وثانیاً بنی اسرائیل سے طائفہ قلیلہ اس بستی کا جو ساحل بحر پر رہتی تھی مسخ ہوئی نہ سب ساکنان بستی کے، بلکہ ان میں سے جنہوں نے حیلہ سے شکار کیا اور ناہین عن المنکر بچ گئے۔ بنص قرآن اور ساکتین مسکوت عنھم ہیں۔ اسی واسطے اس میں علماء کے دو قول ہیں۔ اصح قول یہی ہے کہ دونوں فرقے ہیں اور ساکتین نجات پاگئے۔ اس لئے کہ امر بالمعروف فرض کفایہ ہے نہ عین کہ ہر دو پر لازم ہو۔ جب ایک جماعت نے کرلیا تو حق ادا ہوگیا..اور سب بنی اسرائیل برے نہیں کیونکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے لیسوا سواء۔ اور فرعون مع جمیع افواج وعساکر کے غرق ہوا، اور بنی اسرائیل کے ذریعہ اللہ وعزوجل نے اس کو غرق کیا۔

مرزا قادیانی کو فرعون سے بہت مناسبت ہے۔ اول یہ کہ فرعون مدعی الوہیت تھا اور مرزا قادیانی بھی مدعی الوہیت ہے۔ دیکھو البریہ ودافع الوساوس وغیرہ اس کے تصانیف۔ اور اپنی تصاویر کی پرستش کراتا ہے۔

اور دوم فرعون نے منارا بنانے کا حکم دیا تھا، مرزا قادیانی نے بھی فرعونی منارہ کا اشتہار دس ہزار روپئہ کا دیا، مگر مرزا قادیانی چوک گیا ورنہ دس ہزار کے اشتہار کی کوئی ضرورت نہ تھی، منارہ مفت میں بن جاتا اور وہ دس ہزار روپئہ نصرت جہان بیگم کے زیورات میں کام آتا۔ مبلغ پانچ ہزار کا زیور سابق ہے۔ پھر اس سے پندرہ ہزار کا ہوجاتا اور پھر تمام جائداد منقولہ وغیر منقولہ اس کے نام رجسٹری کر دیتے، پھر تو کبھی بھی باقی ورثاء فک رہن نہ کرا سکتے۔ اور وہ تجویز ہے کہ بنام ہامان جو وزیر اعظم مرزا قادیانی کا ہے اور ہامان کی طرح مشہور ومعروف، اس کے نام ایک الہام بنا کر شائع کرتے۔ جس کے بعضے فقرے قرآن شریف کے ہوتے اور بعضے اپنی طرف سے ملا لیتے۔ جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا ہمیشہ سے معمول ہے اکثر الہامات میں۔ پس کہتے ہیں کہ مجھ کو الہام ہوا ہے تمہاری نسبت

یا ھامان ابن لی صرحاً لّعلّی ابلغ الا سباب۔ اسباب السّماوات فاطّلع الی الی عیسی بن مریم احیّ ھو فی السماء ام لا ،و انّی لا ظن النّبیین و الصدیقین و الشھداء و الصالحین و المومنین اجمعین من الکاذبین۔

پھر دیکھتا کہ کیسا جلدی منارہ فرعونی تیار ہوجاتا اور نصرت جہان بیگم بھی زیور سے مالا مال ہوجاتی اور یہ الہام عین مطابق مذہب وحالت مرزا قادیانی کا ہے۔

اور سوئم یہ کہ فرعون کے واسطے ہامان تھا اور مرزا قادیانی کے واسطے بھی ہامان موجود ہے۔

اور چہارم یہ کہ فرعون کی قوم سب گمراہ وکافر ہیں مگر امرأۃ فرعون و مومن آل فرعون اور باقی سب ملعون

و لقد ارسلنا موسی بآ یاتنا و سلطان مبین۔ الی فرعون و ملائه فاتبعوا امر فرعون، و ما امر فرعون برشید۔ یقدم قومه یوم القیامة فاوردھم النار و بئس الورد المورود۔ واتبعوا فی ھذہ لعنة و یوم القیامة بئس الرفد المرفود (ھود :۹۶-۹۹) (اور البتہ بھیجا ہم نے موسی کو ساتھ نشانیوں اپنی کے اور معجزہ ظاہر کے فرعون کی طرف اور سرداروں اس کے کی پس پیروی کی انہوں نے حکم فرعون کی اور نہیں حکم فرمایا راہ راست آگے چلے گا قوم اپنی کے

دن قیامت کے پس جا کھڑا کرے گا ان کو آگ پر اور برا ہے گھاٹ لا کھڑا کیا گیا اور پیچھے پیچھے گئی بیچ دنیا کے لعنت اور دن قیامت کے بری ہے بخشش کہ بخش دی گئی وہ لعنت)

پس فرعونیوں کی طرح مرزا غلام احمد قادیانی اور جماعت اس کی سب دنیا میں یہی ملعون ہیں۔ اور قیامت کے روز یہی مرزا قادیانی، مرزائیوں کے آگے آگے ہو کر جہنم میں پہونچائے گا۔ جیسے سب فرعونی ملعون اور مورد غضب ہیں ایسے ہی تمام مرزائی، کیونکہ سب انبیاء کے دشمن ہیں جو ایک نبی کا دشمن ہو وہ سب کا دشمن ہے اور اسی واسطے منشی الٰہی بخش صاحب ملہم نے نام اس کتاب کا عصائے موسیٰ رکھا ہے فا فهم

پنجم یہ کہ چنانچہ فرعون نے حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ میں کہا تھا

ما ار یکم ا لا ما اری و ما اهد یکم ا لا سبیل الرشا د

ایسا ہی مرزا قادیانی نے سب امت کے مقابلہ میں کہا کہ سب اندھے ہیں اور گمراہ، مگر میں ایک صراط مستقیم و سبیل الرشاد پر ہوں۔ بلکہ یہ مرزا غلام احمد قادیانی بمقابلہ تمام انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین کے اپنی نفس پلید کو سبیل الرشاد پر کہتا ہے اور باقی سب کو غیر سبیل الرشاد پر۔ فتد بر

پس آپ کو چاہیے کہ اپنی جان بچانے کی کوشش کریں اور قادیانی مرزا غلام احمد کو چھوڑیں، ورنہ بڑی خطرناک و خوفناک حالت ہے آپ کی، اور یہ الہام بڑا عبرت ناک ہے۔ آپ کو چاہیے کہ بڑی عاجزی سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صراط مستقیم کی طرف جو صراط مہاجرین و انصار کا ہے ہدایت کرے، اور مرزا قادیانی کے پنجہ سے بچاوے جو سب بوزنوں کا پیر و مرشد ہے، ورنہ خطاب قہر آلود کـو نـوا قر دة خا سئین (بن جاؤ بوزنے ذلیل) کا سخت آپ کے حق میں فکر ہے۔ اور قوم پٹھان کی اگرچہ سخت ہیں لیکن مہمان نوازی و صلہ رحمی و مسلمانی کی پابندی میں اوروں سے کم نہیں اور قطع رحمی کرنے والا اور صلہ کو توڑنے والے تو مرزائی ہیں کہ خدا و رسول و سب مسلمانوں و خویش و قوم و قبیلہ سے قطع کر کے ایک ملعون سے جا دم ملایا جو تمام جہان کا ملعون اخنس الخناسین اور یہودی مغضوب علیہ ہے، اور بوزنہ بازی میں تمام بوزنوں کا پیر و مرشد۔ پس اس کو اور اس کے مریدوں کو اس خطاب زہر آلود کا منتظر رہنا چاہیے۔

قولہ: مولوی اسحاق صاحب کے حال پر افسوس کرتا ہوں کہ وہ پس پشت مرزا صاحب کو گالیاں دیتا ہے۔

الاقول: جناب مرزائی صاحب آپ افسوس نہ کریں جناب مولوی محمد اسحاق صاحب ہرگز گالی نہیں دیتے اور نہ ہم نے کوئی گالی مرزا قادیانی کو دی ہے بلکہ ہم اور جناب مولوی صاحب موصوف بیان واقع ونفس الامر کا فرماتے ہیں چنانچہ آپ کے سیدومولا نے تحریر فرمایا ہے، عنقریب اس قول اس کا نقل ہوگا اور جیسا کہ علماء سلف نے فرمایا ہے اذکروالفاسق بما فیه کی یحذر عنه الناس (ذکر کرو فاسق کو ساتھ ان برائیوں کے جو اس میں موجود ہیں تاکہ اس سے بچیں لوگ)

پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی قوم کی اصلاح کرو اور اصلاح اپنی قوم کی ممکن نہیں تاکہ مفسدوں، مرتدوں، زندیقوں، ملحدوں، شیطان سے بدتروں سے تحذیر وڈر نہ سنایا جاوے، اور ان کے دھوکہ سے نہ بچایا جاوے اور ان کے قبائح وفضائح بخوب وجہ بیان نہ کئے جاویں۔ اگر بالفرض برخلاف قول مرزا قادیانی بیان واقع کو گالی آپ سمجھیں تو بھی مولوی محمد اسحاق صاحب کو اور باقی مسلمانوں کو مرزا خناس کو گالی دینی درست ہیں کیونکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے

جزاء سیئة سیئة مثلها (جزاء برائی کی برائی ہوتی ہے مثل اس کے)

اور فرمایا: فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدی علیکم (البقرہ:۱۹۴)

(کرو اس پر مثل اسکے کہ زیادتی کی اس نے تم پر)

اور فرمایا: لا یحبّ الجهر بالسّوء من القول الا من ظلم (نہیں دوست رکھتا اللہ ظاہر برا کہنے کو مگر جو مظلوم ہے)

اور مرزا غلام احمد ادیانی نے ہم سب مسلمانوں پر سخت ظلم کیا کہ انبیاء وصدیقین وعلماء امت کو گالی دی اور برا کہا۔ چنانچہ کچھ نمونہ اس کا اوپر لکھا گیا ہے۔ بلکہ خدا کو بھی گالی دی۔ اپنے نفس کو اس کا شریک وہم پلہ بنایا۔ اور اس کی قدرت کو عجز ولاچاری کا دھبہ لگایا۔ اور صدق سے معزول کر کے اس کی خبروں میں کذب ثابت کیا۔ بالآخر خود اس کا بیٹا بن بیٹھا، اور اس کو خود رب العالمین نے گالی فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے:

کذ بنی ابن آدم و لم یکن له ذلك و شتمنی و لم یکن له ذالك الی ان قال و اما شتمه ایای فقوله لی ولد و سبحانی ان اتخذ صاحبة و ولدا۔ (بخاری)

(جھٹلایا ابن آدم نے اور لائق نہ تھا اس کو یہ اور گالی دی مجھ اور لائق نہ تھا اس کو.. یہاں تک کہ کہا، اور ہر چہ گالی دینی اس کی مجھ کو پس کہنا اس کا کہ میرے واسطے اولاد ہے اور پاک ہوں اس سے کہ پکڑوں بی بی یا اولاد)۔

اور حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں

وھو الصبور علی اذی اعدائه
شتموه بل نسبوه للبهتان
قالوا له ولد ولیس یعیدنا
شتماً وتکذیباً من الانسان

اور وہ بڑا صابر ہے اوپر ایذا رسانی دشمنوں اپنے کے گالی دیں انہوں نے اس کو بلکہ نسبت کیا اس کو بہتان
کہا انہوں نے اس کے اولاد ہے اور ہم کو نہیں پھیرے گا، گالی دینا اور جھٹلانا انسان سے

اور پھر عیسائیوں اور ہندوؤں سے رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دلوائیں ان کے معبودوں کو گالی دے کر۔ علاوہ اس کے آیت شریفہ لا تسبّوا الذین یدعون من دون الله (نہ گالی دو ان کو کہ پکارتے ہیں سوائے خدا کے ..الخ) کا خلاف کیا۔ یہ تمام گالیاں جو عیسائیوں اور ہندوؤں نے دیں گویا خود مرزا قادیانی نے دیں کیونکہ سبب وہی بنا۔ وہ نہ چھیڑتا تو کسی عیسائی اور ہندو کی مجال نہ تھی کہ ایسی بے حرمتی کے کلمے نکالتا اور حدیث شریف میں آیا ہے

قال رسول الله ﷺ من الکبائر شتم الرجل والدیه قالوا یا رسول الله وھل یشتم الرجل والدیه قال نعم یسب اباالرجل فیسب اباه ویسب امه فیسبّ امّه۔ متفق علیه ۔(فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کبائر سے ہے گالی دینی آدمی کی والدین کو کہا صحابہ نے یا رسول اللہ کیا گالی دیتا ہے آدمی اپنی ماں باپ کو فرمایا ہاں گالی دیتا ہے باپ دوسرے شخص کے کو تو وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے اور گالی دیتا ہے ماں اس کی کو پس وہ گالی دیتا ہے اس کی ماں کو۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے)۔

اور تمام امت میں سے کوئی اس خناس کی گالیوں سے نہیں بچا۔ پس جب اس نے ہم پر ایسا ظلم کیا تو اگر مولوی محمد اسحاق صاحب نے کچھ بطور بیان واقعہ کے کہا تو آپ کیوں ناراض ہوتے ہیں (حالانکہ جو بے دلیل گالی دے وہ ظالم، نہ وہ جو دلیل سے گالی دیتا ہے۔ حافظ ابن قیم فرماتے ہیں:

من سبّ بالبرهان ليس بظالم

والظالم سبّ العبد بالبهتان)

آپ غلطی سے بیان واقع کو گالی سمجھتے ہیں۔ہم جو کچھ کہتے ہیں یا مولوی محمد اسحاق صاحب فرماتے ہیں وہ سب بیان واقعہ کا ہے۔اور دلیل اس کی آپ ہی کے سید و مولا کا قول ہے۔ چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب ازالۃ الایمان (یعنی ازالہ اوہام صفحہ ۱۳۔۱۴۔) میں لکھا ہے:

بڑی دھوکہ کی بات یہ ہے کہ اکثر لوگ دشنام دہی اور بیان واقعہ کو ایک ہی صورت سمجھ لیتے ہیں اور ان دونوں مفہوموں میں فرق کرنا نہیں جانتے بلکہ ہر ایک ایسی بات کو جو دراصل ایک واقعی امر کا اظہار ہو اور اپنے محل پر چسپاں ہو محض اس کے کسی قدر مرارت کی وجہ سے جو حق گوئی کا لازم حال ہوا کرتی ہے دشنام دہی تصور کر لیتے ہیں حالانکہ دشنام و سب و شتم فقط اس مفہوم کا نام ہے جو خلاف واقعہ اور دروغ کے طور پر محض آزار رسانی کی غرض سے استعمال کیا جائے اور اگر ہر ایک سخت اور آزار دہ تقریر کو محض بوجہ اس کے مرارت اور تلخی اور ایذارسانی کے گالیوں کے مفہوم میں داخل کر سکتے ہیں تو پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ قرآن شریف گالیوں سے پر ہے۔انتہی۔

یہ بڑی بے انصافی ہے کہ جو کچھ مرزا غلام احمد قادیانی، حضرت عیسیٰؑ اور باقی انبیاء کرام اور علماء اور مسلمانوں کے حق میں فحش و گالیاں و قذف و رمی کرے، یا مرزائی بدزبانی کریں، وہ سب بیان واقع ہو، اگرچہ بے دلیل ہو ،اور جو ہم یا مولوی محمد اسحاق صاحب با دلائل کتاب و سنت و اجماع امت اپنی قوم کی اصلاح کے واسطے بیان واقعہ کا کریں ،اس کو مرزائی صاحب گالی تصور کر کے ناراض ہوں، اور سلام دینے سے بھی شرم آوے اور بد اعتقاد ہو جاویں۔ یہ امر انصاف سے بعید ہے۔پھر آپ نہ افسوس کریں اور نہ ناراض ہوں، ورنہ اپنے مرشد و سید و مولی کی نص کے مخالف بنیں گے جو بقول آپ کے تشریعی و تعبیری نبی و رسول ہے۔ لعنة الله عليه ۔

مرزائی صاحب فرماتے ہیں: اور بندگان خدا کو بری طرح سے یاد کریں۔انتہی

بندگان خدا سے یہاں مراد مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔مرزائی صاحب، مرزا قادیانی خود بندگان خدا کو بری طرح یاد کرتا ہے، تو ہم اس کو شیطان ملعون سے بدتر جانتے ہیں نہ بندہ خدا۔کیونکہ ابلیس نے حضرت

آدم کے مقابلہ میں انا خیر منه کہا جواولوالعزم نبی نہیں ہیں۔

قال تعالی: و لم نجد له عز ماً ۔(اورنہ پائے ہم نے واسطے اس کے عزم)۔

اور یہ خناس اولوالعزم انبیاء کرام کے مقابلہ میں انـا خیر کہتا ہے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ کے مقابلہ میں جواولوالعزم نبی اور آدم سے بہتر ہیں، کہتا ہے:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔اس سے بہتر غلام احمد ہے

اور چاہیے تھا اس طرح کہنا:

ذکر شیطان کو تم اب چھوڑو۔اس سے بدتر غلام احمد ہے

کیونکہ جتنے اولوالعزم انبیاء ومرسلین، حضرت آدم سے بہتر ہیں، اتنا ہی مرزا غلام احمد قادیانی، ابلیس سے بدتر ہے۔فا فهم و تد بر

اب خاکسار کے فہم میں مرزائی صاحب کی سب تقریر کا جواب ہو چکا۔

اب ختم اس رسالہ کا مرزائیوں کی خیر خواہی ونصیحت کے واسطے ایک خاتمہ پر کرتا ہوں تا کہ حق و باطل کے پرکھ کا طریقہ ان کو معلوم ہوجاوے۔آگے ان کا اختیار ہے مانیں یا نہ مانیں۔

خاتمہ الکتاب:

مرزا غلام احمد ولد مرزا غلام مرتضی ساکن قادیان مثیل مسیح ہے اس قدر تو ہم اور مرزائی کلہم متفق ہیں کہ بے شک مرزا مثیل مسیح ہے سب کہتے ہیں کہ آمنا وصدقنا۔لیکن اختلاف اس میں ہے کہ مسیح دو ہیں:

ایک مسیح ہدایت جس کو مسیح ابن مریم اور عیسی اور مسیح مبشر بھی کہتے ہیں،

اور دوسرا مسیح ضلالت جس کو مسیح منذر و مسیح کذاب ودجال بھی کہتے ہیں۔

اور قدیم سے دونوں مسیحوں کا چرچا چلا آیا ہے۔انبیاء ماضئین کی زبانوں پر اور یہ کہ مسیح ہدایت مسیح ضلالت کو قتل کرے گا اور سب نبیوں نے مسیح منذر سے ڈرایا ہے حتی کہ حضرت نوح نے بھی اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا ہے۔

سو ہم کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی مثیل مسیح ضلالت و مسیح منذر کا ہے جس کو مسیح الدجال کہتے ہیں۔ چنانچہ

حضرت رسول اللہ ﷺ نے (بخاری، ج ا ص ۵۰۹۔ جلد ۲ ص ۱۰۵۴) میں قریب تیس دجالوں کی خبر دی ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی بھی انہیں میں سے ایک ہے۔

اور مرزائی کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی مثیل مسیح ہدایت ہے جس کو مسیح مبشر اور مسیح بن مریم اور عیسی بھی کہتے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اس بارہ میں کوئی خبر نہیں دی کہ مثیل مسیح ابن مریم کوئی آئے گا۔

سو اگر مرزائی انصاف کو کام میں لاویں اور عقل و ہوش فرماویں تو اس کا فیصلہ اس طرح بآسانی ہو سکتا ہے کہ تفردات مرزا قادیانی کو یعنی وہ امور جن میں مرزا قادیانی تمام مسلمانوں سے علیحدہ وجدا ہوا ہے، وہ ایک سو عدد سے کچھ زیادہ ہیں اور کچھ اس رسالہ میں مذکور بھی ہوئے ہیں ان امور کو کتاب وسنت واجماع امت پر عرض کریں کیونکہ یہ تینوں اصول معصوم ہیں خطا سے اگر اس کے موافق نکلیں تو ہم بھی مان جائیں گے کہ بے شک مرزا قادیانی مثیل مسیح ہدایت ہے۔ اور اگر ان تینوں اصول معصومہ کے خلاف نکلیں تو مرزائی صاحب مان جاویں کہ وہ مرزا قادیانی مثیل مسیح ضلالت کا ہے جس کو مسیح دجال کہتے ہیں۔

پس جناب مرزائی صاحب اپنی جگہ اس میں غور وفکر فرماویں کہ یہ عدل وانصاف کا فیصلہ ہے یا جور و بے انصافی کا۔ امید ہے کہ مرزائی بھی اگر انصاف وعقل کو کام میں لاویں اور اس معزز عطیہ کو نہ چھوڑیں تو بے شک جان جاویں گے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نائب ہے مسیح دجال کا اور اس سے پھر کر مہاجرین وانصار و آئمہ دین کا دامن پختہ پکڑیں گے و ما علینا الا البلاغ۔ ہمارا کام سمجھانا ہے یارو۔ اب آگے چاہو مانو یا نہ مانو

مراد ما نصیحت بود گفتیم
حوالت با خدا کردیم و رفتیم

مورخہ ۲۷ رجب ۱۳۲۰ھ۔

حررہ خاکسار عبدالاحد خان پوری ابن قاضی محمد حسن خان پوری

حال وارد راولپنڈی محلّہ تالاب پختہ۔

مرزائی مکتوب بنام مولانا عبدالواحد غزنویؒ

میرے مکرم جناب صاحبزادہ صاحب

السلام علیکم۔ ثم هداك الله ولنا اجمعين

کیونکہ زمانہ سخت تشویش اور تردد کا ہے۔اول میں آپ کی علمی معلومات کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا،اور بعدازاں میں آپ کی عنایت کا شکریہ ادا کرونگا جو آپ نے میرے سوالات کے جواب میں تکلیف گوارا کر کے مجھے اعزاز بخشا۔مضمون بہت ہی قابل قدر ہے اور علمی معلومات نے اس پر سونے پر سہاگہ کا کام کردیا ہے۔اس لئے میں نے اس کو محفوظ طور پر اپنے پاس رکھ لیا ہے کہ یہ ایک قابل قدر عطیہ ہے۔میں کوشش کرونگا کہ اس کی ایک نقل جناب کے پاس روانہ کردوں۔جیسا کہ جناب نے آزادی سے اپنے قابل قدردانی سے میری رہنمائی کی کوشش کی ہے میں امید کرتا ہوں کہ اس عالی حوصلگی سے آپ مجھے معاف فرمائیں گے اگر میں بھی اپنے خیالات کا اظہار کروں گو میں اس میں صرف لفاظی یا باتوں سے آپ کو مغلوب کرنے کی کوشش نہیں کرونگا بلکہ اپنی رائے کا ایک مختصر پیرایہ میں اظہار ہوگا لیکن معافی اس واسطے چاہتا ہوں کہ آج کل دینی بحثیں ذاتیات تک پہنچ جاتی ہیں اور میں ڈرتا ہوں کہ مبادا میرا معزز مخاطب ایسا ہی خیال کرے۔

جناب کی یہ رائے ہے کہ خدا کے قول اور فعل میں ہم کو عقل سے بالکل کام نہیں لینا چاہیے اور اس پر شیطان کی نافرمانی کی مثال دے کر جناب نے اس امر کے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ، اگر وہ صرف ایمان کو کام میں لاکر تعمیل حکم کرتا اور انا خير منه نہ کہتا،تو اس تباہی اور بربادی میں نہ پڑتا۔

لیکن میں نے اس کا مضمون یہ نہیں سمجھا ہے جو جناب نے تحریر فرمایا ہے۔میری رائے میں انسان کو دو چیزوں سے دیگر حیوانات پر فوقیت حاصل ہے: عقل اور ایمان سے۔

ان دونوں میں سے اگر ایک کی بھی کمی ہو جائے تو حال ابتر ہو جاتا ہے۔ مثلاً اگر عقل کو کام میں نہ لایا جاوے تو ایک اللہ تعالی کے عطیہ کو اور خصوصاً سب سے زیادہ معزز عطیہ کو معطل چھوڑتا ہے اور دوسرے دوسرا دین وہی دین بن جاتا ہے جو ہندوؤں کا ہے۔ کیونکہ ایمان کے معنی بالغیب چیز ماننے کے ہیں اور انہوں نے اپنے بزرگوں سے متبرکاً سنا ہے کہ پتھر ولنگ وغیرہ کی پرستش سے آدمی نجات پاسکتا ہے اور اسی ایمان بالغیب کی رو سے وہ کاروائی کرر ہے ہیں۔

دوم وہ، وہ ناممکنات ان کی کتابوں میں بھرے پڑے ہیں کہ ایک عاقل آدمی دیکھ کر حواس باختہ ہو جاتا ہے۔ پس اگر وہ ایمان کے ساتھ عقل استعمال کرتے اور حضرت ابراہیم کی طرح حجت اور براہین عقل سے اس کی کمزوری کو ثابت کرتا اور پاک خدا کے احکام سے ایمان کے ایماء سے اس کو دیکھتے تو کبھی بھی برباد نہ ہوتے اور اگر نرا عقل ہی استعمال کیا جائے تو آدمی دہریہ بن جاتا ہے اور تنہا عقل کبھی آدمی کو سیراب نہیں کرسکتا اور وہ آسمان وزمین کے واسطے صرف یہاں تک سوچ سکتے ہیں کہ اس کا خالق ہونا چاہیے پس انسان کو خداوند کریم کے عطیہ کردہ ہر دو اشیاء کو استعمال کرنا چاہیے یعنی ایمان وعقل اور مبارک وہ ہیں جن میں اہر دو جواہر کے استعمال کا مادہ بدرجہ کمال ہو مشاہدہ اس کا عمدہ گواہ ہے مثالوں سے خط لمبا ہو جاتا ہے اور آپ بفضلہ تعالی خود لیاقت کا بڑا ذخیرہ اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اتنے ہی کو چھوڑ کر آگے جاتا ہوں۔ غرض کہ میری رائے میں عقل اور ایمان انسان کو صراط مستقیم پر قائم رکھ سکتا ہے ورنہ انسان کی حالت خراب ہواتی ہے اسلئے خداوند عالم نے یومنو ن با لغیب کے ساتھ اپنی پاک کتاب میں یہ بھی تو تعلیم دی و ما یتذ کر الا او لو ا الا لبا ب

خداوند حکیم کا قول وفعل ہمیں یہی سبق دیتا ہے کہ ایمان وعقل دونوں سے کام لینا چاہیے چنانچہ کتاب پاک وصحیفہ فطرت اور انسانی حالت اس کی گواہ ہیں۔ جناب نے شیطان وآدم کے قصہ سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اگر وہ ایمان رکھتا اور عقل کو کام میں نہ لاتا تو کیوں خدا کے حکم سے نافرمانی کرتا، اور ذلت ورسوائی کا ہار اس کے گلہ میں ابدالآباد تک ڈالا جاتا۔ لیکن جناب خیال فرماویں کہ میں اس

سے یہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ اگر شیطان عقل کو کام میں لاتا اور سوچ لیتا کہ اچھا وہ ہے جس کو بنانے والا اچھا کہے کیونکہ بنانے والا اس چیز کی زیادہ خاصیتوں کو جانتا ہے تو انا خیر منه نہ کہتا اور اگر پھر سوچتا کہ میں خداوند تبارک وتعالی کے روبرو ایک ناچیز ہستی ہوں میرا انکار اس کی ہستی پر کچھ بھی برا اثر نہیں ڈال سکتا لیکن اگر وہ خفا ہو جاوے تو میرا بیخ وبن تباہ کر دے گا تو پھر کس منہ سے خداوند کریم کی نافرمانی کرتا۔ یہ تو ایک مشہور قول ہے

اگر شاہ روز را گوید شب است ایں
بباید گفت اینک ماہ و پروین

اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے سے زور آور سے مقابلہ نہیں کرنا چاہیے پس شیطان نے نافرمانی میں عقل سے کام نہیں لیا تھا بلکہ اس نے غایت درجہ کی بے وقوفی کی تھی۔ اور پٹھانوں کی طرح ضدی جہالت سے کام لیا تھا اس لئے رسوا ومخذول ہوا۔ دویم اگر آدمی عقل نہ رکھتا مکلّف شرع نہ ہوتا۔ دیوانے ومعصوم بچے دیکھو اس مواخذہ سے بری کئے گئے ہیں غرض کہ مذکورہ بالا وجوہات سے میری یہ رائے ہے کہ عقل اور ایمان دونوں کا استعمال ہر ایک امر میں ضروری ہے اور جہاں عقل کام نہ کرے وہاں تنہا ایمان پر بات چھوڑنی چاہیے میرے مکرم بھائی اگر آپ مجھے حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں تو میں نے اس واسطے آپ کو بھائی کے لفظ سے مخاطب کیا کہ علاوہ اخوت اسلامی کے اخوت قومی بھی نہ رہی۔ گو پٹھان قطع صلہ رحم میں تمام دنیا کے لوگوں سے سبقت لے جانے والے ہیں، مرزا صاحب کے ہم کوئی معتقد نہیں، ذرا توجہ سے سنیں ہم مشن سکولوں میں پڑھ کر اور شہروں میں رہ رہ کر پادریوں سے بحثیں کر کر کے ہم کو اسلام... معلوم ہونے لگا تھا اور کوئی شخص مسلمانوں سے غیر مذہب والوں کو تو چھوڑ و ہمارا اطمینان نہیں کر سکتا تھا کہ اسلام کو غیر دینوں پر کیا فوقیت حاصل ہے اور اگر ان مسائل کا دریافت کیا جاتا جو غیر مذاہب والے ہر ایک گلی وکوچہ میں اسلام پر بطور اعتراض پیش کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو برباد کرتے تھے تو ہمیں یہی جواب ملتا تھا کہ خداوند کے کاموں

میں عقل کو استعمال کرنے والا کافر ہے اگر کوئی غریب آدمی ہوتا تو اس کو تو براہ راست کافر کہتے اور اگر کوئی آدمی معزز ہوتا تو اس کو ان الفاظ میں گالی دی جاتی تھی جیسا کہ میں نے ذکر کیا اس اثنا میں جب کہ اسلام پر چاروں طرف سے زبردست حملے کئے جاتے تھے ایک شخص نے براہین احمد یہ لکھ کر دنیا کو پیش کیا اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اول تو حیرت میں تھا جو عیسائیوں کا مغلوب کر دہ اور میں ان آدمیوں میں ہو گیا کہ دل میں اب تک یہی ارمان باقی ہے کہ کوئی لائق عیسائی بحث کے واسطے نہیں ملتا اور اس کے باطل پرستش ہندوؤں سے بھی زیادہ بری معلوم ہوتی ہے۔ پس یہ اس کی کتاب کی برکت ہے اور خدمت دینی ہے جس کا میں نے ذکر کیا گو جناب اس سے ناواقف ہوں لیکن جناب خیال فرماویں کہ الموجود وقت میں ہمارا نظر اس سے ذرا زیادہ اونچا ہو گیا ہے یعنی یہ کہ جب تک مرزا صاحب ہمارے رب العالمین الرحمٰن الرحیم مالک کے عظمت میں لگا ہوا ہے جب تک وہ ہمارے سید و مولیٰ فخر بنی آدم و سرور کائنات کی عظمت کا مداح اور ثابت کرنے والا ہے جب تک کہ دین اسلام کی فضیلت کا تاج عقل ونقل والہام کے بابرکت ہاتھ سے دنیا کے سر پر رکھتا ہے ہمارا سید و مولا ہے اور یہی سنت و فرائض منصبی و علت غائی نبیوں کے لئے تھا اور قرآن حمید اس کا گواہ ہے پس ہم کو اس بات سے کوئی غرض نہیں کہ وہ اپنے آپ کو نبی کہتا ہے، یا رسول، یا ولی، یا کچھ، ہم کو اصل سے مدعا ہے لفظی تنازعات سے غرض نہیں۔ اور جب اس سے ذرا بھی مخالف ہو جاوے اور اس کی تحریر و تقریر میں کسی قدر بھی کسر شان ان ہر سہ عالی شام مضامین کا پایا جاوے، تو وہ خواہ کتنا ہی اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرے اور خواہ وہ کتنی ہی تسبیحوں کا ہار باندھ کر گلے میں ڈالے یا شب و روز سنت نبوی کی پیروی میں اپنے آپ کو غرق بتلاوے، ہم اس کو اس وقت شیطان الانس جانیں گے ، اور اس کے ساتھ اگر ہو سکے تو جہاد کریں گے۔ ہم کو رسول وغیرہ سے کچھ غرض نہیں، ہم اپنے مدعا کو جانتے ہیں۔ ہم نے وہ لوگ بھی دیکھے ہیں اور سب سے زیادہ اس وقت موجود ہیں جو سبحا نی ما اعظم شا نی کہنے والے کو سردار خلیل اولیاء مانتے ہیں اور انا الحق کہنے والے کو سردار خلق، کیونکہ وہ افعال سے خدا کے حکم کی تعمیل کرنے والے اور منہیات سے نہ صرف منع ہونے والے تھے

بلکہ لوگوں کو بھی منع کرتے تھے۔پس خدا کی خدمت کرنے والے تشریحی وتعبیری نبی ورسول کو ہم کبھی بھی برا نہیں کہہ سکتے جو کہ اپنے قول وفعل میں اصحاب رسول اکرم کے بعد کوئی بھی اس کے برابر مشابہ نبی نہیں ہے اور نہ اس کی طرح خدمات کسی نے کی ہیں:

راز ہاہست بسے محرم اسرار کجاست

آج میں نے ایک رسالہ موسوم بہ واقعات صحیحہ میں ایک مضمون الٰہی بخش ملہم کی سرخی سے دیکھا۔ اغلباً وہ شخص جناب مولوی عبداللہ صاحب مرحوم کا مرید، اوراب آپ کے خاندان کا رشتہ دار، اور عہدہ میں اکونٹنٹ لاہور کا رہنے والا ہے۔اس رسالہ میں لکھا ہے کہ الٰہی بخش کو الہام ہوتے رہتے ہیں اور جب صاحبزادہ عبدالجبار صاحب کو اسکا حال معلوم ہوا، تو اس نے اس پر ہنسی اوڑا کر اسکو ایک سخت مضمون میں لکھا کہ تم کو ایسا دعوی نہیں کرنا چاہیے۔اوراسکو اس بارہ میں یہ الہام ہوا:

چہ داند بوزنہ لذات ادرک

میں نے سنا ہے کہ یہ شخص اب سخت طور پر مرزا صاحب کا مخالف اور آپ کے خاندان کا روحانی و جسمانی دوست ہے۔اگر چہ میں اس مضمون کو خوفناک دل کے ساتھ لکھتا ہوں کہ مبادا آپ کو ناگوار گذرے لیکن اخوت مجبور کرتی ہے کہ اس کی طرف آپ کو توجہ دلاؤں۔کیونکہ میری نظر میں یہ بات بہت عبرت ناک الہام ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ پٹھان بنی اسرائیل ہیں، اور قوم بنی اسرائیل خدا کے احکام کے حدود کو توڑنے کی وجہ سے کو نوا قر دۃ خا سئین بن گئے تھے۔اور پے در پے نبیوں کے جھٹلانے اور خدا کے احکام کی بے قدری کرنے کی وجہ سے مغضوب علیہ بن گئے تھے اور بن گئے ہیں۔

پٹھان اگر چہ مسلمان ہیں، لیکن ان میں مغضوب علیہ گروہ کے نشانات اب تک بدستور موجود ہیں جن کو ہم افغانی ملک کے رہنے والے جانتے ہیں۔اگر بوجہ آبادی در ملک غیر آپ کو اس کا حال روشن نہ

ہو، جو جو سختیاں حکام وقانون وخود اپنی قوم کی طرف سے اس پر واقع ہو رہے ہیں وہی فرعون زمانہ یاد آتا ہے۔

پس آپ دریافت فرماویں کہ اگر یہ الہام فی الواقع درست ہے، تو اپنی قوم کی سابقہ تاریخ پر یعنی قرآن شریف پر نظر ڈال کر غور کریں کہ اس الہام کو کس قدر مناسبت ہماری قوم کے ساتھ ہے۔ اور پھر خداوند غیور سے بڑی عاجزی کے ساتھ دعا مانگنی چاہیے کہ وہ ہماری قوم کے حال پر نظر رحمت فرما کر ہم کو منعم علیہ گروہ سے گردان کر صراط مستقیم پر قائم رکھے۔ ورنہ قردۃً خا سئین کا قہر آلود حکم تا حال ہماری سرزنش کے واسطے موجود ہے۔ اور اگر یہ بات جھوٹ ہو، یعنی یہ الہام ہی نہ ہو، تو بھی اپنی قوم کے اگلے اور پچھلے حال کو دیکھ کر اپنی حالت کی اصلاح اور اس سے گذر کر اپنی قوم کی حالت کی اصلاح کرنی چاہیے۔ ہم کو کیا ضرورت ہے کہ لوگوں کے کافر کرنے کے پیچھے پڑیں، اور بندگان خدا کو بری طرح سے یاد کریں جب ہم کو یہ خبر نہیں کہ ہمارے ساتھ خداوند کریم کیا معاملہ کرتا ہے۔

پس میری رائے میں اول اپنی، بعد ازاں اپنی قوم کی اصلاح کرنی چاہیے اور خدا سے دعا مانگنی چاہیے کہ ہم اچھے ہوں، نہ کہ دوسرا برا ہو۔

زیادہ: والسلام۔

میں مولوی اسحاق صاحب کے حال پر افسوس کرتا ہوں کہ وہ پس پشت مرزا صاحب کو گالیاں دیتا ہے۔ کیا یہی کچھ اس نے علی خلق عظیم کی سنت کی پیروی سے حاصل کیا۔ مجھے افسوس ہے کہ جیسا کہ میں ان کی نسبت خوش اعتقاد تھا، اب اس کو سلام لکھتے بھی شرم آتا ہے۔ اگر وہ گالیاں روبرو دیتا، تو بھی پرواہ نہیں لیکن پس پشت گالیوں کا جو حکم ہے اس کو خدا خوب جانتا ہے۔ فقط

معیار المسیح

حافظ محمد ضیاء الدین سجادہ نشین سیال شریف

(منقول از عقیدہ ختم نبوت جلد ۶، احتساب قادیانیت جلد ۴۵)

بسم اللہ الر حمن الر حیم

فقیر محمد ضیاء الدین سیالوی بجواب رسالہ سردار خان بلوچ ترقیم کرتا ہے اگر چہ وہ رسالہ اس قابل نہیں کہ اس کے جواب میں تضیع اوقات کی جائے بنا بر قول شخصے:

جواب جاہلاں باشد خموشی،

اس لئے کہ نہ تو اس رسالہ کی کوئی تر دید دقت طلب امر ہے کیونکہ وہ خود بخود اپنے آپ کو رد کر رہا ہے، نہ ان کا کوئی امر بحث طلب، نہ مولف کا مذہبی ثبوت اس سے ہوسکتا ہے۔ غرض کسی طرح پر اس کو وقعت کی نظر سے دیکھا نہیں جاسکتا۔ نہ لفظاً نہ معناً۔

مگر چونکہ خان موصوف نے اس کے جواب نہ دینے والے کو جاہل اور جاھدو ن فی سبیل اللہ سے اعراض کرنے والا مقرر کیا ہے، لہذا مولف کے چند مقامات کو جو لب لباب اور موضوع رسالہ کا ہیں، مشتے از خروارے مدنظر رکھ کر کچھ لکھا جاتا ہے (اس سے یہ مراد ہے کہ لفظی تردید نہیں کی جاتی صرف مضمون اور مذہب کی تردید کی گئی ہے امید ہے یہی کافی ہوگی اگر خان مذکور نے اس پر اکتفا نہ کیا تو انشاء اللہ لفظ بلفظ اور حرف بحرف رد کیا جائے گا)۔ بعون تعالی۔

آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں

اگر مرزائی اس پر اعتراض اور کج بحثی کریں اور تاویل اور تحریف سے کام لیں تو آپ کے فرمان، من حرامی حجتاں ڈھیر، کے آپ ہی اس کے مصداق ٹھہریں گے۔ میں تو ایسے الفاظ کو ہر گز استعمال نہ کرتا، مگر بہ خورے عطائے تو بہ لقائے تو، یہ آپ کا مہذبانہ قول آپ ہی کو واپس کیا جاتا ہے۔

سو پہلے اب یہ جاننا چاہیے کہ حضرت رسول کریم احمد مجتبی محمد مصطفی ﷺ خاتم النبیین ہیں، اور اس پر قرآن مجید شاہد ہے، مثلاً

ما کا ن محمّد ابا ا حد من ر جا لکم و لکن رسو ل اللہ و خا تم النّبیین و کا ن اللّٰہ بکل شیء علیماً ۔

اور اسی طرح احادیث متواترہ جیسے: لا نبیّ بعدی و لا مرسل و انا خا تم النّبیین

اور اس پر اجماع امت کا ہے، اور صدق لانا اجماع امت پر حضرت ﷺ کا فرمان ہے

لا تجتمع امّتی علی الضلا لۃ

اور مرزا صاحب قادیانی کا بھی یہی قول ہے۔ دیکھو خاتم النبیین صفحہ اول

و اشھد ان محمّداً خا تم النّبیین لا نبی بعدہ ۔

اب اس پر پورا ایمان لانا پڑے گا۔ اور جب حضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر اقرار کیا جائے، تو پھر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا پیغمبر ہونا لغو ہے۔ گو حضرت عیسیٰؑ بن مریم اتریں گے مگر کوئی نئی شریعت اور نئی کتاب کی ان کو ضرورت نہ ہوگی۔ اور آخر الزمان پیغمبر کہلانے کے بھی مستحق نہ ہوں گے۔ اور ان کے نزول کا بموجب فرمان حضرت ﷺ کے وہ وقت ہوگا جب ایک دجال شخص (جس کی حضرت ﷺ نے خبر دی ہے اور اس کا حلیہ اور اس کے حالات مفصل بتلائے ہیں) آوے گا۔ اور جس کی تفصیل ان احادیث میں ہے:

عـن عبـد اللہ قا ل قا ل رسول اللہ ﷺ انّ اللّٰہ لا یخفی علیکم انّ اللّٰہ لیس با عور و انّ المسیح الدّ جال اعور عین الیمنی کان عینہ عنبۃ طا فئۃ

(متفق علیہ)(ترجمہ: روایت ہے عبداللہ سے کہ فرمایا پیغمبر خدا ﷺ نے تحقیق اللہ نہیں پوشیدہ تم پر تحقیق اللہ نہیں کانا اور تحقیق مسیح دجال کانا ہوگا دائیں آنکھ کا گویا کہ آنکھ اس کی دانہ انگور کا ہے پھولا ہوا۔)،

اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ وہ خدائی کا دعوی کرے گا اور اس کی دائیں آنکھ کانی ہوئی اور حضرت ﷺ کا تشبیہ دینا اس کی آنکھ کو دانہ انگور کے ساتھ، وہ ایسی تشبیہ ہے جو بالکل ظاہر ہے اور جس میں تاویل کی حاجت نہیں۔ ایضاً:

عن ابی هریره قال قال رسول اللّٰه الا ا خبر کم عن الدّ جال حد یثاً ما حدّثه نبی قو مه۔ انّه اعور و انّه یجیء معه مثل الجنّة و النّار، فالتی یقو ل انّها الجنّة هی النّار، و انّی انذر تکم به کما انذر به نو ح قو مه (صحیح مسلم:۲۹۳۶)۔

(روایت ہے ابو ہریرہؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے آگاہ ہو، خبر دوں میں تم کو خبر دجال کی سے، کہ نہیں خبر دی ساتھ اس کے کسی نبی نے اپنی قوم کو کہ تحقیق دجال کانا ہے اور تحقیق دجال ملا وے گا ساتھ اپنے مانند جنت اور دوزخ کے جس کو کہے گا یہ جنت ہے وہ ہوگی آگ اور تحقیق ڈراتا ہوں تم کو جیسے ڈرایا ساتھ اس کے نوح نے اپنی قوم کو)۔

حدیث نواس بن سمعان

اس سے صاف ظاہر ہوگیا ہے کہ کسی پیغمبر نے اپنی قوم کو ایسی صاف خبر نہیں دی لیکن آپ اس میں پھر شک لاکر تاویلات کی ضرورت سمجھتے ہیں۔ کم از کم ہر پیغمبر نے یہ تو کہا ہوگا کہ اس کا دین ٹھیک نہ ہوگا مگر حضرت ﷺ نے اپنی خبر کو بطور تفصیل دوسروں پر اس لئے ترجیح دی ہے کہ پھر کسی تاویل کی حاجت نہ رہے

ایضاً: عن نواس ابن سمعا ن قا ل ذکر رسو ل الله ﷺ ذکر الد جا ل...... فقال ان یخرج و انا فیکم فانا حجیجه دونکم، و ان یخر ج، ولست فیکم فامرؤ حجیج نفسه، و اللّٰه !خلیفتی علی کل مسلم، انه شابّ قطط عینه طافئة، کانّی اشبّهه بعبد العزی بن قطن، فمن ادرکه منکم فلیقرأ علیه فواتح سورة الکهف، انه خا ر ج خلّةبین الشا م و العراق، فعا ث یمیناً و عا ث شما لاً، یا عبا د الله ! فا ثبتوا۔

قلنا یا رسو ل اللہ ! وما لبثہ فی الارض۔ قال: اربعون یوماً، یوم کسنةٍ ، و یوم کشھرٍ، و یوم کجمعةٍ، و سائرا یّامہ کایّامکم۔ قلنا: یارسول اللّٰہ فذلك الیوم الّذی کسنةٍ أتکفینا فیہ صلوة یوم؟ قال: لا، اقدروا لہ قدرہ۔

قلنا: یا رسول اللّٰہ! وما اسراعہ فی الارض؟ قال:کالغیث استدبرتہ الرّیح، فیأتی علی القوم فیدعوھم، فیؤمنون بہ و یستجیبون لہ، فیأمر السّماء فتمطر و الا رض فتنبت ، فتروح علیھم سارحتھم، اطول ما کانت ذرّی واسبغہ ضروعاّ، و امدّہ خواصر، ثمّ یأتی القوم، فیدعوھم فیردّون علیہ قولہ، فینصرف عنھم، فیصبحون ممحلین، لیس بایدیھم شیء من اموا لھم و یمرّ بالخرِبة فیقول لھا: اخرجی کنوزك، فتتبعہ کنوزھا کیعاسیب النّخل، ثم یدعوا رجلاّ ممتلئاّ شباباً، فیضربہ بالسیف فیقطعہ جزِلتین رمیة الغرض، ثم یدعوہ فیقبل و یتھلّل وجھہ، ویضحك، فبینما ھوکذ لك اذ بعث اللّٰہ المسیح بن مریم فینزل عند المنارة البیضاء شرقیّ دمشق بین مھرودتین، وا ضعاً کفیہ علی اجنحة ملکین، اذا طأطأ رأسہ قطر، واذا رفعہ تھدرمنہ جمان کاللّؤلؤ، فلا یحلّ لکافر یجد ریح نفسہ الّامات، و نفسہ ینتھی حیث ینتھی طرفہ، فیطلبہ حتی یدرکہ بباب لدّ ، فیقتلہ ، ثم یأتی عیسی (ابن مر یم) قوم قد عصمھم اللہ منہ ، فیمسح عن وجوھھم و یحدّثھم بدر جا تھم فی الجنّة، فینما ھو کذلك اذ اوحی اللّٰہ الی عیسی ، علیہ السلام ، انّی قد ا خر جت عباداً لی، لا یدانِ لاحدٍ بقتالھم، فحرّز عبادی الی الطّور، و یبعث اللّٰہ یأجوج و مأجوج ، و ھم من کلّ حد بٍ ینسلون ، فیمرّ اوا ئلھم علی بحیرة طبریّة ، فیشربون ما فیھا،و یمرّ آ خر ھم فیقو لو ن : لقد کا ن بھذہ ، مرّةً، ما ء، و یحصر نبی اللّٰہ عیسی و اصحا

بـه، حتـى يـكـو ن رأس الثـور لاحـدهم خيراً مّن مأة دينار لاحدكم اليوم ، فيـرغـب نبيّ اللّه عيسى و اصحابه ، فيرسل (اللّه) عليهم النّغف فى رقابهم، فيـصبـحـو ن فـرسـى كـمـوت نفس وا حدةٍ ، ثم يهبط نبيّ اللّه عيسى عليه السـلا م و اصـحـابـه الـى الارض، فلايجدون فى الارض موضع شبرٍ الّا قد ملأه زهمهم و نتنهم ، فير غب نبيّ اللّه عيسى ، عليه السلا م ، و اصحابه الى الـلّه ، فير سل اللّه طيراً كاعناق البختِ، فتحلمهم فتطرحهم حيث شاء اللّه، ثـم يـر سـل الـلّـه مـطـراً لا يـكنّ منه بيت مدرٍو لا وبرٍ، فيغسل الارض حتّى يتـركهـا كـالـزّلفة، ثم يقال للارض: أنبتنى ثمرتكِ، و ردّى بر كتكِ، فيومئذٍ تأكل العصابة من الرّمّانة، و يستظلّون بقحفها، و يبارك فى الرّسل، حتّى انّ اللّقحة من الابلِ لتكفى الفئام من النّاس، و اللّقحة من البقر لتكفى القبيلة من الـنّـاس ، و ا لـلّـقـحة من الغنم لتكفى الفخذ من النّاس، فبينما هم كذلك ا ذ بـعـث الـلّـه عليهم ريحاً طيّبةً ، فتأخذهم تحت ابا طهم، فتقبض رو ح كلّ مـؤمـنٍ و كـلّ مسـلـمٍ، و يبـقـى شـرار النّاس، يتهارجون فيها تهار ج الحمر، فـعـليهـم تقوم الساعة ـرواه مسلم ـ الا الروا ية الثا نية و هى قو له تطر حهم بالمهبل الى قو له سبع سنين ـ رواه التر مذى ج ٢ ص ٤٩

(ترجمہ: اور روایت ہے حضرت نواسؓ بن سمعان سے کہا اس نے، ذکر کیا رسول اللہ ﷺ نے دجال کا۔ پس فرمایا اگر نکلے دجال اور میں ہوں موجود تم میں، پس میں جھگڑوں گا اس سے سامنے تمہارے۔ اگر نکلا اور نہ ہوا میں تم میں، پس ہر شخص حجت کرنے والا اپنی ذات کا ہوگا اور اللہ تعالی خلیفہ میرا ہے اوپر ہر مسلمان کے۔

تحقیق دجال جوان ہوگا بہت مڑے ہوئے بالوں کا، آنکھ اس کی پھولی ہوگی گویا کہ میں تشبیہ دیتا ہوں اس کو ساتھ عبدالعزی بن قطن کے۔

پس جو شخص پائے اس کو تم میں سے پس چاہیے کہ پڑھے سامنے اس کے آیتیں سورہ کہف کی۔

اور ایک روایت میں آیا ہے کہ پس چاہیے کہ پڑھے اول کی آیتیں سورہ کہف کی۔ پس تحقیق وہ سبب امان تمہاری کی ہیں فتنہ د

جال کے ہے

تحقیق دجال نکلنے والا ہے ایک راہ سے کہ واقع ہے درمیان شام اور عراق کے۔ پس فساد کرے گا دائیں اور فساد کرے گا بائیں۔ اے اللہ کے بندو! پس ثابت رہنا۔

کہا ہم نے یارسول اللہ ﷺ اور کتنا ٹھہرنا ہوگا اس کا زمین میں۔

فرمایا چالیس دن۔ ایک دن مقدار برس روز کے ہوگا، اور ایک دن مہینے کے برابر ہوگا، اور ایک دن مقدار ہفتہ کے، اور باقی روز اس کے مانند دنوں تمہارے کے۔

عرض کیا ہم نے یارسول اللہ ﷺ پس وہ دن کہ ہوگا مقدار برس کے کیا کفایت کرے گی ہم کو اس میں نماز ایک دن کی؟

فرمایا نہیں، بلکہ اندازہ کرنا ادائے نماز کے لئے مقدار دن کے۔

کہا ہم نے یارسول اللہ ﷺ کس قدر ہوگا جلد چلنا اس کا زمین میں؟

فرمایا مانند مینہ کے جس کے پیچھے ہوا آتی ہے۔ پس گذرے گا ایک قوم پر اور بلائے گا ان کو پس ایمان لائیں گے وہ اس پر پس حکم کرے گا ابر کو بس برساوے گا ابر مینہ کو۔ اور حکم کرے گا زمین کو پس اگائے گی۔ پس شام کو آئیں گے ان پر مویشی ان کی درازترین اس کے کہ تھے از روئے کوہانوں کے اور خوب پوری اس کی تھی کہ تھے از روئے تھنوں کے خوب کچے ہوئے از روئے کوکھوں،

پھر آئے گا دجال ایک اور قوم کے پاس۔ پس بلائے گا ان کو۔ پس رد کریں گے اس پر قول اس کا، پس پھرے گا ان سے۔ پس ہوں گے قحط زدہ درحال یہ کہ نہ ہوگا ان کے ساتھ کچھ مالوں ان کے سے۔

اور گزرے گا دجال ویرانہ پر پس کہے گا ویرانہ کو نکال اپنے خزانوں کو پس پیچھے چلیں گے دجال کے خزانے اس ویرانہ کی مانند ل شھد کی مکھیوں کے۔

پھر بلاوے گا دجال ایک شخص کو کہ بھرا ہوگا جوانی میں۔ پس مارے گا اس کو تلوار کے۔ پس کاٹے گا اس کو دو ٹکڑے مانند پھینکنے تیر کے نشانے پر۔ پھر بلائے گا دجال اس جوان کو۔ پس زندہ ہوگا، منہ اس کا ہنستا ہوا۔

پس دجال ایسے کاموں میں ہوگا کہ ناگہاں بھیجے گا اللہ تعالیٰ مسیح بن مریم کو۔ پس اتریں گے وہ نزدیک منارہ سفید کے جانب مشرقی دمشق کے درحال یہ کہ ہوں گے عیسیٰ درمیان دو کپڑوں زرد رنگ کے رکھنے والے ہوں گے مسیح دونوں ہتھیلیاں اپنی اوپر بازو فرشتوں کے۔ جس وقت جھکاویں گے سر اپنا ٹپکے گا پسینہ ان کا اور جب اٹھاویں گے سر اتریں گے ان کے بالوں سے قطرے مانند دانوں چاندی کے کہ مانند موتیوں کے ہیں۔

پس نہ ہوگا کوئی کافر کہ پائے ہوا دم عیسیٰ کی سے مگر کہ مر جائے گا۔ اور دم ان کا پہنچے گا جہاں تک پہنچے گی نگاہ ان کی۔

پس ڈھونڈیں گے عیسیٰ دجال کو یہاں تک کہ پائیں گے اس کو دروازہ لد پر۔ پس قتل کریں گے اس کو۔

پھر آئیں گے پاس ایک قوم کے بچایا ہوگا ان کو اللہ نے دجال کے شر سے۔ پس پونچھیں گے ان کے مونہوں سے گرد وغبار

اور خبر دیں گے ان کو مراتب ان کے سے پائیں گے بہشت میں۔

در ہنگامہ کے عیسی اسی طرح سے ہوں گے ناگہاں وحی بھیجے گا اللہ تعالی طرف عیسی کے تحقیق میں نکالے ہیں کتنے ایک بندے اپنے۔نہیں طاقت کسی کو ان سے لڑنے کی پس جمع کر میرے بندوں کو طرف کوہ طور کے اور بھیجے گا اللہ تعالی یاجوج ماجوج کو اور وہ ہر زمین بلند سے دوڑیں گے ۔

پس گذریں گے پہلے ان کے اوپر تالاب طبریہ کے۔پس پی جائیں گے جو کچھ اس میں ہوگا پانی۔اور گزرے گی جماعت ان کی پیچھے آئے گی ان سے پس کہیں گے کہ تحقیق تھا اس میں کبھی پانی۔

پھر چلیں گے یہاں تک کہ پہنچیں گے طرف جبل حمر کے اور وہ پہاڑ ہے بیت المقدس میں۔پس کہیں گے یاجوج ماجوج کہ تحقیق قتل کیا ہم نے ان شخصوں کو کہ زمین میں تھے،آؤ پس چاہیے کہ قتل کریں ہم ان شخصوں کو کہ آسمان میں ہیں۔

پس پھینکیں گے تیر اپنے طرف آسمان کے۔پس پھیرے گا اللہ تعالی ان پر تیر ان کے رنگ خون میں۔

اور روکے جائیں گے نبی اللہ اور یار ان کے یہاں تک کہ ہوگا سر بیل کا واسطے ایک ان کی کے بہتر سو دیناروں سے واسطے ایک تمہارے کے آج کے دن پس دعا کریں گے نبی اللہ عیسی اور یاران کے پاس بھیجے گا اللہ تعالی ان پر کیڑے ان کی گردنوں میں پس ہو جائیں گے مردہ مانند مرنے ایک جان کے۔پھر اتریں گے پیغمبر خدا عیسی اور اتریں گے یاران کے طرف زمین کے۔پس نہیں پائیں گے زمین میں جگہ ایک بالشت مگر بھر دیا جائے گا اس کو چربی اور بدبوان کی نے۔پس دعا کریں گے نبی خدا کے عیسی اور یاران کے طرف اللہ کے۔پس بھیجے گا اللہ جانور پرند کہ گردنیں ان کی مانند گردنوں اونٹ بختی کے ہوں گے پس اٹھائیں گے وہ جانوران کو اور پھینک دیں گے ان کو جہاں چاہا ہے اللہ نے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ڈال دیں جانوران کو نہبل میں اور جلاتے رہیں گے۔مسلمان کمانوں ان کی سے اور تیروں ان کی سے اور ترکشوں ان کی سے سات برس۔

پھر بھیجے گا اللہ ایک بڑا مینہ کہ نہیں چھپاوے گا کسی چیز کو اس مینہ سے گھر مٹی اور نہ گھر صوف کا۔پس دھو ڈالے گا وہ مینہ زمین کو یہاں تک کہ کر دے گا اس کو مانند آئینہ صاف۔پھر کہا جاوے گا زمین کو نکال تو میوے اپنے اور پھیر لا برکت اپنی۔پس اس دن کھاوے گا ایک گروہ ایک انار سے اور سایہ پکڑیں گے اس کے چھلکے میں اور برکت دی جائے گی دودھ میں،یہاں تک کہ اونٹنی دودھ کی کفایت کرے گی جماعت کثیر کو آدمیوں میں سے،اور گائے دودھ کی کفایت کرے گی قبیلہ کو آدمیوں میں سے،اور بکری دوددھ کی البتہ کفایت کرے گی تھوڑی سی جماعت کو آدمیوں میں سے۔

پس ایسے چین و وسعت میں ہوں گے ناگہاں بھیجے گا اللہ تعالی ایک ہوا خوش بو کی۔پس پکڑے گی وہ ان کو نیچے بغلوں ان کی کے۔پس قبض کرے گی وہ روح ہر مومن کی اور ہر مسلمان کی اور باقی رہیں گے شریر لوگ۔مختلت ہوں گے زمین میں مانند اختلاط گدھوں کے آپس میں۔پس ان پر قائم ہوگی قیامت ۔

روایت کی یہ مسلم نے مگر دوسری روایت کہ وہ قول حضرت کا ہے تطر حهم بالمحبل الی قوله سبع سنين روائت

ترمذی کی ہے۔ج۲ص۶۹)

حضرتﷺ نے بہت سے مسائل جواس حدیث میں بیان کئے ہیں بالکل صاف ہیں مثلاً ایک تو یہ کہ دجال حضرتﷺ کے زمانہ میں نہیں آیا۔آپ کے مفروضہ دجال تو اس زمانہ میں بھی موجود تھے مگر کہیں حضرتﷺ نے دجال کے لفظ سے ان کو خطاب نہیں فرمایا تھا۔دوسرا یہ کہ جس دجال کی حضرتﷺ خبر دے رہے ہیں، اس کے شر سے امان میں رہنے کا سبب سورہ کہف کی اول آیتیں قرار دی ہیں اگر ان نصاری کے آگے سب کی سب سورۃ پڑھی جائے تو ان کی سزا جرم سے امان نہیں مل سکتی۔اور تیسرا دجال کا مخرج درمیان شام اور عراق کے ہے۔اور چوتھا یہ کہ رہنا اس کا روئے زمین پر چالیس دن ہے پہلا دن سال کا ہوگا دوسرا دن مہینہ کا اور تیسرا دن ہفتہ کا ہوگا باقی دن ہمارے دنوں کے برابر ہوں گے۔اور اس کی تاویل اس لئے نہیں ہوسکتی کہ اصحابوں نے پوچھا حضرتﷺ سے کہ جو سال کا دن ہوگا کیا پانچ نمازیں ہماری کافی ہوں گی۔فرمایا حضرتﷺ نے کہ ہرگز نہیں، بلکہ اندازہ کر کے تمام سال کی نمازیں پڑھتے رہنا۔

یہ بات بالکل مسلمہ ہے کہ سب روز حضرتﷺ کے فرمان کے مطابق ہوں گے اور یہ نصاری اس صورت میں دجال نہیں بن سکتے کیونکہ یہ حضرتﷺ سے بھی پہلے کے ہیں اگر آپ فرمائیں کہ اس زمانہ میں ان کا دعوی نہ تھا یعنی عیسی ابن اللہ کہنا، تو میں زور سے کہتا ہوں کہ عیسی کے زمانہ میں بھی ان کا یہی دعوی تھا اور اب تک ان کا یہی دعوی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں وارد ہے :

و اذ قا ل اللّٰه یا عیسی ابن مر یم أأنت قلت للنّاس اتّخذو نی و امّی الهین من دو ن الله ۔

دوسرا ، حضرتﷺ کے زمانے میں بھی ان کا یہی اعتقاد تھا:

و قا لت الیهود عز یر ن ابن اللّٰه و قا لت النّصاری المسیح ابن اللّٰه ۔

پانچواں جو شخص دجال پر ایمان لائے گا اور اس کو خدا جانے گا وہ قحط زدہ ہوگا، اس طرح کا کہ اس کے ہاتھ میں کوئی چیز نہ ہوگی اور آج کل دیکھا جاتا ہے کہ جو ان انگریزوں کو اپنا خدا نہیں جانتے وہ بڑے مرفہ الحال کروڑوں کے مالک اور حکمران ہیں مثلاً امیر کابل شاہ ایران شہنشاہ روم وغیرہ وغیرہ۔

باہر نہ جائیے یہی اہل ہنود کہ ان کو کچھ بھی نہیں سمجھتے مگر کروڑوں کے مالک ہیں مگر سب سے بڑھ کر یہ امر قابل یقین ہے کہ کسی کو یہ اپنے دین پر مجبور نہیں کرتے اور یہ کہیں نہیں آیا کہ دجال عیسی پر حکمرانی کرے گا اور جدھر جائے ادھر بلالے گا بلکہ ازالہ حیثیت عرفی میں جرم لگائے گا۔

الغرض قوم کا نام دجال نہیں، صرف ایک شخص ہی ہوگا جس طرح حضرت ﷺ فرما چکے ہیں۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ ریل گاڑی کو دجال کا گدھا قرار دیتے ہیں۔ گویا دجال اور گدھا لازم و ملزوم ہیں۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص کی ریل ہے، وہی دجال ہے۔ ریل تو شاہ روم اور کمپنیوں کی بھی ہے۔ پھر تو دجال ایک قوم بھی نہ رہا بلکہ بہت سے گروہ اور قوموں میں منقسم ہو گیا۔

صاحب ذرا ہوش میں آیئے اور خیال فرمایئے کہ یہ نصاری دجال نہیں بن سکتے اور ریل گدھا نہیں بن سکتی۔

اور علاوہ ازیں حدیث سے یہ بھی تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسی بن مریم مشرق دمشق میں اتریں گے یعنی بیت المقدس میں، دو فرشتوں کا کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے۔ اور ان کے دم سے کافر مر جائیں گے۔ دم ان کا جہاں تک ان کی نظر پڑے گی پہنچے گا، مگر آپ کے مرزا صاحب کی آسمانی منکوحہ یعنی محمدی بیگم کو اس کا خاوند پہلو میں بٹھا کر آج تک عیش اڑا رہا ہے اور زندہ ہے، حالانکہ مرزا صاحب کی پیشین گوئی بڑے زور سے نکلی تھی کہ یہ تین سال کے اندر مر جائیں گے۔ مگر دعا برعکس پیش گوئی غلط پڑی۔ اور اسی افسوس میں مرزا صاحب قادیانی اس سے پہلے ہی مر گئے۔ اور اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیؑ، دجال کو لد کے پہاڑ میں قتل کریں گے اور لد ایک پہاڑ کا نام ہے ملک شام میں (لد ایک موضع کا نام ہے جو ان دنوں اسرائیل میں شامل ہے۔ بہاء) حالانکہ آپ کا عیسی مر گیا اور یہ دجال بقول آپ کے ابھی تک موجود ہیں امید ہے کہ آپ کے خلیفۃ المسیح کو بھی مار کر مریں گے۔

اور نیز اسی حدیث میں ہے کہ یاجوج اور ماجوج ایک اور قوم ہوں گے، جو بعد قتل ہونے دجال کے عیسی کو ان کی خبر پہنچے گی اور حق تعالی سے امر ہوگا کہ میرے بندوں کو کوہ طور پر لے جا کر امان دے۔

فرمایئے! وہ طور آپ کے مسیح کا کون سا ہے۔

اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ یاجوج ماجوج آسمان پر تیر پھینکیں گے اور خون آلود ہو کر آئیں

گے جس کو آپ بھی تسلیم کرتے ہیں اور تاویلاً کہتے ہیں کہ انگریز لوگ پچکاری سے نطفہ لے کر رحم میں ڈالتے ہیں اور یہ مطلب ہے آسمان پر تیر پھینکنے کا۔

صاحب آپ کو خوب معلوم ہوگا کہ ہمارے دیسی تاجران اسپ انگریزوں کے آنے سے پہلے ہی یہ کیا کرتے تھے اور اب تک کر رہے ہیں بلکہ انگریزوں سے بھی کئی درجہ اچھا جیسا کہ رنگ وغیرہ نطفہ میں ملا کر اسی رنگ کا بچہ پیدا کر لیتے ہیں، بلکہ انگریزوں نے بھی یہ عمل ان لوگوں سے سیکھا ہے۔ دس بارہ سال قبل اس کے اسی عمل سے انگریز لوگ منکر تھے۔ اس کے ثبوت پر ایک رسالہ انگریزی میں چھپا ہوا میرے پاس موجود ہے۔ پس آپ کی تاویل کا الزامی جواب یہ ہے کہ گویا ان دجالوں کے آنے سے پہلے بھی یاجوج ماجوج ہماری اپنی قوم کے ہمارے ملک میں ملک تھے اس تقریر سے ظاہر ہوا کہ نہ یہ دجال ہیں اور نہ یاجوج ماجوج اور نہ غلام احمد قادیانی، عیسی بن مریم ہے۔ اگر اس کو عیسی تسلیم کیا جائے تو حضرت ﷺ کی خبر نعوذ باللہ سراسر غلط اور لغو اور دھوکا دینے والی تصور کی جائے۔

حدیث دربارہ نزول عیسی

اور جو حضرت عیسیؑ ابن مریم کے نزول میں احادیث آئی ہیں وہ اب تحریر کرتا ہوں:

و عن ابی هريره قال قال رسول الله و الذی نفسی بيده ليو شكن ان ينز ل فيكم ابن مر يم حكماً عا دلاً فيكسر الصليب و يقتل الخنز ير و يضع الجز ية و يفيض المـا ل حتى لا يقبله احد حتى تكون السجدة الوا حدة خير من الدنيا و مـا فيها ثم يقول ابو هر يرة فا قرؤا ان شئتم و ان من اهل الكتا ب الا ليو منن به قبل موته ۔(متفق علیہ) روایت ہے ابو ہریرہ سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے قسم اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری زندگی ہیں تحقیق اتریں گے عیسی بن مریم آسمان سے درآں حالیکہ حاکم عادل ہوں گے پس توڑیں گے صلیب کو اور قتل کریں گے سؤر کو اور رکھ دیں جزیہ (اگر صرف بیان عدم فرضیت جہاد کا فرض منصبی ہے تو عدم فرضیت کو واضع الجہاد نہیں کہا جاتا، چنانچہ فرضیت کے بیان کنندہ کو مجاہد نہیں کہا جا سکتا الغرض قادیانی صاحب کو فیضع الجزیہ کا مصداق خیال کرنا سراسر غلطی ہے۔ جزیہ کا موقوف کرنا اس سے متصور ہو سکتا ہے جس کی قدرت میں جزیہ ممکن ہو وہ تو خود رعایا

میں تھا رعایا یا بادشاہ سے جزیہ نہیں لے سکتے) اور بہت مال یہاں تک کہ نہیں قبول کرے گا کوئی یہاں تک کہ ہوگا ایک سجدہ بہتر دنیا سے اور ہر چیز سے جو دنیا میں ہے پھر کہتے تھے ابو ہریرہ پس اگر شک وتر دد رکھتے ہو اس خبر میں تو پڑھو اگر چاہو اس آیت کو کہ نہیں ہے کوئی اہل کتاب سے مگر کہ ایمان لائے گا عیسیٰ پر پہلے مرنے ان کے سے پس پڑھو ساری آیت۔

اس حدیث میں حضرت ﷺ نے حضرت عیسیٰؑ بن مریم کہا ہے، نہ کہ مثیل اس کا۔ اور اترنے کے معنی بلندی سے اترنا، نہ کہ زمین میں سے پیدا ہونا۔ اور جو کہ فرمایا اس کی تعریف میں حاکم عادل ہوگا، آپ فرمائیے کہ قادیانی مرزا جی نے کون سا حکم اور کون سا عدل کیا ہے۔ وہ تو ساری عمر انگریزوں کے محکوم رہے۔

اب ان کے عدل کا حال سنئیے۔ ہم وہ خطوط نقل کرتے ہیں جو انہوں نے اپنے رشتہ داروں کو مخاطب کر کے لکھے تھے۔ ان کے دیکھنے سے مرزا غلام احمد قادیانی کا پورا حال روشن ہو جائیگا۔

(خطوط سے پہلے ان کا اصل اشتہار نقل کیا جاتا ہے۔ مرزا جی لکھتے ہیں:

ایک پیش گوئی پیش قبل از وقوع کا اشتہار

پیش گوئی کا جب انجام ہویدا ہو گا
قدرت حق کا عجب ایک تماشا ہو گا
جھوٹ اور سچ میں جو ہے فرق وہ پیدا ہو گا
کوئی پا جائے گا عزت کوئی رسوا ہو گا

اب یہ جاننا چاہیے کہ جس خط کو ۱۰ امئی ۱۸۸۸ء کے نور افشاں میں فریق مخالف نے چھپوایا ہے وہ خط محض ربانی اشارہ سے لکھا گیا تھا۔ ایک مدت دراز سے بعض سرگروہ اور قریبی رشتہ دار مکتوب الیہ کے جن کی حقیقی ہمشیرہ زادہ کی نسبت درخواست کی گئی تھی نشان آسمانی کے طالب تھے اور طریقہ اسلام سے انحراف اور عناد رکھتے تھے۔ چنانچہ اگست ۱۸۸۵ء میں جو چشمہ نور امرت سر میں ان کی طرف سے اشتہار چھپا تھا، یہ درخواست ان کی اس اشتہار میں مندرج ہے۔ ان کو نہ محض مجھ سے بلکہ خدا اور رسول سے بھی دشمنی ہے۔ اور والد اس دختر کا بباعث تعلق قرابت ان لوگوں کی رضا جوئی میں محو اور انکے نقش قدم پر دل و جان سے فدا اور اپنے اختیارات سے قاصر و عاجز بلکہ انہیں کا فرمانبردار ہو رہا ہے۔ اور اپنی لڑکیاں انہیں کی لڑکیاں خیال کرتا ہے اور وہ بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں اور ہر باب میں اس کے مدار المہام اور بطور نفس ناطقہ کے اس کے لئے ہو رہے ہیں تب ہی تو نقارہ بجا کر اس کی لڑکی کے بارہ میں آپ ہی شہرت دے دی یہاں تک کہ عیسائیوں کے اخباروں کو اس قصہ سے بھر دیا۔ آفریں بریں عقل و دانش۔ ماموں ہونے کا خوب ہی حق ادا کیا۔ ماموں ہوں تو ایسے ہی ہوں۔ غرض یہ لوگ مجھ کو میرے دعوی الہام میں مکار اور دروغ گو خیال کرتے ہیں اور اسلام اور قرآن پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے تھے اور مجھ سے کوئی نشان آسمانی مانگتے تھے تو اس وجہ سے کئی دفعہ ان کے لئے دعا بھی کی گئی تھی۔ سو وہ دعا قبول ہو کر خدا تعالی نے یہ تقریب قائم کی کہ والد اس دختر کا ایک اپنے ضروری کام کیلئے ہماری طرف ملتجی ہوا تفصیل اس کی یہ ہے کہ نامبردہ کی ایک ہمشیرہ

ہمارے ایک چچازاد بھائی غلام حسین نام کو بیاہی گئی تھی۔ غلام حسین عرصہ پچیس سال سے کہیں چلا گیا اور مفقود الخبر ہے۔ اس کی زمین جس کا حق ہمیں پہنچتا ہے نامبردہ کی ہمشیرہ کے نام کاغذات سرکاری میں درج کرادی گئی تھی۔ اب حال کے بندوبست میں جو ضلع گورداسپور میں جاری ہے نامبردہ یعنی ہمارے خط کے مکتوب الیہ نے اپنی ہمشیرہ کی اجازت سے یہ چاہا کہ وہ زمین جو چار یا پانچ ہزار روپیہ قیمت کی ہے اپنے بیٹے محمد بیگ کے نام بطور ہبہ منتقل کرادیں۔ چنانچہ ان کی ہمشیرہ کی طرف سے یہ ہبہ نامہ لکھا تھا چونکہ وہ ہبہ نامہ بجز ہماری رضا مندی کے بے کار تھا اس لئے مکتوب الیہ نے بتمام تر عجز وانکسار ہماری طرف رجوع کیا، تا ہم اس ہبہ پر راضی ہو کر اس ہبہ نامہ پر دستخط کر دیں اور قریب تھا کہ دستخط کر دیتے لیکن یہ خیال آیا کہ جیسا کہ ایک مدت سے بڑے بڑے کاموں میں ہماری عادت ہے جناب الہی میں استخارہ

کر لینا چاہیے۔سویہی جواب مکتوب الیہ کودیا گیا، پھر مکتوب الیہ کے متواتر اصرار سے استخارہ کیا گیا۔وہ استخارہ کیا تھا گویا آسمانی نشان کی درخواست کاوقت آپہنچا تھا جس کو خدائے تعالی نے اس پیرایہ میں ظاہر کر دیا۔

اس خدائے قادروحکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کے لئے سلسلہ جنبانی کر اوران کو کہدے کہ تمام سلوک ومروت اسی شرط سے کیا جاوے گا اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا اوران تمام رحمتوں اور برکتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں درج ہیں۔لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا۔اورجس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والداس دختر کا تین سال تک فوت ہوجائے گا اوران کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑیگی اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کیلئے کئی کراہیت اورغم کے امر پیش آئینگے۔

پھران دنوں میں جوزیادہ تصریح اور تفصیل کے لئے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا تعالی نے جو مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی ہرایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لاوے گا اور بے دینوں کو مسلمان بناوے گا۔اور گمراہوں میں ہدایت پھیلاؤ نگا چنانچہ عربی الہام اس بارہ میں یہ ہے:

كذّ بوا بآياتنا و كانوا بها يستهزؤن ۔ فسيكفيكهم اللّٰه و يردّها اليك ۔ لا تبديل لكلمات اللّٰه ۔انّ ربك فعّال لما ير يد ۔ انت معي و انا معك۔ عسى ان يّبعثك ربّك مقاماً محمو داً

یعنی انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا اور وہ پہلے سے ہنسی کر رہے تھے سو خدا تعالی ان سب کے تدارک کے لئے جو اس کام کو روک رہے ہیں تمہارا مددگار ہوگا اور انجام کار اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہی ہو جاتا ہے۔تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں۔اور عنقریب وہ مقام تجھے ملے گا جس میں تیری تعریف کی جائے گی۔یعنی گو اول میں احمق اور نادان لوگ بدباطنی اور بدظنی سے بدگوئی کرتے ہیں اور نالائق باتیں منہ پر لاتے ہیں لیکن آخر کار خدا تعالی کی مدد دیکھ کر شرمندہ ہوں گے اور سچائی کے کھلنے سے چاروں طرف سے تعریف ہوگی۔

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور۔۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء۔(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ج ا ص ۱۵۳، ۱۵۶ تا ۱۵۹)

قادیانی خطوط بابت منکوحہ آسمانی

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے ایک عزیز کو ایک خط میں لکھتے ہیں (یادرہے کہ ذیل کے خطوط پر کلمہ فضل رحمانی کے مصنف قاضی فضل احمد نے یہ نوٹ دیا تھا۔

اس جگہ مرزا قادیانی کے خاص دستخطی خطوں کو جو مجھے ایک دوست شیخ نظام الدین صاحب پنشنر راہوں کی معرفت مرزا علی شیر صاحب سمدھی مرزا قادیانی سے ملے ہیں درج کرتا ہوں جس سے مرزا صاحب کی مسیح موعودی اور نبوت بخوبی ظاہر ہوتی ہے ان خطوں کے ملاحظہ سے ناظرین معلوم کرلیں گے کہ مرزا قادیانی کیا ہیں،کوئی ادنی اور جاہل مسلمان بھی ایسا نہیں کرے گا اور نہ کرسکتا ہے۔بہاء)

مشفقی مکرمی اخویم مرزا احمد بیگ

...قادیان میں جب واقعہ ہائلہ محمود فرزند مکرم کی خبر سنی تو بہت درد اور رنج اور غم ہوا۔بوجہ اس کے کہ یہ عاجز بیمار تھا اور خط نہیں لکھ سکتا تھا اس لئے عزاپرسی سے مجبور رہا۔صدمہ وفات فرزندان حقیقت میں ایک ایسا صدمہ ہے کہ شائد اس کے برابر دنیا میں اور کوئی صدمہ نہ ہوگا۔خصوصاً بچوں کی ماؤں کیلئے تو سخت مصیبت ہوتی

ہے۔خداوند تعالی آپ کو صبر بخشے اور اس کا بدل صاحبِ عمر عطا فرماوے اور عزیزی مرزا محمد بیگ کو عمر دراز بخشے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی بات اسکے آگے انہونی نہیں۔

آپ کے دل میں اس عاجز کی نسبت کچھ غبار ہے لیکن خداوند علیم جانتا ہے کہ اس عاجز کا دل بکلی صاف ہے اور خدائے قادر و مطلق سے آپ کے لئے خیر و برکت چاہتا ہوں۔میں نہیں جانتا کہ میں کس طریق اور کن لفظوں میں بیان کروں تا میرے دل کی محبت اور خلوص اور ہمدردی جو آپ کی نسبت مجھ کو ہے آپ پر ظاہر ہو جائے۔مسلمانوں کے ہر نزاع کا اخیری فیصلہ قسم پر ہوتا ہے جب ایک مسلمان خدا تعالی کی قسم کھا جاتا ہے تو دوسرا مسلمان اس کی نسبت فی الفور دل صاف کر لیتا ہے۔سو مجھے خدا تعالی قادر مطلق کی قسم ہے کہ میں اس بات میں بالکل سچا ہوں کہ مجھے خدا تعالی کی طرف سے الہام ہوا تھا کہ آپ کی دختر کلاں کا رشتہ اسی عاجز سے ہوگا۔اگر دوسری جگہ ہوگا تو خدا تعالی تنبیہیں وارد ہوں گی اور آخر اسی جگہ ہوگا۔کیونکہ آپ میرے عزیز اور پیارے تھے اسلئے میں نے عین خیر خواہی سے آپ کو جتلایا کہ دوسری جگہ اس رشتہ کا کرنا ہرگز مبارک نہ ہوگا۔ میں نہایت ظالم طبع ہوتا جو آپ پر ظاہر نہ کرتا۔میں اب بھی عاجزی اور ادب سے آپکی خدمت میں ملتمس ہوں کہ اس رشتہ سے آپ انحراف نہ فرمائیں کہ یہ آپ کی لڑکی کیلئے نہایت درجہ موجب برکت ہوگا اور خدا تعالی ان برکتوں کا دروازہ کھول دے گا جو آپ کے خیال میں نہیں۔کوئی غم اور فکر کی بات نہیں ہوگی جیسا کہ یہ اس کا حکم ہے جس کے ہاتھ میں زمین آسمان کی کنجی ہے تو پھر کیوں اس میں خرابی ہوگی

اور شائد آپ کو معلوم ہوگا یا نہیں کہ یہ پیش گوئی اس عاجز کی ہزارہا لوگوں میں مشہور ہو چکی ہے اور میرے خیال میں شاید دس لاکھ سے زیادہ آدمی ہوگا کہ جو اس پیشگوئی پر اطلاع رکھتا ہے اور ایک جہان کی اس کی طرف نظر لگی ہوئی ہے اور ہزاروں پادری شرارت سے نہیں بلکہ حماقت سے منتظر ہیں کہ یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے،تو ہمارا پلہ بھاری ہو۔لیکن یقیناً خدا تعالی ان کو رسوا کرے گا اور اپنے دین کی مدد کرے گا۔

میں نے لاہور میں جا کر معلوم کیا کہ ہزاروں مسلمان مساجد میں نماز کے بعد اس پیش گوئی کے ظہور کے لئے بصدق دل دعا کرتے ہیں۔سو یہ ان کی ہمدردی اور محبت ایمانی کا تقاضا ہے اور یہ عاجز جیسے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان لایا ہے ویسے ہی خدا تعالی کے ان الہامات پر جو تواتر سے اس

عاجز پر ہوئے ایمان لاتا ہے اور آپ سے ملتمس ہے کہ آپ اپنے ہاتھ سے اس پیش گوئی کے پورا ہونے کے لئے معاون بنیں تا کہ خدا تعالی کی برکتیں آپ پر نازل ہوں ۔خدا تعالی سے کوئی بندہ لڑائی نہیں کرسکتا اور جو امر آسمان پر ٹھہر چکا ہے زمین پر وہ ہرگز بدل نہیں سکتا۔ خدا تعالی آپ کو دین اور دنیا کی برکتیں عطا کرے اور اب آپ کے دل میں وہ بات ڈالے جس کا اس نے آسمان پر سے مجھے الہام کیا ہے۔ آپ کے سب غم دور ہوں اور دین اور دنیا دونوں آپ کو خدا تعالی عطا فرماوے اگر میرے اس خط میں کوئی نملائم لفظ ہوتو معاف فرمائیں۔ والسلام ۔خاکسار غلام احمد۔ ۱۷ جولائی ۱۸۹۰ء بروز جمعہ

ایک دوسرے عزیز کو مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

مشفقی مرزا علی شیر بیگ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اللہ تعالی خوب جانتا ہے کہ مجھ کو آپ سے کسی طرح سے فرق نہ تھا اور میں آپ کو ایک غریب طبع اور نیک خیال آدمی اور اسلام پر قائم سمجھتا ہوں ۔لیکن اب جو آپ کو ایک خبر سناتا ہوں آپ کو اس سے بہت رنج پہنچے گا مگر میں محض للہ ان لوگوں سے تعلق چھوڑنا چاہتا ہوں جو مجھے ناچیز بتاتے ہیں اور دین کی پرواہ نہیں رکھتے۔

آپ کو معلوم ہے کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کے بارے میں ان لوگوں کے ساتھ کس قدر میری عداوت ہورہی ہے اب میں نے سنا ہے کہ عید کے دوسری یا تیسری تاریخ کو اس لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور آپ کے گھر کے لوگ اس مشورہ میں ساتھ ہیں ۔آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس نکاح کے شریک میرے سخت دشمن ہیں۔ بلکہ میرے کیا دین اسلام کے سخت دشمن ہیں۔ عیسائیوں کو ہنسانا چاہتے ہیں ہندوؤں کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور اللہ ورسول کے دین کی کچھ پرواہ نہیں رکھتے۔ اور اپنی طرف سے میری نسبت ان لوگوں نے پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ اس کو خوار کیا جائے ذلیل کیا جائے روسیاہ کیا جائے۔ یہ اپنی طرف سے ایک تلوار چلانے لگے ہیں اب مجھ کو بچالینا اللہ تعالی کا کام ہے، اگر میں اس کا ہونگا، تو مجھے ضرور بچائے گا۔

اگر آپ کے گھر کے لوگ سخت مقابلہ کر کے اپنے بھائی کو سمجھاتے تو کیوں نہ سمجھتا کیا میں چوہڑا، یا

چمار تھا جو مجھ کو لڑکی دینا عار یا ننگ تھی۔ بلکہ وہ تو اب تک ہاں سے ہاں ملاتے رہے، اور اپنے بھائی کے لئے مجھے چھوڑ دیا۔ اور اب اس لڑکی کے نکاح کے لئے سب ایک ہو گئے ۔

یوں تو مجھے کسی کی لڑکی سے کیا غرض، کہیں جائے مگر یہ تو آزمایا گیا کہ جن کو میں خویش سمجھتا تھا اور ان کی لڑکی کے لئے چاہتا تھا کہ اس کی اولاد ہو اور وہ میری وارث ہو، وہی میرے خون کے پیاسے، وہی میری عزت کے پیاسے ہیں اور چاہتے ہیں کہ خوار ہو اور اس کا روسیاہ ہو۔ خدا بے نیاز ہے جس کو چاہے سیاہ کرے مگر اب وہ مجھے آگ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ میں نے خط لکھے کہ پورانہ (پرانا) رشتہ مت توڑو۔ خدا تعالی سے خوف کرو، کسی نے جواب نہ دیا۔ بلکہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی بیوی نے جوش میں آکر کہا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے صرف عزت بی بی نام کیلئے فضل احمد کے گھر میں ہے۔ بے شک وہ طلاق دے دیوے، ہم راضی ہیں۔ اور ہم نہیں جانتے کہ یہ شخص کیا بلا ہے۔ ہم اپنے بھائی کے خلاف مرضی نہیں کرینگے۔ یہ شخص کہیں مرتا بھی نہیں۔ پھر میں نے رجسٹری کرا کر آپکی بیوی صاحبہ کے نام خط بھیجا مگر کوئی جواب نہ آیا اور بار بار کہا کہ اس سے کیا ہمارا رشتہ باقی رہ گیا ہے۔ جو چاہے کرے۔ ہم اس کے لئے اپنے خویشوں سے اپنے بھائیوں سے جدا نہیں ہو سکتے ۔مرتا مرتا رہ گیا ابھی مرا بھی ہوتا۔ یہ باتیں آپ کی بیوی صاحب کی مجھے پہونچی ہیں۔ بے شک میں ناچیز ہوں، ذلیل ہوں اور خوار ہوں مگر خدا تعالی کے ہاتھ میں میری عزت ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اب جب میں ایسا ذلیل ہوں تو میرے بیٹے سے تعلق رکھنے کی کیا حاجت ہے لہذا میں نے ان کی خدمت میں خط لکھ دیا ہے کہ اگر آپ اس ارادہ سے باز نہ آویں اور اپنے بھائی کو اس نکاح سے روک نہ دیں پھر جیسا کہ آپ کی خود منشا ہے میرا بیٹا فضل احمد بھی آپ کی لڑکی کو اپنے نکاح میں رکھ نہیں سکتا۔ بلکہ ایک طرف جب (مسماۃ محمدی) کا کسی شخص سے نکاح ہوگا تو دوسری طرف فضل احمد آپ کی لڑکی کو طلاق دے دے گا۔ اگر نہیں دے گا تو میں اس کو عاق اور لاوارث کرونگا۔ اور اگر میرے لئے احمد بیگ سے مقابلہ کرو گے اور یہ ارادہ اس کا بند کرادو گے تو میں بدل و جان حاضر ہوں۔ اور فضل احمد کو جواب میرے قبضہ میں ہے ہر طرح سے درست کر کے آپ کی لڑکی کی آبادی کے لئے کوشش کرونگا اور میرا مال ان کا مال ہوگا۔ لہذا آپ کو بھی لکھتا ہوں کہ آپ اس وقت کو سنبھال لیں اور احمد بیگ کو پورے زور سے خط لکھیں کہ باز آجائیں اور اپنے گھر کے لوگوں کو تاکید کریں کہ وہ بھائی کو

لڑائی کر کے روک دیوے۔ ورنہ مجھے خدا کی قسم ہے کہ اب ہمیشہ کے لئے یہ تمام رشتہ ناطے توڑ دونگا۔ اگر فضل احمد میرا فرزند اور وارث بننا چاہتا ہے تو اسی حالت میں آپ کی لڑکی کو گھر میں رکھے گا۔ اور جب آپ کی بیوی کی خوشی ثابت ہو۔ ورنہ جہاں میں رخصت ہوا، ایسا ہی سب ناطے رشتے بھی ٹوٹ گئے۔

یہ باتیں خطوں کی معرفت مجھے معلوم ہوئی ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ کہاں تک درست ہیں۔ واللہ اعلم۔

راقم۔ خاکسار۔ غلام احمد از لودھیانہ اقبال گنج۔ ۴ مئی ۱۸۹۱ء

نقل اصل خط مرزا صاحب قادیانی جو بنام والدہ عزت بی بی تحریر کیا تھا:

والدہ عزت بی بی کو معلوم ہو کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ چند روز تک (مسماۃ محمدی) مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا چکا ہوں کہ اس نکاح سے سارے رشتہ ناطے توڑ دونگا اور کوئی تعلق نہیں رہے گا اسلئے نصیحت کی راہ سے لکھتا ہوں کہ اپنے بھائی مرزا احمد بیگ کو سمجھا کر یہ ارادہ موقوف کراؤ۔ اور جس طرح تم سمجھا سکتے ہو اس کو سمجھا دو۔ اور اگر ایسا نہیں ہوگا تو آج میں نے مولوی نور دین صاحب اور فضل احمد کو خط لکھ دیا ہے کہ اگر تم اس ارادہ سے باز نہ آؤ تو فضل احمد، عزت بی بی کے لئے طلاقنامہ لکھ کر بھیج دے۔ اور اگر فضل احمد طلاق نامہ لکھنے میں عذر کرے تو اسکو عاق کیا جائے اور اپنے بعد اس کو وارث نہ سمجھا جائے۔ اور ایک پیسہ وراثت کا اس کو نہ ملے سو میں امید رکھتا ہوں کہ شرطی طور پر اس کی طرف سے طلاق نامہ لکھا آ جائیگا جس کا یہ مضمون ہوگا کہ اگر مرزا احمد بیگ، محمدی کے غیر کے ساتھ نکاح کرنے سے باز نہ آوے تو پھر اسی روز سے جو محمدی کا کسی اور سے نکاح ہو جائے عزت بی بی کو تین طلاق ہیں۔

سو اس طرح پر لکھنے سے اس طرف تو محمدی کا کسی دوسرے سے نکاح ہوگا اور اس طرف عزت بی بی پر فضل احمد کی طلاق پڑ جائے گی۔ سو یہ شرطی طلاق ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ اب بجز قبول کرنے کے کوئی راہ نہیں۔ اور اگر فضل احمد نے نہ مانا تو میں فی الفور اس کو عاق کر دونگا۔ اور پھر وہ میری وراثت سے ایک دانہ نہیں پا سکتا۔ اور اگر آپ اس وقت اپنے بھائی کو سمجھا لو تو آپ کے لئے بہتر ہوگا۔

مجھے افسوس ہے کہ میں نے عزت بی بی کی بہتری کے لئے ہر طرح سے کوشش کرنا چاہا تھا اور میری کو

شش سے سب نیک بات ہو جاتی مگر آدمی پر تقدیر غالب ہے۔ یاد رہے کہ میں نے کوئی کچی بات نہیں لکھی۔ مجھے قسم ہے اللہ تعالی کی کہ میں ایسا ہی کرونگا۔ اور خدا تعالی میرے ساتھ ہے۔ جس دن نکاح ہوگا اس دن عزت بی بی کا نکاح باقی نہیں رہے گا۔ راقم مرزا غلام احمد از لودیانہ ۴ مئی ۱۸۹۱ء

(اور اپنی بہو سے اس کی والدہ کے نام لکھواتے ہیں):

از طرف عزت بی بی بطرف والدہ

اس وقت میری بربادی اور تباہی کی طرف خیال کرو۔ مرزا صاحب کسی طرح مجھ سے فرق نہیں کرتے۔ اگر تم اپنے بھائی، میرے ماموں کو، سمجھاؤ تو سمجھا سکتی ہو۔ اگر نہیں تو پھر طلاق ہوگی اور ہزار طرح کی رسوائی ہوگی۔ اگر منظور نہیں تو خیر جلدی مجھے اس جگہ سے لے جاؤ۔ پھر میرا اس جگہ ٹھہرنا مناسب نہیں۔

(نوٹ از مرزا صاحب قادیانی) جیسا کہ عزت بی بی نے تاکید سے کہا ہے اگر نکاح رک نہیں سکتا پھر بلا توقف عزت بی بی کے لئے کوئی قادیان سے آدمی بھیج دو تا کہ اس کو لے جائے۔

قادیانی عدل

پس خان صاحب آپ کو بخوبی عدل مرزا صاحب قادیانی کے ان خطوط سے معلوم ہو گیا ہوگا۔ پس میں بھی کچھ جتا دیتا ہوں اگر چہ ہندی کے چندے کی کچھ ضرورت نہ تھی مگر مکتوب الیہ میرا چنداں لئیق نہیں۔ سنیئے صاحب اگر کچھ قصور تھا تو مرزا احمد بیگ کا تھا اس کی بہن کا کچھ بھی قصور نہ تھا۔

اچھا بالفرض مانا کہ اس نے بھائی کو نہ سمجھایا، اس کی بیٹی کا کیا قصور کہ وہ بے چاری مطلقہ ہو کر اپنے حصہ زوج سے شرعاً محروم کی جائے اور مرزا فضل احمد (بن مرزا غلام احمد قادیانی) بے چارے پر یہ سزا کہ اس بے گناہ کو اگر طلاق نہ دے تو اس کو عاق کیا جائے اور ایک دانہ اور ایک پیسہ بھی مرزا صاحب قادیانی کی وراثت سے اس کو نہ ملے (یہی تو دجال کی نشانیوں میں لکھا جا چکا ہے کہ جو اس کی نہ مانے گا تو اس کے ہاتھ میں ایک فلوس تک نہ رہے گا)۔

ایسا شہوت پرست نہ کہیں دیکھا نہ سنا۔ خصوصاً نبی آخر الزمان کہلانے والا بایں صفت موصوف نہیں ہوسکتا (نعوذ باللہ من ذلک) اور دیکھئے صاحب رشتہ ناطہ توڑنے والے کو قرآن شریف اور احادیث میں کن لفظوں سے پکارا گیا ہے اور کن گروہ میں شامل کیا گیا ہے اور کیا سزا اس پر ہے:

فهل عسيتم ان تولّيتم ان تفسدوا فی الارض و تقطّعوا ارحا مكم ۔ اولئك الّذين لعنهم الله فا صمّهم و اعمى ابصار هم ۔ افلا يتد بّرو ن القرآن ام على قلو ب اقفا لها ۔ انّ الذين ارتدّوا على اد با رهم بعد ما تبيأن لهم الهدى الشيطان سوّل لهم و املى لهم (محمد: ۲۲۔ ۲۵)

(ترجمہ: پس کیا ہو تم نزدیک اس بات کے کہ اگر والی ہو تم حکم کے یہ کہ فساد کرو بیچ زمین کے اور توڑو قرابتیں اپنی۔ یہ لوگ جنہیں لعنت کی ہے ان کو اللہ نے پس بہرا کر دیا ان کو اور اندھا کر دیا آنکھوں ان کی کو کیا پس نہیں فکر کرتے بیچ قرآن کے کیا اوپر دلوں کے قفل ہیں ان کے تحقیق جو لوگ پھر گئے اوپر پیٹھوں اپنی کے پیچھے اس کے کہ ظاہر ہو واسطے ان کے ہدایت شیطان نے زینت دلائی ہے واسطے ان کے اور ڈھیل دلائی دی ہے واسطے ان کے)۔

اس آیت سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ خدا تعالی نے بڑی لعنت کی ہے ایسے کام کرنے والوں کو اور مفسد قرار دیا ہے۔ یہ آیت جو نقل کی گئی ہے سورۃ محمد کے تیسرے رکوع میں ہے۔ اور دوسری ایک اور آیت:

انّ اللّه يأمر بالعدل و الاحسان و ايتاء ذى القربى و ينهى عن الفحشاء و المنكر و البغى يعظكم لعلّكم تذ كرون ۔ (تحقیق اللہ تعالی حکم کرتا ہے ساتھ عدل کے اور احسان کے اور دینی قرابت والوں کے اور منع کرتا ہے بے حیائی سے اور نامعقول سے اور سرکشی سے نصیحت کرتا ہے تم کو تاکہ تم نصیحت پکڑو)

یہ خدا تعالی کا فرمان صاف صاف ہے کہ عدل کرو اور احسان کرو اور صلہ رحمی کرو اور برے کاموں سے بچو جب قطع رحمی کی بنا ایک شہور پرستی پر مبنی ہو تو کیسی فضیحت ہے اگر آپ فرماویں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی درخواست شہوت رانی کے لئے نہیں تھی وہ خدا کا حکم تھا اور خدا نے ان کا نکاح آسمان پر کیا تھا اس لئے مرزا صاحب تبلیغ احکام الہی کرتے تھے تو اس حکم خدا کے پورے نہ ہونے سے سب باتیں درہم برہم ہو گئیں اور اس سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کو الہام ربانی نہیں ہوا، بلکہ شیطانی ہوا۔ اور الہام شیطانی کے بارہ میں خدا نے خود قرآن شریف میں فرمایا ہے چنانچہ یہ آیت:

هل انبّئکم علی من تنزّل الشّیا طین ۔ تنزّل علی کلّ افّاك ا ثیم ۔ یلقون السّمع و اکثرھم کا ذبو ن ۔(ترجمہ: کیا بتلاؤں میں تم کو اوپر کس کے اترے ہیں شیطان اترتے ہیں اور ہر جھوٹ باندھنے والے گنہگار کے رکھتے شیطان کان اپنے اور اکثر ان کے جھوٹے ہیں)۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو الہام مرزا صاحب قادیانی کو ہوا تھا جھوٹا نکلا۔ ایسی اور بہت سی آیات ہیں کہ صلہ رحمی کو محمود اور قطع رحمی کو مردود قرار دیتی ہیں اور کئی حدیثیں بھی لکھتا ہوں۔

قال رسول اللّٰہ ﷺ ما من ذنب ا خری ان یجعل اللہ لصاحبہ العقوبۃ فی الد نیا مع ما یؤخرہ فی الارض من ابغی و قطعت الرحم ۔ رواہ الترمذی و ابـــو دا ؤد ۔ (فرمایا رسول اللہ ﷺ نے نہیں کوئی گناہ لائق تر اس بات کے کہ جلدی کرے اللہ تعالی صاحب گناہ کو عذاب دنیا میں باوجود ذخیرہ کرنے اس کے بیچ آخرت کے نکل جانے سے اطاعت امام سے اور کاٹنے ناطے کے سے)۔

وعن عبد اللّٰہ بن ابی اوفی قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لا تنز ل الرحمۃ علی قو م فیھم قا طع رحم ۔ رواہ البیھقی فی شعب الایما ن ۔
(ترجمہ: اور روایت ہے عبداللہ بن ابی اوفی سے کہ کہا سنا میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہ فرماتے تھے نہیں اترتی رحمت اس قوم پر کہ اس میں کاٹنے والا ہوتا ہے ناطے کا)۔

ایسی اور بہت سی احادیث ہیں جن کے معنی یہی ہیں۔ آپ کو اس تحریر سے عدل مرزا قادیانی کا بخوبی معلوم ہو گیا ہوگا۔ ایسا عدل جو قرآن اور حدیث کے مخالف ہو اس کو ظلم کہا جاتا ہے نہ کہ عدل پھر اسی حدیث ابو ہریرہؓ میں جو نزول عیسیٰ میں لکھی گئی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بن مریم صلیب کو توڑیں گے اور جزیہ موقوف کر دیں گے یعنی سوائے ایمان کے اور کوئی وجہ سبب امان کا نہ ہوگا۔ پس فرمایئے کہ آپ کے مرزا غلام احمد قادیانی نے کتنے عیسائی مسلمان کئے اور کتنے غیر مذاہب والوں کو اسلام پر لائے۔

دوسری حدیث نزول عیسیٰؑ میں یہ ہے:

عن عبد اللّٰہ بن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ ینزل عیسی بن مریم الی ارض فیتز و ج و یولد و یمکث خمس و اربعو ن سنۃ ثم یموت فید فن معی فی قبری فاقوم انا و عیسی ابن مر یم فی قبر وا حد بین ابی بکر و عمر ۔ رواہ

ابن جوزی فی کتاب الوفاء ۔(ترجمہ۔روائت ہے عبداللہ بن عمرؓ سے کہ کہا فرمایا رسول اللہﷺ نے اتریں گے عیسی بیٹے مریم کے طرف زمین کے پس نکاح کریں گے اور پیدا کی جائے گی اولاد ان کے لئے اور ٹھہرینگے زمین میں پینتالیس (۴۵) برس پھر وصال فرمائیں گے عیسی پس دفن کئے جائیں نزدیک میرے پس اٹھوں گا میں اور عیسیؑ ابن مریم ایک مقبرہ میں درمیان حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے)۔

پس اس حدیث کی رو سے بھی سندھی بیگ، عیسی بن مریم نہیں بن سکتا۔حضرتﷺ نے اس حدیث میں عیسی بن مریم کہا ہے جو آسمان سے زمین پر اتریں گے اور پینتالیس برس زمین پر رہیں گے۔

اگر اب مرزا صاحب قادیانی کا جب سے یہ پیدا ہوئے ہیں زمانہ نزول تصور کیا جائے تو اسّی (۸۰) نوے (۹۰) برس کے مابین ہوگا اور اگر ان کے دعوی میعاد مقرر کیا جائے تو ۴۵ سال سے بہت کم، یہ دونوں صورتیں مخالف پڑتی ہیں۔

اور آنحضرتﷺ نے اسی حدیث میں فرمایا ہے کہ جب وہ اتریں گے تو نکاح کریں گے۔

آپ فرمایئے کہ آپ کے عیسی (مرزا غلام احمد قادیانی) بعد دعوی نبوت کتنے نکاح کرنے پر آمادہ ہوئے، مگر کامیاب نہ ہوئے، اور اسی حدیث میں ہے کہ وہ مر کر میرے مقبرہ میں دفن ہوں گے۔اور اس کے رفع شک کیلئے فرمایا کہ ہم اٹھیں گے بھی ایک مقبرہ سے، مزید براں یہ فرمایا حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ فاروقؓ کے درمیان سے، حالانکہ مرزا صاحب قادیان میں مدفون ہیں۔

اگر ان سب احادیث اور آیات کے تاویلاً کچھ اور معنی لئے جائیں جو اصل کے مخالف ہوں تو خلاف جمیع امت مرحومہ کا آتا ہے کیونکہ نہ کسی اصحاب نے یہ معنی تاویلی ملحوظ رکھے ہیں اور نہ اجماع امت کا اس پر ہے۔مرزا صاحب قادیانی اس آیت کی رو سے جہنمی قرار دیئے جاتے ہیں

و من یّشا قق الرّسو ل من بعد ما تبیّن له الهدی و یتّبع غیر سبیل المؤ منین نو لّه ماتو لّی و نصله جهنّم و ساء ت مصیرا ۔

(ترجمہ: اور جو کوئی برخلاف کرے رسول کے پیچھے اس کے کہ ظاہر ہوئے واسطے اس کے ہدایت اور پیروی کے مخالف راہ مسلمانوں کے متوجہ کریں گے ہم اسکو جدھر متوجہ ہوا اور داخل کریں گے ہم اس کو دوزخ میں اور بری ہے جگہ پھر جانے کی)

آج حضرتﷺ کے بعد تیرہ سو سال گذر چکے ہیں۔کسی مجتہد الوقت اور مجدد اور اولیاء امت نبوی

نے یہ نہیں لکھا کہ عیسی بن مریم نہ آئیں گے بلکہ ان کا مثیل مرزا قادیانی ہوگا۔اگر آپ کے تاویلی معنی ملحوظ رکھے جائیں تو پھر حضرتﷺ کا کلام جو موصوف بفصل الخطاب تھے ایک امر مبہم پہیلی ٹھہرا،اور اپنی امت کو تفرقہ میں ڈالا (نعوذ باللہ من ذلك)۔کیا آپﷺ خواب کی تعبیر دے رہے تھے، یا امت کو تفرقہ میں ڈالا،یا امت کو ایک بڑے حادثہ سے بچانے کی کوشش کرر ہے تھے۔حالانکہ حضرتﷺ حق تعالی سے بالمؤ منین رؤف رحیم کا خطاب ملا ہے۔اور یہ دونوں خداوند تعالی کے توصیفی نام ہیں۔ایسے انسان کامل سے ہرگز ایسی امید نہیں ہوسکی خصوصاً جب کہو ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی کا مصداق بھی ہو۔

یہ پیش گوئیوں کا غلط نکلنا آپ کے عیسی جعلی کا حصہ ہے۔ہم اپنے حضرت سید المرسلین وخاتم النبیین ﷺ کو ایسے الزاموں سے بالکل بری جانتے ہیں،اور تاویلوں کے درپئے نہیں ہوتے مگر وہ کہ جن کو خدا اور سول پر پورا ایمان نہ ہو جیسا کہ:

فا مّا الّذین فی قلوبھم زیغ فیتّبعون ما تشا به منه ابتغاء الفتنة و ابتغاء تا ویله و ما یعلم تاو یله ا لّا الله (پس وہ لوگ جو بیچ دلوں ان کی کے کجی ہے پس پیروی کرتے ہیں اس چیز کی جو شبہ والی ہے اس میں سے واسطے چاہیے گمراہی کے اور واسطے چاہیے تاویل اس کے اور نہیں جانتا تاویل اس کی کو مگر اللہ)

اور یہ ان لوگوں کی تردید میں ہے جو متشابہات کی تاویلوں میں لگے رہتے ہیں اور جو آیات محکمات ہیں ان کی تاویل تو بطریق اولی ممنوع اور ناجائز ٹھہری۔پس صاحب اپنی من بھاتی تاویلوں سے توبہ کریں اور قرآن مجید اور حدیث کو پہیلی اور چیستاں نہ قرار دیں خصوصاً ان آیات کو جن پر ایمان کی بنا ہے۔اور خدا تعالی خود فرماتا ہے:

و لقد یسّرنا القرآن للذّ کر فھل من مدّ کر ۔

(ترجمہ:اور البتہ تحقیق آسان کیا ہم نے قرآن واسطے نصیحت کے پس کیا ہے کوئی نصیحت پکڑنے والہ)۔

یہ آیت چار دفعہ حق تعالی نے سوہ قمر میں فرمائی ہے۔مناسب ہے کہ آپ اس سے نصیحت پکڑیں اور کاذب مسیح سے پرہیز کریں کہ ان کی طرح اور بھی پہلے نبوت کا دعوی کر چکے ہیں اور کئی بعد میں کرتے رہیں گے چنانچہ حضرت سرور عالمﷺ نے پہلے ہی خبر فرمادی ہے مثلاً ابن صیاد اور مسیلمہ کذاب وغیرہ

عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللهﷺ لا تقوم السّاعة حتّی ینبعث

کذابو ن د جالو ن قریب من ثلا ثین کلھم یزعم انه رسو ل الله (ھذا حد یث حسن صحیح۔ سنن ترمذی حدیث نمبر ۲۲۱۸)(ترجمہ: روایت ہے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے نہ قائم ہوگی قیامت یہاں تک کہ اٹھائے جائیں گے جھوٹے مکار تقریباً تیس تک۔ ہر ایک گمان کرے گا کہ وہ رسول اللہ کا ہے)۔

یعنی ہر ایک دعویٰ نبوت کا کریگا اور بہت سے ہو گذرے ہیں ان میں سے شہروں میں اور ناکامیاب وہلاک کیا ہے اللہ نے ان کو اور اسی طرح کرے گا باقی مدعیوں کے ساتھ اور دجال خارج ہے اس گنتی سے کہ وہ دعویٰ الوہیت کا کرے گا۔

و عن ثو با ن قا ل قا ل رسو ل اللہ ﷺ لا تقو م السّا عة حتّی تلحق القبائل من امتی بالمشر کین و حتی یعبدوا ا لاو ثا ن و انه سیکو ن فی امتی ثلا ثو ن کذّا بو ن کلّھم یز عم انّه نبی و انا خا تم النّبیین لا نبیّ بعدی (ھذا حد یث صحیح) ترجمہ: روایت ہے ثوبانؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے نہ قائم ہوگی قیامت یہاں تک کہ مل جائیں گے قبیلے میری امت سے مشرکوں کے ساتھ اور یہاں تک کہ پوجیں گے بتوں کو اور تحقیق قریب ہے کہ ہوں گے میری امت سے تیس جھوٹے ہر ایک گمان کرے گا کہ وہ نبی ہے اور میں (خود رسول اللہ ﷺ) خاتم النبیین ہوں۔ نہیں کوئی نبی میرے بعد (یہ حدیث صحیح ہے۔ ترمذی باب ماجاء لا تقو م السا عة حتی یخر ج کذا بو ن۔ حد یث نمبر ۲۲۱۹)

اب میں اپنے دلائل ختم کرنا چاہتا ہوں اور آپ کے من گھڑت سوال جو ہماری طرف منسوب کئے ہیں ان کے جواب جو آپ نے دیئے ہیں تردید کرتا ہوں۔ شائد ضمناً کچھ دلائل بھی ہوں گے۔

اولاً گذارش ہے کہ جو تفسیر سورۃ والشّمس میں آپ نے درفشانی کی ہے اس کے رسم خطی اور عبارت دیکھ کر اطفال مکتب بھی کھلی مچاتے ہیں۔ آپ کی قابلیت اس سے سمجھ آتی ہے جو آپ شک بہ ،ق، لکھتے ہو۔ خیر ان باتوں سے ہمیں کیا کام۔ ہمارا مطلب یہ ہے کہ جو آپ نے کلام ربانی کے ظاہری معانی چھوڑ کر کل الفاظ کی تاویلات ضعیفہ کر کر اپنے مطلب کو ثابت کیا ہے یہ اقوال صحابہ کرام و تفاسیر مفسرین متقدمین کے برخلاف ہے کیونکہ بہ مصداق حدیث خیر القرو ن قر نی ثمّ الّذین یلو نھم ثم فثم ۔(ترجمہ۔ یعنی آپ ﷺ نے فرمایا سب زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر وہ جوان کو دیکھنے والے ہیں یعنی تابعین پھر وہ جوان کو دیکھنے والے ہیں یعنی تبع تابعین.....) یعنی جو لوگ حضرت ﷺ کے زمانہ سے قریب ہیں، وہ بعیدوں سے دین کے مسائل میں اچھے پہنچنے

والے ہیں۔دیکھئے تفسیر عباسی جو تفسیر عبداللہ بن عباسؓ کہ جو ثقہ صحابہ سے ہے اور تفسیر القرآن بخاری شریف و باقی تفاسیر جو تیرہ سو سال کی بنائی ہوئی ہیں کیا کسی صحابہ نے یہ تاویلیں کی ہیں، یا آپ ہی کی من بھاتی باتیں ہیں

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ من قال فی القرآن برأیه فلیتبوأ مقعده فی النّار و فی روایة من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوأ مقعده فی النّار (رواہ الترمذی) (جو شخص کہ قرآن میں اپنی رائے سے کہے پس چاہیے کہ تیار کرے جگہ اپنی بیچ آگ کے اور ایک روایت میں ہے جو کہے قرآن میں بغیر علم کے پس چاہیے کہ بنائے اپنی جگہ آگ میں)

اور حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے:

اتّبعوا السّواد الاعظم فانّه من شذّ شذّ فی النّار۔

ترجمہ۔حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے تابعداری کرو بڑی جماعت کی اس لئے کہ جو شخص اکیلا ہوا ڈالا جائے گا آگ میں۔

پس جو شخص سواد اعظم کی اتباع چھوڑ کر اپنی رائے سے قرآن کے الفاظ میں تاویلیں کرے وہ ایسی حدیثوں کا مصداق ہوگا۔اگر برخلاف اجماع امت مرحومہ کے جو آپ نے قمر سے مراد لی ہے وہ مانی بھی جائے تو بھی کیا وجہ ہے کہ اس سے خاص مرزا صاحب قادیانی ہی مراد لئے جائیں اور عموماً خلفاء راشدین اور اولیاء المکرّمین کیوں نہ لئے جائیں اور یہ جو آپ نے بیان کیا ہے کہ قمر شمس کے تابع ہوتا ہے اور شمس سے نور حاصل کر کے اوروں کو مستفید کرتا ہے کیا یہ وصف ان خلفاء عظام و اولیاء کرام میں جن کے الہامات و کرامات اظہر من الشّمس ہیں موجود نہ تھے۔خیال کیجئے کہ گروہ کے گروہ مشرکین و یہود و نصاریٰ کے ان کے ہاتھ سے اسلام لائے ہیں اور ظاہری و باطنی فیوض سے فیض یاب ہوئے ہیں آپ بتلائیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی دعوت سے کتنے مشرک یا نصاری یہود اسلام لائے اور دینی فیض پایا۔پھر بڑا تعجب ہے کہ ایک چودھویں صدی کا قمر بنا۔حضرت قمر تو ہمیشہ شمس کے تابع ہوتا ہے نہ کہ تیرہ سو سال بعد۔قمر تو قیامت تک شمس کے تابع رہے گا۔ آپ کا بنایا ہوا قمر تو خاک میں مل گیا ہے ایسی کچی تاویلوں سے کام ہرگز نہیں نکلتا یہ تو صرف خبط اور پگلہ پن ہے آپ کی یہ تفسیر سراپا مخالف اجماع جم غفیر ہے اس عقیدہ سے آپ کو باز آنا لازم ہے:

و اللّٰه یهدی من یشاء الی صراط مستقیم اللهم اهدنا الصراط المستقیم

آمین ثم آمین

آپ کے سوالات وجوابات جن کی پیشانی پر لکھا ہوا ہے:

مخالفان جماعت احمدیہ کا تسلی قلب قلع قمع ؛

قلع قمع کے معنی تو آپ کو نہ آتے ہوں گے مگر طوطی وار کہہ دیا ہے۔

قولہ سوال: یہ صاحب سوال کرتے ہیں کہ کہاں عیسی مسیح یا امام آخرالزمان آئے ابھی کوئی نہیں آئے، ہم کو کوئی ابھی گمان بھی نہیں؟

الجواب: تو آپ سوال بھی متفرق طور پر کرتے ہو۔ اگر خواندہ ہو یا ناخواندہ مگر خواندہ ناخواندہ سے سیکھ کر کہتا ہے۔ یہ سوال ہمارے ملک میں تسلی بخش ہورہا ہے ہم کو اس کا جواب دینا فرض ہوا۔ لیکن بھائی تم اپنے دل میں سوچ لو کہ یہ سوال کیسا گندہ اور کچا اور بودہ ہے کیونکہ دلائل قرآن اور حدیث سے نہیں صرف تمہارا زبانی جمع خرچ ہے (الخ تا ص ۲۴)

صاحبا! چونکہ سوال کی عبارت آرائی آپ جیسے منشی کریں تو پھر گندہ اور بودہ کیوں نہ ہو۔ سبحان اللہ الجواب کے بعد پھر بھی سوال ہی کی تقریر شروع ہورہی ہے۔

صاحبا! سائل کا منشاء تو یہ تھا کہ جس شخص کو تم عیسی موعود ومہدی معہود بناتے ہو، اس میں تو ہمارے گمان میں عیسائیت ومہدویت کے حسب فرمان مخبر صادق کے ایک نشانی بھی نہیں پائی جاتی۔ مثل مشہور ہے کہ کاٹھ کا بلاّ تو میاں کون کرے۔ پھر آپ نے جواب کا خلاصہ یہ لکھا ہے:

> بھائی صاحبان تم نے قادیان شریف جا کر مرزا صاحب کی باتیں نہیں سنیں اور ان کی کتابوں کی تحقیقات نہیں کی کیونکہ یہ نبی آخرالزمان ہے اس پر گنتی رسولوں کی ختم ہوگئی جس طرح خدا تعالی فرماتا ہے و اذا الرسل اقتت اور جب رسولوں کی گنتی پوری ہوجائے گی۔ پس ابتداء وانتہاء خدا تعالی کے کاوں کا ہم مثل ہوتا ہے اور اس کے کام اس طرح سے سرانجام ہوتے ہیں اور دوسرا تم نے سجدہ شکریہ ادا نہیں کیا دونوں کام جو کئی برعکس کئے یہ کام شیطان کے تھے، جو تم نے کر لئے ،۔

دیکھو یہ کلام کیسا لغو وبکواس ہے اور مخالف نص اور حدیث کے ہے۔ صاحبا! تم تو ماہر قرآن ہونے کا

دعوی کرتے ہوا ب آیت و لکن رسول الله و خا تم النبیین وحدیث لا نبی بعدی کو پس پشت ڈال کر کمثل الحمار یحمل اسفاراً بن گئے۔ اسی کو کہتے ہیں، من حرامی حجتاں ڈھیر۔

آپ نے ہمارے ذمہ دو شیطانی کام لگائے ہیں۔ ایک قادیان نہ جانا دوسرا سجدہ شکریہ بجا نہ لانا۔

صاحب! اس دعوی کی آپ کے پاس کون سی آیت یا حدیث دلیل ہے، یا صرف من گھڑت بات ہے۔ آپ کا عقیدہ جو مخالف آیت وحدیث مرقومہ ہے آپ کو خود شیطان بنا رہا ہے۔ مثل ہے کہ جو جان بوجھ کر اندھا ہو، اس کا دارو کیا۔ آپ کو اس گندہ عقیدہ سے باز آنا لازم ہے ورنہ بہت پچھتاؤ گے من یهدی الله فلا مضل له و من یضلله فلا ھا دی له

قولہ سوال: مسیح اور مہدی کا ابھی کوئی نشان نہیں آیا۔ اگر آئے گا تو اور رنگ ہو جائے گا۔ وہ بادشاہی دنیا کی ہمراہ لائے گا ملک فتح کرے گا کفار کو تہ تیغ کر کے اسلام پر لے آئے گا اور دجال آئے تو ایک گدھے پر چڑھ کر آئے گا اور کہے گا کہ ہم خدا ہیں۔ ہماری خدائی کو مانو بہت خلقت اس کے ساتھ ہو جائے گی۔ جو اس کو نہ مانے گا تو بارش بند کر دے گا اور گدھا اس کا ستر باع کا ہوگا اور سوکوس پر لید کرے گا اس کے آگے دخان کا پہاڑ چلے گا وغیرہ۔ اور یاجوج ماجوج آئیں گے تو پانی سب دریاؤں کا پی جائیں گے کچھ نہ چھوڑیں گے بلند مکان پر کھڑے ہو کر تیر آسمان پر چلائیں گے اور وہ خون آلودہ آئیں گے وغیرہ۔ جس طرح ہماری کتابوں میں لکھا ہے اگر اس طرح نہ آئیں تو ہم نہیں مانیں گے ۔

بھائی صاحب میں تم کو ایک جواب مختصر دوں گا (الخ۔ تا ص ۳۵)

اس سوال میں آپ نے بعض فقرے ایسے درج کئے ہیں جن کی کوئی اصل نہیں اور صرف جہلاء کے دھوکہ دینے کو یوں ہی لکھ مارے ہیں وہ یہ کہ سوکوس پر لید کرے گا اس کے آگے دخان کا پہاڑ چلے گا۔ یہ مرزائی جماعت کے گھر کی بنائی ہوئی باتیں ہیں تا کہ ریل کو گدھا بنانے میں کام آئیں۔ دخان تو قرب قیامت کے ایک علیحدہ علامت ہے جیسا کہ دا بة الارض، قال اللہ تعالی

فا رتقب یو م تأ تی السّماء بد خان مبین ۔ یغشی النّاس ھذا عذا ب الیم ۔

وہ ایک ایسا دھواں ہوگا جو مشرق ومغرب تک زمین کو آسمان تک پھیر لے گا اور چالیس دن رہے گا

اورخلقت کو بہت تنگ کرے گا جیسا کہ لفظ عـذا ب الیم اس پر دلالت کرر ہا ہے۔اس کی پوری تفصیل تفسیروں اورحدیثوں میں ہے۔آپ کا اس کو ریل کا دھواں بنانا کیسا خلاف آیت اور حدیث ہے۔آیت کریمہ اس کے عـذا ب الیم ہونے کی گواہی دے رہی ہے،اور حدیث سب زمین وآسمان پر کر لینے اور چالیس دن رہنے کی کیا آپ کے مقرر شدہ دھواں میں بھی یہ وصف ہیں، ہرگز نہیں آیت وحدیث کے منکر کا حکم آپ بخوبی جانتے ہیں اور یہ جولکھا ہے کہ گدھا اس کا ستر باع کا قدر آور ہوگا یہ بھی برخلاف حدیث ہے

عـن ابی هـر يـره عن النبی ﷺ قا ل يخر ج الد جال علی حمار اقمر ما بين اذنيه سبعو ن با عاً ۔

(ترجمہ: نکلے گا دجال اوپر گدھے سفید کے جو میان ہر دو کانوں اس کے ستر باع کا فیصلہ ہوگا (رواہ البیہقی فی مشکوۃ)

اس حدیث سے یہ صاف معلوم ہوا ہے دجال کے گدھے کا سفید رنگ ہوگا کیونکہ اقمر سخت سفید رنگ کو کہتے ہیں۔پس یہ حدیث بھی ریل کے گدھا بنانے میں مانع ہوئی کہ وہ سیاہ رنگ ہوتی ہے(شائد آپ کہیں کہ ریل میں فرسٹ کلاس کی گاڑی سفید ہوتی ہے مگر اس میں بھی دونقص لازم آتے ہیں ایک تو گدھے ہزار ہا ٹھہرے دوسرے مرزا صاحب سواری فرسٹ کلاس کی کرنے سے خود دجال بن گئے)مگر اندھوں کے آگے سیاہ وسفید برابر ہے۔

پھر اس سوال کا جو جواب لکھا ہے وہ بعینہ مصداق سوال گندم جواب چنا کا ہے وہ بھی ریت میں ڈالا ہوا۔آپ کی درہم برہم عبارت کے سوال کا پہلا فقرہ یہ ہے:

مسیح اور مہدی کا ابھی کوئی نشان نہیں آیا،

جواب یہ نکلا کہ قوم نصاری جو دجالی ہیں یہی مسیح اور مہدی کے آنے کے نشان ہیں۔اور ان کے دجال ہونے کی یہ دلیل گذاری کہ زمین آسمان وغیرہ سب ان کے تابع ہیں،جیسے آپ کی عبارت، پانی،آگ، پہاڑ،دریا،برق،آسمان،زمین،باد،اشجار،پنچھی،حیوان،جن،انسان،نباتات وغیرہ زیر حکم ہیں۔،

سوگذارش ہے کہ پانی وغیرہ سب کا تابع ہونا دجال کے کسی آیت وحدیث سے ثابت نہیں۔البتہ زمین وآسمان کی تابعداری بعض باتوں میں ثابت ہے اگر بالفرض مانا بھی جائے تو پھر نصاری میں یہ بات پائی جاتی ہے پانی یا آگ یا پہاڑ کو نصاری اپنی طرف بلائیں تو چلے آئیں مینہ برسانا یا انگوری جمانا ان کے اختیار میں ہے؟ ہرگز

نہیں۔اگر یہ ان کے زیر حکم ہوتی تو جا بجا نہریں بڑی تکلیف اٹھا کر لے جانے کی کیا ضرورت تھی کبھی ایسی سخت بارش آتی ہے کہ ان کی سڑکیں ونہریں بالکل خراب کر دیتی ہے۔آپ کی ایسی بودی باتوں کو تو طفلان مکتب بھی تسلیم نہیں کر سکتے۔

خدارا از رہ انصاف ذرا ان حدیثوں کی طرف تو غور کیجئے جو رسالہ کے اول دجال کے بارہ میں نقل کی گئی ہیں۔ کیا ان سے دجال ایک شخص واحد ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟

حدیث میں آتا ہے ھو ر جل نہ کہ ھو قو م۔

اگر آپ کو حدیث کی سمجھ نہیں آتی تو یہاں آ کر سمجھ جائیں کہ دین کے لئے شرم اچھی نہیں۔ پھر تعجب یہ ہے کہ آپ اپنی کتاب کے صفحہ ۳۲ کی سطر ۶ پر ان کو دجال بنا کر پھر اسی صفحہ کی سطر ۱۱ پر نصاری کو یاجوج ماجوج بناتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

لیکن یاجوج اور ماجوج کی قوم تو یہی ہے اچھا دجال کہاں گیا دجال تو معلوم ہے پادری صاحبان اور آریہ ہیں،

سچ ہے کہ جھوٹے گواہ کی زبان سے کبھی کچھ نکلتا ہے کبھی کچھ۔آپ کا یہ صرف زبانی دعوی ہے یا کوئی آیت حدیث بھی ہے ہرگز نہیں (نعو ذ با لله من ذلك اللغو يا ت) پھر فقرہ اگر آئے گا تو اور رنگ ہو جائے گا، کا جواب جو آپ نے لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے

دیکھو کئی کارخانہ کی مشینیں قسم قسما چلا رہے ہیں اور یعنی تار برقی دیکھو کہ ملک کی جاسوسی کر رہی ہے اور دوائی کا کام بھی دیتی ہے۔اور پادری صاحبان کو دیکھو کہ کیسے علم نکالے ہیں۔انجمنیں بنا کر وعظ شروع کئے اور فاحشہ عورتوں کو، جو کنواری ہوں اور شکیلہ، ہمراہ لے کر خلق اللہ کو وعظ کرنا اور عمدہ عمدہ راگ سنانا وغیرہ۔

واہ رے آپ کی لیاقت وحماقت مسیح موعود کے زمانہ کی عجب شان دکھا رہے ہو۔ کیوں نہ ہو چونکہ آپ کے مسیح مرزا قادیانی ٹھہرے، تو رنگ بھی ایسا ہی چاہیے۔آپ نے اس فقرہ کا مطلب ہرگز نہیں سمجھا۔ سائل کا مقصود تو یہ ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ دینداری کی رونق واسلام کا روپ زیادہ ہوگا۔ یہاں تک کہ ایک سجدہ سب مال دنیا سے بہتر ہوگا۔اور طرح طرح کی برکت دیکھو حدیث طویلہ کی بعض عبارت کا ترجمہ جو پہلے گذر چلی ہے پس اس دن کھائے گا ایک گروہ ایک انار سے اور سایہ پکڑیں اس کی چھال میں اور برکت دی

جائے گی دودھ میں یہاں تک کہ ایک اونٹنی دودھ کی البتہ کفایت کرے گی جماعت کثیر کو آدمیوں میں سے، اور گائے دودھ کی کفایت کرے گی قبیلہ کو آدمیوں سے اور ایک بکری دودھ کی البتہ کفایت کرے گی تھوڑی سی جماعت کو آدمیوں میں سے۔ نیز احادیث صحیحہ میں ہے:

و تکو ن الملل کلّھا ملّۃ ا لا سلا م و تر تع ا لا سود مع ا لا بل و النّمار مع البقر و الذّ ئا ب مع الغنم و یلعب الصّبیا ن مع الحیا ت ۔

(ترجمہ: سب دین ایک دین اسلام کا ہو جائے گا اور چریں گے شیر ساتھ اونٹوں کے اور چیتے ساتھ گائیں کے اور بھیڑیئے ساتھ بکریوں کے اور کھیلیں گے لڑکے ساتھ سانپوں کے)

چونکہ زمانہ حال میں یہ رنگ موجود نہیں، آپ کے قادیانی مرزا صاحب، مسیح موعود نہیں بن سکتے۔

فقرہ نمبر۳۔ وہ بادشاہی دنیا کی ہمراہ لائے گا ملک فتح کرے گا کفار کو تہ تیغ کرے گا پھر اس کے متعلق آپ آخری ورق پر لکھتے ہیں کہ:

بادشاہی دو قسم کی ہے ایک روحانی جیسے حضرت رسول اللہ ﷺ اور سب اولیاء اللہ ہیں، دوسری دنیاوی جسمانی اور مسیح موعود کے جسمانی بادشاہ ہونے پر کوئی دلیل نہیں صرف روحانی پادشاہ ہوں گے جیسے مرزا صاحب تھے۔،

افسوس صد افسوس کہ آپ حضرت ﷺ کو ظاہری بادشاہ قرار نہیں دیتے۔ کیا آپ کو آیات قتال و جہاد سب بھول گئیں۔ جنگ احد و جنگ حنین وغیرہ جن کا شاہد قرآن کریم ہے یہ بھی یاد نہ رہے۔ کیا جنگ کرنا ظاہر بادشاہوں کا کام نہیں ہے۔ یہ بیت بھی یاد نہیں کہ

خراج آورش حاکم روم وری
خراجش فرستاد کسری و کی

شائد آپ کے خیال میں ہوگا کہ آنحضرت ﷺ بھی مرزا صاحب کی طرح کسی نصاری کے باج گذار ہوں گے ویسا ہی عیسی بھی ظاہری باطنی بادشاہ ہوں دیکھو الفاظ حدیث صحیحہ

یکو ن حکماً عا دلاً و یکسر الصّلیب و یقتل الخنا زیر و یضع الجز یۃ

حاکم عادل ہونا ظاہری بادشاہوں کا لقب ہے یا نہیں؟ صلیب کا توڑنا اور جزیہ کا لینا یا معاف کرنا ظاہری بادشاہی کے متعلق ہے یا نہیں؟ بالفرض اگر ظاہری بادشاہ نہ بھی ہوں، تو وہ علامات جو آگے مذکور ہو چکی ہیں ان کا ظہور تو ان کے زمانے میں ضرور ہے۔ کیا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے زمانہ میں ان سے ایک علامت بھی تھی ہرگز نہیں۔ پھر کیسے مرزا قادیانی، مسیح موعود بنے۔

فقرہ نمبر ۴: دجال آئے گا گدھے پر چڑھ کر آئے گا اور کہے گا کہ ہم خدا ہیں ہماری خدائی مانو۔ بہت خلقت اس کے ساتھ ہو جائے گی جو اس کو نہ مانے گا تو بارش بند کر دے گا۔ دجال کا آنا و گدھے پر چڑھنا اور ربوبیت کا مدعی ہونا اور اکثر یہود کا اس کے تابع ہو جانا اور ان کے حکم سے بارش کا برسنا اور انگوریوں کا اگنا، احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جیسا کہ پہلی حدیثوں میں دیکھ چکے ہو پس جن کو آپ دجال بنا رہے ہو چونکہ ان میں یہ باتیں موجود نہیں معلوم ہوا کہ یہ دجال نہیں یہ آپ کا صرف خیالی پلاؤ ہے پھر حدیث صحیح کے منکر کا حکم آپ کو اچھی طرح معلوم ہے بیان کی حاجت نہیں۔

فقرہ نمبر ۵: یاجوج ماجوج آئیں گے تو پانی سب دریاؤں کا پی جائیں گے کچھ نہ چھوڑیں گے بلند مکان پر کھڑے ہو کر تیر آسمان پر چلائیں گے اور وہ خون آلودہ ہو جائیں گے وغیرہ۔،

یاجوج ماجوج آپ نے نصاریٰ کو مقرر کیا ہے اور آسمان پر تیر مارنے کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ مرغی کے انڈوں میں چوبیس گھنٹہ تک حیوان پیدا کرنا اور پچکاری کے ذریعہ سے عورتوں کے رحم میں منی ڈال کر حاملہ کرنا ایسے کام تیر مارنے تقدیر الٰہی میں ہیں۔ یہ آسمان کو تیر مارنے نہیں تو کیا ہے۔ آپ کے اس سوال کے جواب پر یہ مقولہ خود صادق آتا ہے، ککرتو ڈھٹیا داند کھوتے دا بجھ گیا سنگ۔،

یہ خیال آپ کا کیسا مخالف قرآن وحدیث ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے

قالوا یا ذا القرنین انّ یاجوج ماجوج مفسدون فی الارض فھل نجعل لك خرجاً علی ان تجعل بیننا و بینھم سداً

ذرا اس آیت کی تفسیر دیکھیں اور ان کا حلیہ وفساد مفصل مطالعہ فرمائیں (مختصراً کچھ حلیہ بیان کیا جاتا ہے۔ علیؓ فرماتے ہیں کہ ان میں سے بعض کے قد کی مقدار ایک بالشت کی اور بعض بہت بلند چنانچہ حدیث میں ہے ایک قسم کا ان میں سے قد مثل

درخت ورز کے ہے جو ولایت شام میں ہوتا ہے اور اس کا طول ۱۲۰ گز ہے اور بعض کا طول وعرض برابر ہے اور بعض کے کان ایسے لمبے ہوتے ہیں کہ ایک سے فرش اور دوسرے سے لحاف بناتے ہیں)

یاجوج ماجوج کا بلند مکانوں پر پھرنا اور پانی کا پی جانا اور زمین والوں کو قتل کرنا پھر آسمان کی طرف تیروں کا پھینکنا اور خون آلودہ واپس آنا یہ سب احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔حدیث طویلہ مروی ہے عن نواس بن سمعان جو پہلے لکھی گئی، ذرا غور سے دیکھیں۔اور جو آپ نے آسمان پر تیر پھینکنے کی تاویل پچکاری سے لی ہے،تو یہ کوئی اجہل بھی نہیں مانتا جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے۔اور جو لکھا ہے، کہ ایسے کام تیر مارنے تقدیر الٰہی ہیں، کیا انسان تقدیر کو بدلا سکتا ہے۔حدیث میں آتا ہے کہ پہاڑ اپنے مکان سے دور ہوسکتا ہے مگر تقدیر ہرگز نہیں بدلتی۔آپ منکر بالقدر ٹھہرے حالانکہ ایمان بالقدر فرض ہے(نعو ذ بالله من ذلك الا عتقا د)

سوال: بعضے کہتے ہیں کہ نشان مہدی تو اکثر آ گئے ہیں اب مہدی آ جائے گا یہ اہل رائے کے نزدیک کیسا پوچ سوال ہے صرف بلامغز کیونکہ نشان اور گواہ حاضر ہو گئے مدعی ابھی کوئی نہیں دعوی کیا۔الخ۔،

افسوس آپ کی حالت پر کہ یہ بھی نہیں سمجھا کہ علامت وشرط چیز سے پہلے ہوتی ہے کیا علامات قیامت جو قرآن وحدیث میں بیان ہوئے ہیں وہ قیامت سے پہلے آئیں گے یا قیام قیامت کے وقت۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اقتربت السّاعة و انشقّ القمر انشاق قمر کو کتنی مدت گذر چکی ہے۔شائد آپ نے بادل بھی کبھی نہیں دیکھے جو بارش کا نشان ہے۔کیا وہ آتے ہی بارش شروع ہو جاتی ہے۔پھر جو آپ نے طاعون کو دابۃ الارض کہا ہے،کون سی آیت اور کون سی حدیث آپ کی سند ہے یا صرف من بھاتی گپ ہے؟ قال اللہ تعالیٰ

و اذا وقع القول عليهم اخرجنا لهم دا بّة من ا لا رض تكلّمهم انّ النّاس كا نوا بآ يا تنا لا يوقنو ن ۔(ترجمہ:جب واقع ہوگا قول آدمیوں پر ہم نکالیں گے واسطے ان کے ایک جانور زمین سے جو بات کرے گا ساتھ ان کے یہ کہ انسان ہماری آیات قدرت کے ساتھ یقین نہیں لاتے)۔

تفسیروں میں آیا ہے کہ وہ ایک جانور ہے طول اس کا ساٹھ گز ہوگا چار پاؤں بال زرد باریک جیسا کہ پنکھی کے بچے ہوتے ہیں۔دو پر بڑے ہوں گے کوئی اس سے بھاگ نہ سکے گا نہایت روشن ہوگا۔

ابن زبیر صاحب فرماتے ہیں کہ سر اس کا گائے کی مانند ہوگا،

عین المعانی میں ہے کہ آنکھ اس کی خوک کی مانند، کان مانند فیل، سینگ گائے پہاڑی رنگ مانند، پلنگ گردن مانند شتر مرغ، سینہ مانند شیر، پہلو مانند یوز، پاؤں مانند شتر، دم مانند دنبہ۔

حدیث میں آتا ہے کہ وہ مسجد حرام سے نکلے گا۔ آدمی دیکھتے ہوں گے تین روز کے بعد اس کا ثلث باہر نکلے گا۔ عصائے موسیٰ و خاتم سلیمان اس کے ہاتھ میں ہوں گے۔ جس کو عصا لگائے گا اس کا منہ سفید ہوگا اور کافروں کی آنکھوں کے درمیان خاتم سلیمان لگائے گا ان کے منہ سیاہ ہو جائیں گے۔ پس تمام دنیا میں کوئی آدمی نہ رہے گا مگر سیاہ یا سفید منہ والا کسی کو نام سے نہ بلائے گا سفید منہ کو بہشتی کر کے بلائیں گے اور سیاہ منہ کو دوزخی (تفسیر حسینی وغیرہ)

فرمایئے آپ کے دابۃ الارض میں یہ وصفیں موجود ہیں؟ ہرگز نہیں۔ صرف دعویٰ بلا دلیل ہے

و عن عبد اللہ ابن عمر قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ان اول الآیات خروجاً طلوع الشّمس من مغربها خروج الدّابۃ علی النّاس ایهما ما کانت قبل صاحبتها فالاخری علی اثرها قریباً (رواہ مسلم)۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ طلوع الشّمس و خروج دابۃ قریب قریب ہوگا۔ یعنی جب ایک ہوگا دوسرا اس کے پیچھے جلدی ہوگا، کچھ دیر نہ ہوگی۔ پس آپ کا دابہ تو نکلا مگر طلوع شمس مغرب سے نہ ہوا۔ شاید آپ کے شہر میں ہوا ہوگا۔ اگر آپ یہ دعویٰ کرو کہ طلوع شمس من المغرب ہو چکا ہے پھر پس چونکہ بعد طلوع بموجب یغلق باب التوبۃ دروازہ توبہ کا بند ہو گیا تو پھر آپ کا ایمان لانا مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ بے سود ہوگا۔ العیاذ باللہ من هذہ الهفوات و الواهیات

سوال: مہدی اور مسیح آخر الزمان آیا تو وہ بادشاہی لائے گا اور کفار کو بزور تلوار تہ تیغ کر کے مسلمان کرے گا اور مہدی اور ہے اور عیسیٰ اور۔

پہلے دو فقرہ کی نسبت آگے لکھا گیا ہے اخیری فقرہ کے جواب میں آپ نے لکھا ہے:

حدیث لا مہدی الا عیسیٰ، سب قضیہ جات کو درہم برہم کر دیتی ہے جب حدیثوں میں تطبیق نہ ہو یہ جاہلی ہے۔

آفرین آپ کی عقل اور آپ کے انصاف پر۔ چندیں احادیث صحیحہ کو چھوڑ کر ایک حدیث ضعیف پر جو قابل تاویل بھی ہو عمل کرنا اسی کا نام تطبیق ہے زیادہ تعجب تو یہ ہے کہ سب قرآن و احادیث مشہورہ کی تاویل کر لیتے ہو۔ اس حدیث میں تاویل میں دروازہ بند ہو گیا ہے سچ ہے صا حب الغر ض مجنو ن۔

احادیث درباره مہدی

حضرت عیسیٰؑ بن مریم کے بارہ میں تو آگے حدیثیں لکھ چکے ہیں اب امام مہدی کے بارہ میں بھی چند حدیثیں لکھی جاتی ہیں:

عـن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ لا تذ هب الد نيا حتى يملك الـعرب رجلاً من اهل بيتي يوا طى اسمه اسمى (تر مذی حد یث نمبر ۲۲۳۰۔ و ابو دا ؤد) و فى روا ية له لو لم يبق من الد نيا ا لا يوم لطو ل الله ذلك اليوم حتى يبعـث فيـه ر جل من اهل بيتى يو ا طى اسمه اسمى و اسم ابيه اسم ابى يملأ الا رض قسطـاً و عـد لاً كـمـا ملئت ظلماً و جوراً و عن ام سلمة قا لت سمعت رسو ل الله ﷺ يقو ل المهدى من عتر تى من او لا د فا طمة (رواہ ابو دا ؤد) و عـن ابـى سـعيـد الـخـد رى قا ل قا ل رسو ل الله ﷺ المهدى منى اجلى الجبهة اقرى ا لا نف يملأا الا ر ض قسطاً و عد لاً كما ملئت ظلماً و جوراً يملك سبع سنين (رواہ ابو دا ؤد)

پس ان احادیث سے صاف معلوم ہوا کہ امام مہدی سید ہوگا اور اس کا نام محمد ہوگا اور اس کے والد کا نام عبداللہ۔ پس اس سے بخوبی واضح ہوا کہ امام مہدی نہ عیسیٰ بن مریم ہیں، نہ غلام احمد قادیانی۔ بلکہ ایک شخص علیحدہ ہے۔ باقی رہی حدیث لا مهـدى الا عيسـى جس پر آپ کا بڑا زور ہے، اول تو یہ حدیث ضعیف ہے۔ نقادان حدیث مثل محمد ابن جزری وغیرہ نے اس کی تضعیف کی ہے۔ پس آیات و احادیث صحیحہ کا کس طرح مقابلہ کر سکتے ہو۔ شیخ محمد اکرم صابری نے اس حدیث کو اپنی کتاب اقتباس الانوار میں کلام محذوف پر حمل فرمایا ہے یعنی

لا مهدی بعد المهدی المشهور الذی هو من اولاد محمد و علی علیهم السلا م الا عیسی

بلکہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ایک شعر سے بھی ان کا دو ہونا ثابت ہے۔ وہ یہ ہے

مہدیء وقت و عیسی دوراں

ہر دو را شہ سوار می بینم

شاید آپ پھر اس عقیدہ سے پھر گئے ہوں جیسا کہ پہلے عیسائیوں کو دجال اور ریل دا بة ا لا ر ض بنا کر آخر عیسائیوں کو یاجوج ماجوج طاعون کو دا بة ا لا ر ض قرار دیا ہے۔ افسوس ایسے نامعقول اعتقاد پر اور جو لکھا ہے، جب حدیثوں کی تطبیق نہ ہو یہ جاہلی ہے۔،

صاحب آپ تطبیق کے معنی جانتے ہو۔ لفظ کی کتابت تو اصل رسالہ میں تتبیق بہ حرف تا لکھتے ہو، معنی بھی ویسے ہی جانتے ہوں گے۔ سنئے اصولیین کا قاعدہ ہے کہ جب دو حدیثیں آپس میں متعارض ہوں تو پہلے ان کی تاریخ معلوم کی جاتی ہے اگر یقیناً معلوم ہو جائے کہ یہ اول فرمائی ہے تو اول کو منسوخ ثانی کو ناسخ مقرر کیا جاتا ہے اور عمل موخر پر ہوتا ہے۔ مگر اس جگہ یہ بات متحقق نہیں اگر تاریخ معلوم نہ ہو تو ان کی قوت وضعف کی طرف خیال کیا جاتا ہے قوی پر عمل ہوتا ہے اور ضعیف کو چھوڑا جاتا ہے جیسا کہ ما نحن فیہ۔

اگر قوت ضعف میں دونوں برابر ہوں تو بموجب کلیہ اذا تعا ر ضا تسا قطا دونوں کو چھوڑ کر قول صحابی واجماع کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ پس یہ کلیہ ہمارا مددگار آپ کو جھٹلا رہا ہے۔

بالفرض، لا مهدی ا لا عیسی کو اگر صحیح بھی مانا جائے تو پھر بھی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مفید نہیں کیونکہ جب ارادہ مثیل کا ابن مریم سے بشہادت آیات قرآنیہ ممتنع ہوا تو پھر وہی عیسی بن مریم جو نبی وقت تھا مہدی بنا، مرزا صاحب قادیانی کو کیا فائدہ۔

احادیث نزول عیسی اور ظہور دجال متواترۃ المعنی ہیں مسلمان کو ایمان ان کے ساتھ ضروری ہے ہرگز ہرگز کسی کے دھوکے میں نہ آنا چاہیے فا لله خیر حا فظاً و هو ار حم الرا حمین

اور دیکھئے مرزا صاحب قادیانی کا دھوکہ چونکہ شیخ محمد اکرم صابری صاحبِ اقتباس الانوار کو مرزا

صاحب اپنی تالیف ایام الصلح فارسی کے صفحہ ۱۸۰ پر اپنے دعوی کی تائید کے لئے بایں صفت موصوف کرتے ہیں:
شیخ محمد اکرم صابری کہ ازاکابر صوفیاء متاخرین بودہ اند۔
صرف اسی قدر نقل کرتے ہیں کہ،
وبعضے برآنند کہ روح عیسی درمہدی بروز کند ونزول عبارت ازہمیں بروز است مطابق ایں حدیث
لا مهدی الا عیسی بن مر یم ۔
بعداس کے شیخ محمد اکرم صابری کا قول ہذا : وایں مقدمہ بغایت ضعیف است۔،
حذف کردیتے ہیں تاکہ ہمارے دعوی کی تردید محمد اکرم صاحب کے ہی قول سے نہ ہوجاوے۔
شیخ محمد اکرم صاحب کا قول ہم بعینہ نقل کرتے ہیں۔شیخ محمد اکرم صاحب اقتباس الانوار صفحہ ۵۲ پر بروزی نزول کی تضعیف فرماتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:
وبعضے برانند کہ روح عیسی درمہدی بروز کند ونزول عبارت ازیں بروز است مطابق ایں حدیث
لا مهدی الا عیسی ابن مر یم ،وایں مقدمہ بغایت ضعیف است۔
پھراسی کتاب کے صفحہ ۷۲ پر لکھتے ہیں:
یک فرقہ برآں رفتہ اند کہ مہدی آخرالزمان عیسی بن مریم است وایں روایت بغایت ضعیف است زیراکہ اکثر احادیث صحیح ومتواتر از حضرت رسالت پناہ ﷺ ورود یافتہ کہ مہدی از بنی فاطمہ خواہد بود وعیسی بن مریم باواقتداء کردہ نماز خواہد گزارد وجمیع عارفان صاحب تمکین برایں متفق اند۔چنانچہ شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہ درفتوحات مکی مفصل نوشتہ است کہ مہدی آخرالزمان از آل رسول ﷺ من اولاد فاطمہ زہرا ظاہر شود۔انتہی
یہی تو سراسر دھوکہ ہے۔اپنے مطلب کی عبارت اس میں سے لے لی اور اپنے دعوی کی تردید کی عبارت چھوڑ دی۔
وہ سوال جو اپنی تفسیر میں لکھا ہے اور جواب کا منتظر ہو
سوال یہ ہے: کہ سورت ام الکتاب کہ وہ کل مجموعہ ہی قرآن کریم کے کل مقاصد کا اور عظمت الہی و

اوامر ونواہی اور بندہ کے لئے دعاؤں کا اور حاجات مکمل فوٹو ہے اور نمازوں میں کم از کم چالیس مرتبہ بقدر تعداد رکعات دن میں دعا مانگتے ہو اس میں جو اھد نا الصرا ط المستقیم صرا ط الذین انعمت علیھم، اور انعمت علیھم سے مراد کل تفاسیر سے مراد نبی اور رسول مراد لیتے آئے ہیں اور تم بھی لیتے ہو اور رسول کریم ﷺ بھی مراد لی ہے اور عقل بھی یہی ادراک کرتا ہے کیا اس میں جو انعام وحی اور الہام کا مستقیم راستہ والوں پر اور انعمت علیھم گروہ کے لوگوں پر نازل ہوا اور یہی سرچشم ہدایت اور انعمت مقصود اصل اس گروہ کا ہے۔ کیا تم اس امر کو اپنی حاجات اور مقصود سے خارج کر کے دعا مانگتے ہو فھو منتظر مکیں۔

سوال کی عبارت کیسی کچی اور بے ڈھنگی ہے کہ بچے بھی دیکھ کر ہنستے ہیں۔ یہ سوال مرزا صاحب کی جانب سے اور اس کا جواب پیر صاحب (مہر علی شاہ گولڑوی) کی جانب سے سیف چشتیائی میں موجود ہے۔ وہ بعینہ نقل ہوتا ہے۔

سوال: اگر بروزی معنوں کے رو سے بھی کوئی شخص نبی اور رسول نہیں ہوسکتا تو پھر اس کے کیا معنی کہ اھدنا الصرا ط المستقیم صرا ط الذین انعمت علیھم

اقول: اس کا معنی یہ ہے کہ اے اللہ بتا ہم کو ان لوگوں کا سیدھا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔ یعنی ہم بھی ان کی ما نند کتاب آسمانی کی ہدایت کے مطابق تیری عبادت والے سیدھے راستہ پر چلنے سے تیری حب وانس ورضا و لقاء کو پالیویں

اس کا یہ معنی نہیں کہ ہم بھی انبیاء ورسل گذشتہ کا مقام نبوت ورسالت حاصل کر لیویں، یا بسبب کمال اتباع کے ان لقبِ مخصوص کے مستحق بن جاویں، کیونکہ نبوت ورسالت مع لوازم اپنے کے القاب ہوں یا احکام خاصہ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء (المائدۃ:۵۴) سے تعلق رکھتے ہیں، یعنی موہوبی ہیں نہ کسبی۔ اور بہ سبب اتباع کے اگر القاب خاصہ اور احکام خاصہ مل سکتے تو خلفاء اربعہ اور حسنین اور اولیاء سلف رضوان اللہ علیھم اجمعین بڑا استحقاق رکھتے تھے۔ علی کرم اللہ وجہ باوجود شان (انت منی بمنزلة ھارون من موسی،) کے فرماتے ہیں الا و انّی لست بنبی و لا یوحی الیّ ،

حضرت علی اور ایسا ہی حضرت عمر کے مکاشفات واخبارات حقہ جن پر تاریخ اور کتب سیر شاہد ہیں وحی نہیں کہا

گیا اور نہ ان کے سبب سے ان کو نبی کہلوانے پر جرأت ہوئی۔

بلکہ جب دیکھا کہ ہمارے مکاشفات واخبارات اور بیان حقائق و معارف قرآنیہ کے باعث سے لوگ ہم کو نبی اور موحی الیہ سمجھیں گے، تو جھٹ ان کے غیر واقعی خیال کا ازالہ فرمایا اور تنبیہاً کلمہ الا کے ساتھ کہا کہ: الا و انّی لست بنبی و لا یوحی الیّ ۔ خیال فرمائیں کہ حضرت علی وحضرت عمر وحضرت ابوبکر صدیق و حضرت عثمان باوجود مکاشفات والہامات واخبارات حقہ نبوت کے مدعی نہ ہوئے تو پھر مرزا غلام احمد قادیانی باوجود الہامات باطلہ جن کے بطلان کی خود ان کی پیش گوئی کا ذبہ صدہا شاہد ہیں کیسے مدعی نبوت بن سکتے ہیں چنانچہ ان میں سے ایک دو پیش گوئی بطور استشہاد لکھی جاتی ہیں

پیشین گوئی متعلقہ ڈپٹی آتھم

یہ پیش گوئی مرزا قادیانی نے ۵ جون ۱۸۹۳ء کو امرتسر میں عیسائیوں کے مباحثہ پر اپنے حریف مقابل مسٹر آتھم کی نسبت کی تھی جس کے اصل الفاظ یہ ہیں؛

آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے کہ جب میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلے کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا اور اسکو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی اور اس وقت جب یہ پیشگوئی ظہور میں آئے گی بعض اندھے سوجا کھے کئے جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے (جنگ مقدس ص ۲۰۹۔۲۱۰)

پھر فرماتے ہیں: میں حیران تھا کہ اس بحث میں کیوں مجھے آنے کا اتفاق پڑا، معمولی بحثیں تو اور لوگ

بھی کرتے ہیں۔اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لئے تھا مین اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشین گوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالی کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کیلئے تیار ہوں مجھ کو ذلیل کیا جاوے،روسیاہ کیا جاوے، میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جائے، مجھ کو پھانسی دیا جائے۔ ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں۔اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا،ضرور کریگا،ضرور کریگا۔ زمین آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔حوالہ مذکور

اس پیش گوئی کا مضمون بالکل صاف ہے۔یعنی ڈپٹی آتھم جس نے مسیح کو خدا بنایا ہوا ہے اگر مرزا جی کی طرح موحد و مسلم نہ ہوا تو عرصہ پندرہ ماہ میں مرجاوے گا اور ہاویہ میں گرایا جاوے گا۔مگر افسوس ایسا نہ ہوا۔اسلام اگر چہ اپنی حقیقت میں ایسے مکاشفات کا محتاج نہیں ،تا ہم مرزا جی نے مخالفین سے اسلام پر دھبہ لگوایا۔اس پیش گوئی کے متعلق مرزا جی نے جو حیرت انگیز چالاکیاں کی ہیں ان کی تردید اس پیشین گوئی کے الفاظ ہی سے ظاہر ہے جناب مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اپنے رسالہ (الہامات مرزا) میں وہ تردید لکھی ہے کہ جس سے بڑھ کر متصور نہیں اور یہ پیش گوئی مع نظائر اسی رسالہ سے نقل کی گئی ہے۔

اس چٹھی کا جو خان محمد علی خان رئیس مالیر کوٹلہ نے آتھم والی پیش گوئی کے خاتمہ پر بھیجی تھی اس جگہ نقل کرنا ضروری ہے تا کہ مسلمانوں پر صداقت پیش گوئیوں مرزا جی کی بخوبی ظاہر ہو جائے اور مرزا جی کے بیت اللہ میں حلف اٹھانے کا دھوکا نہ کھائیں۔

چٹھی: بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔مولنا مکرم سلمکم اللہ تعالی۔السلام علیکم۔آج ۷ ستمبر ہے اور پیش گوئی کی میعاد مقررہ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تھی گو پیش گوئی کے الفاظ کچھ ہی ہوں لیکن آپ نے جو الہام کی تشریح کی ہے وہ یہ ہے:

میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے یعنی وہ فریق جو خدا کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر سزا کے

اٹھانے کے لئے تیار ہوں مجھ کو ذلیل کیا جائے روسیاہ کیا جائے میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جائے مجھ کو پھانسی دیا جائے ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور وہ ایسا ہی کرے گا ضرور کرے گا ضرور کرے گا۔ زمین و آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔

اب کیا یہ پیش گوئی آپ کی تشریح کے موافق پوری ہوگئی؟ نہیں ہرگز نہیں۔ عبداللہ آتھم اب تک صحیح و سالم موجود ہے اور اس کو بسزائے موت ہاویہ میں نہیں گرایا گیا۔

اگر یہ سمجھو کہ، پیش گوئی الہام کے الفاظ بموجب پوری ہوگئی، جیسا کہ مرزا خدا بخش صاحب نے لکھا ہے اور ظاہری معنی جو سمجھے گئے تھے وہ ٹھیک نہ تھے، اول تو کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی کہ جس کا اثر عبداللہ آتھم صاحب پر پڑا ہو۔ دوسری پیشین گوئی کے الفاظ یہ ہیں:

اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک ماہ لے کر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی عزت اس سے ظاہر ہوگی۔ اور اس وقت جب پیشگوئی ظہور میں آوے گی بعض اندھے سوجاکھے کئے جائیں بعض لنگرے چلنے لگیں گے بعض بہرے سننے لگیں گے۔،

پس اس پیش گوئی میں ہاویہ کے معنی اگر آپ کی تشریح کے بموجب نہ لئے جائیں اور صرف ذلت اور رسوائی لی جائے تو بے شک ہماری جماعت ذلت اور رسوائی کے ہاویہ میں گر گئی اور عیسائی مذہب سچا (عیسائی مذہب اسی حالت میں سمجھا جائے اگر یہ پیش گوئی سچی سمجھی جائے۔ محمد علی خان) جو خوشی اس وقت عیسائیوں کو ہے وہ مسلمانوں کو کہاں؟ کیونکہ جھوٹے فریق کو رسوائی اور سچے کو عزت ہوگی۔ اب رسوائی مسلمانوں کو ہوئی (مسلمانوں کو نہیں بلکہ مرزائیوں کو۔ ثناء اللہ) میرے خیال میں اب کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔

دوسرے اگر کوئی تاویل ہوسکتی ہے تو یہ بڑی مشکل بات ہے کہ ہر پیش گوئی کے سمجھنے میں غلطی ہو۔ لڑکے کی پیش گوئی میں تفاول کے طور پر ایک لڑکے کا نام بشیر رکھا، وہ مر گیا، تو اس وقت بھی یہی غلطی ہوئی۔ اب اس معرکہ کی پیش گوئی کے اصل مفہوم کو نہ سمجھنے نے تو غضب ڈھایا۔

اگر یہ کہا جائے کہ احد میں فتح کی بشارت دی گئی تھی، آخر شکست ہوئی، تو اس میں ایسے زور سے اور قسموں سے معرکہ کی پیش گوئی نہ تھی اور اس میں لوگوں کو غلطی ہوگئی تھی۔ اور آخر پھر جب مجتمع ہوگئے تو فتح ہوئی۔

کیا کوئی ایسی نظیر ہے کہ اہل حق کو بالمقابل کفار کے ایسے صریح وعدے ہوکر اور معیار حق و باطل ٹھہرا کر ایسی شکست ہوئی ہو۔ مجھ کو تو اب اسلام پر شبہے پڑنے شروع ہوگئے۔ لیکن الحمد للہ کہ اب تک جہاں تک غور کرتا ہوں اسلام بالمقابل دوسرے ادیان کے اچھا معلوم ہوتا ہے لیکن آپ کے دعاوی کے متعلق تو بہت ہی شبہ ہوگیا۔ پس نہایت بھرے دل سے التجا کرتا ہوں کہ آپ اگر فی الواقع سچے ہیں تو خدا کرے کہ میں آپ سے علیحدہ نہ ہوں۔ اور اس زخم کے لئے کوئی مرہم عنایت فرماویں کہ جس سے تشفی کلی ہو۔ باقی جیسا لوگوں نے پہلے ہی مشہور کیا تھا کہ اگر یہ پیش گوئی پوری نہ ہوئی تو آپ یہی کہیں گے کہ ہاویہ سے مراد موت نہ تھی، الہام کے مفہوم سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ براہ مہربانی بدلائل تحریر فرماویں ورنہ آپ نے مجھ کو ہلاک کر دیا ہم لوگوں کو کیا منہ دکھائیں۔ برائے استفادہ نہایت دلی رنج سے یہ تحریر کر رہا ہوں۔ راقم محمد علی خان

پس اسلام کا خدا خود حافظ ہے اور خود ہی اس کی حقیت مخالفین کو ہر زمانے میں لاجواب کر رہی ہے اور کرے گی۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے، جو بصورت دوست مگر بمعنی اسلام کے دشمن تھے جہالت کی وجہ سے اسلام کی بیخ کنی کر دی تھی مگر الحمد للہ کہ علمائے اسلام نے اس کا تدارک کر لیا۔ شیخ سعدی نے سچ کہا ہے

ترا اژدھا گر بود یار غار
ازاں بہ کہ جاہل بود غم گسار

اور مخالفین سے آنحضرت ﷺ کے شان میں وہ کفریات بکوائے کہ خدا نہ سنائے۔ بلکہ جریدہ عالم پر ان کی بوجہ

تحریری ہونے ان کے ثبت کرا دیا۔ الحمد للہ والمنۃ کہ اللہ جل شانہ بحسب وعدہ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون (حجر:۹) کے ہمیشہ اس کو پیش گوئیوں میں ناکامیابی دیتا رہا تاکہ عوام الناس اس کو بوجہ صداقت پیشین گوئی کے کتاب وسنت کے بیان میں سچا نہ سمجھ لیں۔ بلکہ یہ جان لیں کہ یہ شخص قرآن وسنت کا محرف ہے۔

مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری اور اس کے داماد مرزا سلطان احمد کے آسمانی منکوحہ کے پیشین گوئی کی نسبت ناکامیاب ہونا خود مشہور ہے۔ مرزا قادیانی نے کہا کہ سب خلقت مجھے قبول کرلے گی۔ یہ مراد بھی پوری نہ ہوئی۔ اگر عیسی موعود ہوتا تو یہ الہامات کیونکر جھوٹے پڑتے؟ اہل انصاف کو تو یہی دلائل اس کے مسیح کاذب ہونے پر کافی ہیں۔ آگے سردار خان تیرا ایمان، مان نہ مان۔

تسبیح وتہلیل کی اہمیت

پھر جو آپ نے صفحہ ۲۹ پر لکھا ہے:

اب صوفیان زمانہ کا یہ حال ہوا کہ خود بھی اور مریدوں کو نادعلی، اور چہل کاف، گنج العرش، دلائل الخیرات، تسبیح وتہلیل درود بلا معنی پڑھا کرو اور نمازوں کو جلد چٹ کر دیا کرو۔ وظیفہ کا وقت نہ گذرے۔ اگر کوئی غیر قوم دلائل مانگے تو خاموش رہو۔

سبحان اللہ! اب وہ زمانہ بھی آ گیا کہ لوگ تسبیح وتہلیل، ودرود شریف پڑھنے سے مانع ہورہے ہیں اوران کے پڑھنے والوں کو برا مانتے ہیں۔ سچ ہے کہ خیالات نادان خلوۃ نشین مے ہم میکند عاقبت کفر دین شائد یہ لوگ فضائل درود شریف وتسبیح وتہلیل سے بے علم ہیں۔ قال اللہ تعالی:

انّ اللہ و ملا ئکتہ یصلّو ن علی النّبی یاایھا الّذین آ منوا صلّوا علیہ و سلموا تسلیما۔ (تحقیق اللہ تعالی اوراس کے فرشتے درود پڑھتے ہیں حضرت ﷺ پر۔ اے ایمان والو! تم بھی درود پڑھو حضرت پر اور سلام بھیجو، سلام بھیجنا)۔

قال النّبی ﷺ من صلی علیّ مرة صلی الله علیه عشر مرة (الترغیب والترہیب۔ج۲ ص۴۹۵ حدیث نمبر۲۴۷۳)(فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص درود بھیجے مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس بار)۔

احادیث میں فضائل درود کے بے شمار ہیں۔پس درود ایک ایسا عمل ہے جو سب اعمال سے افضل ہے اور ذات حق خود بخود اس عمل کو کر رہی ہے اور اس کے فرشتے بھی کرتے ہیں اور مومنوں کو بصیغہ امر حکم فرمایا ہے جو وجوب کے لئے ہوتا ہے۔اور دلائل الخیرات شاید آپ نے کبھی نہ دیکھی ہوگی، وہ اول سے آخر تک قسم قسم کے درود شریف ہیں۔اور دعا گنج العرش سب کی سب تہلیل ہے۔

کوئی وظیفہ ایسا نہیں جو تہلیل و تسبیح درود شریف سے خالی ہو۔اللہ تعالی اپنے نیک بندوں کی تعریف میں فرماتا ہے:و سبّحوا بحمد ربّهم (یعنی وہ لوگ تسبیح پڑھتے ہیں ساتھ حمد رب اپنے کے)۔

اور تسبیح کا امر فرمایا ہے فسبّح بحمد ربّك ۔

تہلیل کے معنی شائد آپ نہ جانتے ہوں گے جو افضل الذکر لا الہ الا اللہ ہے

قال النبی ﷺ من قال لااله الا الله دخل الجنة (الترغیب و الترهیب ج ۲ ص ۴۰۳۔ حدیث نمبر ۲۲۸۲)

و قال النبی ﷺ کلمتان حبیبتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حبیبتان الی الرحمن سبحان الله و بحمده سبحان الله العظیم ۔ (الترغیب و الترهیب ج ۲ ص ۴۰۱۔ حدیث نمبر ۲۲۷۹) (یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی چار دفعہ مذکور ہے دیکھو نمبرات: ٦٤٠٦، ٦٦٨٢، ٧٥٦٣

نیز بخاری شریف سے چند اور احادیث بھی نقل کی جارہی ہیں۔بہا

قال النبی ﷺ افضل الکلام اربع سبحان الله، و الحمد لله، و لا اله الّا الله، و الله اکبر۔ بخاری، باب اذا قال: و الله لا اتکلم الیوم...

عن ابی هریرة: انّ رسول الله ﷺ قال: من قال سبحان الله و بحمده فی یوم مأة مرة حطّت عنه خطایاه و ان کان مثل زبد البحر (صحیح بخاری حدیث نمبر ٦٤٠٥)

عن ابی هریرة؛ انّ رسول الله و قال: من قال؛ لا اله الا الله و حده لا شریك له۔ له الملك و له الحمد و هو علی کل شیء قدیر (فی یوم) مأة مرة کانت له عدل عشر رقاب، و کتِبت له

مـأـة حسنة ، و محِيت عنه مأة سيئة ، وكا نت له حرزا من الشيطا ن يو مه ذ لك حتى يمسى ، و لم يأت ا حد بافضل مما جاء الّا ر جل عمِل ا كثر منه (صحيح بخارى حد يث نمبر ٦٣٠٣)

پس وظیفہ درود تسبیح وتہلیل قرآن وحدیث سے ثابت ہے ان کی اہانت کرنے والا کافر ہے۔ پٹ او ننے دا قدر کی جانے پٹاونا جت کاتا۔

قدر گل بلبل بداند قدر زر را ازر کری
قدر سرگیں جعل داند قدر دبہ دبگری

پھر جو لکھا ہے: اگر کوئی غیر قوم دلائل مانگے تو چپ رہو۔

افسوس آپ کے انصاف پر اگر صوفی نہ ہوتے تو آپ کے غیر قوم کے دلائل کون رد کرتا اور مرزا صاحب کو کون ہار دیتا کیا صوفی پیر مہر علی شاہ کا مرزا صاحب کے دعوی کی تردید کے لئے تشریف لانا اور مرزا کا سات دن گھر سے نہ نکلنا آپ بھول گئے ہو یا صم بکم عمی ہو رہے ہو پھر اسی صوفی نے اس قوم کے دعاوی کی بیخ کنی کے لئے کتاب چشتیائی ایسی بنائی کہ سب کے ناک کان کاٹ ڈالے اور سیتاناس کر دیا کہ آج تک اس کے جواب کے بارے میں بہت ہاتھ پاؤں مارے اور سرگردانی کی مگر خاک ہاتھ آئی آخر ایسی حسرت میں مرزا صاحب خاک میں مل گئے کیا یہی چپ رہنے کے معنی ہیں؟ منصف آپ جیسے ہی چاہییں

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ پاکاں زند

پھر آپ نے صفحہ ۴۳ پر لکھا ہے کہ:

جب تم ہم کو اپنے دل میں حقیر ذلیل شمار کرتے ہو تو ہمارا وہم والہامات قرآن مجید کی طرف دوڑتا ہے تو اس بحر عظیم میں ہم کو غوطہ لگانا پڑتا ہے آخر وہاں سے لعل موتی ہاتھ آئے۔ الخ،

چند سوالات متعلقہ قرآن

چونکہ آپ نے قرآن دانی اور اس سے موتی لعل نکالنے کا دعوی کیا ہے اور صوفیوں کے بارہ میں صفحہ ۲۹ پر لکھا ہے کہ:

قرآن کو پڑھنے کے وقت جنتر منتر تنتر کر کے ترت ٹھپ دیا کرتے ہیں۔،

اب وہی صوفی کئی سوال متعلقہ قرآن پیش کرتے ہیں ایک نہیں بلکہ سب جماعت مرزائیہ جمع ہو کر ان کا جواب دو اور الہام سے لعل موتی نکال کر پیش کرو۔

پہلا سوال: قال اللہ تعالی و القمر قدر نا ہ منازل اس کے متعلق منازل اور علی ہذا القیاس آیت کریمہ ھو اللہ الخا لق البا ر یء المصور له ا لاسماء الحسنی مع بیان ہر ایک منزل کے ساتھ ہر ایک اس کے اسماء الہیہ میں سے تبعین ہر اسم و ہر ایک سورۃ متناسبہ بمنازل بمعہ حروف اوائل جن کی صورتیں بلحاظ تکرار ۳۷ بحسب تعدادا لا یما ن بضع و سبعو ن شعبة ہیں،

اور انتقالات قمر بالمنزلۃ بحسب تثبیت و تربیع و تسدیس مع احکامہا لکھیں

اور نیز ۲۸ منازل کی وجہ تخصیص عندالمحققین کیا ہے اور عندالجمہور کیا؟

اور نیز ہر برج کے لئے ۲ منازل اور ثلث منزل ہونے کی کیا وجہ ہے؟ اگر ہر برج کے لئے منازل میں سے عدد صحیح ہوتا یا مکسور تو عالم تکوین میں بقانون ذلك تقدير العزيز العليم کیا قباحت اور نقصان تھا؟

پھر منازل صحیحہ اور ملفقہ من الکسور مختلفہ المزاج بالتفصیل بیان فرمائیں۔ مثلاً ثریا کے لئے مزاج خاص ہے۔ اور (برج) حمل نے اس سے ثلث لیا ہے۔ جب ثور کے لئے دو منزلیں اور ثلث چاہیے تھا تو ایک منزلۃ و براں صحیحہ اور دو ثلث ثریا کے جن کے ساتھ یقعہ کا ثلث اضافہ کرنے سے دو منزلیں تمام ہوئیں پھر یقعہ سے باقی ماندہ ثلث لیا گیا۔ علی ہذا القیاس۔ جب تک یہ مذکور مع منزل احدی المزاج اور مختلفة المزا ج مع احكامها المختصية کے نہ جانیں جس کے بغیر بروج کا مثلثۃ الوجوہ ہونا نہیں معلوم ہوسکتا تو آپ و السّماء ذات البرو ج

اور و القمر قدّر نا ہ منازل

اور ذ لك تقدير العزيز العليم کو کیا سمجھیں گے۔

علی ہذاالقیاس۔ و ان یو ماً عنـد ر بك کا لف سنة مما تعدون کو کواکب مذکورہ یعنی سبع سیارہ میں سے چھوٹے روز والاقمر ہی و مقدا رہ یسیر الثوا بت ستة و ثلا ثون الف سنة مما تعدو ن ۔ یوم ذی المعارج باصطلاح قرآن کریم مقدار اس کا پچاس ہزار سال اور یوم اسم رب کا مقدار ایک ہزار سال۔ پس ضرب کیا جائے حاصل ضرب ایام کواکب ثابتہ کا بیچ ایام دراری سبع کے بیچ مجموعہ کے جو حاصل ہے بروج اور حاصل ضرب ۳۶۰ فی نفسہ سے مثلاً عدد اس مجموع کا ۲۷۶۰۰ ہے جس میں عدد ایام کواکب مذکورہ کے ضرب کرنے سے معنی تقدیر الکواکب معلوم ہوسکتا ہے بغیر اس کے آپ معنی ذلك تـقـديـر الـعزيز العليم ہرگز نہیں سمجھ سکتے صرف ترجمہ دانی اور چیز ہے۔

دوسرا سوال: قولہ تعالیٰ فارد ت ان اعیبها اور فـارد نا ان یبد لهما ر بهما افراد اور جمیعت ضمیر کی وجہ مخصص کیا ہے؟

اور نیز قولہ تعالیٰ : فارد نا ان یبد لهما یا

فاراد ر بّهما ان یّبد لهما

بادی النظر میں مناسب معلوم ہوتا ہے اس قول باری تعالیٰ کو فا راد ر بك ان یبلغا اشد هما

وایضاً قولہ تعالیٰ انـمـا امـره اذا اراد شيـئـاً ان يقو ل له كن فيكو ن میں بدل کی تعقیب وجہ بیان کریں مع ان المحقق انبه لا افتتا ح القول كما لا افتتاح لمعلوم العلمه تعا لى فى حد ث ا لا ظهور المكو ن لعا لم الشها دة بعد ان كا ن غيبا فى علمه تعا لى ۔

جواب دہی میں آپ کی قرآن دانی ظاہر ہوجائے گی

تیسرا سوال: قا ل تعا لى:

و كل شىء ا حصينا ه فى اما م مبين ۔

قـال الشيـخ بن عر بى الطا ئى قدس سره فا نه الحق المبين و الصادق الذى

لا يمين و بمثل هذا لخا طر يحكم الزا جر و لهذا يصب و لا يخطى و يمضى ما يقـو ل و لا يبطى اذا استباء لا زا جر عند السوا ل فما هو من اولئك الرجال حال السوا ل ما يحكم به المسؤل ان وقع منه الثوا نى الى الز من الثا نى فسد حـا لـه و لـم يـصـدق مـقـا لـه خـذ لك امر التفق ... لا يكو ن له مكث مخلو له انتـقاله و وروده زوا له و من ذلك الملك على الملك ليس الملك ا لا من خد مه املك الملك لا ينز ل معلما و انما ينز ل حلماً فا ن الر حمن علم القر آ ن انظر الى هذه التكملة المحمد ية تنبه لهذه المنز لة العلية فاسلك فيها سوا ء السبيل و لـم تـجـنم الى تا ويل فعر س فى احسن مقبل فى خفض عيش و ظل ظليل الـى ان قـا ل هـو ابـن ا لا مـا الـمبيـن لا بـل ابـه كـا ئن با ئن را جل قا طن استـوطن الخيا ل و افتر ش الكتا ب و استو طاء ا للسان بل هو قر آ ن مجيد فـى لـو ح مـحـفـو ظ فهد ا لا ما م المبين يمو ى امها ت العلو م يبلع عدد مأ ة الف نـوع من العلو م تسعة و عشرين الف نو ع و قسما ئنه نوع قا ل لو ط لو ان لى بكم قوة او آ وى الى ر كن شد يد فكا ن عنده الر كن الشد يد و لم يكن يـعرفه فا ن النبى قا ل ير حم الله ا خى لو طا لقد يا وى الى ر كن شد يد و لم يعرفه و عر فته عا ئشة و حفصة فلو عرفت ايها المخا طب علم ما كا نتا عليه المعرفتة معنى هذه الآ ية

آیت مذکورہ کے متعلق حضرت شیخ صاحب کی تفسیر کا مطلب و نیز دوسری آیت و حدیث کے تحت میں جو لکھا گیا ہے اس کا ماحصل بیان فرمائیں۔ نیز آیت پہلی سے انیس موارد بمعہ نظائر ان کے جو بمقابلہ ہر ایک کے ایک صفت ممکنات کے ہے اور نظا ئر من القر آ ن اور نظا ئر فی التا ثیر اور نظا ئر من الـنـار اور ایک لاکھ انیس ہزار چھ سو علم کا صرف نام ہی بتائیں مگر خیال رہے کہ آپ جیسوں کا تاویلی ڈھکوسلہ نہیں یہ علم الرحمٰن ہے جو بغیر انبیاء و اکمل اولیاء صلـوا ت الـلـه و السلا م عـليهـم ا جمعين و متقدمین ان کے

دوسرے کا حصہ نہیں

ذلك فضل الله يؤ تيه من يشاء آ خر دعوا نا ان الحمد لله رب العا لمين ا للهم اهـد نـا الصرا ط المستقيم صرا ط الذين انعمت ليهم غير المغضو ب عليهم و لا الضا لين آ مين

آ خر جو لکھا ہے: اے صاحبان! اب نور دین کو بھی جانے دو۔

حضرت نور دین تو خود مـذ بذ بين بين ذلك کا مصداق ہے۔اس کی سوانح عمری پر خیال کرنے سے خوب روشن ہو جاتا ہے ایسے آدمی کا اقتدار بے فائدہ ہے۔دوسرے چونکہ آپ کا شمس من مغرب طلوع ہو کر غروب بھی ہو گیا تو آپ کا نور دین پر ایمان لانا مردود اور دوسروں کو ترغیب دینا بے سود

و السلا م على من اتبع الهدى

بر رسولاں بلاغ شد و بس

خادم العلماء محمد ضیاء الدین سیالوی

بتاریخ ماہ ربیع الاول ۱۳۲۹ء اختتام یافت

اعتراف: ہماری طرف سے جناب پیر مہر علی گولڑوی کافی وشافی جواب ترقیم فرما چکے ہیں اور ان کا اب کوئی جواب نہیں۔فقیر نے بھی جو کچھ لکھا از راہ ہمدردی لکھا ہے جہاں کہیں کوئی فقرہ پیر صاحب کی کتاب سے لکھا ہے، وہاں نام درج کر دیا ہے۔

خلاصہ علامات ظہور مسیح موعود و مہدی معہود

باحادیث صحیحہ متواترہ بالمعنی

قـا ل الـلـه تعا لى ما اتا كم الر سو ل فخذوه و قا ل النبى ﷺ اتّبعوا السوا د الاعظم فا نه من شذ شذ فى النار

خصوصیات زمانہ مسیح

ا۔ان کے زمانہ میں جزیہ نہ لیا جائے گا کیونکہ مال کی مسلمانوں کو کچھ ضرورت نہ ہوگی۔مگر یہ چودھویں صدی کے مسیح خود ہی چندہ کے محتاج ہیں کبھی بحیلہ منارہ سازی اور بہ بہانہ تصنیف اور کبھی بہ حجت مسافرنوازی

۲:مسلمان اپنے مال کی زکوۃ نکالے گا تو زکوۃ لینے والا کوئی نہ ملے گا۔ بہت متمول اورتونگر ہوں گے۔آج دنیا میں تمام اقوام میں سے زیادہ مفلس اور غریب مسلمان ہیں زکوۃ دہندگان نہایت ہی قلیل ہیں۔

۳۔ باہم بغض اور عداوت جاتی رہے گی سب میں اتحاد اور محبت کا رشتہ مستحکم ہو جائے گا۔

۴:زہریلے جانور کی زہر جاتی رہے گی وحوش میں سے درندگی نکل جائے گی آدمی کے بچے سانپ اور بچھو سے کھیلیں گے ان کو کچھ ضرر نہ ہوگا بھیڑیا بکری کیساتھ چرے گا۔

۵۔زمین صلح سے بھر جائے گی۔

۶:زمین کو حکم ہوگا کہ اپنے پھل پیدا کر اور اپنی برکت لٹادے اس دن ایک انار کو ایک گروہ کھائے گا اور انار کے چھلکے ک بنگلہ سا بنا کر اس کے سایہ میں بیٹھیں گے دودھ میں برکت ہوگی یہاں تک کہ دودھار اونٹنی آدمیوں کے بڑے گروہ کو اور دودھار گائے ایک برادری کے لوگوں کو اور دودھار بکری ایک کنبہ کے شخصوں کو کفایت کرے گی

۷:گھوڑے سستے بکیں گے کیونکہ لڑائی نہ رہے گی بیل گراں قیمت ہو جائیں گے کیونکہ تمام زمین کاشت کی جائے گی۔

۸: خداوندتعالی ان کے زمانہ میں تمام دینوں کو محو کردے گا صرف دین اسلام باقی رہے گا،اور اسلام کی ایسی رونق ہوگی کہ تمام دنیا اور دنیا بھر کے مال متاع سے ایک سجدہ کرنا اچھا معلوم ہوگا۔

سیرت مسیح

ا:عیسی جامع دمشق میں مسلمانوں کے ساتھ نماز عصر پڑھیں گے پھر اہل دمشق کو ساتھ لے کر طلب دجال میں

نہایت سکینہ سے چلیں گے۔زمین ان کے لئے سمٹ جائے گی۔ان کی نظر قلعوں کے اندر اور گاؤں کے اندر تک اثر کر جائے گی۔

۲: جس کافر کو ان کی سانس کا اثر پہنچے گا، وہ فوراً مر جائے گا۔

۳: یہ بیت المقدس کو بند پائیں گے۔دجال نے اس کا محاصرہ کرلیا ہوگا اس وقت نماز صبح کا وقت ہوگا۔

۴۔ان کے وقت میں یاجوج ماجوج خروج کریں گے۔تمام خشکی وتری پر پھیل جائیں گے۔حضرت عیسی مسلمانوں کو کوہ طور پر لے جائیں۔

۵۔وہ دین اسلام کے لئے لوگوں سے جنگ وقتل کریں گے صلیب کو توڑ دیں گے خنزیر کو قتل کریں گے۔

۶۔دجال کو باب لد پر قتل کریں گے اس کا خون اپنے نیزہ پر لوگوں کو دکھائیں گے

۷۔اگر وہ پتھریلی زمین کو کہہ دیں تو شہد بن کر روانہ ہو تو اسی وقت شہد بن جائے گی۔

۸۔زمین پر چالیس پینتالیس سال تک قیام فرمائیں گے

۹: روضہ مقدس حضرت ﷺ میں مدفون ہوں گے۔

حلیہ عیسی علیہ السلام

قد درمیانہ، رنگ سرخ وسپید، زردی مائل، ان کے سر سے باوجود تر نہ کرنے کے پانی کے قطرے موتیوں کے دانہ کی مثل ٹپکتے ہوں گے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے میں شب معراج میں ابراہیم وموسی وعیسی سے ملا۔قیامت کے بارے میں گفتگو ہونے لگی فیصلہ اس کا حضرت ابراہیمؑ کے سپرد ہوا۔انہوں نے کہا مجھے اس کی کچھ خبر نہیں پھر حضرت عیسیٰؑ پر اس کا تصفیہ رکھا گیا انہوں نے کہا قیامت کے آنے کی خبر تو خدا تعالی کے سوا کسی کو بھی نہیں ہاں خداوند تعالی نے میرے ساتھ یہ عہد کیا ہے کہ قیامت سے پہلے دجال نکلے گا میرے ہاتھ میں شمشیر برندہ ہوگی جب وہ مجھے دیکھے گا تو پگھلنے لگے گا جیسے رانگ پگھل جاتا ہے (یہ حدیث مسند احمد میں ہے)

اب مرزائی جماعت سے پوچھا جاتا ہے کہ کیا شب معراج میں اس معاہدہ کے بیان کرنے والے

قادیانی مرزا جی ہی تھے اور اگر حضرت عیسیٰؑ ابن مریم نے نزول بروزی بصورت مرزا غلام احمد قادیانی سے خبر دی تو آنحضرت ﷺ نے اپنے نزول بروزی بصورت قادیانی سے خبر نہیں دی چنانچہ آپ کا مرغوم ہی کیوں نہ خبر دے۔ ناظرین ذرا غور و انصاف فرمائیں کہ انصاف خیر الاوصاف ہے، لیکن

کسے بدیدہء انکار گر نگاہ کند
نشان صورت یوسف دہد بنا خوبی
اگر بچشم ارادت نظر کند در دیو
فرشتہ اش نماید بچشم محبوبی

علامات ظہور مہدی

ا۔ دارقطنی میں محمد بن علی سے مروی کہ مہدی معہود کے ظہور کے لئے دو ایسی علامتیں ہیں جو ابتداء پیدائش آسمان و زمین سے کبھی واقع نہیں ہوئیں وہ یہ کہ رمضان کی پہلی رات کو چاند گرہن ہوگا اور نصف رمضان میں کسوف آفتاب ہوگا۔

ان للمهدی آیتان لم تكونا منذ خلق السماوات و الارض ينخسف القمر فی اول ليلة من رمضان و تنكسف الشمس فی نصف منه (الحدیث)

اور ۱۳۱۱ھ میں رمضان شریف میں چاند گرہن و سورج گرہن ہوا تھا، وہ ان تاریخوں کے موافق نہ ہوئے تھے جیسا کہ ان سن کی جنتریوں میں موجود ہے۔ اس لئے وہ قادیانی صاحب کے مہدی ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی

۲: قرب ظہور امام مہدی کے دریائے فرات کھل جائے گا اور اس میں سے ایک سونے کا پہاڑ ظاہر ہوگا۔

۳: آسمان سے نداء ہوگی الا ان الحق فی آل محمد ۔ اے لوگو! حق آل محمد میں ہے۔

شناخت مہدی کی علامات

ا: آپ کے پاس رسول اللہ ﷺ کا کرتا اور تلوار اور علم ہوں گے۔ یہ نشان بعد آنحضرت ﷺ کے کبھی نہ نکلا ہوگا اس پر لکھا ہوا ہوگا البیعة للہ بیعت اللہ کے واسطے ہے۔

۲۔ امام مہدی کے سر پر ایک بادل سایہ کرے گا اور اس میں سے ایک پکارنے والا پکارے گا ھذا المھدی خلیفة اللہ یعنی یہ مہدی خلیفہ خدا کا ہے اس کا اتباع کرو۔

۳۔ ایک سوکھی شاخ زمین میں لگائیں گے تو ہری ہو جائے گی اور اسی وقت برگ و بار لائے گی۔

۴۔ کعبہ کے خزانہ کو نکال کر تقسیم کر دیں گے۔

۵۔ دریا ان کے لئے یوں پھٹ جائے گا جیسا کہ بنی اسرائیل کے لئے پھٹ گیا تھا۔

٦۔ ان کے پاس تابوت سکینہ ہوگا جسے دیکھ کر یہود ایمان لائیں گے۔

۷۔ امام مہدی اہل بیت سے ہوں گے جیسا کہ حدیث میں ہے

المھدی من عتر تی من ولد فا طمة

اور اس کا نام محمد اور والد کا نام عبداللہ ہوگا جیسا کہ حدیث ابوداؤد میں ہے۔

قادیانی صاحب نے اپنے اشتہار میں لکھا ہے کہ مہدی موعود کے فاطمی ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ صاحب ضرورت تو اس لئے ہوئی کہ مخبر صادق ﷺ نے خبر دی ہے آپ فرمایئے مغل بچہ ہونے کی کیا ضرورت تھی۔

۸۔ ان کا مولد مدینہ طیبہ ہوگا (رواہ ابونعیم عن علی کرم اللہ وجہہ)

۹۔ مہاجر یعنی ان کی ہجرت کی جگہ بیت المقدس ہوگی۔

۱۰۔ حلیہ ان کا گندم گوں، کم گوشت میانہ قد کشادہ پیشانی بلند بینی، کمان ابرو، دونوں ابروئیں فرق، سیاہ چشم سرمگیں، دانت سفید روشن جدا جدا، داہنے رخسار پر خال سیاہ، چہرہ نورانی ایسا روشن جیسا کوکب درّی، ریش پر

انبوہ کشادہ، ران عربی وضع، اسرائیلی بدن، زبان میں لکنت، جب بات کرنے میں دیر ہوگی تو ران چپ پر ہاتھ ماریں گے، کف دست میں نبی ﷺ کی نشانی ہوگی۔

یہ سب احادیث صحیحہ سے لئے گئے ہیں۔ ناظرین کو معلوم ہو کہ یہ پیشین گوئی اور ایسی ہی مسیح موعود والی اور دجال شخصی کی ان سب میں جو آنحضرت ﷺ نے مفصل طور پر حلیہ بیان فرمایا ہے، جس میں کسی قسم کا اشتباہ نہ ہو، گویا یہ پیشین گوئی درپیش گوئی ہے یعنی غلام احمد قادیانی یا امثال اس کے مسیح موعود یا مہدی معہود ہونے کا دعوی کریں گے اور بالخصوص غلام احمد قادیانی دجال شخصی کا منکر ہوگا گویا آپ نے پہلے ہی مفصل حلیہ بیان فرمانے سے ان کی تکذیب پر علامات بیان فرما دیئے ہیں، کیونکہ ظاہر ہے کہ ایسے ایسے خلل اندازوں کا آنحضرت ﷺ کو علم اور اندیشہ نہ ہوتا تو بیان میں اتنے اہتمام کی کیا ضرورت تھی۔ ضرورت کی وجہ تو یہی ہے کہ یہ مدعیان امت مرحومہ کو دھوکہ نہ دے سکیں

فسبحا ن الله من جعله ﷺ حر یص علیکم با لمو منین رؤف رحیم

اپنی کمال خیر خواہی سے یہ بیان تفصیلی فرمایا ہے

هذا هو الحق فما ذا بعد الحق ا لّا الضلا ل و الها دی هو الله المتعا ل

پس چونکہ علامات مذکورہ بالا کا دعوی مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کا باطل صریح اور افتراء محض ہے اہل اسلام کو آیت کریمہ ما ا تا کم الر سو ل کو مدنظر رکھ کر اس کے دھوکہ سے بچنا ضروری ہے

قا ل الله تعا لی

و من یشا قق الر سو ل من بعد ما تبین له الهدی و یتبع غیر سبیل المو منین نـو له ما تو لی و نصله جهنم و ساء ت مصیراً (جو شخص رسول کی مخالفت کرے اس سے پیچھے کہ ظاہر ہوا اس کے لئے راستہ سیدھا اور پیروی کرے مومنین کے مخالف راستہ کو اعتقاد اور عمل میں چھوڑیں گے ہم اس کو اس امر میں جو وہ اس کو دوست رکھتا ہے، یعنی دائرہ کفر وارتداد میں داخل کریں گے اور ڈالیں گے ہم اس کو دوزخ میں اور وہ بری جگہ رہنے کی ہے۔)

پس اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص دیدہ دانستہ احادیث صحیحہ نبویہ و اجماع امت مرحومہ

کے عمل و اعتقاد میں مخالفت کرے تو اس کے لئے حکم ارتداد و کفر ہے نعوذ باللہ منہا ۔ اگر کسی شخص کو زیادہ تر تحقیق کی خواہش ہو تو کتاب سیف چشتیائی مصنفہ راس المحققین ورئیس المدققین پیر مہر علی صاحب گولڑوی مطالعہ فرمائیں تاکہ قادیانی کی دھوکہ بازی اور مکر سازی پر پوری پوری اطلاع پائیں ۔

....

مرأۃ الحق

مشتمل بر تردید عقاید مرزا غلام احمد قادیانی

مولفہ محمد یار المتخلص بہ صادق کوٹلوی

باہتمام مولوی کرم بخش مالک و مہتمم مطبع کے دراسلامیہ پریس لاہور مطبوع گردید

ناظرین! کتاب ہذا میں جو اکثر ذکر فلسفہ حکمائے متاخرین درج ہے اس سے یہ نہ سمجھنا کہ میں جملہ آیات واحادیث نبوی کو اس کے مطابق کرنا چاہتا ہوں بلکہ وہ مجبوراً اس لئے ہوا کہ مخالف ان کی تاویل کر کے الٹے معنی اپنے دل سے پیدا کرتے ہیں اور ان کو وجہ ثبوت میں نہیں لیتے اور ان کا میلان خاطر بھی اسی طرف تھا، ورنہ یہ احقر ان کے معانی موافق سنت نبوی بصدق دل مانتا ہے۔

عربی منہاج الصداقت مولفہ بندہ بھی اسی باب میں قابل ملاحظہ ہے۔

الراقم: محمد یار صادق کوٹلوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین

و الصلوۃ و السلام علی رسولہ الامین و علی آلہ و اصحابہ اجمعین ۔

اما بعد اس کے بندہ خاکسار محمد یار المتخلص بہ صادق ارباب بصیرت کی خدمت بابرکت میں عرض پرداز ہے کہ مولانا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے چونکہ اپنے مہدی موعود ہونے کے بارہ میں وہ دلائل پیش

کئے جو سراپا غلط اور جن سے دیگر علمائے کرام و آئمہ دین کی توہین نکلتی ہے، لہٰذا بسبب حمیت دینی ان کی تردید میں یہ رسالہ مرأۃ الحق نام مرتب کیا گیا و ما توفیقی الا باللہ

ربیع الاول ۱۳۱۸ھ میں اس کے لکھنے کا اتفاق پڑا۔ اگر بمقتضائے بشریت کہیں کوئی غلطی ہو تو اس کی اصلاح فرماویں۔

باب اول: مرزا قادیانی کے الہامات

مرزا غلام احمد قادیانی حمامۃ البشریٰ میں فرماتے ہیں:

و باللہ ما قلت قولاً فی وفات المسیح و عدم نزوله و قیامی مقامه الا بعد الالهام المتواتر المتابع النازل کالوابل و بعده مکاشفات صریحة بینة ثم ما استعجلته فی امری هذا الی عشر سنة و کنت لحکم واضح و صریح من المنتظرین و کنت صنفت کتاباً فی تلك الایام التی مضت علیها عشر سنة و سمیتها البراهین و کتبت فیها بعض الهاماتی التی الهمت من ربی من قبل تالیف ذالك المکتب و کانت من جملتها هذه الالهام اعنی یا عیسی انی متوفیك و رافعك الیّ و مطهرك من الذین کفروا و جاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الی یوم القیامة و ان اللہ قد سمانی فی هذا عیسی و من جملتها الهام آخر خاطبنی ربی فیه و قال انی خلقتك من جوهر عیسی و انك و عیسی من جوهر واحد و من جملتها الهام سمی فیه کل من خالفنی من العلماء الیهود و النصاری ثم ما الهمت الی عشر سنة بمثل هذه الالهامات و ما کنت ادری الی او مر بعد هذه المدة الطویلة و سمّی مسیحاً موعوداً من اللہ تعالی بل کنت خلت ان المسیح نازل من السماء کما

هـو مـر كـوز فـى مدا ر ك القو م و لكنى كنت اقول فى نفسى تعجباً ان الله لم سـمـا نى عيسى بن مر يم فى الها مه ا لمتوا تر المتتابع و لم قال انك و انه من جـو هـر وا حد و لم سمى المخا لفين اليهود و النصارى فظهرت على معا نى تـلـك ا لا لهـا مـات و الا ر شـا دات بـعـد عشر سـنة وبعد اشاعة البرا هين فى الوف من الناس و بعد اشاعة هذه ا لا لها مات فى خلق كثير من المسلمين و المشر كين۔

(ترجمہ :خدا کی قسم میں نے مدت مسیح اوراس کے نزول اور جائے ان کے اپنے قائم مقام ہونے کے بارہ میں کبھی کوئی کلمہ نہ کہا۔مگراس وقت کہ یہ الہامات بارش کی طرح نازل ہو پڑے،اور مکاشفات صریحہ نے زور کیا۔پھر بھی میں نے اس امر میں دس سال تک کوئی شتاب کاری نہ کی اور ایک صریح حکم کا منتظر تھا پھران دنوں میں نے ایک کتاب مسمی بہ براہین تصنیف کی جس کوتصنیف ہوئے دس سال کا عرصہ ہوا تھا۔اور جس کا نام براہین رکھا۔اوراس میں میں نے اپنے بعض الہامات درج کئے جو کتاب مذکور کی تالیف سے پہلے مجھ پرظاہر ہوئے منجملہ ان کے ایک الہام تو یہ تھا ا عـنی یا عیسی انی متو فیك .. الـخ اور یہ کہ خدا نے میرا نام عیسی ابن مریم رکھا اور منجملہ ان کے دوسرا الہام یہ تھا جس میں خدا نے مجھے مخاطب کیا کہ میں نے تجھے جوہر عیسی سے پیدا کیا اور تو م اور عیسی جوہر واحد سے ہو اور مانند شئے واحد کے۔

پھر تیسرا الہام یہ تھا کہ جن لوگوں نے علماء سے میری مخالفت کی ہے ان کا نام یہود ونصاری رکھا، پھر دس سال تک مجھے اس قسم کا کوئی الہام نہ ہوا۔اور میں نہیں جانتا تھا کہ میں اس قدر عرصہ دراز کے بعد مامور ہونگا۔اور خدا تعالی کی طرف سے میرا نام مسیح موعود ہوگا۔بلکہ میرا تو یہ خیال تھا کہ مسیح آسمانوں سے نازل ہونے والا جیسا کہ لوگوں کے ذہن میں مرکوز ہے لیکن میں دل مین متعجب ہوکر کہتا تھا کہ خداوند تعالی نے مجھے ابن مریم کیوں کہا۔اور یہ بھی کیوں کہا کہ تم اور عیسی جوہر واحد سے ہو۔اور میرے مخالفین کو یہود ونصاری قرار دینے میں کون سی وجہ ہے۔پس دس سال کے عرصہ کے بعد مجھ پر ان الہامات کے معانی ظاہر ہوئے اور براہین احمدیہ اور الہامات اس سے پہلے ہزاروں آدمیوں کے درمیان شائع ہو چکے ہیں)۔

جواب:

مقام غور ہے کہ مولانا (مرزا غلام احمد قادیانی کو مولانا کہا جارہا ہے۔بہاء) نے ان الہامات میں وہ دعوی کیا جس کے آپ مستحق نہ تھے۔ایک اولوالعزم نبی کے ہم جوہر یا ہم پلہ ہونے کا ادعی اگر دعوت نبوت نہیں تو اور کیا ہے۔کیا شئے واحد اور جوہر واحد سے ہونا دم ہمسری نہیں۔چونکہ دعوی سراپا لغو تھا،مرزا غلام احمد قادیانی خود دس

سال تک اس میں شکی اور متر ددر ہے۔اور واقعی ان کا ایسا ہونا بجا بھی تھا۔

ابتداء چونکہ طبیعت کدورت نفسانی سے پاک تھی اور کانشنس پر ہنوز غبار طمع خام مہدویت نہ بیٹھا تھا اس واسطے انہوں نے سمجھا دیا کہ خبر دار ایسا دعوی نہ کرنا یہ تعلیم منجانب اللہ نہیں بلکہ شیطان کی جانب سے ہے۔مگر بعد ازاں جوں جوں آئینہ دل پر گرد تعصب جمع ہوتی گئی یہ پاک خیال بھی ایک عرصہ کے بعد بالکل زائل ہو گیا۔

قطع نظر اس کے سلطنت نصاری سے اس بارہ میں آپ کو پوچھنے والا بھی کون تھا۔مثیل مسیح کیا اگر آپ اپنے تئیں مثیل محمد کہہ دیتے تو کون روک سکتا تھا۔

اگر اسلام کی وہ حالت ہوتی جو خلفائے عباسیہ کے وقت تھی،تو خدا جانے آپ کا کیا حال ہوتا۔ہائے افسوس کس منہ سے آپ علمائے دین کو بوجہ مخالفت یہود و نصاری خطاب دیتے ہیں۔

موت مسیح کے باب میں تو قریباً جملہ مفسرین اور محدثین آپ کی مخالفت پر ہیں۔یعنی وہ تو حیات مسیح کے قائل ہیں۔کیا پھر یہ سب کے سب یہود و نصاری ہوئے۔توبہ توبہ! خدائے تعالی بھی کہیں اپنے الہام میں آپ کی خاطر اس قدر جم غفیر علمائے دین کو ایسا مکروہ لقب دے سکتا ہے۔شیخ سعدی فرماتے ہیں:

بزرگش نخوانند اہل خرد

کہ نام بزرگان بزشتی برد

ہم تو آپ میں کوئی علامت مسیح نہیں پاتے۔آپ نے آیات قرآنی اور احادیث نبوی کے معانی الٹے کر دیئے اور ناحق دین الہی میں ایک فساد کھڑا کیا۔پہلے اپنے تئیں علمائے دیندار ثابت فرماویں پھر مثیل مسیح نبی کا دعوی کریں آیات قرآنی کے الٹے معنے کرنے سے کوئی آدمی مثیل مسیح نہیں ہوسکتا

ہم تو ابھی سمجھ نہیں سکتے کہ آپ حضرت مسیح کے ہم جوہر کیونکر ہیں۔اگر وجہ یہ ہے کہ:

بنی آدم اعضائے دیگر اند

کہ در آفرینش ز یک جوہر اند

تو پھر یوں تو ہم تم سب جوہر واحد سے ہوئے۔پھر آپ کو اس میں کون سی خصوصیت رہی جس کو فخر یہ معرض بیان میں لائے۔

باقی روحانی کمالات کے رو سے بھی آپ ان کے مثیل نہیں ہو سکتے۔ انہیں خدا تعالی نے روح اللہ فرمایا، اور بے پدر ان کا تولد ہوا، سارا قرآن ان کی عصمت پر گواہی فرمائے۔ ان باتوں سے آپ میں کون سا کمال معنوی موجود ہے جس پر آپ کو مثیل مسیح کہہ سکیں۔

نہیں نہیں! مولانا مجھ سے غلطی ہوئی۔ آپ واقعی مثیل مسیح ہیں۔ مگر مسیح کون سا، جو سولی پر سے رہائی پا کر کشمیر کی طرف بھاگا اور وہاں مدتوں بھر رہا۔ مگر کوئی یادگار اپنی وہاں چھوڑ نہ گیا۔ اور جو بقول آپ کے یوسف نجار کا بیٹا تھا۔ قرآن میں تو ایسا مسیح کوئی نہیں، پھر اس کے آپ مثیل ہیں تو ہم کو اس سے کیا۔ مثل مشہور ہے (جیسے روح ویسے ہی فرشتے، ایسے کو تیسا مل ہی جاتا ہے)۔ نظم مولف

کیوں رہا پھر مدتوں یہ روے جاناں در حجاب
پھر یہ فتنہ کس لئے تھا ان دنوں تک مست خواب
تاک میں بیٹھا تھا یہ شیر ژیاں اک صید کے
زد پہ آ پہنچا وہ جس دم جست کی اس پر شتاب
ابتدا میں شرم تھی بارے تو کچھ اسلام کی
کفر کے فتووں پہ منہ سے دور تر پھینکا نقاب
توبہ توبہ کے بدلے بڑھی وہ سرکشی
کر دیا اس خانہ دین کی عمارت کو خراب
راہ پر آتا ہے کب اک مردک تیرہ دروں
کہہ دیا صادق نے لیکن جو کہ تھا کار صواب

باب دوم: موت مسیح کا ردّ

پھر اسی کتاب میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

و امـا مـا قـلـت فی وفات المسیح فما کا ن لی ان اقول من عند نفسی بل اتبـعـت قو ل الله تعا لی و آ منت بما قا ل یا عیسی انی متو فیك و رافعك الیّ .. الـخ آ یـه فـا نـظر کیف شهد الله علی وفا ته فی کتا به المبین و معلو م ان الـرفع و تطهیر ذیل السیح من الزا مات الیهود و بهتا نا تهم و غلبه اهل الحق و ضـر ب الـذ لة عـلـی الیهـود و جـعـلهـم مغلو بین مقهرین تحت النصاری و الـمسـلـمیـن فـقـد وقـعـت هذه ا لا نباء و الموا عید کلها وقعت و ظهرت و ما وقـعت الا علی صور تها و تر تیبها و قد انقضت مدة طو یلة علی ظهور ها و وقعها فکیف یعتقد عـاقل با لغ ذو عقل سلیم و فهم مستقیم بانّ جز و التو فی الـذی قـدم علی هذه الا خبار فی تر تیب ا لآ یة المو صو فة هو غیر واقع الی وقتـنـا هذا و ما ما ت عیسی بن مر یم الی هذا الز ما ن الذی فساد بضلا لا ت امتـه بـل یـموت بعد نزو له فی وقت غیر معلو م و لا یخفی سخافة هذا الرای علی المتفکر ین۔

(ترجمہ: پس جو کچھ میں نے درباب وفات مسیح کہا وہ اپنی طرف سے نہیں کہا بلکہ میں نے خداوندتعالی کے حکم کی پیروی کی ہے اوراسپر ایمان لایا جواس نے فرمایا یـا عیسـی انی متـوفیك الـخ پس خیال کرو کہ وفات مسیح پر خداوندتعالی نے کیسی شہادت دی۔اور ظاہر ہے کہ ان کا اٹھایا جانا،اور الزامات یہود سے پاک کیا جانا،اور غلبہ اہل حق اور یہود پر ذلت کا وارد ہونا، مسلمانوں اور نصاری کے نیچے یہ سب مواعید ترتیب وار واقع ہو چکے۔پس کون عاقل صاحب فہم اعتقاد کریگا کہ خبر تـو فـی جو آیہ میں مقدم ہے اس وقت تک واقع نہ ہوئی،اور یہ کہ عیسی اب تک فوت نہ ہوئے۔حالانکہ زمانہ امت کی ضلالات سے خراب ہو چکا،بلکہ یہ کہنا کہ اپنے نزول کے بعد پھر کسی وقت فوت ہوں گے جو غیر معلوم ہے۔ پس اس رائے کی سخافت اہل رائے پر مخفی نہیں)

جواب: ظاہر ہے کہ آیہ مذکور سے موت مسیح ،جس کی بابت نزاع ہے،ثابت نہیں ہوتی کیونکہ تفسیر قادری وغیرہ میں متوفیک کے معنی یہ درج ہیں: کہ میں اٹھانے والا ہوں تجھے دنیا سے۔،،

اور تفسیر مدارک میں ہے:

يـا عيسـى انّـی متـو فيك ای مستو فی ا جلك و معناه عا صمك من ان يقتلك الـكـفـار و مـميتك حتف انـفك لاقتلاً بـا يـد يهـم و را فـعك الیّ الی سماء مقر مـلائـكتـی و مـطهر ك من الذين كفرو ، من سوء جوار هم و خبث صحبتهم و قيـل متو فيك قا بضك من ا لار ض من تو فيت ما لی الی فلا ن اذا استوفيته ، او مميتك فی وقتك بعدالنزو ل من السماء ورا فعك ا لآ ن اذا الواؤ لا يوجب التـر تيب قا ل نبی عليه السلا م ينز ل عيسی خليفة علی امتی يدق الصليب و يـقتـل الـخـنـا زير و يلبث ار بعين سنة و يتزوج و يو لد ثم يتو فی و كيف تهلك امة انا فی او لها و عيسی فی آ خر ها و المهدی من اهل بيتی فی وسطها او متـو فـی نـفسك بـالـنـو م و را فـعك و انـت نـا ئم حتی لا يلحقك خوف و تستيـقظ و انت فی السما ء آ من مقرب ، جا عل الذين اتبعو ك ۔ اے المسلمين لانهم متبعوه فی ا لا صل و ان ا ختلف الشرا ئع دو ن الذين كذ بوه و كذ بوا عـليـه اليهـود و الـنـصـاری فـوق الذين كفروا بك الی يو م القيا مة يعلو نهم بالحجة و اكثر ا لا حوا ل بها و با لسيف ۔ انتهی ۔

مدارک میں جو معنی متـــو فيك کے درج ہیں ان سے ہرگز آپ کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ واؤ ترتیب کو مستلزم نہیں۔ پس مـميتك فـی وقتك بـعد النزو ل من السما ء بھی درست ہوا۔ اگرچہ کلام اللہ میں چند مقامات ایسے بھی ہیں جہاں توفی اماتت کے معنی میں آیا لیکن اس سے یہ کلیہ قاعدہ نہیں نکالنا چاہیے کہ بس ہر موقعہ پر اس کے وہی معانی مراد ہوں گے فحوائے عبارت اور قرائن کو بھی تو مدنظر رکھنا ضرور ہے۔

دیکھو اسی کلام اللہ میں لفظ سـمـاء متعدد مقامات پر مستعمل ہوا ہے اس معنی اس کے آسمان کئے گئے۔ اور باران کا نازل ہونا آسمان سے درج ہے مگر سورہ انعام میں یہ حکم خداوندی کہ،

و ارسلـنا عليهم مد را راً (اور بھیجا ہم نے مینہ کو اوپر ان کے پیہم)

قادری نے یہاں سماء کے معنی بارش کے کئے، نہ آسمان کے۔

جس حال میں صاحب شمس بازغہ اپنی اسی کتاب میں تو فیت ما لی الی فلان کے بارہ میں فرما چکے ہیں کہ یہ دوسرا محاورہ عرب ہے یعنی اس میں تو فی کے معنی اما تت لینا بے محل محض ہے۔تو پھر آپ اپنے مرید خاص کی تحریر کو کیوں نہیں مانتے۔آپ متو فيك پر را فعك کو متفرع قرار دیتے ہیں جو ایک نا ملائم حرکت ہے کیونکہ اس میں واؤ عاطفہ کی گردن پر لزوماً وہی ترتیب کا بوجھ رکھنا پڑا جس میں ابن حاجب،اور علامہ تفتازانی جیسے آئمہ نحو اور علم معانی کے لا ثانی استاد مخالف ہیں۔مگر مولانا آپ کی خاطر ہم تو تھوڑے عرصہ کیلئے متو فّيك کو بمعنی مميتك لیتے ہیں کیونکہ اسی پر آپ کی مہدویت اور مسیحائی کا خاتمہ ہے۔

اب ظاہر ہے کہ چونکہ متو فّيك اصل اور را فعك کو آپ اس کی فرع قرار دیتے ہیں اور وجود فرع بغیر وجود اصل کے ممتنع ہے اس لئے ضرورۃً ماننا پڑا کہ را فعك کا وجود بغیر متو فّيك کے محال اور ممتنع ہے۔ اس واسطے آیہ کریمہ میں اول اصل کو لا کر فرع کو اس کے بعد ذکر کیا۔لیکن دوسری آیت انا قتلنا المسيح عيسى بن مر يم .. الخ میں تو فی یا اما تت کچھ بھی نہیں جس پر بل رفعه الله اليه کو متفرع قرار دیں پس یہاں وجود فرع بغیر اصل کے پایا گیا، جو محال ہے۔

پس ثابت ہوا کہ رفع تو فی کی فرع نہیں نہ وجود میں،تو فی کا محتاج،اگر رفع روحانی ہوتا،تو وجود میں تو فی کا محتاج اور اس پر متفرع ہوتا۔مگر ایسا نہیں یہ بذاتہ ایک مستقل جملہ بھی اس میں روحانیت کی دم لگانا سراپا غلطی ہے جیسا کہ آیہ کریمہ مؤخر الذکر نے ثابت کر دیا۔

آپ تو فی کے معنی اما تت لیتے ہیں (قولہ توفی..الخ کیا یہ محاورات نہیں تو فيت ما لى اذا قبضته ۔ بیضاوی ص۱۳۹ ج۱۔ تو فيت منه كذا اى تسلمته معالم ص۱۶۲؟ توفيت الشیء و استو فيه اذا اخذ تها جمع ۔فتح البیان ۔از اشاعۃ السنہ ۱۲)۔خدارا کتب لغت کو تو بدنام نہ فرماویں ان میں ہر ایک لفظ کا طریق استعمال درج ہے۔کیا تو فيت مالى ..الخ طریقہ استعمال سے خارج ہیں۔

توفی (قولہ توفی..الخ۔ہم نے تو توفی کے معنی غیر اما تت محاورات عرب سے نکال دیئے کہیں سے آپ بھی رفع کے معنی رفع روحانی نکال دیں۔۱۲منہ) وفا کا مزید فیہ جس کے معنی دوستی اور عہد کا پورا کرنا ہے۔اب دوسرے باب میں جانے سے معنی مادے کے کچھ اور نہیں ہو جاتے بلکہ دوسرے باب میں جانے سے ایک اور خصوصیت باب اس میں

لگ جاتی ہے جیسا خصوصیت باب تفعّل (مطاوعت فعلّ) مثلاً قطعته فتقطه پارہ پارہ کیا میں نے اس کو پس پارہ پارہ ہوا۔ نز لته فتنزّل اتارا میں نے اس کو پس اترا (تکلف ماخذ میں) یعنی فاعل کا حصول ماخذ میں بناوٹ کرنا نحو تجوّع بتکلف اپنے کو بھوکا بنایا۔ تکوّف بتکلیف کوئی بنا وغیرہ۔ ایسا ہی جب وفا کو دوسرے باب تفعّل میں لے گئے تو توفی ہوا جس کے مادی معنی بدستور رہتے ہیں پس چونکہ وفا کے معنی موت نہیں بلکہ پورا کرنا ہے تو توفی کے لغوی معنی بھی قریباً وہی ہوں گے۔ اور خصوصیت باب موجودہ کی اس میں آ جائے گی، نہ یہ کہ اب دوسرے باب میں جانے سے اصلی معنی کے منافی کچھ اور معنی ہو جاویں۔ ہاں قرینہ کی موجودگی میں مجازاً اور معنی بھی ہو سکتے ہیں جیسا کہا کرتے ہیں کہ فلانا آدمی پورا ہو گیا یعنی مر گیا سو آدمی مذکور کی حالت واقعی نے پورا ہونے کے معنی مرنا کر دیئے ورنہ اس کے اصلی معنی کامل اور تمام ہونے کے تھے۔ یہی حال توفی کا ہے کہ اگر قرینہ سے موت پائی جاوے تو ممکن ہے، مگر لغوی معنی اس کے پورا لے لینا ہے۔ بلا قرینہ اپنی طرف سے بروز توفی کے معنی اما تت لینا نری سینہ زوری،، کما مرّ

اور خلاف معانی مقصودہ واضع زبان ہے (قولہ واضع زبان..الخ۔ کیونکہ اصلی معنی وفا کے پورا کرنا ہ۔ پس توفی میں معنی مادی بدستور رہتے ہیں نہ غیر ان کا جو منافی معنی مذکور ہوا۔۱۲، منہ) بھلا یہاں تو متوفیک کے معنی ممیتك کر کے را فعك سے رفع روحانی مراد آیا، اگر متو فیك نہ ہوتا تو پھر تمہارا فعك سے بھی رفع روحانی مراد لیتے۔ اور ایسا کرتے تو اس کی سند کیا تھی۔ کیا رفع کے لغوی معنی روح کو اٹھانا ہے۔ چنانچہ آیہ ذیل میں صرف رفع الی اللہ ہے،

و بکفر هم و قو لهم علی مر یم بهتا ناً عظیماً و قو لهم انا قتلنا المسیح عیسی بن مر یم رسو ل اللـه و ما قتلو ه و ما صلبوه و لکن شبه لهم و ان الذین اختلفوا فیه لفی شك منه ما لهم به من علم ا لا اتباع الظن و ما قتلوه یقیناً بل رفعه الله الیه و کا ن الله عزیزاً حکیماً۔

ان کی عقوبت بسبب کفران کے، کے ہے جو انہوں نے عیسیٰ کے ساتھ اور بہ سبب کہنے ان کے، کے کہ ہم نے قتل کر ڈالا مسیح بیٹے مریم کو، رسول اللہ کا یہ حق تعالیٰ حضرت عیسیٰ کا وصف کرتا ہے، یہود کا قول نہیں، اور نہیں قتل کیا انہوں نے اسے اور نہ سولی دی انہوں نے اسے، اور مگر شبہ ہوا ان پر، اور شبہ ڈالا واسطے ان کے اس

وقت جب کہ حضرت عیسی کی شبیہ ان کے سردار یہودا نام پر پڑی، اور یہ قصہ سورہ آل عمران میں ذکر ہو چکا۔ اور تحقیق کہ جن لوگوں نے اختلاف کیا حضرت عیسی کی شان میں البتہ شک اور تردد میں تھے اس قتل سے اس واسطے کہ جب انہوں نے اپنے سردار کو دار پر چڑھا دیا کہ یہی عیسی ہے، اور پھر اپنے سردار کو ڈھونڈنے لگے جب کچھ پتہ نہ لگا اور مضطرب اور متردد ہوئے کہ اگر جسے ہم نے سولی دی یہ عیسی ہے تو ہمارا سردار کہاں ہے، اور بعضوں نے کہا کہ حضرت عیسی کی شبیہ یہودا کے چہرہ پر پڑی تھی اور بدن پر نہیں۔ دوسرے دن لوگ آئے اور مقتول کو لائے اور دیکھا تو بولے کہ منہ تو عیسی کا ہے اور بدن ہمارے سردار کا ہے، نہیں یہود کو ساتھ عیسی اور اس کے قتل کے علم میں سے کچھ مگر یہ کہ پیروی گمان کی کرتے ہیں اور نہیں قتل کیا انہوں نے عیسی کو یقیناً بلکہ اٹھالیا اسے خدا نے اور محل کرامت پر لے گیا۔ اور ہے اللہ غالب بیچ اس چیز کے جو وہ چاہتا ہے۔ حضرت عیسی کو اٹھالیا اور یہود سے انتقام لینے والا حکم کرنے والا ساتھ لعنت یہودا کے .. الخ۔

مولانا! اگر آپ اس تفسیر کو نہیں مانتے تو بارے خود ہی اس کی تفسیر کر دیں۔ قتل اور پھانسی کا وقوع تو ہوا نہیں پھر موت کس طرح واقع ہوئی۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح اس حادثہ سے باتفاق حسنہ جانبر ہو کر کشمیر کی طرف نکل گئے اور مدتوں وہاں رہے، اور ان زخموں کا علاج کرتے رہے جو انہیں سولی پر پہنچے تھے۔ دوائی مستعملہ ان کی تریاق مسیح کے نام سے موسوم ہوئی۔ پھر کسی نواح میں کسی پہاڑ کے اندر فوت ہوئے۔ چنانچہ ان کی قبر اب تک وہاں موجود ہے۔

مولانا! آپ اس داستان مصنوعی کی تائید پر کوئی حدیث یا آیت تو پیش کریں اگر یہ بھی نہیں ہو سکتا تو اناجیل مروجہ سے یا کسی تواریخ معتبرہ کی رو سے اس امر کو ثابت کریں (۱۹۰۰ سال) کا عرصہ گذر گیا کسی نے کوئی ایسا بیان نہ کیا۔ اب اتنی مدت کے بعد صرف آپ کا بیان بلا دلائل کون قبول کر سکتا ہے۔ اگر وہ بقول آپ کے سولی دیئے گئے، اور کچھ دیر تک وہاں آویزاں رہ کر بحالت خستگی تن اتارے گئے تو ایسے حیرت انگیز معاملہ کا ذکر خدا تعالی نے کیوں نہ فرمایا۔ کیا رفع روحانی جس کے آپ معتقد ہیں اس سے زیادہ تعجب خیز بات تھی اس میں تو سارے ارواح انبیاء داخل ہیں کو دنیا سے رحلت فرما گئے پھر حضرت مسیح کو اس میں زیادہ تر کون سی خصوصیت حاصل تھی جس کا ذکر خدا تعالی نے فرمایا قرآن مجید بآواز بلند کہہ رہا ہے کہ یہود نے بوجہ اشتباہ حضرت عیسی کا قتل

ہونا مشہور کیا ورنہ اس کو کسی نے نہ قتل کیا اور نہ پھانسی دیا بتلاؤ وہ اشتباہ کون سا تھا۔ آخر یہی نہ کہ بجائے عیسی دوسرے شخص کو دار پر کھینچا جس حالت میں وہ سولی ہی نہیں دیئے گئے تو زخم کیسے۔ اور علاج کس کا ہوا۔ کیا حضرت مسیح کے بعد دنیا میں کوئی آدمی مسیح نام نہیں ہوا جسکی طرف یہ تریاق منسوب ہوسکے، یا تبرکاً بوجہ سریع الاثر ہونے کے حضرت مسیح کے بعد انہیں کی طرف منسوب کیا گیا۔ ہم نے کئی کتابیں دیکھیں جن کے مصنف اور تھے اور جن کے نام پر مشہور ہوئیں وہ اور لوگ تھے جن لوگوں نے بحالت نزع انہیں سولی پر سے اتار لیا تھا انہیں میں سے یا ان کے پس ماندگان میں سے کوئی آدمی تو اس واقعہ کو قید کتابت میں لاتا یا ظاہر کرتا (قولہ کتابت.. الخ۔ کیونکہ جس حال میں حضرت مسیح کچھ عرصہ تک سولی پر لٹکتے رہے اور پھر وہاں سے رہا ہوکر کشمیر کو بھاگے تو کوئی آدمی تو یہ واقعہ اپنی کتاب میں درج کرتا کیونکہ حیرت انگیز بات تھی۔ دیکھو دوسرے ایک آدمی کو حضرت مسیح جان کر جو پھانسی دیا اس لئے حضرت مسیح کا مصلوب ہونا سب نے مفصل اپنی کتابوں میں درج کیا اور اس کے آسمان پر زندہ اٹھائے جانے سے محض بے خبر تھے اس واسطے ایسا حال درج نہ کرسکے منہ ۱۲)

مزید برآں اور تماشے دیکھے خداوند تعالی فرماتا ہے کہ نہ وہ سولی دیئے گئے نہ قتل ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ نہیں، سولی تو دیئے گئے مگر ہنوز جان باقی تھی کہ وہاں سے اتارے گئے اور زخموں سے نڈھال تھے کہ تریاق مسیح کے استعمال سے آخر صحت پائی اور پھر آخر کار نواح کشمیر میں فوت ہوئے۔

اس بیان سے ہویدا ہے کہ آپ کے نزدیک جو شخص بحالت نزع سولی پر سے اتارا جاوے اور پھر بانواع حیل بچ رہے، تو اسے مصلوب نہیں کہہ سکتے، مصلوب تب ہی ہوگا کہ سولی پر اس کا کام تمام ہو۔ اور وہیں اس کا مہرہ گردن ٹوٹ جاوے لیکن لغت میں صلیب کے معنی بردار کردن لکھے ہیں دیکھو غیاث اور صراح۔ یہ قید کہیں نہیں کہ تاوقتیکہ اس کا مہرہ گردن نہ ٹوٹے فعل صلب کا وقوع غیر متحقق متصور ہوگا۔

درایت الادب میں ایک ملازم فوجی کی بابت جو معرکہ جنگ سے فرار ہوا تھا اور پھر بموجب قوانین جنگ اس جرم کی پاداش میں پھانسی دیا گیا اور ہنوز جان باقی تھی کہ جیون کرنام طبیب کی خدمت میں نعش اس کی برائے تجربہ و امتحان بھیجی گئی درج ہے فکشف الطبیب جو نکر عن عجل سرہ و علم انہ لم یمت حین صلبوہ یعنی جونکر نام طبیب نے فوراً اس کا بھید معلوم کرلیا اور جانا کہ وہ شخص جب اس کو پھانسی دی گئی ہنوز جان بحق نہیں ہوا تھا۔ دیکھو یہ ملازم فوجی باآنکہ حکیم مذکور کے علاج کرنے سے بچ رہا مگر تاہم اس

کی نسبت صلبوہ کا جملہ درج ہے۔ اگر مردہ کے بغیر صلبوا کا استعمال کرنا ممنوع ہوتا تو یہ قابل عزت مصنف اپنی کتاب میں اس کو درج نہ کرتا۔ رافعك میں تو روحانی کا پیوند لگا یا ہی تھا اب یہاں پر صلیب کے معنی لینے میں سولی دی جانے ساتھ مہرہ گردن کے ٹوٹنے کی قید لگاتے ہیں جس سے پایا جاتا ہے کہ آپ اپنے تئیں عربی زبان کا مختارکل تصور فرماتے ہیں جدھر چاہیں اس کو جھونک دیں۔ یہ نہیں جانتے کہ غیر زبان میں تصرف کرنا محض نادانی ہے۔

ایک نامور شاعر صاحب دیوان نے امشب پرا مصبح کو قیاس کیا، دوسرے نے باندک روز خواہد گشت مجنون، کہا دونوں مطعون ہوئے پہلے نے تصرف بے جا کیا دوسرے نے اندک روز میں فارسی کو پنجابی کا تابع کر دیا جیسا کہ مولانا اکثر اپنی عربی میں کہا کرتے ہیں۔

آپ حمامۃ البشریٰ کے صفحہ ۱۹ پر اس دیار کے علماء پر تعجب کر کے فرماتے ہیں کہ جملہ انّی متوفیك کو آیہ میں رافعك کے بعد رکھتے ہیں تاکہ معنے درست ہو جاویں حالانکہ ایسا کرنے سے بھی معنی مطلوبہ حاصل نہیں ہوتے کیا رفع کے بعد اور مسیح کے تطہیر ذیل کی پہلی موت مسیح واقع ہوگی۔ یہ کہنا بھی لغو ہے۔ پھر وہی علماء کہتے ہیں کہ موت مسیح مواعید مندرجہ کے بعد واقع ہوگا۔ یہ کہنا بھی ویسا ہے یوں تو جملہ انی متوفیك آیہ کے اخیر پر ہوگا تو پس اس طرح کرنے سے ترتیب قرآنی کہاں رہی۔ پھر تو آیہ مذکور اس طرح ہو جاوے گی

يا عيسى انّي رافعك اليّ و مطهّرك من الّذين كفروا و جاعل الّذين اتّبعوك فوق الذين كفروا الى يوم القيامة ثم بعد القيامة ننزلك من السماء ثم متوفيك فلا سبيل لهم الى تحريف هذه الآيات و تقديمها و تاخيرها من عند انفسهم الا ان يقولوا ان المسيح لا يتنزل و لا يموت الا بعد يوم القيامة و هذا خلف ـ

مولانا (یعنی مرزا صاحب قادیانی) جملوں کو آگے پیچھے رکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے کیونکہ واؤ ترتیب کو نہیں چاہتا۔ جملہ مواعید اپنے اپنے وقت پر بلا ترتیب واقع ہو سکتے ہیں مگر ہمیں تو زیادہ تر افسوس یہ ہے کہ آپ ثم اور واؤ کے معنی نہیں سمجھتے، نہ ان کے موارد پر نظر فرماتے ہیں چنانچہ بجائے واؤ آپ کا ثم ہی ثم لانا مشاہد عادل

اس امر پر ہے۔ سمجھیں تو خود نہیں اور تعجب کریں دوسروں پر۔ سچ ہے الٹا چور کوتوالی ڈانٹے۔ علماء کو کون سی ضرورت اس امر پر مجبور کرتی تھی کہ جملوں کو پس وپیش کر کے مرتکب تحریف قرآنی ہوتے چونکہ ترتیب وقوعی ان میں ضروری نہیں کما مرّ ۔لہذا جملوں کا اپنے اپنے محل پر بدستور رہنا ان کے معانی مقصودہ میں کوئی خلل پیدا نہیں کرتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اعتراض آپ نے اپنے ذہن رسا سے پیدا کیا۔ اور ناحق علماء کو بدنام کرتے ہیں ۔اس اعتراض سے تو آپ کے کمال ظاہر ہوتے ہیں بھلا کہیں جملہ و انـي متـو فيك کو آیہ مذکور کے آخر پر رکھنے سے یہ معنی کہ بـعـد القيا مة ننز لك من السماء ثم متو فيك .. الخ حاصل ہوتے ہیں۔ جس حال میں واؤ عاطفہ صرف جمع کے لئے آتا ہے اور ترتیب کو مستلزم نہیں، پھر ثم کہنا کیسا۔ اور معنی مذکور پیدا کرنا کہاں سے ہوگا۔ یہ تو ایسا ہے کہ آیہ و او صـا نـي بـالصلوة و الز كوة ما دمت حياًو برّاً بوا لد تي .. الخ کے یہ معنی کریں کہ میرے مرنے کے بعد مجھے میری ماں کے ساتھ بھلائی کرنے والا بنایا جس کی لغویت پر ظاہر ہے بلکہ واؤ عاطفہ کو ثم کے معنی میں لینے سے جو فساد ظاہر ہوتا ہے وہ آیہ انـي متـو فيك میں بھی پایا جاتا ہے یعنی اس میں بھی بقول آپ کے اگر ترتیب کو ضروری مانیں تو لازم آتا ہے کہ مواعید ثلاثہ کے بعد میں کفار پر تیرے متبعان کو قیامت تک غلبہ دونگا۔ یعنی تیری موت اور رفـع الـى الله وغیرہ کے بعد تیرے متبعین کا غلبہ کفار پر شروع ہو کر تا قیامت رہے گا، نہ اس کی حین حیات میں نہ اس اثنا میں جب وہ خدا کی طرف اٹھائے جا رہے تھے چونکہ یہ آیت بذریعہ الہام آپ کی شان میں بھی نازل ہوئی تو معنی اس کے یہ ہوئے کہ آپ کی حین میں آپ کے متبعین یا حواریوں کا کوئی غلبہ کفار پر نہیں۔ چونکہ غلبہ سے آپ کی مراد صرف بذریعہ ادلہ قطعیہ کے اپنے حریف پر غالب ہونا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ آپ کے متبعین ادلہ قطعیہ کے پیش کرنے میں بمقابلہ اپنے حریف کفار کے ہر طرح عاجز اور کمزور ہیں۔ ہاں آپ کے مرنے کے بعد ان کا غلبہ ہوگا۔ کیا مولانا (مرزا قادیانی) آپ کا یہی مقصود ہے۔ آپ کی موجودگی میں اچھے کامیاب ہوئے کہ آپ کی موت کے بعد سرخرو ہوں گے آپ خفا نہ ہوں یہ معنی آپ کے اجتہاد اور خوش فہمی سے پیدا ہوئے۔

غرض واؤ عاطفہ پر اگر ترتیب کا بار گراں لاددیں جس کا وہ متحمل وجوباً نہیں ہوسکتا، اور را فـعك کو متو فيك پر متفرع قرار دیں، تو اسی قسم کی خرابیاں سرزد ہوں گی۔ ہم تو آپ کو معارف قرآنی کا ماہر اس حالت

میں قبول کر سکتے ہیں کہ قرآن شریف سے اس کے نظائر پیش کریں جس حالت میں ایک مقام پر بذریعہ عطف دو امر اصل اور فرع قرار دیئے گئے تو پھر دوسرے مقام پر ویسی ہی ترتیب میں اصل کو بتمامہ کیونکر ترک کیا (قولہ: ترک الخ یہ نہ کہنا کہ یوں تو وعدہ مطھر ك من الذین کفروا کی بابت بھی دوسری آیت میں کوئی ذکر نہیں اس کا اعادہ ضرور نہ تھا کیونکہ یہ مفہوماً بل رفعه الله الیه میں داخل ہے جب اصل موجود ہے تو ذکر فرع کا ضروری نہیں۔منہ) کیا بغیر اصل کے فرع کا وجود پایا جاتا ہے۔دل تو نہ چاہتا تھا کہ لفظی بحث کو چھیڑ کر ناحق دردسر خریدتے، پر کیا کریں آپ نے صحت الہام کے لئے اس کی عربی عبارت کی صحت کو شرط گردان لیا۔اور ہمیں بھی آپ کے الہامات کی صداقت یا غیر صداقت کو دریافت کرنا ہے اس واسطے اس بحث کو بھی لیا۔ضرورۃ الامام میں جناب نے خود تحریر فرمایا کہ جس الہام کی عربی عبارت میں بروئے صرف ونحو کی غلطیاں پائی جائیں وہ قابل پذیرائی نہیں چنانچہ اسلئے آپ نے ایک شخص کے الہام کو ردی تصور فرمایا جو آپ سے بیعت کرنے آیا تھا اس لئے ہم نے بھی آپ کی عربی عبارات کو پڑتالا، اور اس میں چند غلطیاں پائیں جن کا ذکر آخر کتاب میں درج ہے۔ابیات مولف

خوب سمجھا مولوی نے مطلب قرآن کو
کردیا تاراج پل میں دفتر ایمان کو
واؤ اور ثم کے معنی ایک سمجھا دوستاں
پا گئے ہم علم و فضل مہدی دوران کو
معبر ترتیب پر اوترا جو آ کر نا خدائے
اپنے ہاتھوں سے ڈبویا کشتی عرفان کو
تھا عبث پھرتا رہا ایدھر ادھر مثل مگس
اس لئے پایا نہ بوئے روضہ رضوان کو
رکھے گو کتنا ہی کوئی زہد و ورع و اتقا
لیک اترانا نہیں واجب کبھو انسان کو

خاک راہ انبیاء ہیں تاجداران جہان
کب پہنچتا ہے کوئی انسان ان کی شان کو
مارتا ہے وہ دنی ہے صاف لاف برتری
جو نہ سمجھے کچھ بھی اپنے نفع اور نقصان کو
بارگاہ کبریا میں عاجزی آتی ہے کام
کبر سے دیکھا ضرر پہنچا نہ کیا شیطان کو
آبرو پاتے ہیں خاکی خاکساری سے سدا
باد نخوت سے ہیں پاتے شعلہ نیران کو
ظاہر قرآن کے معنی نہ کرنا اور کچھ
ہاتھ سے دینا نہ صادق گوہر ایمان کو

کافیہ میں حروف عاطفہ کے باب میں درج ہے:

و ھی الوا و و الفاء ثم و حتی واو و امّا و ام و لا و بل و لکن فا لار بعة ا لاو ل المجمع و الوا ؤ و للجمع مطلقاً لا تر تیب فیھا

پھر آپ ترتیب کے درپئے کیوں ہوئے۔ قطع نظر اسکے دیگر آیات قرآنی میں ہر جگہ یہ ترتیب ملحوظ نہیں۔ نہ واوٴ عاطفہ ثم کے معنی میں آتا ہے کما مرّ۔ براہ نوازش ذرہ مختصر معانی کی یہ عبارت ملاحظہ فرماویں۔

الـفـصـل و الـو صـل بد ء بذ کر الفصل لا نه ا لا صل و الفصل طارٍ عا ر ض علیه حا صل بز یا دة حر ف لکن لما کا ن الو صل بمنز لة الملکة و الفصل بمنز لة العدم و الا عدا م انما تعرف بملکا تھا بد ء فی التعریف بذ کر الو صل فقا ل الو صل عطف بعض الجمل علی بعض و الفصل تر که ۔ ای تر ك عطف عـلیه فا ذا اتر جملة بعد جملة کا لاو لی اما ان یکو ن لھما محل من ا لا عرا ب او لا و عـلـی الاول ای عـلـی تـقدیر ان یکو ن للا ولی محل من ا لاعرا ب ان

قصد تشريك الثانية اولا فی حکمه ، ای فی حکم الاعراب الذی کان لها مثل کونها خبر مبتدأ او حالاًاو صفة اونحو ذالك عطفت الی من امته ؟ عليها ای علی الاولی ليدل العطف علی التشريك المذکور کالمفردفانه اذا قصد تشريکه ، لمفرد قبيله فی حکم اعرابه من کونه فاعلاً او مفعولاً او نحو ذالك وجب عطفه عليه ۔ فشرط کونه ای کون عطف الثانية علی الاول مقبولا بالواو ونحوه ان يکون بينها ای بين الجملتين جهة جامعة نحو زيد يکتب ويشعر لما بين الکتابة و الشعر من التناسب الظاهر و يعطی و يمنع ؟ لما بين العطا و المنع من التضاد بخلاف زيد يکتب و يمنع او يعطی ويشعر ذلك لئلا يکون الجمع بينهما کالجمع بين النصب و النون و قوله نحوه اراد به ما يدل علی التشريك کالفاء و ثم و حتی و ذکره هشو مفسد کانّ هذا الحکم مختص بالواو لان لکل من الفاء و ثم و حتی معنی محصلاً غير التشريك و الجميعة فان تحقق هذا المعنی حسن العطف و ان لم توجد جهة جامعة بخلاف الواو .. الخ ۔

اس بیان سے آپ پر واضح ہو گیا ہوگا کہ ثم اور واؤ عاطفہ کا استعمال کس کس موقع پر کیا جاتا ہے اور چونکہ آیہ مذکور میں صرف بل رفعه الله درج ہے اور تو فی وغیرہ کچھ نہیں لہذا رفع سے مطلق رفع مراد لینا زیادہ تر مستحسن اور قرین قیاس ہے۔ اور مطلق کو چھوڑ کر مقید یعنی رفع روحانی کو اختیار کرنا ترجیح بلا مرجح، اور ظاہر قرآن کو چھوڑ کر درپئے تاویلات ہونا متصور ہوگا۔ وہ بھی بغیر کسی وجہ کے کیونکہ یہاں تو توفی کا وجود ہی نہیں کہ اس کے معنی اماتت کر کے رفع الی الله کو اس پر متفرع قرار دیں اور اس سے رفع روحانی مراد لیں لغت میں رفع کے معنی بلند کرنا، اور اٹھانا ہے، نہ ایسا اٹھانا کہ جسم کو چھوڑ کر صرف روح کو اٹھالیں۔ جس حال میں یہاں نہ قرینہ سے موت مسیح پائی جاتی ہے نہ بروئے لغت، رفع میں مفہوماً کوئی ایسی قید موجود ہے تو پھر خواہ مخواہ ایسی رفع کے ساتھ روحانیت کی دم لگانا وضع زبان کی مخالفت پر آمادہ ہونا نہیں تو اور کیا ہے۔ پھر زیادہ تر قابل توجہ یہ امر

ہے کہ پہلی آیت میں تو بقول آپ کے وعدہ اماتت اور رفع الی اللہ دونوں موجود ہیں لیکن آیہ ما قتلوہ میں صرف رفع الی اللہ درج ہے، اماتت کوئی بھی نہیں اس وعدہ کا ایفاء اور اظہار اس آیت میں ضروری تھا کیونکہ جو ضرورت اس کی بروقت وعدہ کے تھی ایفاء کے وقت بھی اس کی وہی ضرورت تھی۔ پھر اس کو کیوں ترک کیا۔ پس اس کی وجہ بجز اس کے اور کیا ہوسکتی ہے کہ نہ پہلی آیت میں کوئی وعدہ اماتت تھا نہ اس کا اعادہ اور ایفاء لازمی امر تھا اگر اماتت کا وعدہ ہوتا تو خداوند کریم چونکہ اپنے وعدہ کا خلاف نہیں فرماتا اس لئے اس آیت میں بھی ذکر اماتت ہوتا۔ یعنی اس طرح کہ بل توفیہ اللہ و رفعہ الیہ ممکن ہے جملہ و رافعک الیّ بطور عطف تفسیر کے واقع ہوا جیسا کہ شرح عقاید نسفی کی یہ عبارت و الصلوۃ علی نبیہ محمد ن المؤید بساطع حججہ و واضح بیناتہ، چنانچہ تفسیر حسینی وغیرہ میں اسی لئے متوفیک کے معنی میں اٹھانے والا ہوں تجھے دنیا سے، درج ہیں، جس حال میں خداتعالی نے خود جملہ متوفیک کی تفسیر رافعک الیّ فرمادی تو پھر بزور متوفیک کے معنی ممیتک کیونکر ہوسکتے ہیں اور رافعک سے رفع روحانی کس طرح لے سکتے ہیں کیونکہ رفع کے معنی مطلق اٹھانا ہے نہ اس طرح کہ جسم تو خاک پر رہے، اور روح اٹھائی جاوے۔ کما مرّ۔

آپ نے حمامۃ البشری اور نور الحق وغیرہ میں بڑا زور متوفیک پر دے کر فرمایا کہ:

> قرآن میں کئی ایک مقامات پر لفظ توفّی کا استعمال ہوا وہاں بمعنی اماتت آیا ہے اگر توفی کا فاعل خداوند تعالی ہو اور مفعول اس کا کوئی آدمی ہو تو اس کے معنی اماتت ہوں گے۔ اگر کوئی آدمی خلاف اس کے ثابت کردے تو ہزار روپئہ انعام ہم سے لے۔

مولانا (مرزا قادیانی)! ہم عرض پرداز ہیں کہ بحث تو اس میں ہے کہ توفی کے بعد جو رفع الی اللہ درج ہے اس میں رفع روحانی مراد ہے یا جسمانی، اور آپ بیان مذکورہ میں رفع کو ذکر ہی نہیں فرماتے۔ پھر ایسی توفوں سے ہم کو کیا ہمیں تو توفی اور رفع دونوں سے کام ہے نہ تنہاء توفی سے (قولہ توفی .. الخ۔ یہ توفی اور رفع الی اللہ دونوں مل کر حیات مسیح ثابت کرتے ہیں جو عالم ملکوت سے علاقہ رکھتی ہے، نا عالم ناسوت سے لہذا حیات اولین کو حیات ثانیہ پر قیاس کرنا محض مبنی بر جہالت و نادانی ہوگا۔ ہم برأی العین دیکھ رہے ہیں کہ جہاں اللہ جس جانور کو رکھتا ہے وہاں ویسے ہی سامان زندگی موجود کردیتا ہے اس قاعدہ مستمرہ کی رعایت سے خداوند عالم نے مسیح کو بعالم ملکوت زندہ رکھا گیا۔ ملائکہ وہاں مرتے ہیں کہ مسیح

مریں، ہاں جب وہ دنیا میں پھر آویں گے تب دنیا کے قواعد ان پر پھر جاری ہوں گے اور وہ اس طرح پر مریں گے جس طرح دوسرے اہل روز گار مرتے ہیں)۔ آپ اگر کسی حدیث یا آیہ میں دونوں لفظ بصورت موجودہ دکھا سکیں تو بسم اللہ دکھاویں ہم بصدق دل قبول کرلیں گے۔ ورنہ آپ کے قیاس مع الفارق کو کون مان سکتا ہے۔ نہ توفّی کے بعد کسی کے حق میں رفع الی اللہ درج ہے نہ کوئی مرفوع الی اللہ ان کی طرح ہوا۔ پھر آپ دکھائیں گے کہاں سے اسی رفع ہی نے توتوفی کو اماتت کے مجازی معنی میں جانے سے روک دیا ہے یہی رفع ہے جس کے باعث یہ توفی دوسرے توفوں سے ممتاز ہے۔ آپ نے ہمارے لئے ہزار روپئہ کا انعام مشتہر فرمایا ہے ہم غریب آدمی اس قدر سرمایہ تو نہیں رکھتے کہ اسی قدر انعام آپ کیلئے مشتہر کریں مگر یہ تو عرض کئے دیتے ہیں کہ اگر آپ توفی اور رفع دونوں کو بصورت موجودہ کسی آیت یا حدیث میں دکھاویں تو آپ کی مہدویت وکمال ذاتی کو مان لیں گے۔ توفی اور رفع کے اصلی معانی اور موارد کی گفتگو کو جانے دو ہمارے دعوی کی تائید کیلئے اس سے زیادہ اور کون دلیل قطعی ہوسکتی ہے کہ بقول آپ کے ایک آیت میں اللہ تعالی نے چند مواعید کا ذکر فرمایا اور بروقت ضرورت توفی کے ایفاء کی بابت کچھ ذکر ہی نہ کیا۔ کیا متوفیك ان مواعید میں سے نہ تھا جس حال میں وہ بھی ایک وعدہ تھا تو اس کا ایفاء کیوں نہ فرمایا۔ کیا ذات باری سے تخالف وعدہ ممکن ہے نعوذ باللہ من ذلك

ہاں مولانا! واقعی اماتت کا کوئی وعدہ نہ تھا۔ نہ اس کا ایفا لازمی تھا اس واسطے جناب باری تعالی نے اپنی پاک کلام میں دوسری آیت میں اس کا ذکر تک نہ کیا اور نہ اس لئے مفسرین میں سے کسی پاک طینت نے موت مسیح کو مانا۔ آیت مذکور میں انّی متو فیك میں ضمیر مخاطب کا مرجع حضرت عیسی بن مریم کی ذات خاص کو اور را فعك میں ویسے ضمیر کا مرجع اس کی روح کو قرار دینا کیسی حیرت انگیز کاروائی ہے۔ اسی آیت پر اس قدر پھرتیاں یاد آگئیں بھلا کہیں اس کی نظیر کلام اللہ میں سے اور بھی تو پیش کرو۔ معطوف اور معطوف علیہ کے احکام ہم نے مختصر معانی سے پہلے نقل کر کے دکھائے ان احکام کی رو سے کاروائی مذکورہ ناجائز ہے پھر اس کے جواز کے کیونکر قائل ہوں۔ یہ رفع الی اللہ تو مصلوب ہوجانے کی صورت میں بھی حاصل تھا کیونکہ روح کسی طرح فنا پزیر نہیں۔ پھر بقول آپ کے معمولی موت کو رفع الی اللہ سے خاص کر کیوں تعبیر کیا۔ اگر ایک نبی ناحق کفار کے ہاتھ سے گرفتار ہو کر مصلوب یا مقتول ہوجاوے تو اس کی روح رفع الی اللہ سے محروم رہے گی

نہیں نہیں وہ ہر حالت میں مرفوع الی اللہ ہوگی کفار کے لعنتی کہنے سے اسکے دامن عصمت پر ہرگز معصیت نہیں بیٹھ سکتی پھر معمولی موت کو علی الخصوص رفع الی اللہ کیوں قرار دیا۔ آپ کا بیان اس بارہ میں کوئی تقویت نہیں بخشتا اور نہ کسی عمدہ ثبوت پر مبنی ہے۔

آؤ یہ نکتہ ہم بتاویں۔ کہ نہ معمولی موت واقع ہوئی نہ اللہ جل شانہ نے بطریق ترجیح بلا مرجح اس کو رفع روحانی سے تعبیر کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اب تک باوجود اس قدر مخالفت اور ادعائے باطل کے اصل وجہ موت مسیح آپ معلوم بھی نہ کر سکے، کس بیماری یا حادثہ سے فوت ہوئے شاید بعد ازیں من عند انفسهم کوئی عارضہ بھی موت مسیح کے لئے تجویز فرمالیں کیونکہ اس دکان پر اس قسم کے امتعہ کا سدہ کی بڑی خرید و فروخت شروع ہے جنس صدق کی اصلاً قدر نہیں تمام مذاہب کا اس پر اتفاق ہے کہ روح فنا پذیر نہیں اور قرآن میں بھی یہی ذکر ہے کہ حضرت مسیح ہی مصلوب اور مقتول ہونے سے بچے اور وہی مرفوع الی اللہ ہوئے، نہ یہ کہ بچے تو عیسی اور مرفوع الی اللہ ان کی روح ہوئی۔ کیا مقتول اور مصلوب ہو جانے میں مرفوع الی اللہ نہ ہوتے جس حال میں یہ رفع روحانی اس حالت میں حاصل تھا۔ پھر دوسری قسم کی موت کو رفع روحانی کے ساتھ علی الخصوص کیوں ذکر کیا۔ یہ خصوصیت تو پہلی ہر دو اقسام موت میں بھی تھی۔ اس خصوصیت کا ذکر یہاں عبث ہے چونکہ ذات باری ایسے عیوب سے منزہ ہے لہذا ثابت ہوا کہ رفع روحانی مراد لینا لغو ہے۔ ضمائر صاف بتا رہے ہیں کہ عیسی مقتول ہونے یا مصلوب ہونے سے بچے اور وہی آسمان پر اٹھائے گئے نہ یہ کہ بچے تو عیسی اور اٹھائی گئی روح ان کی۔ ہمیں کیا ضرور ہے کہ ظاہر قرآن کو چھوڑ کر الٹے معنی کریں۔ متوفيك میں پہلے ضمیر کا مرجع تو حضرت عیسی کو اور رافعك میں اسی ضمیر کا مرجع اس کی روح کو قرار دیں پھر طرفہ تر یہ کہ اگر آپ کی اس داستان مصنوعی کو جس کا ذکر ہو چکا صحیح قرار دیں بھی تو لازم آتا ہے کہ خداوند تعالی نے اس امر کا ذکر اپنی کتاب مجید میں کچھ نہ فرمایا جو برعایت بلاغت و فصاحت قرآنی نہایت ضروری تھا۔ کیا مسیح کا دار پر عرصہ تک لٹکا رہنا اور پھر وہاں سے باتفاق حسنہ اتارا جانا، اور ہنوز اس کا بقید حیات ہونا، اور نواح کشمیر میں عرصہ تک پھرتے رہنا، اور آخر وہیں وفات پانا قابل ذکر نہ تھا، جس کو خداوند نے بتمامہ چھوڑ دیا۔ بل رفعه الله اليه کی جگہ صرف اماته الله ہی کیوں نہ فرما دیا۔ کیا ایسا فرمانے سے رفع روحانی ہاتھ سے نکلا جاتا تھا۔ اور کیا اس قسم کے اقتصار اور

ترک ناجائز قرآن شریف کی شان بلاغت پر حرف نہیں آتا۔ بھلا اس قسم کا اقتصار کہیں کلام اللہ میں اور بھی تو دکھاؤ۔ خداوند کریم نے کبھی ایسے ضروری پارٹ کو ترک نہیں کیا جس سے مائدہ مضمون میں ایک خلل عظیم راہ پاوے، یوسف علیہ السلام کنویں میں ڈالے گئے مگر وہاں سے نکلے بھی، خلیل اللہ چخہ میں ڈالے گئے آگ ان پر گلزار ہوئی اور وہ بچ رہے، حضرت نوح طوفان میں سراسیمہ تھے مگر خدا تعالی نے بچا لئے۔ کیا یہ ذکر بچاؤ کا کلام اللہ میں ہر ایک نبی کا خداوند نے درج نہیں کیا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت مسیح جیسا اولوالعزم نبی سولی پر بموجب عقاید جناب چڑھایا جاوے، اور اس کی رہائی کا ذکر خداوند بتمامہ چھوڑ دیوے اور صرف اس رفع روحانی یا موت معمولی کا ذکر کرے جو ایک عرصہ کے بعد نواح کشمیر میں واقع ہوئے۔ پہلے تو اس امر کی ضرورت ہے کہ حضرت عیسی نے سولی پر سے کس طرح مخلصی پائی۔ انجیلوں اور قرآن شریف میں جملہ حالات حضرت مسیح کے درج ہیں مگر نواح کشمیر میں جو ایک عرصہ تک رہے وہاں کا کوئی حال درج نہیں ہے تو پھر یوں ہی اقاویل باطلہ پر کون ایمان لاسکتا ہے۔ اور بلا ثبوت قطعی اپنی قیامت کو عمداً کون گندہ کرے جہاں پر جھوٹے امام کانوں پر ہاتھ رکھیں گے۔ مولانا! کبھی ایسا بھی کہا کرتے ہیں کہ زید کو اس کے دشمنوں نے قابو میں لاکر سولی پر چڑھا دیا جہاں وہ عرصہ تک لٹکا بھی رہا، باوصف اس کے نہ وہ قتل کیا گیا نہ سولی دیا گیا۔ وہ تو اپنی موت سے جان بحق ہوا تھا صرف ان پر شبہ ڈالا گیا۔ یہاں پر کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ ہیں یہ کیا بات ہوئی کہ سولی بھی دیئے گئے اور وہاں لٹکے بھی رہے پھر اپنی موت سے کیونکر رحلت فرمائی، تاوقتیکہ موت کا حال بیان نہ کرے متکلم کی نسبت یہ اعتراض باقی رہتا ہے کہ کیوں اس نے ایسے بیان کو ترک فرمایا۔ چونکہ یہ اعتراض آپ کی داستان مصنوعی سے پیدا ہوا ہے لہذا داستان مذکور ہی حلیہ صدق سے سراپا معرّا ثابت ہوئی۔

سنتے ہیں کہ: مسیح ہندوستان میں، کے نام سے آپ کوئی کتاب تالیف فرمارہے ہیں۔ جس حال میں بنا ہی راستی پر نہیں تو کتاب کیا ہوگی۔ ضرور ایک مضحکہ ہوگا۔ ایک کتاب آپ نے ایسی بھی بنائی تھی جس میں بابا نانک کو مسلمان ثابت کیا۔ اس پر سکھ اور ہندو کچھ ملتفت نہ ہوئے، نہ وہ مسلمانوں کے حق میں کچھ مفید ثابت ہوئی بلکہ اس سے ایک قسم کا خبط ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان علمائے دین کو تو آپ بوجہ مخالفت یہود اور نصاری قرار دیتے ہیں اور بابا نانک کو مسلمان۔ سبحان اللہ، الہام ربانی ہو تو ایسا ہی ہو جس آدمی کے دیدہ انصاف میں گرد

تعصب نہیں پڑی وہ بادنی تامل مولانا کی غلطی کو پا جاوے گا۔ آپ آیات مندرجہ بالا سے رفع روحانی ثابت فرماتے ہیں جس کے ماننے سے کئی فساد لازم آتے ہیں بعض ان میں سے پیشتر معرض بیان میں لائے گئے اب مزید براں اور سنیئے کہ آپ اس امر کے قائل تو معلوم ہوتے ہیں کہ بعد انبیاء کے روحیں ملیك مقتدر کے جوار رحمت میں جگہ لیتی ہیں خواہ موت بذریعہ صلیب واقع ہو یا بذریعہ قتل یا کسی اور سبب سے ہر حالت میں انہیں رفع روحانی ہوگا۔ پس آپ کی تقریر سے رفع روحانی کئی اقسام پر منقسم ہوا۔

ایک رفع روحانی تو وہ ہے کہ ایک نبی کو پھانسی دے کر مار ڈالیں،

دوم وہ کہ اسکو قتل کر دیں۔

تیسرے وہ موت جو ناگہانی یا کسی طبعی باعث سے واقع ہو

مگر جب اللہ جل شانہ کی کلام پاک کو دیکھتے ہیں تو وہاں تیسری قسم موت کا کوئی ذکر ہی نہیں۔ وہاں تو صرف بل رفعه الله اليه درج ہے۔ اگر اس رفع کو رفع روحانی مانیں تو صورت دعوی یہ ہوگی کہ رفع روحانی قسم، اول و دوم تو واقع ہی نہیں ہوئی، مگر تیسری قسم رفع روحانی کی جو را فعك میں پائی جاتی ہے ضرور واقع ہوئی جس حال میں تیسری قسم موت کی معلوم نہیں ہوئی کہ آخر کس عارضہ سے فوت ہوئے تھے اس واسطے اس رفع روحانی کو بھی کوئی تیسری قسم قرار نہیں دے سکتے، نہ رفع روحانی کے رفع روحانی کوئی خاص قسم ہوسکتی ہے کیونکہ التقسیم ضم مختصّین اذا كثر الى مشترك، کے بموجب یہ تقسیم ہی درست نہیں۔

خداوند تعالی نے دو قسم کی موت بیان فرما کر ان کے وقوع سے قطعی انکار فرمایا کہ نہ وہ مصلوب ہوئے نہ مقتول۔ پھر تیسری قسم کو صاف لفظوں میں کیوں نہ بیان فرمایا حالانکہ دو قسم موت کے بعد تیسری قسم موت کی جو واقع ہوئی تھی اس کا بیان کرنا ایسا ضروری تھا جیسا کہ پہلی دو قسموں کا بیان ضروری تھا۔ اور رفع روحانی کے بیان کی چنداں ضرورت ہی نہ تھی کیونکہ وہ ہر قسم کی موت انبیاء میں مفہوماً داخل ہے۔ اب وجہ ظاہر ہے کہ جب موت واقع ہی نہ ہوئی تھی پر ذکر اسکا کیونکر ہوتا مطلق رفع کی ضرورت تھی اسکو صاف اور صریح تحریر کر دیا۔ یہ رفع، رفع جسم و جان دونوں کو شامل ہے۔ یہ وہ رفع نہیں جو موت کے بعد ارواح انبیاء کو ہوا کرتا ہے۔ پس اس جگہ رفع مذکور اور توفی باہم نسبت تساوی رکھتے ہیں نہ نسبت تبائن۔ قیام قرینہ کے وقت مجازاً توفی کے معنی

اماتت بھی ہوا کرتے ہیں اور کیوں نہ ہو کہ مردہ کا جسم و جان دونوں صفحہ ہستی سے اٹھائے جاتے ہیں اور یہ ہیئت گذری موجود نہیں رہتی ۔ یہی باعث ہے انتقال اور رحلت اور تودیع اکثر مقامات میں بمعنی موت یا اماتت مستعمل ہوتے ہیں بلحاظ قرینہ نہ کہ ہر موقع پر وہی معنی لئے جائیں گے۔

مولانا! خدا کے غضب سے نہیں ڈرتے ۔ایک تو رفع پر اپنی طرف سے قید روحانی لگاتے ہیں پھر بھی مطلب حاصل نہ ہوا، تو اس رفع روحانی کو معمولی موت کے متعلق فرمایا۔ حالانکہ باوجود بزور سعی بیجا کے اب تک جناب کو یہ بھی معلوم نہیں کہ موت کس طرح واقع ہوئی وضع زبان کا لحاظ نہیں جمہور مفسرین کے خلاف جو کچھ زبان قلم پر آیا لکھ دیا، نیت بدرا بہانہ بسیار۔اور کوئی ایسا کرے تو تفسیر بالرائے کا ملزم خدا کا چور، آپ کریں تو کوئی باز پرس ہی نہیں ۔اس قدر حرکات ناشائستہ کرنے سے رفع کو اپنی حالت پر ہی کیوں نہ رہنے دیں، کہ ہر طرح کی خرابیوں سے محفوظ رہیں ۔اور تفسیر بالرائے کے بھی مرتکب نہ ہوں اب آپ آیت فلما توفیتنی سے اپنا مدعا ثابت فرماتے ہیں حالانکہ اس سے بھی ہمارا ہی مدعا ثابت ہوتا ہے۔کلام اللہ میں زبانی مسیح درجن ہے و ما قلت لھم نہیں کہی میں نے انہیں یعنی امت کو ا لا ما امر تنی بہ مگر وہ بات جو حکم کیا تو نے مجھے ساتھ اس کے کہ ان سے کہوں توحید اور عبادت کرنا، اور میں نے نہیں کہا مگر ان اعبدوا اللہ ربی و ربکم یہ کہ عبادت کرو خدا کی جو رب میرا اور تمہارا ہے و کنت علیھم شھیدا۔اور تھا میں ان کے افعال پر گواہ یا نگاہبان ما دمت فیھم جب تک تھا میں بیچ ان کے فلما تو فیتنی پھر جب پھیر لیا تو نے یعنی آسمان پر اٹھالیا، یا مار ڈالا تو نے کنت انت الر قیب علیھم تو تھا نگہبان ان پر، اور دیکھنے والا ان کے اعمال کو۔

تفسیر قادری میں اگرچہ مار ڈالا بھی درج ہے مگر پہلے معنی نہایت ہی مناسب مقام ہیں قطع نظر اسکے کہ اس موت کو مابہ النزاع سے کوئی علاقہ بھی نہیں ۔کما مرّ ۔

فلمّا توفّیتنی میں فاء کلمہ ترتیب اور تفریع کے لئے آیا۔اس لئے اگر توفّیتنی بمعنی امتنی تھا تو اس کے ماقبل میں ذکر حیات چاہیے تھا کیونکہ حیات اصل اور موت اسکی فرع ہے، بجائے ما دمت فیھم ،ما دمت حیاً چاہیے تھا جیسا کہ او صا نی بالصلوۃ .. الخ میں فرمایا کیونکہ حکم مذکور تادم حیات تھا اور یہ حکم صرف اس وقت تک جب تک آپ ان میں رہے، نہ یہ کہ جب تک ان میں رہے تب تک ہی آپ زندہ

تھے، اور پیچھے مر گئے۔

اب یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ما دمت فیھم میں جو ضمیر موجود ہے وہ کس طرف راجع ہے۔ سو ظاہر ہے کہ ضمیر مذکور ان لوگوں کی طرف راجع ہے جن کا ذکر اس آیت میں ہے:

و اذ قال الله یا عیسی ابن مریم

یاد کرو تم اے محمد ﷺ جب کہا خدا نے عیسی فرزند مریم کو آسمان پر اٹھانے کے بعد یا کہے گا اللہ جل شانہ قیامت کے دن نصاری کی تہدید اور تذلیل کے واسطے

أأنت قلت للناس اتخذو نی و امی الھین من دو ن الله کیا تو نے کہا تھا لوگوں کو پکڑ و تم مجھے اور میری ماں کو دو خدا سوائے خدا کے

قال سبحا نك کہا عیسی نے یا کہے گا تنزیہہ کرتا ہوں میں تیرے شرک سے تنزیہہ کر کے

ما یکو ن لی نہیں لائق اور نہیں چاہیے مجھے

ان اقو ل یہ کہ کہوں میں

ما لیس لی بحق وہ چیز کہ مجھے لائق اور سزاوار نہ ہو۔ الخ۔ قادری

اب ظاہر ہے کہ للنّاس سے وہ لوگ مراد ہیں جن میں حضرت مسیح مدت تک رہ کر ان کے نگران حال رہے اور رفع الی الله یاتوفی کے بعد ان کا نگران حال خود باری تعالی تھا لیکن ان لوگوں نے بوجہ جہالت حضرت مسیح اور ان کی والدہ کو دو خدا گردان لیا۔

اگر ان کی موت کا وقوع ممالک ہند میں مانیں تو جس قدر مدت تک وہ ان ممالک میں زندہ رہے، اسی قدر عرصہ تک وہ وہاں کے باشندگان کے بھی نگران تھے۔ نہ یہ کہ رہیں تو ممالک ہند میں اور نگرانی کریں ناصریہ اور یروشلم کے باشندگان کی جن میں وہ ابتداء مبعوث ہوئے تھے کیونکہ بروئے شہادت قرآنی نگرانی ان کی تب ہی ہو سکتی ہے جب تک وہ ان میں رہیں۔ جس حال میں وہ ان لوگوں کو چھوڑ کر ممالک بعیدہ ہند کو چلے گئے تھے پھر نگرانی ان کی کیا کرتے، حالانکہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ تو فی یا رفع الی الله کے وقوع تک وہ برابر ان میں رہے اور نگرانی فرماتے رہے۔ پھر بتلاؤ ممالک ہند میں کب گئے، اور اپنے ملک کے

باشندوں کی نگرانی سے کس وقت سبکدوش ہوئے۔ یہ نگرانی تو اسوقت تک ان کے ساتھ رہی جب تک وہ متوفی یا مرفوع الی اللہ نہ ہوئے تھے۔ توفی کے بعد خود ذات باری تعالی ان کی نگران تھی۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت مسیح کا رفع الی اللہ قوم نصاری اوران کے ملک میں واقع ہوا، نہ ان کی غیر میں اور داستان مجوثہ مندرجہ بالا حلیہ صدق سے بالکل بے نصیب ثابت ہوئی۔ اور یہ آیت و قد خلت من قبلہ الرسل سے بھی موت مسیح ثابت نہیں ہوسکتی، نہ قد خلت بمعنی قد ماتت کے ہے نہ یہ مراد ہوسکتی ہے کہ جوانبیاء اب دنیا میں موجود نہیں ان سب کو مردہ اور مٹی پتھر کی مانند تسلیم کرلیں۔ یوں تو مسیح بھی اب خاص کسی قطع دنیا میں موجود نہیں مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مر گئے ہوں، نہ یہ مقتضائے دانش ہے کہ جو امر عادۃً کسی قدر عجیب تر ہو اس کے وجود کا ہی سرے سے انکار کردیں۔ یوں تو سارا عالم طلسم حیرت ہے مگر پھر بھی موجود ہے۔ ایک ہی زمین سے مختلف قسم کے میووں کا پیدا ہونا، مرغ قبلہ نما کا پھرنا، اجسام کی باہمی قوت جاذبہ اوران میں خواص الیکٹریسٹی کا ہونا، عناصر کا باہم ایک مقدار معین کے ساتھ ترکیب پانا، ایک قطرہ آب سے ہزار ہا سروقامت ماہ طلعت پری پیکروں کا وجود میں آنا، کیا کچھ کم عجائبات سے ہے۔ جس قادر لایزال میں یہ شان کبریائی موجود ہو، وہ حضرت مسیح کو بھی زندہ آسمانوں پر اٹھا سکتا ہے (قولہ: اٹھا سکتا.. الخ۔ اس بارہ میں صاحب شمس بازغہ نے بمقابلہ پیر مہر علی شاہ نے؟ کیا اچھا کہا کہ آپ ناحق اس معاملہ کے امتناع اور امکان میں گفتگو کرنے لگے یعنی ان کا آسمان پر اٹھانا جانا، خدائے تعالی کے نزدیک کچھ ناممکنات سے نہیں۔ لیکن ثبوت اس کا بروئے کلام اللہ چاہیے پھر نہ معلوم کہ مولانا قرآن کو چھوڑ کر ایسے بیانات کیوں دیتے ہیں کہ آسمانوں پر گئے کیونکر اور وہاں کھاتے کیا ہوں گے، اپنے یار موافق کی تحریر پر بھی اعتبار نہیں۔ ۱۲ منہ) کچھ صرف حیات مسیح کا ہی آپ نے انکار نہیں کیا بلکہ تمام امارات کبری قیامت کو آپ نہیں مانتے۔ نہ عیسی، و نہ مہدی موعود، نہ دجال، نہ یاجوج ماجوج، نہ دابۃ الارض کا آنا حقیقی طور پر آپ مانتے ہیں۔ نہ یہ کہ واقعی مغرب سے آفتاب طلوع ہو کر باب توبہ بند ہوگا۔ اور اس باب میں جس قدر آیات بینات اور احادیث نبوی ہیں ان کے مجازی معنی یا بلباس استعارہ رکھتے ہیں کیونکہ حقیقی طور پر مانیں تو آپ کی مہدویت میں خلل عظیم راہ پاتا ہے۔ لیکن اس کاروائی کی بنا کسی آیت یا حدیث پر نہیں جہاں کہیں ذرہ بھی منافی مطلب کوئی کلام الہی آ گیا بس فوراً اس کو مجاز اور استعارہ کے رنگ میں رنگ دیا یا روحانی کہہ دیا۔ اتنا بھی خوف خدا نہیں کہ یوں تو کلام اللہ کی تکذیب لازم آتی ہے۔ اور

جو بات خواہ فطرۃً کیسی ہی بعید از قیاس اور نادر الوقوع ہو، اپنے مفید مطلب تصور کریں اس کو اپنے لئے خاص کر لیتے ہیں۔ اور وہاں حقیقی معنوں میں رکھ لیتے ہیں۔ چنانچہ مسئلہ کسوفین رمضان کو اپنا مفید مطلب پا کر حقیقی معنوں میں رہنے دیا۔ لیکن مغرب سے آفتاب کا طلوع نہیں مانتے۔ دنیا کے انقلابات کی طرف بھی آپ نے ایک نظر اٹھا کر نہ دیکھا۔ کیسے کیسے صاحب اقتدار دنیا میں آئے اور پھر راہی ملک بقا ہوئے۔ دنیا کی شان و شوکت سے کچھ بھی ساتھ نہ لے گئے۔ کیا اگر لوگوں نے آپ کو امام زمان اور پیشوائے ملت مان لیا اور خدا کے نزدیک وہ عزت نہیں تو کیا اس سے آپ کو کچھ فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ خدا کی قسم ناصح مشفق ہو کر کہتا ہوں کہ جلد تر ایسے پرخار رستہ کو آپ ترک کریں، اور جھوٹی تاویلوں سے باز آئیں ورنہ اذیت بہت اٹھاویں گے۔

باب سوم: نزول مسیح علیہ السلام

حدیث لا نبی بعدی کا یہ مطلب ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی احکام کے ساتھ نہیں آنے کا اور آپ کے ختم المرسلین ہونے میں جو نص وارد ہے اسکا بھی یہی مطلب ہے۔ چونکہ حضرت مسیح ہمارے حضرت محمد ﷺ سے پہلے کے نبی ہیں اور نازل ہونے پر نبی ہی ہوں گے اس واسطے حدیث مذکور کے منافی کوئی امر پیدا نہیں ہوتا۔ یہ حضرت مسیح پیرو دین اسلام ہوں گے نہ اس کے غیر کی، اس موقع پر ایک صاحب منکر حیات مسیح فرماتے ہیں کہ: اگر وہ عہدہ نبوت سے مستعفی ہو کر آئے اور معمولی بطور علمائے واعظین وعظ کیا تو عہدہ مذکور سے ان کی معزولی ان کے لئے سزا اور باعث رسوائی ہوئی اور اگر بدستور نبی ہیں اور عہدہ نبوت کے ساتھ دنیا میں آویں گے تو خاتم النبیین کے بعد بھی ایک نبی دنیا میں آیا۔

الجواب: پہلے تو یہ بتلائیے کہ مستعفی کو معزول کیونکر کہہ سکتے ہیں اور معزول اور سزا یافتہ، جیسے مکروہ الفاظ ایک اولوالعزم نبی کی شان میں استعمال کر سکتے ہیں۔ اگر تمسخر اور استہزاء کی راہ سے کہا تا ہم غضب کیا ہے ان لوگوں نے ان کی موت ثابت کرنے میں ان کی عظمت اور شرافت کو بھی محو اور منسی کر دیا۔

میں نے کسی کتاب میں دیکھا ہے کہ مناظرہ باہمی کے وقت ایک مسلمان مباحث نے حضرت مسیح کو ایسا گرایا اوران کی اہانت کی کہ ایک مسلمان بادشاہ کے حضور سے ان کی نسبت قتل کا حکم ہو گیا۔

بہر حال انبیاء کو ہمیشہ کے لئے ادب کے ساتھ یاد کرنا چاہیے۔ کیا غضب کی بات ہے کہ مرزا صاحب قادیانی اپنے لئے صلی اللہ علیہ وسلم کہنا روا رکھیں، اور انبیاء کے بارہ میں ایسے مکروہ لفظ استعمال کریں کہ ،کون قبر پھٹے گی جس سے وہ نکلیں گے،

آسمانوں پر کھاتے کیا، اور رفع حاجت کے لئے کہاں جاتے ہوں گے۔،

سچ ہے الظّرف یترشح بما فیہ ۔حضرت مسیح کے باب میں جو نیک ارادت اور محبت آپ کو ہے وہ پوشیدہ کب رہ سکتی ہے اور مرید آپ کے قدم بقدم نہ چلیں تو راہ عقبی کیونکر صاف ہو۔

اب مقام غور ہے کہ کیا حضرت خیر الوریﷺ کی پیروی کرنی ان کی پیشوائی متصور ہے۔ ہمارے حضرت جو دیگر انبیاء کے مصدق وموید ہیں کیا اس میں ان کی رسوائی ہے۔نہیں نہیں خدا تعالی کے احکام بجا لانے میں ان کی عزت بڑھتی ہے نہ گھٹتی۔ پھر جو پیغمبر ہمارے حضرت کی تائید اور تصدیق پر آوے اس کی کسر شان اور رسوائی کیونکر ہو گی۔ کیا ہمارے حضرت رتبہ میں کسی سے کم ہیں کہ وہ تو دوسروں کی امداد اور تصدیق کریں اور وہ ایسا کریں تو ان کی رسوائی ہو۔ کیا دوسرے انبیاء سے اقرار نہیں لیا گیا کہ آنحضرتﷺ کو پاؤ تو ان کے دین کی پیروی کرو۔

و اذا؟ اخذ اللّٰہ میثاق النبیین لما آتا کم ؟ من کتاب و حکمة ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتو منن بہ و لتنصرنہ

(یعنی یاد کرواے محمد جب کہ لیا خدا نے عہد و پیمان پیغمبروں کا کہ جو کچھ دوں میں تمہیں کتاب اتاری ہوئی، اور سمجھ سے، پھر آئے تمہارے پاس رسول میرا کہ محمد ہیں باور کرنے والا، اور سچا کرنے والا اس چیز کو کہ تمہارے پاس ہے کتاب اور حکمت سے تو البتہ ایمان لاؤ ساتھ اس کے اور یاری ومددگاری کرو تم اس کی)۔

قال کہا اللہ نے۔

و اقررتم کیا اقرار تم نے

و ا خذ تم علی ذا لك اورلیا تم نے اوپر اس کے جو تم نے کہا۔

ا صری عہد میرا۔

قا لوا اقرر نا کہنا انبیاء نے کہ اقرار کیا ہم نے اور عہد قبول کرلیا ہم۔ تفسیر قادری

کیسے وعدہ کرنے سے بھی رسوائی ہوئی یارو! توبہ کرو کیا مسیح موعود سے یہی تعلیم پائی۔ وہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت مسیح آسمانوں پر رہتے کہاں ہونگے، کھاتے کیا، اور رفع حاجت کے لئے جاتے کہاں ہوں گے۔ سبحان اللہ۔ ان کے نزدیک زمین کے سوائے رہنےسہنے کے لئے جگہ اور کھانے کے لئے کہیں کچھ پیدا ہی نہیں ہوا۔ شاید آپ افلاک کی خرق والتیام کے انکار میں ہنوز الجھے ہوئے ہیں۔ یہ خبر نہیں کہ متاخرین کی تحقیقات کی روسے اس قسم کے مسائل کی لغویت بخوبی ثابت ہو چکی۔ اور علامہ غزالی کے براہین قطعیہ نے واضح کر دیا کہ کمال ریاضت کا ایک درجہ ایسا بھی ہے کہ انسان اس کے ذریعے سے آسمانوں پر جسم خاکی کے ساتھ جا سکتا ہے۔ دیکھو کیمیائے سعادت۔

وائے حسرتا کیا برا عقیدہ ہے کہ ایک نبی روح اللہ کی نسبت یہ یقین کریں کہ موت کے خوف سے بحالت قرار پہاڑوں میں چھپا پھرتا ہے اور کہیں امن کی صورت نہیں پاتا۔ آئے تو تھے منصب رسالت کے پورا کرنے کو مگر توکل الی اللہ اور استقلال کو ہاتھ سے دیکر اپنا کام بحالت زندگی ہی چھوڑ بیٹھے۔ ورنہ ثابت ہونا چاہیے کہ نواح کشمیر میں آکر انہوں نے کیا کیا کام کیا۔ اور اس پر کونسا فائدہ مرتب ہوا۔ کبھی انبیاء بھی ایسا کرتے ہیں۔ ہمارے نبی ﷺ پر بھی قتل کی سازشیں ہوئیں مگر آپ نے حفاظت خود اختیاری سے اپنے تئیں بچا کر پھر کس ہمت اور استقلال سے اپنا کام نبوت کا انجام دیا۔ اور ہمیشہ دشمنوں سے سینہ سپر رہے۔ یہی باعث ہے کہ فتح وظفر آپ کے ہمیشہ ہم رکاب تھی مگر حضرت مسیح زندگی ہی میں اٹھائے گئے اور کار رسالت نا تمام رہی۔ یہاں سے طالب ذکی خود بچشم انصاف دیکھ سکتا ہے کہ کار رسالت میں جس کیلئے نبی مبعوث ہوئے، ہمارے حضرت ﷺ کو دیگر انبیاء پر علی الخصوص حضرت مسیح پر کتنا علو مرتبت اور کس قدر فضیلت ہے (قولہ فضیلت..الخ۔ کیونکہ جو زندگی میں اپنے لوازم منصبی پورا نہ کرے وہ کامل نہیں وہ حیات النبی کے ہم پایہ نہیں ہوسکتے کیونکہ وہ ان کے ادا کرنے میں کامل ہے۔۱۲ منہ)، سچ ہے:

بزرگی بعقل است نہ بسال
دولت بدل است نہ بمال

سو دل اور دماغ جن پر شرف انسانی کا دارومدار ہے، سب انبیاء سے زیادہ قابل قدر خداوند تعالی نے ہمارے حضرت ہمارے آقا ہمارے شفیع ﷺ کو عطا فرمائے تھے۔

اب آیت مندرجہ ذیل پر توجہ فرمائیں۔

و ان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته

اور نہیں اہل کتاب میں سے کوئی، مگر یہ کہ ایمان لاوے گا ساتھ عیسی کے پہلے موت اپنی سے وہ ایمان موت معائینہ کرنے کے وقت ہوتا ہے کہ اسے ایمان باس کہتے ہیں۔ اور وہ ایمان کچھ فائدہ نہیں رکھتا۔ اور بعضوں نے کہا کہ اہل کتاب حضرت عیسی کا ایمان حضرت عیسی کی موت کے قبل لاویں گے اور وہ اسوقت ہوگا جب حضرت عیسی آسمان سے اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے، تو سب اہل کتاب حضرت عیسی پر ایمان لاویں گے۔ اور یہ یقین جانیں گے کہ وہ پیغمبر تھے اور حضرت عیسی اہل کتاب کو دین اسلام کی طرف بلاویں گے اور مختلف ملتیں لوگوں میں اٹھ جاویں گی اور ملت اسلام کے سوائے اور کوئی ملت نہ رہے گی۔ اور چالیس برس زمین پر رہیں گے پھر انتقال کریں گے اور مسلمان ان پر نماز پڑھیں گے و يوم القيامة يكون عليهم شهيدا اور قیامت کے دن ہوگا عیسی اوپر ان کے یعنی اہل کتاب کے گواہ یعنی یہود پر تکذیب کی گواہی دے گا اور نصاری پر اس بات کی گواہی دیں گے کہ انہوں نے انہیں خدا کا بیٹا کہا۔ تفسیر قادری

چونکہ اہل کتاب سب کے سب ہنوز اس درجہ تک نہیں پہنچے کہ جو ایمان آیت ہذا میں مقصود ہے لائے ہوں، بلکہ بعض تو ایسے جاہل اور بیباک ہیں کہ ایک خدا کے تین خدا مانتے ہیں لہذا الحکم اذا فات الشرط فات المشروط ابھی نہ موت مسیح واقع ہوئی۔ نہ کفر کا استیصال کماحقہ ہوا۔ ہاں دین اسلام میں جذب مقناطیسی اور زور موجود ہے کہ بے اختیار دل اس کی طرف کھنچے جا رہے ہیں۔ کس قدر بھاری گروہ دنیا میں یہود و نصاری کے تھے اس عجیب الاثر طاقت نے ان میں سے صدہا کو اپنا گرویدہ کر لیا اور کرتا جاتا ہے۔ اس پاک مذہب کے عقاید ایسے اصول حقہ پر مبنی ہیں کہ لغویت اور بطالت اس کے نزدیک تک پھٹکتی۔ اس نے رمل نجوم

فال بینی سحر جادو وغیرہ لغویات کی وہ بیخ کنی کی کہ کسی مذہب نے نہ کی ہوگی۔ یورپ میں اس مہر جہانتاب کی کرنیں پہنچیں۔ امریکہ میں اس کا نجم سعادت پر تو افگن ہوا۔ ایشیاء اور افریقہ میں اس نے اپنا جلوہ نورانی دکھایا۔ غرض اس دین برحق نے ممالک دور دراز میں ہر کہیں اپنی حقانیت کو ظاہر و باہر کیا۔

ایک معزز فاضل عصر کا مقولہ ہے (دیکھو تنقید الکلام فی احوال شارع الاسلام کا صفحہ ا مولفہ سید امیر علی ایم اے) کہ ممالک یورپ میں لوگوں کے خیالات میں باطناً ایک تغیر پیدا ہوتا جاتا ہے اور اس کار عظیم کے ادراک میں جسکو پیغمبر عربی نے ساتویں صدی عیسوی میں انجام دیا، اب عیسائی تعصب اور نفسانیت کو چھوڑ کر آزادی اور انصاف پسندی اختیار کرتے جاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ آخر کار یہ ظاہر ہونے والا ہے کہ آپس میں شیر وشکر ہوکر ایک گروہ عظیم الشان نوع انسان ہو جاوے گا۔،

مزید برآں مرزا صاحب قادیانی بھی اسلام کی اس ترقی روز افزوں کو مانتے ہیں۔ آفتاب کا طلوع مغرب سے نہیں مانتے، نہ اسکو آثار قیامت سے جانتے ہیں۔ وہ تاویل کر کے کہتے ہیں کہ اس سے دین اسلام کی اشاعت ممالک مغربی میں مراد ہے۔ اور یہاں تک اس بارہ میں زور دیا کہ ملکہ قیصرہ ہند کو بھی مرجحین اسلام میں شمار کیا۔ چنانچہ اس کا ذکر آئندہ اپنے موقع پر ہوگا۔ غرض یہ سب مضامین اسی آیت کریمہ کے موید ہیں کہ آخر کار ایک دن کل مذاہب بتدریج اصلاح پا کر دین اسلام کے پیرایہ میں جلوہ گر ہوں گے۔ چونکہ مولانا کی کلام معجز نظام میں اکثر تناقض پایا جاتا ہے جو بات آج فرماتے ہیں کل اس کو آپ ہی منسوخ یا لوح دل سے ردی حرف کی طرف مٹا دیا کرتے ہیں۔

پھر فرماتے ہیں کہ، زمانہ مفاسد سے بھر گیا قساوت قلبی نے عموماً خلق خدا کو دبا لیا گمراہی روز بروز بڑھتی جاتی ہے اسکے تدارک کیلئے خدا کی طرف سے ہم مبعوث ہوئے۔ تاکہ گم گشتگان بادیہ ضلالت کو راہ راست پر لا دیں ہمارے نزدیک آپ کے اجتہادات اور تاویلات رکیکہ سے مسلمانوں میں خصوصاً اور دیگر مذاہب والوں میں عموماً ایک تفرقہ پھیلا۔ اور عناد اور عداوت نے ہر جگہ پاؤں پسارے (قولہ: پاؤں. الخ۔ آپ پر کفر کا فتوی جاری ہوئے آپ نے اس فتوی کی کسر یہ نکالی کہ مرید ہمارے مخالفین کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ ہاں مولانا اخلاق حمیدہ ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔ اس سے دین اسلام میں خوب رابطہ اتحاد اور اخوت قائم ہوگا جا د لھم بالتی ھی احسن میں ایسا ہی حکم ہے۔ ۱۲۔ منہ) اسلام

جو بوجہ محاسن ذاتی وصدق باطنی کے خود بخود ترقی کرتا جاتا تھا بوجہ تفرقہ اندرونی کے کسی قدر ترقی سے رک گیا۔ اگر مولانا اپنے عقاید مسلّمہ کے خود بانی اور مجدد ہوتے تو واقعی آپ میں ایک فضیلت ایجاد یا تجدید کی تو پاتے۔ لیکن افسوس صد افسوس قریباً ان سب میں سر سید احمد صاحب کے پیرو ہیں۔ کیا اجتہاد ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ ہاں آپ نے ان عقائد کو بادنی اختلاف زیادہ تر مستحکم اور مضبوط فرمایا اور اس پر طرہ یہ کہ اپنی مہدویت ثابت کرنے میں کئی مجلدات طیار کئے مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطا بگوید۔ غرض ایسی روشنی کے زمانہ میں ہنوز مہدی آخرالزمان کی ضرورت نہ تھی۔ ہاں یہ ترقی روز افزوں دیکھ کر دجال کا اندیشہ ضرور تھا کہ کہیں حاسدانہ حمل اس پر نہ ہو جائے۔ اب مولانا آیت مذکور کی تفسیر میں اپنی رائے صائب میں سے تاویلیں پیدا فرماتے ہیں

قوله اعلم يا اخی اراك الله من عنده طرق الصواب ان الذين يعتقدون ان نزول عيسى وصعوده بجسمه العنصری الى السماء قد يستدلون على حياته بقوله تعالى و ان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته و الله يعلم انهم خاطئون فی هذا الاستدلال و انهم الا يظنون و يضلون الناس بغير علم ثم ينهضون الا نداء اهل الحق بالسنة حداد و لا يخافون الله و يسمّون المومنين كافرين انمامثلهم كمثل قوم يتخذوا مسجداً ضراراً وكفراً و تفريقاً بين المومنين و انت تعلم ان لو فرضنا ان اليهود كلهم يومنون بعيسى عليه السلام قبل موته كما فهموا من هذه الآية ملزم المحال من هذا المعنى و ملزم ان يبقى بنی اسرائيل كلهم الى نزول عيسى عليه السلام احياء سالمين لان الامر ايمان اليهود كلهم لا يتم بحيات المسيح فقط بل يجب لاتمامه حيات كفار ؟ بنی اسرائيل كلهم من اول الزمان الى يوم القيامة و مع ذلك يجب حيات المسيح الى يوم الدين و معلوم ان كثيرا من اليهود قد ماتوا و دفنوا و لم يومنوا بعيسى عليه السلام فكيف يستقم ان يقال ان اليهود كلهم يومنون بالمسيح قبل موته فلا شك

ان هذا المعنى بد يهى البطلا ن وظا هر الفساد و لا سبيل الى صحة متفكر ان كـنـت مـن الـمتـفـكرين ثم اذا نظر نا نظراً و تا ملنا فى قو لهم و عقيد تهم و اتـفـاق نـد وتهـم عـلـى ان المو جو دين فى زما ن المسيح يد خلو ن فى دين الاسلا م كلهم و لا تبقى نفس وا حدة منهم منكرة للاسلا م و تهلك الملل كلها الاسـلا م فـمـا و جـد نـا هـذه العقيده موا فقة لتعليم القر آ ن بل و جد نا ها مـخـالـفة لـقـو ل رب الـعـا لمين ـ فا ن القر آ ن يعلم بتعليم وا ضح و يشهد بـصـوت عـا ل عـلـى ان اليهود و النصارى يبقو ن الى يو م القيا مة كما قا ل الـلـه تـعـا لى عز و جل فا غرينا بينهم العداوة و البخضاء الى يوم القيا مة و مـعلو م ان و جود العدا وت و البغضاء فرع لو جود المعا نـدين و البا غضين و قد قا ل الله تعا لى و القينا بينهم العداوة و البغضاء الى يو م القيا مة و قا ل جـا عـل الذين اتبعو ك فوق الذين كفروا الى يو م القيا مة و معلو م ان كو ن اليهـود مـغـلـوبين الى يو م القيا مة يقتضى و جودهم و بقا ء هم و كفر هم الى يـو م الـديـن و مـعلو م ان كلما يعا ر ض ا خبار القر آ ن و يخا لفه فهو كذ ب صريح و ليس من ا حا ديث ا صدق الصادقين بل المراد من هلا ك الملل كلها هـلا كتهـم بـا لبيـنة و لا شك انه من هلك من البينة فقد هلك و من اتم الـحجة عـلـى ا حـد فـقـداهـلكه فتفكر كا لمتو سمين ـ و اعلم ان حد يث هلاك الملل صحيح و لكن ا خطاء العلماء فى فهمه وما فهموا من اهلا ك اهل ا لا ديا ن فهو لـيـس بـصـحـيـح بـل المعنى الصحيح هو الذى يشير اليه القر آ ن فى آ ية هو الذى ارسل رسو له با لهدى و دين الـحق ليظهره على الدين كله فقد اشـار فى هـذه ا لآ ية عـلـى غلبة الدين الا سلا م على كل مذهب و دين و انت تعلم ان ديـنـا اذا صـار مغلو باً مقهو راً فهو نوع من اهلا ك اهله لسلطا ن مبين فثبت

من هذا التحقيق ان تاويل آية من قبل موته بنحو ذكره العلماء تاويل فاسد و قدبلغك كلام رب العالمين ۔

ترجمہ تقریر: اے بھائی تجھے اللہ ہدایت کرے جان کہ جولوگ نزول اور صعود عیسی کا جسد عنصری سے مانتے ہیں وہ آیت ذیل کودلیل لاتے ہیں و ان من اهل الكتاب ...مگروہ غلطی پر ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور اہل الحق کوستاتے ہیں اور مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک قوم نے ضرار اور کفر کی راہ سے مسجد کو اس لئے پکڑا تا کہ لوگوں میں تفرقہ ڈالیں اور تو جانتا ہے کہ اگر ہم یہ فرض کریں سب یہود حضرت عیسی کے ساتھ اس کی موت سے پہلے ایمان لاویں گے جیسا کہ انہوں نے سمجھا، تو ایک محال صریح لازم آتا ہے، اور یہ بھی لازم آتا ہے کہ بنی اسرائیل نزول مسیح تک باقی زندہ رہیں کیونکہ تمام یہود کا مومن ہونا فقط حیات مسیح کے ساتھ ہی پورا نہیں ہوتا بلکہ بنی اسرائیل کا بھی قیامت تک زندہ رہنا ماننا پڑتا ہے حالانکہ بہت یہود مر گئے اور دفن بھی ہو چکے اور ایمان نہ لائے۔ پس یہ معنی راست نہیں آتے کہ تمام یہود حضرت مسیح کے ساتھ اس کی موت سے پہلے ایمان لاسکیں پس یہ معانی فساد پر مبنی ہیں اور کسی طرح صحیح نہیں۔ پھر جب ہم نے مکرر ان کے قول میں تامل کیا تو معلوم ہوا کہ جولوگ بوقت نزول مسیح موجود ہوں گے وہ ایمان لاویں گے اور کوئی منکر اسلام نہ رہے گا اور جملہ ملل اسلام کے سوائے نابود ہو جائیں گے پس ہم نے ایسا عقیدہ تعلیم قرآن کے موافق نہ پایا بلکہ مخالف اس کے پایا۔ سوقرآن تو بآواز بلند کہتا ہے کہ یہود ونصاری قیامت تک رہیں گے جیسا کہ فرمایا اللہ نے فاغرینا بینهم العداوة . . .اور یہ بھی جانتے ہو کہ وجود عداوت اور بغضاء وجود معاندین کے لئے فرع ہے۔اور خدا نے فرمایا و القينا بينهم العداوة . .اور یہ بھی خدا تعالی نے فرمایا کہ میں تیرے تابعین کو تا قیامت کافروں پر غالب رکھونگا پس ظاہر ہے کہ قیامت تک ان کا مغلوب رہنا تب ہی ممکن ہے کہ وہ خود بھی موجود ہوں اور کفر بھی موجود ہو۔ پس جوامر مخالف قرآن ہو وہ حدیث نہیں ہوسکتا بلکہ ہلاک ملل سے یہ مراد ہے کہ دلائل سے وہ ہلاک ہوں گے اور اس میں شک نہیں کہ جو دلیل سے ہلاک ہوا پس وہ ہلاک ہوا اور جس نے ایک پر دلیل اور حجت پہنچادی پس اس نے اس کو ہلاک کیا۔ پس اس امر میں غور کر اور جان لے کہ حدیث ہلاک ملل درست ہے لیکن علماء نے اس کے سمجھنے میں خطا کی بلکہ مانی صحیح وہ ہیں جن کی طرف اس آیت میں اشارہ

ہے هو الذی ارسل رسوله بالهدی . اس آیت میں اشارہ ہے کہ کل ادیان پر اسلام کو غلبہ ہے اور تم جانتے ہو کہ جب ایک دین مغلوب و مقہور ہو گیا تو بس یہی اس کے اہل کی ہلاکت ہے۔ پس ثابت ہوا کہ قبل موته کی جو تاویل علماء نے کی وہ فاسد ہے۔

جواب: مولانا! آپ سوچیں کبھی مردے بھی ایمان لا سکتے ہیں۔ شکر ہے اس جز و اعتراض کی لغویت خود بدولت بھی پا گئے۔ رہا دوسرا اعتراض کہ قبل موته یعنی موت مسیح سے پہلے سب اہل کتاب ان پر ایمان لاویں گے پس جس صورت میں سب اہل کتاب حضرت مسیح پر ایمان لائے تو ان کا کفر قیامت تک کیونکر رہا۔ اب ناظرین بنظر انصاف ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ آپ کا یہ اعتراض کہاں تک درست ہے۔ آیت میں تو یہ ارشاد ہے کہ میں تیرے متبعین کو قیامت تک کفار پر غالب رکھونگا صرف غلبہ مذکور کی بابت وعدہ ہے نہ یہ کہ قیامت تک ان کا کفر بھی بدستور غلبہ مذکور کے وابستہ رہے گا ممکن ہے کہ وہ انجام کار ایمان بھی لاویں اور بدستور مغلوب متبعین مسیح بھی رہیں۔ ان کا ایمان لانا اس امر کو مستلزم نہیں کہ بس اب وہ مغلوب بھی نہیں رہے بلکہ ایمان تو زیادہ تر مقتضی اس بات کا ہے کہ بجائے تنہا مغلوب رہنے کے اب وہ ان کے مطیع اور منقاد بھی رہیں اور یہی حال ہے ان کی عداوت باہمی کا کہ بحالت ایمان بوجہ عداوت باہمی کے وہ ہرگز اس لائق نہ رہیں گے کہ کبھی ان کے مقابلہ میں سر نہ اٹھا سکیں چنانچہ آیت و القینا بینهم العداوة و البغضاء الی یوم القیامة کا ماقبل کلما او قدوا نارا للحرب اطفأه الله .. الخ انہیں مطالب کا موید اور مصدق ہے۔ واقعی عداوت باہمی وہ آفت جانکاہ ہے کہ جس قوم میں اس کا گذر ہوا پس اس کو دوسروں کا مغلوب اور مسلوب الطاقت کر دیا غرض معانی قرار دادہ علمائے سلف بہرنوع درست ہیں اور ہلاک ملل سے مراد ان کا کلی استیصال ہے چونکہ حدیث میں یدق الصلیب و یقتل الخنزیر صریح درج ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بصورت نہ لانے ایمان کے کفار کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑ پھوڑ کر پھینک دیں گے چونکہ مواعظ لسانی کا اثر طبائع پر یکساں نہیں پڑتا اور ایک مچھلی سارے جل کو گندہ کرتی ہے۔ لہذا مواعظ لسان اور سیف و سنان اپنے اپنے موقع پر سب کام میں لائے جائیں گے۔ اور جو کاروائی رسول خدا ﷺ سے ثابت ہے وہ کسی طرح معرض نہیں آ سکتے صرف زبانی اپنی دوکانِ خانہ میں بیٹھ کر باتیں بتانے والا اور اہل عرب کی صحبت سے متنفر بیت اللہ

کے حج اور زیارت سے گریز کرنے والا اس مسیح کے کمال یا جلال کو نہیں پہنچ سکتا ہر طفل مکتب جانتا ہے کہ اتمام حجت سے ظلمت دور ہوتی ہے اور حقانیت اپنا جلوہ دکھاتی ہے اب نئے مجدد مہدی زمان کا اجتہادت کھو کہ جب ایک کی جانب سے اتمام حجت دوسرے کو ہو چکے تو بس یہ سمجھو کہ دوسرا ہلاک ہوا۔ سبحان اللہ ہدایت ہو تو ایسی ہو ۔اور نور ایمان ہو تو ایسا ہی کہ اس سے زندہ بھی ہلاکت کو پہنچتا ہے: فکر ہر کس بقدر ہمت اوست :

خیر آپ کی اتمام حجت ہے بھی ویسی ہی ۔ پس ہمارا تو اعتقاد یہ ہے کہ حضرت مسیح کے نزول اور ہدایت سے کل استیصال اس گروہ باطل پرست کا ہو کر دین اسلام زمین پر کامل اشاعت پا جاوے گا اور بعد ازاں موت مسیح واقع ہوگی مگر ہنوز نہ مسیح نازل ہوئے نہ ابھی چنداں ضرورت ہے کیونکہ آپ اقبال کر چکے کہ سلطنت برطانیہ ایک ایسی سلطنت ہے کہ کوئی ہماری ادا کے رسوم مذہبی میں ہارج نہیں ہوتا بلکہ اس کے اکثر عہدہ دار دین اسلام کے محاسن پر بدل فریفتہ ہیں ۔انتہی

پس ایسی سلطنت واقعی دجال نہیں قرار دی جا سکتی نہ قسیسین نصاری دجال مانے جا سکتے ہیں کیونکہ ان کا کوئی تسلط تامہ دنیا پر نہیں رہا۔ ہاں ایک زمانہ وہ تھا کہ بادشاہ بھی ان کے حکم سے تخت فرمانروائی سے معزول اور برطرف کئے جاتے تھے۔اب ان کو امور مملکت روائی میں کون پوچھتا ہے۔علاوہ بریں جو تسلط تامہ دجال کے لئے شرط ہے وہ بیان ندارد۔ نہ کوئی خاص آدمی اعور یا مدعی الوہیت ہے جس کو دجال قرار دیں ۔اور سلطنت برطانیہ کا بھی ہنوز ساری دنیا پر تسلط تامہ نہیں ہو چکا جس کو دجال کہہ سکیں ۔ جب دجال ہی نہیں تو مسیح کس کو مانیں ۔ہم کہتے ہیں ایسی اتمام حجت سے جس پر کوئی فائدہ مترتب نہ ہو کسی طرح استیصال ادیان باطلہ کا نہیں ہو سکتا۔ نہ یہ کہ اہل باطل تو بدستور دنیا میں رہیں اور باطل پرستی کا استیصال ہو جاوے۔ اگر ایسا ہو تو اہل باطل کہاں رہے ۔المختصر مسیح موعود یوں ہی بیٹھے بیٹھے باتیں نہیں بنائیں گے سیف وسنان اور لسانی مواعظ دونوں کا استعمال اپنے اپنے موقع پر کریں گے جہاں باوصف وضع حرب مواعظ سے کام نہ نکلے گا وہاں سیف و سناں سے بھی کام لیں گے کیونکہ بعض تیرہ باطن زبانی مواعظ کو نہیں مانتے اور ایک مچھلی سارے جل کو گندہ کرتی ہے ایسوں کا علاج تلوار ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ اکثر احادیث میں ہے کہ دجال کے تسلط تامہ ہونے پر مسیح نازل ہوگا اور اکثر

احادیث میں اس کے خلاف درج ہے کہ سلطنت نصاریٰ کا تسلط تامہ اور اقتدار کامل زمین پر ہو جاوے گا تب مسیح نازل ہوگا چونکہ ان احادیث میں باہم تعارض ہے یعنی ایک خبر حق اور دوسری کاذب اور اجتماع نقیضین اور ارتفاع ان کا آن واحد میں منع ہے لہذا جس خبر کی تصدیق فی الخارج پائی جاتی ہے وہی صادق ہے اور دوسرے کاذب۔ اور ان احادیث کی تطبیق کی بھی کوئی سبیل نہیں اس واسطے حدیث کی تفسیر اس طرح ہوگی کہ دجال سے مراد قسیسین نصاریٰ سے لیں۔

سبحان اللہ مہدی موعود کا اجتہاد کیسے عمدہ منطقی دلائل پر مبنی ہے۔ نصاریٰ کے تسلط تامہ کے بارہ میں جو حدیث ہائے نبوی تھیں ان کو تو کذب اور افتراء میں رکھا، اور دوسری قسم کی احادیث جو دجال کے تسلط تامہ کے باب میں تھیں ان کو صحیح قرار دے کر حدیثوں کے باہمی تعارض سے سبکدوش ہوئے۔

مولانا! جو تسلط تامہ دجال کے لئے شرط تھا وہ بیان ندارد، ومزید برآں ان سے کوئی آدمی اعور یا مدعی الوہیت نہیں۔ نہ سلطنت موجودہ ایسی ہے کہ ہماری راہ ورسم مذہبی میں حارج ہو جس سے مجازاً اطلاق دجالیت ہو سکے پھر دجال کس کو مانیں۔ اور کس کو مسیح موعود۔

مولانا! ایمان سے کہیں کیا یہ فرضی دجال ان ایام میں پیدا ہو گئے جن کے لئے ... آپ جیسے مسیح موعود اب نازل ہوئے، یہ تو حضرت ﷺ کے زمانہ نبوت سے بھی پہلے کے ہیں۔ اگر ان کو دجال قرار دیں تو دجال کے بارہ میں جس قدر احادیث نبوی ہیں سب کا مضمون تحصیل حاصل ہوگا۔ یعنی جس حالت میں زمانہ حضرت ﷺ میں دجال موجود تھے پھر ان کا نزول بزمانہ آئندہ بے معنی ہوا۔ بہرحال جس دجال کا ذکر احادیث میں ہے وہ ہنوز پیدا نہیں ہوا نہ کسی مسیح کی ضرورت ہے۔ آپ نے ناحق احادیث نبوی میں اپنی خوش فہمی سے صورت اجتماع نقیضین پیدا کری ورنہ ان میں کوئی نقیض نہیں اور اس لئے سب کے سب صادق و درست ہیں۔ نصاریٰ کا تسلط تامہ بوجہ ملک داری اور جہانبانی کے اور دجال کا تسلط تامہ باعتبار اس کے مداخلت فی الدین اور مذہبی مفاسد کے ان دو قسم کے تسلط تامہ کا باہم جمع ہونا اجتماع نقیضین نہیں۔

اس سلطنت نصاریٰ کی طرز حکومت کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ جہاں تک کوئی دجال دین متین میں مفاسد کھڑے کرتا جائے اس کو کوئی روک ہی نہیں سکتا۔ بلکہ سلطنت مذکور کے اقتدار حکومت سے تو اس کو ایک

گونہ امداد اور فائدہ پہنچتا ہے کہ وہ حسب دلخواہ فتنہ اٹھاوے۔ یہی باعث ہے کہ اس زمانہ میں بہت سے معاندین اسلام نے دین حق پر مارآستیں ہو کر حملے کیے۔ نیچریوں کا امام علیحدہ، مرزائیوں کا قادیانی کو بیت اللہ بنالیا، اور وہاں پر مسجد اقصیٰ اور مینار بنانا شروع کیا۔ علمائے دین دار محمدی سے ہونا تو ثابت نہیں مثیل انبیائے بنی اسرائیل بن بیٹھے۔ نیچریوں کا فخر تو کسی قدر بجا بھی ہے کیونکہ ان کے پیشوا کا نقارہ فضیلت چار دانگ عالم میں بج رہا ہے جس کے خوشہ چینوں میں سے مرزا صاحب قادیانی بھی ہیں مگر قادیانی نہ معلوم کیوں ان کی دام میں الجھے۔ آپ نہ انگریزی پڑھے، نہ فلسفہ متاخرین پر کماحقہ آگاہی حاصل کی، صرف نیچریوں سے چند باتیں اخذ کر کے مہدویت کا دعویٰ کر دیا۔ لیکن آفرین نیچریوں کے فاضل اجل نے باوجود کثرت اختلاف کوئی ایسا دعویٰ نہ کیا۔ آپ نے پھر پھرا کر موت مسیح پر بہت ہی زور دیا۔ یہ خبر نہیں کہ اگر اس کی موت بھی مان لیں، تو کیا اس سے آپ کی مہدویت ثابت ہو جاوے گی۔ آپ تو علوم متداولہ میں بھی کامل نہیں۔ اولڈ فیشن کے آدمی، نجوم پر کس قدر فریفتہ ہیں جس کو علمائے حال نے کالائے بد بریش خاوند سمجھ کر کلیۃً درجہ اعتبار سے ساقط تصور کیا۔ چنانچہ اس کا حال آئندہ درج ہوگا۔ غرض جس مذاق کے یہ خود ہیں ایسے ہی لوگ ان کے دام میں پڑے اب تک کوئی عالم متبحر جو فلسفہ کا استاد اور عربی و دینیات میں پورا ماہر ہو، ان کے قابو میں نہیں آیا۔

آپ فرماتے ہیں کہ آسمانوں پر حضرت مسیح کھاتے کہاں سے اور رہتے کہاں ہوں گے۔

سبحان اللہ ان کے نزدیک رہنے کو روئے زمین کے کوئی جگہ ہی نہیں اور نہ کھانے کو کہیں کچھ پیدا ہوتا ہے۔ جرم قمر میں بذریعہ دوربین پہاڑ اور بحری نشانات وغیرہ پائے گئے اگر وہاں مخلوق خدا کی نہیں تو پہاڑ اور جنگل عبث خدا نے پیدا کیے۔ اگرچہ بذریعہ عمل لوگارثم ہوا کے بالائی طبقات بوجہ لطافت قابل تنفس ثابت نہیں ہوتے مگر معجزات سے انکار کیوں کریں جہاں ان کا تولد بے پدر تسلیم کرتے ہیں وہاں ان کا زندہ رہنا بھی ماننا پڑا کوئی برہان عقلیہ معجزات کے ماننے سے مانع نہیں اجسام ارضی جو کوئی کمال عقلی و روحانی نہیں رکھتے ان میں تو وہ کمال کہ ایک لمحہ میں ہزاروں کوس تک کی خبر لا دیں اور ہزاروں منوں بوجھ اٹھا کر ہزاروں کوس کے فاصلہ پر پہنچا دیں اور روح انسانی جس میں سب کمالات خالق جز و کل نے ودیعت رکھے اس کو ایسا عاجز تصور کر لیں کہ بس وہ بحالت کذائی کہیں نہیں پہنچ سکتے کتنی بے انصافی ہے۔

روح کا یہ کمال تو خود بھی مانتے ہیں کہ اگر اس کی گرمی دوسرے جماد پر پڑے، تو اس میں ایک حرکت محسوس ہونے لگتی ہے۔ پس جب مطلق روح کا یہ حال ہے تو روح انبیاء جو تزکیہ اور صفائی میں سب سے اول ہے، اس کے توسط سے انسان کامل بتوفیق الٰہی ہر طرح کی خرق عادت پر قادر ہوسکتا ہے۔ پھر نہیں معلوم کہ آپ کو مسیح کے آسمان پر زندہ ماننے سے کون سا امر مانع ہے جن کا نزول بنصوص قطعی ثابت ہے۔

ان ھو نہیں عیسی

الا عبداً انعمنا مگر بندہ کہ احسان کیا ہم نے

علیہ اس پر نبوت اور رسالت دے کر

و جعلناہ مثلاً اور کر دیا ہم نے اس کو ایک نشانی اور امر عجیب

لبنی اسرا ئیل یعنی بنی اسرائیل کے واسطے

یعنی بے باپ کے اسکا پیدا ہونا عجیب قصوں میں سے ایک قصہ ہے اور سب قصوں کی مثل

و لو نشاء لجعلنا منکم اور اگر ہم چاہیں تو کر دیں ہم تمہاری بدلی ملائکۃ فرشتے (دیکھو فرشتوں کا حال ان کی بابت درج ہے کہ وہ زمین پر آ کر آدمیوں کے بدلے کار خلافت کر سکتے ہیں یہ نہیں کہ خود آسمانوں پر رہ کر کام کریں دنیا میں جیسا مرزا صاحب کا عقیدہ ہے۔۱۲منہ) یعنی تم کو ہلاک کر کے تمہارے بدلے ہم فرشتے لائیں

فی ا لار ض یخلفو ن زمین میں تمہارے پیچھے آئیں

و انہ اور بیشک عیسی

لعلم للسا عۃ علم ہے ساعت کے واسطے علامت

کہ قیامت کی علامت میں سے ایک حضرت عیسی کا اترنا ہے کہ جب اہل زمین پر دجال کا تسلط ہو جاوے گا تو وہ دمشق کے پورب کی طرف کے کنارے منارہ بیضاء کے قریب اتریں گے اور رنگین کپڑے پہنے ہوئے اپنی دونوں ہتھیلیاں دو فرشتوں کے بازوؤں پر رکھے ہوئے اور ان کے رخسارہ مبارک پر پسینہ آیا ہوگا۔ جب سر آگے کو جھکاویں گے تو قطرے ان کے چہرے سے ٹپک پڑیں گے۔ اور جب سر اوپر اٹھاویں گے تو قطرے ان

کے چہرے پر موتیوں کی طرح رواں ہوں گے۔اور جس کافر پر ان کی سانس پہنچے گی وہ مر جاوے گا۔اور جہاں تک ان کی نگاہ پہنچے گی وہاں تک ان کی سانس بھی پہنچے گی۔ پھر وہ دجال کی تلاش میں چلیں گے اور باب لد جو ایک موضع ہے ولایت شام (موجودہ اسرائیل میں۔بہاء) میں جب وہاں پہنچیں گے تو اس کو قتل کریں گے۔تو اس وقت یاجوج ماجوج نکلیں گے اور عیسی مومنین کو کوہ طور پر لے جاویں گے اور وہاں پناہ اور آڑ پکڑیں گے۔

غرض کہ جب معلوم ہوا کہ عیسی قرب قیامت کے ایک نشان ہیں فلا تمترن تو شک نہ کرو اور جھگڑا نہ مچاؤ، قیامت کے آنے میں، و اتبعون اور پیروی کرو میرے رسول کے شریعت کی۔

تفسیر قادری وغیرہ صاحب تفسیر احمدی مظہری عباسی محمدی مدارک وغیرہ نے نزول مسیح کو تسلیم کیا ہے ۔آپ اس قدر جمہور علماء کے خلاف کیوں کرتے ہیں۔سچ ہے نیت بد را بہانہ بسیار۔

اب دیکھو ایسی صریح آیت نزول مسیح کے معنی کس طرح کرتے ہیں جن کی تائید پر کوئی دلیل یا سند پیش نہیں کر سکتے۔پھر تفسیر بالرائے کو کون مانے۔

قوله تعالى فاعلم ، انه تعالى قال ، و انه لعلم للساعة ، و ما قال انه سيكون علماً للساعة فالآية تدل على انه علم للساعة من وجه كان حاصل له بالفعل لا ان يكون من بعد فى وقت من الاوقات و الوجه الحاصل و هو تولده من غير اب و التفضيل فى ذلك ان فرقة من اليهود اعنى الصدوقين كانوا كافرين بوجود القيامة فاخبرهم الله على لسان بعض انبياءه ان ابنا من قومهم يولد من غير اب و هذا يكون آية لهم على وجود القيامة فالكى هذا اشار فى آية و انه لعلم للساعة وكذلك فى آية و لنجعله آية للناس اى للصدوقين و قال بعض المفسرين انه ضمير انه لعلم للساعة يرجع الى القرآن فانّ القرآن احيا خلقاً كثيراً و بعثهم من القبور هذا البعث الروحانى دليل على البعث الجسمانى يعنى على الساعة كما فى معالم التنزيل وغيره فالحاصل ان آية انه لعلم للساعة لا يدل على

نـزول الـمسيـح قط بل لفخم المنكرين بد ليل مو جود ثا بت فلهذا قال فلا تـمتـر ن بهـا و لا يـقـا ل مثل هذا القو ل لآ ية ما ثبت و جو د ها وبعد ما رأها احد من المخا لفين ۔ص ۹۰(حمامۃ البشریٰ)،

ترجمہ: خداوند تعالیٰ نے و انـه لعلم للسا عة کہا اور یہ نہ کہا کہ انـه سيـكو ن علماًللساعة یعنی وہ آئندہ کسی وقت قیامت کے لئے علامت ہوگا۔ پس آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ وہ قیامت کی علامت ہے اس وجہ سے جو اس کو بالفعل حاصل ہے اور وہ بے پدر تولد ہونا ہے۔ اور تفصیل یوں ہے کہ فرقہ یہود یعنی صدوقین وجود قیامت کے منکر تھے پس خداوند تعالیٰ نے انبیاء کی زبانی ان کو خبر دی کہ ان کی قوم سے ایک لڑکا بغیر باپ کے پیدا ہوگا اور یہ امر وجود قیامت کے لئے ایک نشان ہوگا۔ پس اسی امر کی طرف اشارہ ہے آیت و انـه لـعلم للسا عة میں۔ اور ایسا ہی دوسری آیت میں و لـنجعله آية للناس یعنی صدوقین اور بعض مفسرین نے کہا کہ آیت کے ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے پس تحقیق قرآن نے بہت خلق کو زندہ کیا اور انہیں قبروں سے اٹھایا اور یہ بعث روحانی بعث جسمانی یعنی قیامت پر دال ہے جیسا کہ معالم التنزیل وغیرہ میں ہے پس حاصل یہ کہ آیت و انه لعلم للسا عة نزول مسیح پر دلالت نہیں کرتی بلکہ منکروں کو بدلیل موجودہ ثابتہ خاموش کردیا اور اس لئے کہا فـلا تـمتـر ن بهـا ۔ اور یوں ایسی آیت کے لئے نہیں کہا کرتے جس کا وجود ثابت نہ ہوگیا ہو، اور جس کو مخالفین میں سے کسی نے دیکھ نہ لیا ہو۔ انتہی

جواب: ہاں صاحب خدا تعالیٰ نے انـه سيكو ن علماًللسا عة تو نہیں فرمایا پھر آخر آپ ہی فرماویں کی ان کا علامت قیامت ہونا کس زمانہ سے تصور کریں۔ اگر زمانہ تولد مسیح سے انہیں علامت قیامت قرار دیں اور تولد مسیح کو ان کی علامت قیامت ہونے کی وجہ مانیں تو ضرورۃً ماننا پڑے گا کہ تولد مسیح کے زمانہ سے وہ علامت قیامت ہیں۔ یعنی زمانہ گذشتہ میں وہ علامت قیامت قرار دیئے گئے لیکن و انـــه لـعـلـم لـلسـاعة سے تو یہ معنی نہیں سمجھے جاتے بلکہ برخلاف اس کے اس کا علامت قیامت ہونا زمانہ آئندہ میں پایا جاتا ہے۔ بدیں وجہ کہ آیت و انّـه لـعلم للسّا عة بطور ایک جملہ اسمیہ کے واقع ہوئی جس کے دونوں جزء یعنی مبتداء اور خبر اسم ہیں اور اسکی تعریف ہے:

و الاسم كلمة تد ل على معنى فى نفسها غير مقتر ن با حد ا لاز منة الثلا ثة ۔ (شرح ملا جامی)۔

جس حالت میں یہاں زمانہ ہی ندارد ہے تو ماضی کہاں سے پیدا کریں۔

رہا حال اور استقبال، سو مدارک میں یہ معنی درج ہیں:

و انه و ان عیسی علیه السلا م مما یعلم به مجیء السا عة۔

جس حال میں یعلم حال اور استقبال دونوں کو شامل ہے تو پھر سیکو ن لانے کی ضرورت کیا رہی۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ مصدر بمعنی مفعول بھی آتا ہے جیسا خلق بمعنی مخلوق، ممکن ہے کہ علم بمعنی معلوم آیا ہو۔ اور مفعول یہ کہ

هـوكـل اسـم اشتق الذات من وقع علیه الفعل و هو یعمل عملا لفعل المجهو ل فیـر فـع اسماوا حد با نه قا ئم مقام فا عله مثل زید مضرو ب غلا مه ا لآ ن او غد اً۔

ایسا ہی و انه معلو م به مجیء السا عة ا لآ ن او غداً معنی سمجھے جاسکتے ہیں۔

جس حالت میں حال اور استقبال دونوں پائے جاتے ہیں پھر سیکو ن آپ نے کیونکر تجویز کیا۔ بھلا جس حال میں مسند اور مسند الیہ دونوں اسم ہوں تو وہاں بھی ازمنہ ثلاثہ سے کوئی زمانہ ہونا ضرور ہے۔ آپ نے شاید شرح ملا بھی نہیں ملاحظہ فرمائی اور مہدویت پر ناحق اس قدر کتابیں سیاہ کر ڈالیں۔

اور انگریزی میں بھی اس قسم کے جملہ اسمیہ کو حال میں رکھا ہے نہ ماضی میں۔۔۔۔ آپ کی تائید پر نہ تو انگریزی قواعد ہیں نہ عربی۔ پھر آپ کو سچا یوں ہی نادانستہ کیوں کر مان لیں؟ انگریزی کی بات اس لئے کی تا کہ آپ کو اطمینان دل حاصل ہو۔ آپ اکثر باتوں میں یا تو انگریزوں کی حکیمانہ رائے کو اپنے عقیدہ میں لیتے ہیں یا نیچریوں کے تابع ہیں۔ ہمارے نزدیک بلا شہادت دلائل عقلی اس قسم کا اتباع غیر مستحسن بلکہ سراپا تعصب ہے آپ حمامۃ البشری ونور الحق وغیرہ میں فرماتے ہیں کہ بروئے آیات قرآنیہ موت مسیح ثابت ہوتی ہے لہذا جو احادیث در باب نزول مسیح وارد ہیں وہ سب کی سب قابل قابل تاویل ہیں اسواسطے ان احادیث نبوی میں جہاں نزول مسیح درج ہے وہاں یہ سمجھنا چاہیے کہ ہر ایسے نزول سے وہاں مراد نزول کسی اور شخص غیر مسیح سے ہے کیونکہ آیات مذکورہ سے موت مسیح ثابت نہ ہوئی معہذا آپ مہدی یا مثیل مسیح نہ ہوئے کما مرّ۔

چونکہ مہدی معہود اہل بیت نبوی سے ہوں گے اور آپ میں یہ شرط پائی نہیں جاتی، لہذا آپ مہدی

موعود نہیں ہو سکتے۔ مہدی موعود اور مثیل مسیح کی بحث کو آپ جانے دیں آپ تو اب تک باوجود اسقدر سعی بے جا کے دجال بھی کسی کو ثابت نہ کر سکے۔ اور ثابت کس طرح کریں، کوئی اس وقت دجال ہو بھی۔ کبھی تو آپ قوم نصاری کو دجال مانتے ہیں اور تفسیر اعجاز مسیح میں دجال شیطان کو گردانا۔ چنانچہ آپ کے بیانات مندرجہ ذیل سے یہ امر بہ پایہ ثبوت پہنچ جائے گا۔ غرض دجال قرار دینے میں آپ نے ادھر ادھر بہت ہی چکر لگائے مگر ہنوز قدم استقلال کہیں نہیں ٹھہرا۔ تفسیر اعجاز مسیح آپ نے ان دنوں تالیف فرمائی جس میں درج ہے:

ام یقولون انہ رجل یقتل فی وقت من الاوقات کلا بل ھو شیطان رجیم ابو السیئات یرجم فی آخر الزمان بازالۃ الجھلات (ترجمہ: آیا مردم مے گویند کہ دجال انسانے است کہ در وقتے از اوقات قتل کردہ خواہد شد۔ ہرگز نیست بلکہ او شیطان کشتنی است پدر بدیہا کہ در آخر زمانہ بدور کردن امور.. خواہد شد۔ چرا کہ معنے رجم قتل است بیشک وشبہ و چونکہ تقدیر چنیں رفتہ بود کہ دجال در زمانہ مسیح قتل خواہد شد، خبر داد خدائے تعالیٰ ازیں واقعہ برائے شہادت قوی کہ از روز ہائے ضلالت مے ترسند۔۱۲منہ) فان الرجم ھو القتل من غیر الرتب و لما کان القدر جری فی قتل ھذا الدجال عند نزول مسیح اللہ ذو الجلال، اخبر اللہ من قبل ھذہ الواقعۃ تسلیۃ و تبشیراً لقوم یخافون ایام الضلال (ص ۶۸۔ تفسیر مذکور)

معلوم ہوتا ہے کہ قسیسین نصاری میں سے کسی نے دباؤ یا خود پہلے بیان سے مصلحتاً رجوع کیا کہ اور باتوں میں تو ہم نے ہر بات میں نصاری کی دل جوئی اور خوش آمد کی مگر جس حال میں قسیسین نصاری یا خود نصاری کو دجال قرار دیا اور واجب القتل قرار دیا ہو یہ قتل بذریعہ تیغ نہیں بلکہ بذریعہ ادلہ قطعیہ ہے مگر تاہم اس میں ان کی کمال دل شکنی اور اہانت متصور ہے۔ معہذا ایک مدت کے بعد اب شیطان کو دجال قرار دیا۔ غرض جس حالت میں دجال ہی کوئی یقینی اب تک ثابت نہ ہوا تو آپ مثیل مسیح اور مہدی موعود کیونکر ہوئے۔ پھر آپ اپنی تالیفات سابقہ حمامۃ البشری میں فرماتے ہیں:

فلا تکن من الممترین فی کون النصاری دجالاً معھوداً مظھراً عظیماً للشیطان و انظر الی فتنتھم و سحرھم و تسخیرھم المیاہ و الادخنہ و

الجبا ل و البحار و الا نهار و اخرا جهم خزا ئن ا لا ر ض و مکا ئد هم و اضلا لا تهم هل تجد نظیر هم فی الا ولین و ا لآ خر ین۔

(ترجمہ: یعنی اس میں شک نہیں کہ نصاری دجال معہود ہیں اور شیطان کے معان اوران کے فتنوں اور جادو پر نظر تو ڈال کہ پانی اور دھواں اور پہاڑ دریا اور نہریں کس طرح ان کے قبضہ اقتدار میں آ گئے اور زمین سے خزائن کیسے نکال لئے ۔اور فریبوں اور گمراہیوں میں کہاں تک پہنچے ۔کیا پہلے بھی ان کا کوئی نظیر اور ہمتا ہوا ہے)۔

پھر اسی کتاب میں فرماتے ہیں:

بل الدو لة البر طا نية محسنة الی المسلمین و الملا ئکة المکر مة التی نحن رعایا ھا یرحج الاسلا م فی با طنھا علی ملل ا خری بل سمعنا ازید من ھذا و لکن لا نری ان نز کر ھا فا لحا صل انھا کر یمة و القی اللہ فی قلبھا حب الاسلا م۔ الخ ۔(ترجمہ: بلکہ دولت برطانیہ تو مسلمانوں پر ہر طرح احسان فرماتے اور ملکہ مکرمہ جس کی ہم رعایا ہیں اپنے دل میں دوسرے مذاہب اسلام کو ترجیح دیتے ہیں بلکہ ہم نے تو اس سے زیادہ سنا ولیکن اسکا ظاہر کرنا مناسب نہیں ۔ حاصل کلام وہ بہت مہربان ہیں اور خدا نے ان کے دل میں محبت اسلام ڈال دی ہے)۔

اب ناظرین انصاف کریں کہ پہلے تو سب نصاری کو دجال قرار دیا۔ایک مدت کے بعد خیال آیا کہ اس میں کل نصاری میں تو ملکہ ممدوحہ بھی داخل ہیں، بمقتضائے مصلحت وقت ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند کو اس سے مستثنی کیا کہ مگر وہ تو مسلمانوں کی حامی اور مددگار ہیں ۔لیکن پہلے کیوں نہ سوچا۔کیا اس وقت الہام یا تائید سماوی سے آپ بے بہرہ تھے۔طرفہ تر یہ کہ پھر بعد ازاں کل نصاری میں قسیسن نصاری کو دجال معہود قرار دیا۔

غرض یہ کہ آخر کار ایک عرصہ دراز کے بعد اب پہلے خیالات کو الوداع کہا اور شیطان کو دجال مانا ۔دیکھیں یہ کب تک دجال مانا جاتا ہے۔ یہ شیطان تو حضرت رسول اکرم ﷺ کے وقت بھی تھا۔ پھر آئندہ اس کے نزول کی بابت پیش گوئی کرنا کیا وجہ ہوئی۔ مسیح کا نزول دجال کے قتل اور فتنہ وفساد فرو کرنے کے لئے تھا۔ جب دجال ہی کوئی نہیں تو مسیح کیونکر مانیں آپ کل آثار قیامت کے منکر ہیں۔اور جملہ آثار مذکور کو قالب تاویل میں ڈھالتے ہیں چنانچہ آپ اپنا مدعا ثابت کرتے ہیں:

و قا ل ھل ینظرو ن الا السا عة ان تا تیھم بغتة و ھم لا یشعرو ن۔ و قا ل لا

یـزا ل الـذیـن کـفروا فی مر یة منه حتی تا تیهم السا عة بغتة۔ فثبت من قو له عز و جل ان العلا ما ت القطعیة المز یلة للمر یة و ا لا مارا ت الظا هره الدلالة عـلـی قـرب الـقیـا مة لا تـظهر ابداً و انما تظهر آ یا ت نظریة التی تحتا ج الی التـاویـلا ت و لا تـظهـر ا لا فـی حلل الاستعا را ت و الا فکتف یمکن ان تفتح ابـوا ب السـمـا ء و یتـنـز ل مـنهـا عیسی اما م اعین الناس و فی یده هر بة و یتنزل الملا ئکة معه و تنشق ا لار ض و تخر ج منها دا بة عجیبة تکلم الناس ان الـدیـن عند الله ا لاسلا م و یخر ج یا جو ج ما جو ج و یخر ج ... الد جال و یری الناس ما بین ا ذ نیه سبعو ن باعاً و یخر ج الد جا ل و یر وی الناس الـجـنة و الـنـار مـعـه و الـخـزا ئن و تطلع الشمس من مغر بها کما ا خبر عنها رسول الله ﷺ و یسمع الخلق ا سوا تاً متوا ترة من السما ء ان المهدی خلیفة الـلـه و مع ذا لك یبقی الشك و الشبه فی قلو ب الکا فرین فلا جل ذ لك کتبت فی کتبی غیر مرة .. هذه کلها استعا را ت و ما اراد الله بها ا لا ابتلا ء الناس لیعلم من یعرفها بنور القلب و من یکو ن من الضا لین و لو فر ضنا ابها تظهر بـصـور تها للظا هرة فلا شك من ثمرا تها الضرو ریة ان یر تفع الشك و الشبة و الـمـر یة مـن قـلـو ب الـنـاس کـلهـم کما یر تفع فی یو م القیا مة فا ذا زا لت الشـکـوك و رفعت الحجب فا ی فرق بقی بعد هذه ا لا مارا ت فی تلك ا لا یا م فی یوم القیا مة الخ ۔فلز م من ذلك ان یسلم الکفار کلهم فی تلك ا لا یا م و لا یـبـقـی لهم شك فی السا عة و لکن القرآ ن قد قا ل غیر مرة ان الکفار یبقو ن عـلـی کفر هم الی یو م القیا مة و یبقو ن فی پر یتهم و شکهم فی الساعة حتی تـاتیهم السا عة بغتة و هم لا یشعرون (حمامۃ البشریٰ)

ترجمہ اس عبارت کا یہ ہے، اور فرمایا هـل یـنظرو ن ...اور پھر کہا و لا یـزا ل الذین ...پس بموجب فرمودہ خداتعالیٰ

کے ثابت ہوا کہ علامات قطعیہ مزیلۃ للمریہ اور امارات ظاہرۃ الدلالۃ قرب قیامت پر تو ظاہر نہ ہونگے بلکہ وہ محتاج تاویل علامات استعارات کے رنگ مین ظاہر ہون گے پس کیونکر ممکن ہے کہ در ہائے آسمان کشادہ ہوں اور عیسی لوگوں کے روبرو نازل ہوں اس طرح پر کہ ہاتھ میں ان کے حربہ ہو اور ان کے ساتھ ملائکہ ہوں اور زمین پھٹ جاوے اور دابۃ الارض زمین سے نکلے اور لوگوں سے کہے خدا کے نزدیک دین اسلام ہی ہے اور یاجوج ماجوج پیدا ہوں اور خر دجال ظاہر ہو جس کے دونوں کانوں میں ستر باع کا فاصلہ لوگ برأ العین ملاحظہ کریں اور دجال کو لوگ دیکھیں کہ جنت اور دوزخ ہمراہ اور خزائن ساتھ ہیں اور آفتاب مغرب سے طلوع کرے جیسا کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا اور خلق آسمان سے متواتر آوازیں سنیں کہ تحقیق مہدی خدا کے خلیفہ ہیں اور باوجود اس کے کفار کے دل میں شک وشبہ رہے پس اس لئے میں نے چند بار اپنی تالیفات میں لکھا کہ یہ سب استعارات ہیں، اور خدا نے ایسا اس لئے کہا تا کہ معلوم کرے کہ گمراہ کون ہے اور نور فراست کس میں ہے۔ اگر ہم فرض کریں کہ یہ علامات اپنی ظاہری صورت پر ظاہر ہونگی تو نتیجہ یہ ہوگا کہ بالضرور شک وشبہ ومریہ لوگوں کے دلوں سے کلیۃً دور ہو جائے گی جیسا کہ قیامت میں دور ہوں گی پس جب کہ شکوک وحجب اٹھ گئے تو پھر بعد ان امارات کے ان ایام قیامت میں کیا فرق رہا۔ اس سے لازم آیا کہ ان ایام میں تمام کفار اسلام لاویں گے اور انہیں قیامت کے باب میں کوئی شبہ نہ رہے گا لیکن قرآن بدفعات فرما چکا کہ کفار قیامت تک کفر پر رہیں گے اور قیامت کے باب میں انہیں شک و شبہ ومریہ رہے گی یہاں تک کہ قیامت ان پر ناگاہ پڑے گی اور انہیں کوئی خبر نہ ہوگی

جواب: بلاشبہ سب لوگ ایمان لاویں گے اور علامات مذکورہ صور ظاہر یہ میں ظہور پذیر ہوں گے نہ بصورت استعارہ، اور جو لوگ ان علامات کو دیکھ کر ایمان نہ لائے اور نہ مواعظ حسنہ سے متنبّی ہوئے وہ بحکم آخر الحیل السیف قتل کئے جاویں گے اور جزیہ بھی بمقتضائے حکم رب جلیل موقوف ہوگا جیسا کہ حدیث نبوی اسپر دال ہے اور شک وشبہ ومریہ تو ان امور سے بھی نہیں کہ مطلق ایمان کی بتحقق وجود کو مانع ہوں حدیث میں ہے

وعن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ امرت ان اقاتل الناس حتى يشهدوا ان لااله الا الله و ان محمدا رسول الله و يقيمواالصلوة و يؤتوا الزكوة و اذا فعلوا ذلك عصموا منى دمائهم و اموالهم الا بحق الاسلام متفق عليه الا ان مسلماً لم يذكر الا بحق الاسلام

ترجمہ: اور روایت ہے ابن عمر سے کہ کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے حکم کیا گیا ہوں میں یہ کہ لڑوں لوگوں سے یہاں تک کہ گواہی دیں اس کی کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ اور تحقیق محمد رسول اللہ ہیں اور پڑھیں نماز اور دیویں زکوۃ پس جس وقت کہ کریں یہ،

بچائے انہوں نے مجھ سے خون اپنے اور مال اپنے مگر ساتھ حق اسلام کے اور حساب ان کا اوپر اللہ کے ہے۔ روایت کی یہ بخاری اور مسلم نے مگر کتاب مسلم میں نہیں ذکر کیا لفظ الا بحق الاسلام کا (مظاہر حق۔ص ۳۰ جلد اول)۔

یعنی ہم حکم ظاہر اسلام پر کریں گے اگر دل میں کفر وغیرہ رکھتا ہوگا تو آخرت کو اللہ تعالیٰ سمجھ لے۔ ممکن ہے کہ ان ایمان لانے والوں میں سے بعض مردم اسی قسم کے ہوں جو بخوف قتل ایمان لائے۔ اور دل سے تصدیق نہیں کیا مگر حکم ظاہر اسلام پر ہے نہ ان کے باطن پر۔ گو باطناً وہ شکی اور متردد ہوں لاکن بظاہر مومن ہیں بوجہ نفاق یا بے علمی کے وہ شک وشبہ کریں تو اس کو سوائے علام الغیوب کون جانتا ہے اور اس پر حکم بھی کون دے سکتا ہے کیونکہ شک وشبہ و مریہ کا تعلق دل سے ہے نہ بظاہر۔

رہا یہ امر کہ باوجود پانے ایسی علامات ظاہرۃ الدلالۃ وہ کیونکر اب تک شک وشبہ میں رہ سکتے ہیں۔

اسکا جواب یہ کہ واقعی یہ بات سچ ہے کہ ایسی علامات واضح کے مقابلہ میں شک وشبہ نہ ہونا چاہیے مگر چونکہ طبائع مختلفہ اثر کے قبول کرنے میں بھی مختلف ہیں لہذا ان علامات کا اثر سب طبائع پر یکساں نہیں پڑسکتا ہے بعض تو ایسے قسی القلب اور سنگ دل ہوں گے کہ ان علامات کو ایک شعبہ عالم اور طلسم وسحر سے خیال کریں گے اور بعض کے دل ایسے نرم ہوں گے کہ ایمان لاویں گے ممکن ہے کہ پہلا فریق بخوف جان منافقانہ طریق اختیار کرے قیامت کے حالات ایسے سرسری نہیں کہ ہر فرد بشر بادنی توجہ ان کو سمجھ سکے۔ چنانچہ تفسیر عزیزی میں سورہ فاتحہ کے ذیل میں درج ہے کہ قیامت کے حالات ازبس ادق اور مشکل ترین معاملات ہیں، اور کیوں نہ ہوں خدا تعالیٰ فرماتا ہے انّ اللّٰہ عندہ علم السّا عۃ .. الخ

فی الواقع جو شخص قیامت کے حالات دریافت کرنے میں بہت زور دے گا اس کو شک اور تردد زیادہ پیدا ہوگا۔ یہی باعث ہے کہ مرزا صاحب قادیانی زیادہ غور وخوض کرتے کرتے اکثر واقعات اور امارات کبریٰ قیامت کے منکر ہو گئے اور ناحق بہوائے نفس ان میں تاویلیں کرنی شروع کر دیں۔ ایک شخص کی نسبت جو اسوقت بحکم شرع ظاہراً مومن ہے یہ کہنا کہ بس اب وہ ہمیشہ مومن رہے گا کیسا لغو اور لایعنی سخن ہے۔

ایمان بذاتہ ایک ایسی نازک اور لطیف چیز ہے کہ ایک کلمہ کفر کے کہنے سے بتمامہ معرض تلف میں جاسکتی ہے۔ کون جانتا ہے کہ خاتمہ بالخیر کس کا ہوگا۔ مرزا صاحب قادیانی کے سوال سے پایا جاتا ہے کہ وہ ایک

دفعہ کے ایمان لانے کو اس کا بقاء تا قیامت مانتے ہیں اور اس کی حفاظت (قولہ: حفاظت..دعوی تو یہ تھا کہ کوئی ملت ظاہراً بصورت موجودہ کفر پر باقی نہ رہے گی۔ نہ یہ کہ منافقانہ طریق پر زندگی بسر کرنے والے بھی دنیا سے یک لخت معدوم اور مقتول کئے جاویں گے۔ فافہم۔ چنانچہ جزیہ کا موقوف کیا جانا اسی امر پر دلالت کرتا ہے۔منہ ۱۲) ونگہداشت ضروری نہیں سمجھتے۔ کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ جس حال میں وہ لوگ حضرت مسیح پر ایمان لائے تو پھر قیامت تک کفر کیوں کر رہ سکتا ہے۔ ایمان کو ان حضرت نے ایسی چیز سمجھ ..جس کا تا بزندگی یا ہمیشہ کے لئے رہنا ضروری ہے۔آفرین! آپ خوب بات کی تہہ کو پہنچے۔ اسی سرمایہ فہم وذکا پر تو مہدویت اور مسیحا ہونے کا دعوی کیا ہے۔ بہتر ہے کہ آپ اپنے مریدوں میں سے موجودہ حالات پر نظر کر کے ہر دس دس نفر کو عشرہ مبشرہ کا خطاب عنایت فرماویں۔

باب چہارم: کسوف وخسوف رمضان میں

اب ہم قدرے بیان کسوف وکسوف کا کرتے ہیں جو رمضان ۱۳۱۱ھ میں واقع ہوئے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے رسالہ نور الحق حصہ دوم میں اس معاملہ پر بہت ہی زور علمیت جتلایا ہے مگر حقیقت میں اس سے کچھ ثبوت حاصل نہیں ہوتا۔ قو له :

و اما تفصيل الكلا م فی هذا المقا م فا علموا يا اهل الاسلا م و اتباع خير الا نا م ان الآ ية التی كنتم تو عدو ن فی كتا ب الله العلا م و تبشرو ن من سيد الرسل نور الله مز يل الظلا م اعنی خسوف النير ين فی شهر ر مضا ن الذی ا نز ل فيه القر آ ن قد ظهر بفضل الله المنا ن و قد انخسف القمر و الشمس و ظهر ت ا لآ يتا ن فا شكروا الله و خروا له سا جد ين و انكم قد عرفتم ان الله تعا لی قد ا خبر عن هذا النباء العظيم فی كتا به الكر يم و قا ل للتعليم و التفهيم فا ذا برق البصر و خسف القمر و جمع الشمس و القمر يقول ا لا نا ن يو مئذ اين المفر (پس جس وقت آنکھیں پتھرا جائیں گی اور چاند گرہن ہوگا اور سورج اور چاند اکٹھے کئے جاویں گے، یعنی سورج کو بھی گرہن لگے گا، تب اس روز انسان کہے گا کہ بھاگنے کی جگہ کہاں ہے۔ نقل حمامة

البشریٰ) فتفکروا فی هذه الآ یة بقلب اسم و اطهر فا نه من آ ثار القیا مة لا من اخبار القیا مة کما هو اجل و ا ظهر عند العا قلین فا ن القیا مة عبارة فساد نظا م هذا العا لم ا لا صغر و خلق العا لم ا لا کبر فکیف یقع فی حا لت انفك الخسو ف الذی تعرفو ن با لیقین لا با لشك علله و اسبا به و تفهمو ن مواقعه و ابوا به و کیف یظهر امر لاز م للنظا م بعد فك النظا م و الفساد التام فا نکم تعلمو ن ان الخسو ف و الکسو ف ینشاء ان من اشکا ن نظا میة و اوضا ع مقررة منتظمة علی اوقا ت معینة و ایا م معرو فة مبینة فکیف یعزی وقوعها الی سا عة لا انسا ب منها و لا اسبا ب و لا نظا م و لا ا حکا م فانظروا ان کنتم نا ظرین ثم من لواز م الکسوف و الخسو ف ان یر جمع القمر و الشمس الی و ضعهما المعروف و یعود الی سیر تهما ا لاو لی و فی هو یتهما دا خل هذا المعنی و اما تکو یر الشمس و القمر فی یو م القیا مة فهی حقیقة اخری و لا یرد فیهما نو ر هما الی حا لة ا لاو لی بل لا یکو ن وقوعه الا بعد فل النظا م و الفساد التا م و هد م هذا المقام و ما سما ه الله خسو فاً و کسو فاً بل سماه تکوترا و کشط الا جرام کما انتم تقرؤن فی کلا م الله العلا م فثبت من هذا الکلا م عند الخوا ص و العوا م انّ ما ذکر من ا لآ یة فی هذه ا لآ یة فهو یتعلق با لد نیا لا با لآ خرة و عز ره الی القیا مة بنا ءً علی الزوا یة خطأً فی الدرا یة بل هو خبر من ا خبار آ خر الز ما ن و قر ب الساعة و اقترا ب ا لا ذا ن کما لا یخفی علی المتد بر ین و یو یده ما جاء فی الدارقطنی عن محمد الباقر زین العا بد ین قا ل ان لمهد ینا آ یتیں لم تکو نا منذ خلق السما وا ت و ا لا ر ض ینکسف القمر لاول لیلة من ر مضا ن و تنکسف الشمس فی النصف منه انتهی ۔(ہمارے مہدی کے لئے دونشان ہیں وہ کبھی نہیں ہوئے

یعنی کبھی کسی دوسرے کے لئے نہیں ہوئے جب سے زمین آسمان پیدا کیا گیا اور وہ یہ ہے کہ رمضان کی رات اول میں چاند کو گرہن لگنا شروع ہوگا اور اسی مہینہ کے نصف باقی میں سورج گرہن ہوگا۔ از حمامۃ البشری مصنفہ مرزا صاحب)

(ترجمہ: پس تم اس علامت میں بطہارت قلب فکر کرو پس یہ آثار قیامت سے ہے نہ واقعات قیامت سے، جیسا کہ عقلاء پر ظاہر ہے۔ پس قیامت تو عبارت فساد نظام عالم اصغر ہے اور عالم اکبر کے پیدا ہونے سے ہے۔ یہیں؟ حالت فک نظام میں خسوف جس کے اسباب اور علل تم جانتے ہو کس طرح واقع ہو سکتی ہے حالانکہ تم اس کے مواقع وابواب کو جانتے ہو۔ پس امر جولازم نظام ہے فک نظام کے بعد کس طرح واقع ہو سکتا ہے۔ پس تم جانتے ہو کہ کسوف وخسوف اشکال نظامیہ اور اوضاع مقررہ منتظمہ سے اوقات مقررہ پر واقع ہوا کرتے ہیں پس وقوع ان کا اس ساعت کی طرف کب منسوب کیا جا سکتا ہے جس میں نہ تو کوئی نسبت نہ اسباب نہ نظام وغیرہ ہے۔ اور کسوف وخسوف کے لوازمات سے ہے کہ شمس وقمر اپنی وضع معروف کی طرف رجوع کرتے ہیں اور پہلی سیرت پر آجاتے ہیں اور یہ معنی ان کی ہویت میں داخل ہیں لیکن تکویر شمس وقمر فی یوم القیامۃ اور بات ہے اور ان میں ان کا نور حالت نخستیں پر نہیں عود کرتا بلکہ اسکا وقوع فک نظام وفساد تام کے بعد ہوتا ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ نے خسوف وکسوف سے نامزد نہیں کیا بلکہ اس کو تکویر اور کشط اجرام سے نامزد فرمایا پس جو کچھ اس آیت کی بابت اس آیت میں ذکر ہوا اس کا تعلق دنیا سے ہے نہ آخرت سے، اور لوگوں نے براہ نادانی اس کو قیامت کی طرف منسوب کر لیا...الخ)

جواب: یہ تقریر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی آب زر سے لکھنے کے لائق ہے کیونکہ بطریق مصادرت علی المطلوب کے واقع ہوئی ہے۔ ہم تو اس خسوف کو خسوف قمر نہیں مانتے۔ آپ فرماتے ہیں چونکہ خسف قمر سے معمولی خسوف قمر مراد ہے لہذا اس کا تعلق دنیا کے خسوف سے ہے نہ آخرت سے کیونکہ خسوف قمر کے لئے اشکال نظامیہ واوضاع مقررہ منتظمہ کا ہونا ضرور ہے اور جب نظام عالم میں ابتری واقع ہوگی اور اجرام فلکی کے اوضاع منتظمہ میں فرق واقع ہوگا تو پھر خسوف قمر کا واقع ہونا بعید از قیاس ہے۔

ہاں مولانا! ہم بھی اس بات کو مانتے ہیں مگر یہاں خسف قمر سے وہ تباہی قمر مراد ہے جو قرب قیامت کو ہوگی۔ پس اس دعوی کی تردید میں آپ نے کوئی دلیل نہ دی صرف یہ کہہ دیا کہ یہ سب باتیں مندرجہ آیت دنیا سے علاقہ رکھتی ہیں اس واسطے خسف قمر سے خسوف قمر مراد لیا گیا۔ یہ پہلا دور ہے کہ خسوف قمر اس لئے کہ یہ سب باتیں دنیا سے تعلق رکھتی ہیں اور دنیا سے تعلق ان کا اس لئے ہے کہ خسف سے خسوف قمری مراد ہے۔ آپ نے منطق بھی خوب پڑھی اور اس لئے جزونبوت کو جزوی نبوت قرار دیا۔

لومولانا! ہم عرض کرتے ہیں بگوش ہوش سنیئے: قرآن میں جناب باری تعالی کا ارشاد ہے:

ایحسب الانسان ان لن نجمع عظامه بلی قادرین علی ان نسوی بنانه بل یرید الانسان لیفجر امامه یسئل ایان یوم القیامة فاذا برق البصر و خسف القمر و جمع الشمس و القمر یقول الانسان یومئذ این المفر کلا لا وزر الی ربك یومئذ ن المستقر ینبوا الانسان یومئذ بما قدم و اخر۔

(ترجمہ: کیا گمان کرتا ہے یعنی عدی بن ربیعہ یہ کہ ہم جمع نہ کریں کریں گے ہڈیاں پراگندہ اس کی اس سے اسکا نفس مراد ہے کہ ہڈیاں اس کا قالب ہیں ہاں ہم جمع کریں گے پس چاہیے کہ ہم کو جانے کہ قادر ہیں اسبات پر کہ ہم برابر اور درست کریں اس کی انگلیوں کے سرے یعنی چھوٹے اور لطیف ہونے کے ساتھ اس کی انگلیوں کے پوریں، اور سرے اکٹھے کرنے پر ہم قادر ہیں، تو بڑی بڑی ہڈیوں کا اکٹھا کرنا کیا بات ہے۔ بلکہ چاہتا ہے عدی یا ہر آدمی چاہتا ہے یہ کہ جھوٹ کہے اس چیز کو جو اس کے سامنے ہے بعث اور حساب پوچھتا ہے ہنسی سے کیسا ہوگا قیامت کا دن۔ پس جب پتھرا جائے گی آنکھ اور تیرہ و تاریک ہو جاوے گا چاند اور اکٹھے کئے جائیں گے آفتاب و مہتاب یعنی ان کو ایک دوسرے کے ساتھ مجتمع کر کے دریا میں ڈال دیں گے، کہے گا آدمی یعنی تکذیب کرنے والا اس دن کہ کہاں ہے بھاگنے کی جگہ نہیں ہے کوئی بھاگنے کی جگہ کوئی پناہ کی جگہ نہ ہوگی کافروں کو تیرے رب کی طرف سے یعنی اسکے حکم کی طرف اس روز قرارگاہ خلق ہے یعنی اپنی مشیت سے جنتیوں کے ٹھہرنے کی جگہ مقرر کر دے گا۔ آگاہ کیا جاوے گا آدمی اس دن اس چیز پر کہ اس نے آگے بھیجے ہیں اعمال اور جو کچھ اس نے پیچھے رکھے ہیں اموال۔ انتہی تفسیر قادری)

اب ان معانی سے ہر شخص جس کو اللہ تعالی نے خلعت تدبیر بخشا ہے پا سکتا ہے کہ کل حالات مندرجہ قیامت سے علاقہ رکھتے ہیں نہ دنیا سے یسئل ایان یوم القیامة سے واضح ہے کہ سوال بھی قیامت کے بارہ میں ہے پھر جواب میں آثار قیامت کیونکر مذکور ہو سکتے ہیں۔ کیا معمولی چاند گرہن کے وقت آنکھیں پتھرا جایا کرتی ہیں؟ اور کیا اس دن انسان بھاگنے کے لئے جگہ نہیں پاتا۔ اور کیا اس دن کی قرارگاہ اپنے رب کی طرف ہوتی ہے اور کیا اس دن انسان اپنے اعمال پر متنبہ کیا جاتا ہے۔ نہیں، بلکہ یہ کل امور قیامت کو ہوں گے جیسا کہ دوسری آیات قرآنی بھی اسی امر کی تائید کرتی ہیں بخوف طوالت ان کو ذکر نہیں کیا۔ غور تو فرمائیں آیت ایحسب الانسان .. الخ ۔ قیامت کے حالات سے علاقہ رکھتی ہے یا دنیا سے آپ ترتیب و نظم قرآن

کے ازبس قائل تھے۔ یہاں پر وہ عقیدہ کیا ہوا؟ کیا نظم قرآن اور ترتیب اس امر کو چاہتے ہیں کہ پہلے واقعات قیامت کے بعد آثار قیامت شروع ہوں گے سبحان اللہ آپ کا طریق بیان بھی کچھ نرالا ہے۔ آج کیا کچھ کہا کل کچھ کہہ دیا۔ پاس سخن ہوتو ایسا ہی قول مرداں جان دارد ایسا ہی ہوا کرتا ہے چونکہ یہ سب واقعات قیامت کا ذکر ہے لہذا معمولی خسوف قمر لینا بدیہی البطلان ہے پھر اس کو حدیث دارقطنی کا موید کیوں کر مان سکتے ہیں حدیث مذکور کے معنی میں جو آپ نے تاویل فرمائی ہے وہ بھی غلط اور ترجمہ بھی غلط جو حاشیہ پر پیچھے درج ہو چکا (قولہ ترفیع..الخ:علم جبر ومقابلہ میں اگر مساوات درست قائم کی جائے تو عمل ترفیع وانتقال سے سوال کا جواب درست نکل آتا ہے ورنہ نہیں ۔۱۲منہ)۔ آپ کی تاویلوں کا حال اس مساوات نادرست سے مشابہہ ہے جس کے عمل ترفیع اور انتقال میں تو غلطی نہ ہو، گر بوجہ نادرستی مساوات کے استخراج مجہول پر قادر نہ ہوسکیں یا اس صغری و کبری سے مشابہ ہے جو بذاتہ غلط ہوں اور نتیجہ ان سے صحیح نکالنا چاہیں لیکن اسپر آپ کس طرح ہو جاویں گے، اور صغری اور کبری غلط ہو تو نتیجہ بالضرور غلط ہوگا۔ آیت مذکور کا مطلب یہ ہے کہ چاند اور سورج جمع کئے جاویں گے یعنی ان کی اس وضع میں جو بالفعل موجود ہے فرق آجاوے گا اور وہ دونوں خلاف دستور مقررہ کے آپس میں اکٹھے کئے جاویں گے اور ماہتاب تیرہ وتاریک ہوجاوے گا اور انتظام موجودہ کی طرف اللہ نے خود ارشاد فرمایا آیت

و الشّمس تجری لمستقرّ لها ذلك تقدير العزيز العليم ۔ والقمر قدّرنا ہ منازل حتّی عاد كالعرجون القديم۔ لا الشمس ينبغي لها ان تدرك القمر و لا الليل سابق بالنّهار و كل فی فلك يسبحون ۔(سورہ یس:۳۸۔۴۰)۔

جب انتظام موجودہ میں ایک فساد عظیم واقع ہوگا تو اسی کا نام قیامت ہے۔ پس یہ آیت متعلق بیان واقعات قیامت کے ہے نہ آثار قیامت کے، تو پھر کیونکر حدیث دارقطنی کی موید ہوئی۔ آیت مذکورہ میں اللہ فرماتا ہے کہ نہ آفتاب چاہے اس کو یہ کہ پاجائے چاند کو جلدی سیر کرنے میں ..الخ اور یہ ایسا انتظام ہے کہ اس سے فصول اربعہ اپنے اپنے وقت پر آتے ہیں ورنہ سارا سلسلہ کائنات ابتر ہوجاوے۔ نہ آفتاب اپنی مستقر کو چھوڑ کر کہیں جاتا ہے، نہ ماہتاب اپنی منازل ومدار بروج دوازدہ گانہ سے باہر ہوتا ہے، جس انتظام سے اللہ نے ان کو جاری کیا اسی انتظام سے جاری رہیں گے لیکن چونکہ قیامت کے آنے پر اس نظام عالم میں ابتری رونما ہوگی اس

واسطے یہ بھی اپنی وضع خاص پر نہ رہیں گے۔ مقابلہ کی حالت میں خسوف اور اجتماع نیرین کی حالت میں کسوف واقع ہوتا ہے لیکن اس حالت میں نہ تو ماہتاب پر کوئی بیرونی طاقت اثر کرتی ہے نہ آفتاب پر بلکہ خود ان کی اوضاع حرکت سے یہ دونوں سورتیں نمودار ہوتی ہیں۔ چاند آفتاب سے روشنی اقتباس کرتا ہے ورنہ بذاتہ بے نور ہے۔ حالت خسوف میں نور آفتاب اس پر بکمالہ نہیں پڑتا اس واسطے بے نور نظر آتا ہے کیونکہ زمین درمیان آفتاب و ماہتاب کے حائل ہو جاتی ہے اور بحالت کسوف زمین اور آفتاب کے درمیان ماہتاب حائل ہو جاتا ہے اس واسطے نور آفتاب زمین پر نہیں پہنچتا لیکن باوجود اس کے نظام عالم بعینہ وہی رہتا ہے کوئی اجرام سماوی اپنی وضع مقررہ منتظمہ سے تجاوز نہیں کرتا۔ برخلاف قیامت کے کہ اس وقت ان نظام عالم کی وضع پر مشیت ایزدی اپنا عمل کرے گی چنانچہ آیت کریمہ میں و جمع الشمس و القمر اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اجتماع نیرین اور بات ہے اور نیرین کا باہم جمع کر دینا اور بات۔ اس میں تو نظام عالم کی وضع مقررہ کو بہ ہیئت مجموعی الٹ دینا ہے، اور اجتماع نیرین میں آفتاب اور ماہتاب دونوں آپس میں نہیں مل جاتے، نہ ان کی حرکات انتظامی میں کوئی تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ صرف دو سیارہ جب زمین سے ایک برج پر معلوم ہوں تو کہاں جاتا ہے کہ اجتماع نیرین ہوا اور نہ تو آفتاب اپنی قرارگاہ سے کہیں باہر جاتا ہے نہ قمر آفتاب کی جانب فاصلہ درمیانی کو طے کر کے جاتا ہے۔ نہ وہ دونوں کبھی فی الواقع جمع ہوتے ہیں۔ مغرب سے آفتاب کا طلوع ہونا جو بموجب حدیث نبوی ثابت ہے کہ اس وقت آفتاب کی حرکت مقررہ بدل جاوے گی اور سمت مخالف میں حرکت کرتا ہوا نظر آوے گا اور یہ امر امارات کبری قیامت سے ہے علی هذا القياس قیامت کو یہ دونوں اجرام سماوی باہم جمع کئے جاویں گے اور مضمون ا ذا الشمس کور ت و اذا النجو م انکد رت برأی العین نظر آجاوے گا۔ غرض کہ جمع شمس وقمر کو اجتماع نیرین سے کوئی علاقہ نہیں۔ دانش مند یہ بھی نہیں سمجھتے کہ یہ اجتماع نیرین تو ہمیشہ ساڑھے ۲۹ روز کے بعد واقع ہوا کرتا ہے لیکن باوجود اس کے سورج گرہن واقع نہیں ہوتا۔ جب اجتماع نیرین کو بھی کسوف لازم نہیں تو جمع شمس وقمر کو کسوف رمضان وغیرہ سے کیا علاقہ۔ یوں ہی اپنے گھر بیٹھ کر آیات قرآنی کے الٹے معنی کر کے اپنے تئیں ان کا مصداق قرار دینا ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے۔ نہ شارح چغمینی نہ کسی اور نے متاخرین میں سے اجتماع نیرین کے معنی جمع شمس وقمر لئے۔ خدا جانے مرزا صاحب کو خلاف واقع

کہاں سے ایسے الہام ہو جاتے ہیں کہ وہ مصطلحات حکماء کی الٹی تعبیریں کر کے اپنی مہدویت کے ساتھ بزوران کومطابق کرنا چاہتے ہیں۔جمع نیرین کے معنی اجتماع نیرین کر لئے جو بالکل لغواور بے معنی ہیں اور پھراس سے کسوف مراد لی حالانکہ اجتماع نیرین کوکسوف لازمی نہیں کہ خواہ مخواہ اس سے وجود کسوف ماننا پڑے۔ کما مر۔ ہمارے نزدیک جمع شمس وقمراوراجتماع نیرین باہم نسبت تساوی نہیں رکھتے۔ بلکہ ان دونوں میں نسبت تبائن پائی جاتی ہے۔نظام موجودہ کے خلاف نیروں کا باہم جمع کر دینا جس سے وہ جداگانہ اپنا اپنا کام مفوضہ نہ کرسکیں اوران دونوں کا بموجب قواعد مستمرہ زمین سے ایک خط مستقیم میں دکھائی دینا دوجداگانہ امر میں ایک کا اطلاق دوسرے پر ہو نہیں سکتا۔مرزا صاحب کو مصطلحات علمی پر توجہ نہیں کہ دونوں کوامر واحد مان لیا، صفحہ ۱۳، نورالحق میں آپ حدیث کی تاویل یوں فرماتے ہیں:

ان المراد من خسوف اول لیلة رمضان ان ینخسف القمر فی لیلة اولی من لیال ثلث یکمل نور القمر فیها و تعرف ایام البیض و لا حاجة الی البیان و مع ذالك اشارة الی ان القمر اذا خسف فی اللیلة القمر او الالی ؟ فینخسف فی اول وقتها لا بعد مرور زمان۔

پھر دوسری جگہ فرماتے ہیں:

و اما الکسوف من مولی علام فاعلم انها عند اهل النجوم ثلاثة ایام و هی من السابع و العشرین من الشهر القمر الی التاسع و العشرین و تنکسف الشمس فی احدثنها؟ عند اقتران القمر علی شکل خاص بعد تحقیق اختصاص کما شهدت علیه النجمین فاخبر رسول الله ﷺ ان الشمس تنکسف قبل نصف النهار و کذالك ظهر کما لا یخفی علی اولی الابصار ۔

ترجمہ: حدیث مذکور بموجب رائے مرزا پیچھے حاشیہ پرتحریر ہوا، ان کا مطلب یہ کہ ماہ رمضان کی پہلی رات کو چاندگرہن ہونا ممکن؟؟ ہے کیونکہ اس حالت میں وہ خود بصورت ہلال ہوتا ہے چاندگرہن کس طرح لگ سکتا ہے، اوررسول عربی ﷺ کی شان بلوغت سے یہ امرخیلے بعید معلوم ہوتا ہے کہ وہ قمر کا اطلاق ہلال پر کریں کیونکہ

قمر ہلال کے بعد ہوتا ہے نہ پہلی تاریخ ماہ مذکور کو، اس لئے تاویل یہ ہوئی کہ ایام بیض یعنی ۱۳ سے ۱۵ تک جس قدر ایام ہیں ان کی اول رات کو چاند گرہن لگے گا اور سورج گرہن ایام کسوف کے نصف میں یعنی ۲۷ سے ۲۹ تک جس قدر ایام ہیں ان کے نصف میں یعنی ۲۸ تاریخ ماہ رمضان کو سورج گرہن لگے گا۔ اتنا بکھیڑا تو مرزا صاحب اس لئے فرماتے ہیں تاکہ اول شب ماہ رمضان کو چاند گرہن ماننا نہ پڑے۔ اور رسول خدا کی حدیث اس عیب سے پاک ہو جاوے کہ اس میں ماہ رمضان کی پہلی تاریخ کو جو قمر کا منخسف ہونا درج ہے وہ نہ رہے۔ چنانچہ صفحہ ۱۸ حمامۃ البشری میں درج ہے:

ثم اعلم یا ذا العینین ان لفظ النصف لفظ ذو معنین فکما ان لفظ ا لاو ل ید ل علـی او ل وقـت اللیلة بالمعنی المعرو ف و مع ذا لك علی لیلة اولی من ایا م الـخسـو ف فـکـذ لك لـفـظ الـنـصف یـد ل علی نصف فا ن من نصف الشهر الـموصو ف و مع ذا لك علی وقت نصف ا لا یا م ا لکسو ف و هو او ل نصفی النهار فی الثا من و العشرین

ہم کہتے ہیں کہ اگر بقول آپ کے یہ مان لیں کہ رمضان کی پہلی رات کی جگہ خسوف ۱۳ ماہ مذکور ۱۳۱۱ھ اور کسوف آفتاب ۲۸ ماہ مذکور مطابق ۶۔ اپریل ۱۸۹۴ء کو لگے گا تو اس میں نئی بات کون سی ہوئی، سوائے اس کے کہ دونوں باتیں ماہ رمضان میں ہوئیں۔ یوں تو مرزا جی ۱۳۲۱ھ میں بھی ہوا اس کو بھی مہدی موعود کی علامت قرار دیں۔ اور دنیا میں متواتر دو مہدی موعود مان لیں۔ چنانچہ آپ کا مرید خاص مسک العارف میں لکھتا ہے:

یہ اجتماع کسوف وخسوف رمضان ۱۳۱۲ھ میں ممالک امریکہ میں بھی واقع ہوا۔

پھر مرزا جی ایسے کسوف وخسوف کو متعلق حدیث مذکور کیونکر فرما سکتے ہیں، حالانکہ حدیث میں درج ہے کہ ابتدائے آفرینش سے ایسے نشان کسی غیر مہدی کے لئے واقع نہ ہوں گے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی یہ تو دو سال میں متواتر دو نشان واقع ہوئے منجملہ ان کے کس کو آیت مہدی موعود مانیں، اور کس کو بیہودہ تصور کریں۔ اگر امریکہ میں مہدی کا وجود مانیں تو آپ مہدی موعود نہیں ثابت ہوتے اس اشکال کو آپ کسی تفسیر بالرائے یا تاویل مضبوط سے دفع فرمائیں۔ طرفہ تر یہ کہ آپ صفحہ ۲۳ نور الحق میں تحریر فرماتے ہیں:

کہ اجتماع کسوفین بماہ رمضان ملک ہند میں اس واسطے واقع ہوا کہ مہدی موعود بھی ہند کے ہیں۔
اور آیت ظہور مہدی بھی ہند میں ہونے چاہیے تھی،

مرزا صاحب جب آپ یہ لکھنے بیٹھے تھے آپ بذریعہ الہام معلوم کر لیتے کہ سال آئندہ کو بھی ایسا تو ملک امریکہ میں واقع ہوگا پھر ایسے نشان کو ملک ہند سے کیا خصوصیت رہی۔ آپ کا مرید مذکور تو آپ کے مناقب برابر تحریر کئے جاتا ہے مگر آپ کی تصانیف کو نہیں پڑھتا آپ کچھ تحریر فرماتے ہیں وہ کچھ لکھتا ہے۔ غرض حدیث مذکور سے آپ کا مدعا ثابت ہونا محال ہے۔ بموجب بیان وتاویل مرزا قادیانی کے ہم اول وقت رات ماہ قمری کو ایام خسوف کی پہلی رات تسلیم نہیں کر سکتے۔ نہ نصف رمضان کو نصف ایام کسوف مان سکتے ہیں کیونکہ اس طرح اپنی طرف سے قرائن عبارت کے خلاف معنی پیدا کرنا خیانت میں داخل ہے نصف ماہ رمضان پندرہ ماہ مذکور ہے نہ نصف ایام کسوف جو ۲۷ سے ۲۹ تک شمار کئے جاتے ہیں۔ یعنی ۲۸ ماہ مذکور، ہم تو وہی معنی درست جانتے ہیں جو حدیث میں صاف طور پر درج ہیں۔ یعنی رمضان کی پہلی تاریخ کو چاند گرہن لگے گا اور اسکے نصف یعنی ۱۵ کو کسوف۔ ان معانی سے نہ تو ترکیب نحوی میں کوئی غلطی سرزد ہوتی ہے نہ اسلوب عبارت کے مستحسن ہونے میں کوئی کمی راہ پاتی ہے۔ پھر اس سیدھے رستہ کو چھوڑ کر الٹی چالیں کیونکر چلیں جس سے دونوں خوبیان مذکورہ بالا ہاتھ سے کھو بیٹھیں۔ مرزا صاحب آپ خیال فرماویں کہ رمضان کی پہلی رات کہیں ایام خسوف کی پہلی رات ہو سکتی ہے۔ اور کیا لِاول لیلة رمضان کے معنی اس طرح کرنا روا ہے۔ حدیث مذکور کے ترجمہ کرنے میں مرزا صاحب قادیانی کیسے بدحواس ہو کر ہر طرف دوڑے مگر ہنوز کسی جگہ قدم نہیں ٹھہرا۔ یہ دوڑ دھوپ تو اس لئے کی تھی کہ کہیں اول ماہ رمضان کو چاند گرہن کا لگنا بروئے حدیث ثابت نہ ہو، ورنہ حدیث مذکور ان کے مہدی موعود ہونے میں خلل ڈالے گی اور اس طمع پر ترکیب نحوی اور اسلوب کلام کی کچھ رعایت نہ کی۔ اور اس پر طرفہ تر یہ کہ اگر وہ اس طرح تاویل نہ کریں تو رسول خدا کی کلام معجز نظام کی فصاحت میں فرق آتا ہے۔ سبحان اللہ رسول خدا کو عربی میں ان لوگوں کی طرح بولنا نہ آتا تھا۔ اگر رسول خدا ﷺ کو ایسا مطلب عربی میں لکھنا ہوتا جو آپ کے مرکوز خاطر ہے تو کیا پھر وہ ایسی عبارت میں تحریر فرماتے جو حدیث میں ہے اور کیا پھر عبارت مذکور درجہ فصاحت و بلاغت سے نہیں گر جاتی۔ بلکہ ہمارے نزدیک تو اس کی ترکیب نحوی بھی نادرست

ہو جاتی ہے۔تاویل کرنے میں ضمائر کے مرجع الٹ پلٹ کرنے سے اور عبارت حدیث میں اپنی طرف سے ایام کسوف وخسوف کے (گڈمڈ کرنے) سے آپ نے عبارت حدیث کو کیسا بے ربط کر دیا یہ خوب ہی اجتہاد ہے۔مرزا جی اب ذرا بگوش ہوش سنیئے کہ جو معنی حدیث کے ہم نے کیئے وہ بالکل حدیث کے مناسب حال ہیں ان سے فصاحت و بلاغت موجودہ حدیث میں کوئی نقص راہ نہیں پاتا، نہ اسلوب عبارت میں کچھ مداخلت بیجا کرنی پڑتی ہے ہاں البتہ یہ بات ضرور ہے کہ پہلی رات ماہ رمضان کو خسوف ماننا پڑتا ہے۔آؤ اس کا جواب ہم ذیل میں تحریر کرتے ہیں۔بروئے حدیث نبوی ﷺ ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ قیامت سے پہلے دجال اور مسیح موعود ومہدی موعود ویاجوج ماجوج وغیرہ ظہور پذیر ہوں گے اور آفتاب مغرب سے طلوع کرے گا ان باتوں سے ظاہر ہے کہ ان امارات کبری قیامت سے پہلے نظام عالم میں کچھ ایسی تبدیلیاں سرزد ہوں گی کہ آفتاب بر خلاف قواعد مستمرہ مغرب سے طلوع کرے گا اور آگ اور دخان خلاف دستور دنیا پر نمایاں ہوں گی کیونکہ اگر نظام عالم اپنی وضع مقررہ پر رہے تو آفتاب مغرب سے کیونکر نمودار ہوسکتا ہے۔چنانچہ یہی وجہ ہے کہ پہلی ماہ رمضان کو خسوف ۱۵ صدر کو یعنی اس کے نصف پر کسوف ظاہر ہوگا یعنی برخلاف دستور قدیم کے قمر تاریخ مذکور پر بشکل ہلال نمودار نہ ہوگا بلکہ بصورت بدر نمودار ہوگا۔اس حالت میں اس کو خسوف لگے گا کیا آپ کے نزدیک عادت معہودہ کے خلاف آفتاب مغرب سے طلوع کرسکتا ہے۔اور ماہتاب پہلی ماہ رمضان کو منخسف نہیں ہوسکتا۔چونکہ دونوں امور کا اصلی باعث تبدیلی نظام عالم ہے اس واسطے دونوں قرین قیاس اور قابل تسلیم ہیں ہاں اگر نظام عالم کو اپنی وضع مقررہ پر مان لیں تو اس صورت میں اول ماہ رمضان کو خسوف کا ماننا متعذر رہوگا۔آپ یہ خیال نہ فرماویں کہ اگر رویت ہلال بوجہ من الوجوہ متعذر رہو تو پہلی رمضان کی بھی نہ ہوگی۔یا اگر جرم قمر پر کوئی حادثہ یا تغیر راہ پاوے جس سے وہ اول ماہ رمضان کو بشکل بدر نمودار ہو جاوے تو تب بھی پہلی رمضان کی نہ ہوگی۔ایسا خیال بالکل لغو ہے پہلی رمضان بموجب ترتیب شمار ایام شہور قمری کے ہوگی نہ باعتبار رویت ہلال کے۔کیا اگر شعبان کے گذرنے پر کئی دن تک بوجہ کدورت یا ابر رویت ہلال ناممکن ہو تو کیا پھر رمضان کی پہلی بھی نہ ہوگی۔نہیں رؤیت ہلال کا کچھ اعتبار نہیں جیسا کہ شارح چغمینی کا قول ہے مگر بروئے حساب اول رمضان ضرور ہوگی خواہ چاند غائب ہو یا بوجہ مذکور بصورت بدر نمایاں ہو جاوے۔باوجودیکہ اس وقت نظام عالم میں کوئی

تبدیلی واقع نہیں ہوئی ایک ہی صفحہ روزگار کہیں دن بڑے کہیں چھوٹے کہیں راتیں بڑی اور کہیں چھوٹی۔ایک جگہ دوپہردن ہے دوسری جگہ عین آدھی رات ہے۔کہیں چھ ماہ تک برابر دن ہی دن دکھلائی دیتا ہے اور رات ہوتی ہی نہیں۔کیا وہاں پہلی رمضان کی بھی نہیں ہوتی بلکہ حساب کی رو سے اول ماہ رمضان ہر جگہ اور ہر مقام پر بتا سکتے ہیں۔یہ لیل ونہار تو باوجود اس ترتیب ونظام عالم کے پایا جاتا ہے۔پس جب نظام عالم میں اس قدر تغیر واقع ہوے کہ آفتاب بھی آخر کار مغرب سے طلوع کرنے کے قابل ہو جاوے،تو وہاں اگر ہلال وقمر اپنے اپنے ایام معہودہ کے خلاف دکھائی دینے لگیں تو اس میں عجب کیا ہے۔نظام بطلیموسی قدیم جو تمام کتب کلامیہ کی جان ہے بموجب تحقیقات حکمائے متاخرین اکثر غلط ثابت ہوا ہے اور اس لئے کتب کلامیہ از سرنو قابل تصحیح وترمیم ہیں مگر کلام الٰہی میں کوئی حکیمانہ سچی تحقیقات خلل انداز نہیں ہوئی جس سے اس کا صادق اور سراپا حکمت ہونا اظہر من الشّمس ہے لیکن نظام فیثا غورسی بالکل واقعی اور درست ہے۔اس نظام میں آفتاب کو مرکز مان کر سبعہ سیارہ (قولہ سبعہ سیارہ..الخ ہرشل،سریس،پالس،جونو،دسٹا،منجون،یہ سیارے انگریزوں نے دریافت کئے اہل ہندان کے وجود سے آگاہ نہیں تھے۔۱۲منہ) کو منجملہ جن میں زمین بھی ایک سیارہ ہے آفتاب کے گرد متحرک خیال کیا گیا۔یہ زمین جس پر ہم بود وباش رکھتے ہیں اپنے محور پر مغرب سے مشرق کو پھرتی ہے اور آفتاب اپنی جگہ پر یا اپنے مستقر پر جیسا کہ آیت کریمہ اس پر ناطق ہے قائم ہے اور زمین کی حت روزانہ میں زمین کی سمت مخالف میں یعنی مغرب کو جاتا ہوا معلوم ہوتا ہے اب اگر دست قدرت زمین کی حرکت روزانہ کو بدل دے یعنی وہ مشرق سے مغرب کو متحرک ہو تو آفتاب اس کے خلاف سمت یعنی مشرق کو رواں ہوگا اور اس طرح بجائے اس کے مشرق سے طلوع کرے مغرب سے طلوع کرے گا جب نظام عالم میں اس قدر تغیر ہو تو اجتماع کسوف وخسوف اس طرح ممکن ہوگا جیسا کہ حقیقی ترجمہ حدیث مذکور سے ہوا ہوتا ہے باوجودیکہ نظام عالم ہنوز اپنی اصلی وضع پر ہے دنیا پر ایسے بھاری انقلاب رونما ہوئے ہیں کہ بس انہیں دیکھ کر حیرت ہوتی صفحہ گیتی پر ہزاروں نامی شہر ایک زلزلہ یا طوفان آنے سے غارت ہو گئے اور ان کی جگہ نئی بستیاں آباد ہو گئیں جہاں اب پہاڑ دیکھتے ہو یہاں کسی زمانہ میں سمندر تھا پہاڑوں کے طبقات اور نمک کی کانیں اس بارہ میں شاہد عادل ہیں کیونکہ جب ایک جھیل بحری سے پانی بخار بن کر اڑ جاتا ہے تو پیچھے نمک رہ جاتا ہے جو بعد مرور زمانہ کانوں سے نکالا جاتا ہے۔یہ پہاڑ جو جانب

شمال ہندوستان کے واقع ہیں کسی زمانہ میں یہاں سمندر تھا مگر ایک زمانہ کے بعد یہاں سے سمندر دور جا گرا۔ افسوس صفحہ روزگار پر ایسی کوئی دیرینہ کتاب نہیں جس سے یہ بات واضح ہو کہ جب یہاں سمندر تھے قطعات خشکی پر اس وقت کون لوگ آباد تھے پھر آپ اس ناگہانی تبدیلی کا انکار کیونکر کر سکتے ہیں جس سے پہلے رمضان کو خسوف ماننا پڑے غالباً ان امارات کبری کا عجیب الخلقت ہونا آپ بھی مانتے ہیں کیونکہ اجتماع کسوفین کو جو رمضان میں واقع ہونا خلاف عادت مانتے ہیں وہاں آپ یہ بھی مان لیں کہ خسوف قمر پہلی رمضان کو ہوگا۔ اگر ایام موعودہ مقررہ پر اجتماع کسوفین بماہ رمضان مثل دیگر امارات کبری قیامت نادر الوقوع ثابت ہو جاتا، تو ہم گردن تسلیم جھکا کر صاف مان لیتے۔ مگر کیا کریں اس امر کو تو آپ کی جماعت میں سے جھٹلانے والے پیدا ہو گئے صاحب مسک العارف جو آپ کا عاشق زار ہے وہ لکھتا ہے کہ اس قسم کا اجتماع کسوفین بماہ رمضان ۱۳۱۲ھ میں ممالک امریکہ میں بھی واقع ہوا۔ کـمـا مـر۔ سچ ہے گھر کے بھیت دہیسر ماریا؟؟۔ پھر آپ نے کس منہ سے اس قسم کے اجتماع کسوفین کو نور الحق میں ہندوستان سے خاص کر کے اپنی مہدویت کی علامت گردانا۔ یوں تو امریکہ میں بھی ایک مہدی کا ہونا ماننا پڑتا ہے واحسرتا اس جماعت میں صدق اور انصاف کے مدکیوں چپ ہیں حدیث مذکور میں جو آپ نے قرائن عبارت کے خلاف ضمائر کی مرجعوں کو الٹ پلٹ کیا اور لِاوّل لیلۃٍ من ر مضا ن کے معنی ایام خسوف کی پہل ءرات کئے۔ یہ ایسی حرکت ناشائستہ ہے کہ جس نے رہی سہی حسن عقیدہ بھی ہماری آٹھ دل سے مٹا دی۔ بھلا یہ بھی کوئی تفسیر یا تاویل ہے، اس کے ابطال پر دلائل قطعیہ پیش کئے گئے یہاں پر ہم اتنا اور زیادہ کہہ دیتے ہیں کہ نور الحق میں آپ نے اس امر پر بہت ہی زور دیا کہ پہلی رمضان کو قمر بصورت ہلال ہوتا ہے اس حالت میں اس کو خسوف کیا لگے گا اس وقت کے چاند کو تو عرب کے محاورات میں ہلال کہتے ہیں اور حدیث میں ینکسف القمر لِاول لیلۃ من ر مضا ن درج ہے جب قمر کا منکسف ہونا درج ہے تو اول رمضان میں تو ہلال ہوا کرتا ہے پھر ہلال کا منکسف ہونا کیونکر قبول کریں اس لئے تاویلاً ۱۳۔ تاریخ ماہ رمضان کا قمر مراد لے کر اسی کا منکسف ہونا مانا گیا ہم کہتے ہیں کہ اول ماہ رمضان کو قمر کا بصورت ہلال ہونا اس حالت میں مانو گے جب انتظام موجودہ کائنات میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہو جس حال میں بشہادت مخبر صادق ثابت ہے کہ آفتاب بھی مغرب سے طلوع کرے گا اور انتظام موجودہ میں ایک عظیم

تبدیلی واقع ہوگی تو پھر جس حالت میں نیر اعظم اپنی مخالف سمت میں چلنا شروع کرے گا تو اس حالت میں آپ بھی فرماویں کہ چاند اول رمضان تو کس طرح سے بصورت ہلال نمودار ہو سکے گا حالانکہ زمین اور چاند دونوں آفتاب کے گرد گھومتے ہیں خود قیاس چاہتا ہے کہ اول رمضان کو چاند ایسی حالت میں بصورت قمر نمایاں ہو کر منکسف ہوگا اور حدیث میں ایسا کہیں نہیں کہ بحالت ہلال ہونے کے وہ منکسف ہوگا۔لیکن اس تبدیلی سے بجائے اول رمضان کوئی دوسری تاریخ مثل ۱۳ یا ۱۴ ماہ مذکور نہ ہوگی بلکہ تعداد ایام شہور قمری بدستور رہے گی مگر جس مرض میں مدعیاں مبتلا ہیں اس کا دفعیہ بہت مشکل ہے کسی آیت یا حدیث کو سنداً پیش کرتے ہیں تو اس میں بھی بے جا تاویلیں کرنی شروع کرتے ہیں۔مغرب سے آفتاب کا طلوع ہونا وہ نہیں مانتے وہ کہتے ہیں کہ مغرب سے آفتاب کا طلوع ہونا یہ ہے کہ اہل مغرب میں دین اسلام اشاعت پائے گا، نہ کہ آفتاب کا طلوع۔ اورآیت اذا زلزلت الارض زلزالھا و اخرجت الارض اثقالھا میں حادثات قیامت کا ذکر نہیں بلکہ آیت مذکورہ علم جیالوجی سے متعلق ہیں جو زمانہ حال میں روبترقی ہے مہدی موعود اور مسیح کا نزول وہ مطلق نہیں مانتے، نہ دابۃ الارض، نہ دجال، نہ یاجوج ماجوج کو، یعنی حقیقی طور پر جو ان کا آنا آیات اور احادیث میں درج ہے وہ اس کو نہیں مانتے، سب کو مجاز اور استعارہ کے متعلق کر دیا۔ابھی اعلانیہ قیامت کا انکار نہیں کرتے ورنہ قیامت کے متعلق ان لوگوں نے کوئی بات بھی رہنے نہ دی اور مجاز اور استعارہ کی آڑ میں مخبر صادق کی کلام کو جھٹلایا نعوذ باللہ من ذلک کس قدر جرأت ہے۔لالچ اے تیرا خانہ خراب، تو نے کتنوں کو خراب کیا اور کہاں تک خراب کرتا جاوے گا۔جنتری نے ۲۲ مارچ ۱۸۹۴ء مطابق ۱۴ رمضان ۱۳۱۱ھ میں چاند گرہن کی خبر دی بوقت رات دو بجے درج ہے حالانکہ آپ کے ترجمہ اور تاویل میں ایام بیض کی پہلی رات یعنی ۱۳ رمضان کو خسوف درج ہے۔دروغ برگردن راوی جنتری کو جھوٹا مانیں یا آپ کی تاویل کو تاوقتیکہ آپ کی جانب سے کوئی شہادت واقعی پیش نہ ہو، ہم آپ کی تاویل کو سچا قرار نہیں دے سکتے۔غالباً آپ نے بوجہ طمع ذاتی کے بجائے ۱۴ رمضان مذکور کو ۱۳ رمضان قرار دے لی۔اب ثابت کریں کہ ۱۴ رمضان غلط تھی اور ۱۳ صدر صحیح۔معلوم ہوتا ہے کہ ایک روزہ رمضان سرے سے خورد برد کیا، اور ایک روز پیچھے چاند دیکھا۔ممکن ہے کہ مطلع صاف نہ ہونے کے باعث ایسا ہوا ہو۔آپ بروئے حساب ۱۳ صدر کو صحیح ثابت کر دیں ہم ماننے کو مستعد ہیں اور ریاضی وحساب

میں آپ کو استاد کامل تسلیم کرلیں گے۔ ورنہ ان لوگوں کی بات کون مان سکتا ہے جو پیراں نمے پرند مریداں مے پرانند کے مصداق میں داخل ہیں۔ پھر اسی جنتری میں ٦۔ اپریل ١٨٩٤ء مطابق ٢٨ رمضان ١٣١١ھ کو بوقت صبح کے سورج گرہن درج ہے۔ اس کی تاریخ مطابق ہے مگر وقت درست اور مطابق نہیں۔ کیونکہ ٢٨ تاریخ مذکور کی دونصف سے پہلے نصف نہار میں کسوف کا وجوع چاہیے تھا یعنی بعد طلوع آفتاب کے کیونکہ نہار کے لئے آفتاب کا ہونا ضروری ہے حالانکہ جنتری میں ۴ بجے صبح کے وقت کسوف درج ہے۔ اور ۴۸ منٹ اوپر ۵ بجے آفتاب کا طلوع، ٦۔ اپریل ١٨٩٤ء درج ہے۔ پس کسوف مذکور بھی پہلے نصف نہار میں جیسا کہ آپ فرماتے تھے واقع نہ ہوا بلکہ وہ تو نصف نہار سے خارج رات کا شروع ہوا ہوا ہے پس کسوف وخسوف ہر دو باوقات مقررہ تاریخ واقع نہ ہوئے۔ پس ثابت ہوا کہ اس بارہ میں آپ کا بیان نا درست ہے۔ اگر آپ ١٣ رمضان کو صحیح ثابت نہ کرسکیں اور دنیوی علوم میں اپنی نامستعدی ظاہر فرماویں تو آسمانی علوم اور اخبار کا مورد اور مخزن آپ کو کس طرح مانیں بقول:

تو کار زمین را نکو ساختی
کہ با آسمان نیز پرداختی

اس بارہ میں آپ کو اجازت ہے کہ آپ اپنے متبعین سے بھی مدد لیں جن کی تبحر علمی پر آپ کو بڑا ناز ہے۔ مرزا صاحب جو تاویل حدیث مذکور کی آپ نے کی وہ غلط ثابت ہوئی اور عبث اس کو اپنی مہدویت کا ثبوت گردان لیا اور ناحق رسالہ نور الحق کی تالیف میں اپنی تضیع اوقات فرمائی۔

باب پنجم: نزول ملائکہ

وجود ملائکہ کے بارہ میں بھی آپ غلطی پر ہیں۔ آپ فرماتے ہیں ملک الموت ایک فرشتہ آن واحد میں بایام وبا ممالک دور دراز میں کس طرح قبض ارواح کرسکتا ہے۔ اور ایسا ہی جبریل چند انبیاء پر پیغام رسانی کے لئے کس طرح آن واحد میں مثلاً نازل ہوسکتا ہے تاوقتیکہ ان کا نزول دنیا پر مثالی طور پر نہ مانے نزول ملائکہ

محال اور ممتنع ثابت ہوتا ہے اور اس بارہ میں حدیث ذیل پیش کرتے ہیں

عن عائشه قالت قال رسول اللهﷺ ما فی السماء موضع قدم الا علیه ملك ساجد او قائم ، اور ملائکه کا یه مقوله و ما منا الا له مقام معلوم

(قوله و ما منا .. الخ یہ آیت سورہ صافات میں اخیر پر ہے مقام سے مقام عبادت یا مقام خوف و ..ومحبت مراد ہے اور اس باب میں ہے کہ یہ کلام پیغمبرﷺ اور مومنوں کا ہے پھر خصوصیت جگہ کی کہاں رہی۔۱۲ منہ)۔

یہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ

ان الملائکة لا یترکون مقاماتهم و الا فکیف یصح ان یقال انه لا یوجد فی السماء مواضع قدم الا علیه ملك و کیف تبقی هذه الصورة عند نزول الملائکة الی الارض الا تعتقدون ان لجبرائیل جسم یملأ المشرق و المغرب فاذا نزل جبریل بذلك الجسم العظیم الی الارض و بقیت السماء خالیة منه ففکر فی مقدار خال وتذکر حدیث موضع قدم و کن من المسندین ثم اذا فکرت فی سورة لیلة القدر فیکون لك ندامة و حستة ازید من هذا فانّ الله عز و جل یقول فی هذه السورة ان الملائکة و الروح تنزلون فی تلك اللیلة باذن ربهم و یمکثون فی الارض الی مطلع الفجر فاذا نزلت الملائکة کلهم فی تلك اللیلة الی الارض لزم بناء علی اعتقادك ان تبتی السماء کلها خالیة بعد نزولهم و هذا کما تقدم فی حدیث موضع قدم فلا تنتقل قدمك الی الضلالة البدیهة

خود جناب کے بیان سے ہوا ہے کہ باوجودیکہ آسمان پر ہر موضع قدم پر ایک فرشتہ ساجد یا قائم ہے تاہم وہاں جبریل باوصف اس کے کہ ان کا جسم مشرق سے مغرب تک جگہ گھیرتا ہے موجود ہیں حالانکہ یہ بات اجسام ارضی کے لئے نہیں ہوتی بلکہ ان اجسام کے لئے تداخل منع ہے یعنی جہاں ایک جسم ہوتا ہے وہاں دوسرا موجود نہیں ہوسکتا۔تاوقتیکہ پہلا جسم وہاں سے علیحدہ نہ ہوجائے۔دیکھو علم طبیعات۔اور بموجب عقاید اسلام

وجود یا جسم ملائکہ بھی ایسا ہے کہ اس پر اجسام ارضی کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے یہی باعث ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اس بارہ میں کمال غلطی کی اور برخلاف عقیدہ اہل سنت و جماعت ایک نیا طریق ایجاد کیا اور اپنے دعوے میں جو دلیل لائے وہ کمال ردی ثابت ہوئی۔ اگر بقول آپ کے سارے آسمان پر صرف دو قسم کے ملائکہ یعنی ساجدین اور قائمین موجود ہوں تو ان کے سوائے اور کوئی فرشتہ نہیں جو سوائے سجدہ بجا لانے کے یا ہمیشہ قیام میں رہنے کے کوئی اور خدمت بھی بجالاتا ہو۔ اگر کوئی ہے تو تمام آسمان تو دو قسم کے ملائکہ سے بھرپور ہے۔ پھر دوسرے ملائکہ کہاں رہتے ہونگے غرض وجود ملائکہ دنیا کے اجسام سے کچھ نرالا ہے۔ جس طرح یہ نور مجسم باعتبار خواص ذاتی روشنی کے رفتار سے بھی زیادہ سریع السیر ہیں ایسا ہی آسمان پر اپنی جگہ لینے میں کسی کی مزاحمت نہیں کرتے دنیا کا وجود بھی وجود ملائکہ سے خالی نہیں۔ اور ہر نفس بشر کے ساتھ کئی ایک ملائکہ ہیں۔ کیا کبھی ان کی جانب سے جگہ کی بابت کوئی مزاحمت محسوس ہوئی۔ ہرگز نہیں۔ جس حال میں مختلف خدمات کی انجام دہی کے لئے مختلف قسم کے ملائکہ آسمان پر رہتے ہیں تو پھر ساجدین اور قائمین میں ان کو کیوں محدود فرماتے ہیں۔ ان کا شمار سوائے ذات باری کے کوئی بھی نہیں جانتا جس حالت میں وہ مختلف اوقات میں بصور مختلفہ نزول کرتی ہیں تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہیے کہ جب جبریل اپنی اصلی صورت کے ساتھ دنیا پر نازل ہو تو وہ ساری سطح زمین پر سما بھی نہیں سکے گا اس لئے وہ زمین پر کبھی اپنی اصلی صورت سے نازل نہیں ہوا اور انبیاء پر صرف ظلالی یا تمثال کی صورت پر نازل ہوتا تھا اور خود اپنی قیام گاہ کو کبھی نہیں چھوڑتا تھا جس حال میں ملائکہ چھوٹے بڑے اجسام یا اشکال میں باوقات مختلفہ نازل ہو سکتے ہیں تو پھر سمائی کی بابت کون سا جھگڑا پیدا ہو سکتا ہے ان کا نزول ذاتی طور پر ہوتا ہے نہ بطریق ظلالی یا مثالی کے ورنہ ان کے پروں کا ہونا عبث قرار دیا جاوے گا جو وہ اپنی قرارگاہ نہیں چھوڑتے۔ اور صرف مثالی طور پر نازل ہوتے ہیں تو پھر ان پر دو دو تین تین چار چار کس لئے ہیں مثال یا ظلال کے لئے پروں کا ہونا ضرور نہیں کیا آئینہ میں جو عکس پڑتا ہے وہ بھی پروں کی امداد سے اڑ کر آئینہ میں جاتا ہے نہیں نہیں اس کے لئے پروں کا ہونا ضرور نہیں۔ یہی حال ملائکہ کا اگر وہ انبیاء پر بصورت عکس یا تمثال نازل ہوتے تھے تو پھر پر کس لئے ہوئے۔ ان کا عکس یا تمثال تو سوائے پروں کے انبیاء پر پہنچ سکتا تھا جب وہ اپنی قرارگاہ سے کبھی حرکت نہیں کرتے تو پھر پر فعل عبث میں داخل ہیں۔ لیکن حکیم مطلق کا کوئی فعل

خالی ازحکمت نہیں ہے۔لہذا ثابت ہوا کہ خود اس قسم کے عقیدے میں خرابی اور ضلالت بھری ہوئی ہے آیات قرآنی سے صاف عیاں ہے کہ ملک الموت کے ہزاروں مددگار ہیں قبض ارواح میں وہ سب اس کی مدد کرتے ہیں اوران کی امداد سے وہ لاکھوں کی ارواح قبض کرسکتا ہے۔اور خود بھی آن واحد میں ہر جگہ پہنچ جاتا ہے۔تار برقی کے خواص پر نظر نہیں کرتے کیا ایک لمحہ میں ہزاروں کوس تک اس کا اثر نہیں پہنچ جاتا۔ پھر ملائکہ میں اس خواص کے ہونے کا انکار کیوں کرتے ہیں۔ یہ عجیب طریق ہے کہ جو بات ذرہ دقیق یا غور طلب ہو چلو قصہ پاک اس کا انکار کر دیا کیا سورۃ صافات اور والنازعات وغیرہ پر آپ کی نظر نہیں۔ وہاں قبض ارواح کرنے والے ملائکہ بصیغہ جمع مذکور ہوئے اور جبریل کے بارہ میں ہے ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثم امین یعنی جبریل کا حکم ملائکہ آسمان پر مانتے ہیں۔ جب ایک کام پر متعدد ملائکہ مامور ہوں تو پھر آپ کا وہ اعتراض کہاں رہا کہ ایام وباء میں ایک فرشتہ ہزاروں کے روح کس طرح قبض کرتا ہوگا۔اور جبریل بذات خود آن واحد میں مختلف ممالک کے انبیاء پر کس طرح نازل ہوکر احکام الٰہی پہنچا سکتے ہیں۔ یہ بھی نہیں سوچتے کہ ظلال میں بھی کہیں پیغام رسانی کی استعداد ہوسکتی ہے۔کیا جبریل پیغمبروں پر صم بکم نازل ہوا کرتے ہیں۔ یہ تو ایسی باتیں ہیں کہ گویا آپ وجود ملائکہ کے قائل ہی نہیں مرزا جی کہیں یہ سعادت اصحاب نیچر سے تو نہیں حاصل کی جو وجود ملائکہ کے منکر ہیں،اور صرف استعاروں میں اس کو اڑانا چاہتے ہیں۔

باب ششم: مسئلہ تصویر

معاملہ تصویر میں بھی آپ پکے مجتہد اور مہدی موعود ثابت ہوئے۔آپ نے عکسی تصویرات اپنے مریدوں کو بانٹ دی کہ وہ ہر حالت میں ان کو دیکھ کر تصور میں غرق رہیں اور تصویر کو حرز جان اور قبلہ حاجت قرار دیں۔ یہ خیال نہ کیا کہ یوں ہی تو دنیا میں بت پرستی کی بنیاد قائم ہوئی جس حالت میں خود پیشواؤں نے ایک بدعت کی بنیاد قائم کردی پھر اس کے پیرو اس میں روزمرہ ترقی کریں گے اور آخر کار بت پرستی کی رسم از سرنو شروع ہوجاوے گی۔

صاحب تنقید الکلام تحریر فرماتے ہیں کہ مسلمان ہر علم وفن میں بدرجہ کمال پہنچے لیکن فن تصویر میں انہوں نے کوئی ترقی نہ کی۔ خدائے تعالی کی شان اگر مرزا صاحب قادیانی کچھ مدت اس سے پہلے پیدا ہوئے ہوتے تو فن تصویر سازی اور بت پرستی میں مسلمان پورے ماہر ہو جاتے بدعت اور ضلالت کی راہ کھلتی ہے تو کھلنے دو ہمیں اپنی نفس پروری سے کام ہے، اس میں ہرج نہ ہو۔

باب ہفتم: تعمیر منار، اور اس کا اشتہار

حج اور بیت اللہ کی زیارت کے تو آپ آرزومند نہیں، نہ وہاں جا کر وہاں کی برکات حاصل کرنے کا شوق ہے، بلکہ آپ ان دنوں ایک مینار بنانا چاہتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ حدیث کی رو سے مسیح کا اترنا مینار مذکور پر تسلیم کیا جاوے۔ آپ کو اترے ہوئے تو کئی سال ہوئے مینار کا بکھیڑا آج یاد آ گیا۔ اور مسجد کو اب مسجد اقصی مشہور کرنا چاہا اور روپیہ کے جمع کرنے کا ایک عجیب طریقہ نکالا۔ آفرین! آپ ہیں بڑے استاد۔ (جہلاء) کے دیدہ بصارت میں آپ کو خاک بھرنا خوب آتا ہے۔ یہ لوگ ہیں بھی اسی لائق۔ مرزا جی بس یہیں مسجد اقصی اور معراج نبوی، اور بیت اللہ سب کچھ بنا لیجئے، اور خبردار بیت اللہ کا قصد کبھی نہ کرنا۔ ورنہ بہت نقصان اٹھاؤ گے کیونکہ بے ارادت کوئی کام کامیابی کو نہیں پہنچتا۔

آپ صاف تحریر فرماتے ہیں کہ مغرب کو جانا نشان زوالی اور علامت شومئی طالع ہے۔ سچ ہے جس حالت میں وہاں جانے میں سراپا ہتک اور ذلت متصور ہے، تو پھر وہاں کیوں جاویں، یہیں سب کچھ ہو سکتا ہے۔ اپنا گھر ہی بیت اللہ ہے، تو پھر وہاں کیوں جانے لگے تھے۔

قصہ کوتاہ آپ کی لمبی چوڑی شطحیات کو اس مختصر میں کہاں تک جگہ دیں۔ جس آدمی کو خداوند تعالی سعادت ابدی سے محروم نہیں رکھنا چاہتا، وہ صرف تھوڑی سی باتوں میں پا جاوے گا کہ جس راہ پر مرزا غلام احمد قادیانی نے چلنا اختیار کیا ہے، اس راہ پر اسقدر خار ہی خار بوئے گئے کہ پاؤں دھرنے کی جگہ نہیں العاقل تکفیہ الاشارہ۔

پہلے تو نہ تصویروں کا تصور، نہ تعمیر منارہ کا ولولہ اٹھا، اب جو ذریت تقویت ہوئی اور کئی ایک شکار دام میں آپڑے تو اب غزال ختن کی طرح ہر طرف چونکڑیاں بھرنے لگے۔ یہ کیا ہے ابھی تو بعد چندے آپ کی ذات بابرکات سے بہت سے عادت ظہور پذیر ہوں۔

باب ہشتم: ادعائے نبوت

ابھی صریح لفظوں میں نبوت کا دعوی نہیں کیا، گو انبیاء کے جملہ کمالات کے آپ مدعی ہیں، اور امام مہدی اور مسیح موعود بنے بیٹھے ہیں۔ اگر جہلا مریدوں کا رجوع برابر رہا، تو پھر صریح دعوی کر دیں گے۔ اب بھی مرزا جی نبی اور ولی میں کچھ فرق نہیں جانتے۔ وہ کہتے ہیں کہ ولی بالقوۃ ایک نبی ہے۔ نبی کے سب کمالات اس میں جمع ہیں، کچھ فرق نہیں۔ دیکھو ان معانی کی رو سے مدعی نبوت ہیں ورنہ اس تحریر سے اور کیا نتیجہ نکلتا ہے۔

باب نہم: آپ کی عربی میں غلطیاں

اب ہم حسب وعدہ آپ کی عربی زبان کے باب میں کچھ تحریر کرتے ہیں جس کو مرزا غلام احمد صاحب نے ضرورۃ الامام اور نور الحق میں بے نظیر اور صحیح اور فصیح قرار دیا، اور فرمایا کہ جس الہام کی عربی عبارت میں صرف و نحو کی رو سے غلطیاں ہوں، وہ الہام صدق سے خالی ہے۔ مولوی اصغر علی صاحب ایم او ایل پروفیسر عربی کالج لاہور نے نور الحق مصنفہ جناب میں صرفی نحوی غلطیاں نکال کر دکھا دیں اور کہا کہ اگر نور الحق کے مقابلہ میں میری عبارت عربی زیادہ تر فصیح و بلیغ پائی جاوے، تو آپ کو دعوی مہدویت سے دست بردار ہونا ہوگا۔

آپ بجواب (یہ جواب مکتوب بر صفحہ ۱۹۹، الحق نمبر ۱۳ درج ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی نے ۳۰۔ اپریل ۱۸۹۴ء کو تحریر فرمایا تھا، منہ) اس کے ان غلطیوں کو قبول کر کے اپنی پیرانہ سالی اور دائم المریض ہونے کو معذرت پیش کرتے ہیں، اور پروفیسر مذکور کو اس کے مقابل عربی رسالہ کی تالیف کرنے سے روک کر پابند چند شرائط مشکلہ کا فرما کر دو مہینے کی مہلت دیتے ہیں۔

افسوس انصاف نہیں، ورنہ آپ کے الہام میں جس حال میں غلطیاں قسم مذکور پائی گئی تھیں، آپ فوراً ایسے جھوٹے الہاموں کو حسب بیان آپ کے چھوڑ دیتے اور راہ راست پر آ جاتے۔مگر راستی لیں کہاں سے۔کار دین کو تو ایک کھیل تماشہ سمجھ لیا ہے، اور آثار قیامت اور قیامت کو ایک امر فرضی اور وہمی خیال کیا۔پھر خوف کس کا اور محاسبہ کہاں کا۔عربی زبان آپ کی مادری زبان نہیں، نہ آپ اہل عرب کی صحبت میں کبھی بیٹھے جن کو اس میں پوری دست گاہ ہے۔پھر یوں ہی گھر میں بیٹھ کر فضیلت مآب اور علامہ عصر بننا کیونکر راست تصور کیا جائے۔آپ کی عربی زبان میں بادی النظر میں غلطی ہائے مندرجہ ذیل پائی گئیں لیکن جس قدر زیادہ پڑتال کریں اور ملکہ عربی دانی بھی جس قدر زیادہ ہو اسی قدر تصانیف میں غلطی ہائے پائی جاویں گی۔ہم نے بطور نمونہ بعض ان کا ذکر کر دیا، جو لوگ عربی زبان میں ملکہ مضمون نگاری نہیں رکھتے، انہوں نے ہی انہیں سلطان القلم اور بے عدیل ادیب قرار دیا ورنہ علاوہ ان اغلاط کے ایک عیب ان کی تصانیف میں یہ ہے کہ جملوں کے جملے دوسری تصانیف سے بطور سرقہ (قولہ: سرقہ..الخ۔اس مضمون کو ہم پھر کبھی عند الضرورۃ لیں گے اس وقت تو ہمیں صرف ان کی غلطیوں کو ثابت کرنا ہے۔۱۲منہ) اٹھا کر اپنی تصنیف میں داخل کر دیئے، ورنہ بقول عبرت:

جو کوئی آ پکڑتا ہووے شاہی
اسے غیرت ہے دریوزہ گدائی

تبصرہ:

تبصرہ ملحقہ کو بغور ملاحظہ فرماویں عربی میں صلات کا طریق استعمال بہت مشکل ہے..علی الخصوص غیر اہل زبان کو تو بڑی ہی مشکل ہے۔غلطیاں کر کے اپنی بلاغت کے مدعی ہوں تو پھر نہایت ہی شرم کی بات ہے آپ حمامۃ البشری میں بصفحہ ہائے ذیل فرماتے ہیں۔

ص۹: و ما ا حا طه معارف اقوا لی

ص ٤١ ۔ و قد ا حا طه علی اهل ا لا ر ض

ص ٤٠ ۔ و قد ا حا طت بر کا ته کل از منة

ص ۳۹ ۔ و قد ا حا طوا علی اھل ا لا ر ض

آپ نے احــــاط کا استعمال بغیر صلہ باءِ موحدہ کے کیا جو غلط ہے۔اس کا طریق استعمال اس طرح پر ہے۔

قولہ تعا لی : ا حاط بھم سرا دقھا .. الخ ، و اللہ محیط بالکا فرین،

پھر خلاصہ الحساب میں ہے لا یحیط بجمع نعمہ عدد۔

پھر دائرہ کی تعریف میں ہے فا ن ا حا ط بہ وا حد فر جا ری فدا ئرۃ۔

اور پھر کرہ کی تعریف میں، و الـجسـم ذوی ا لا متـدا دات فـا ن ا حـا طـہ سـطح متسـا وی الخارجۃ من دا خلہ الیہ فکرۃ۔

اور صراح میں بھی ایسا ہی درج ہے۔ یـقا ل ا حا ط بہ علماً ۔ ، و ا حا طت الخیل بہ ۔ و ا حا طہ بہ علمہ ۔ نہ یہ کہ ا حا ط علیہ علماً ۔ و احا ط علیہ علمہ

نمبر۲۔پھر تحفہ بغداد کے صفحہ ۳۱۔۳۲ پر یہ ارشاد ہوتا ہے:

و کا دت تلمعن انوار شمسی ۔ فیتبعھا الوری الا الوقا ح

اتقتلنی بغیر ثبو ت جر م ۔ فقل ما یصدر ن منی جنا ح

آپ نے نظم میں نون ثقیلہ وخفیفہ کا استعمال اس کثرت کے ساتھ کیا جس سے حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح اپنی عربی کو آپ نے گرانبار کر دیا۔کس کس موقع پر اصلاح کریں۔ایک دو مقام ہوتے تو بحکم شعر

زمین شعر میں دیکھا ہے اکثر
نہیں پڑتا قدم ہر گز برابر

چشم پوشی بھی کر جاتے ہیں، جہاں آپ نے ذرہ بھی شعر کو وزن سے گرا ہوا دیکھا وہاں جھٹ نون ثقیلہ یا خفیفہ جڑ دیا۔کسی نے سچ کہا ہے

چو در شعر افتد ضرورت بشد
تشدید در شعر چرّا نباشد

سیبویہ کے نزدیک نون تاکید اس مضارع پر جو طلب سے خالی ہو بضرورت داخل کرنا جائز ہے مگر

محققین کے نزدیک نون مذکور اس مستقبل کے ساتھ مختص ہے جس میں معنی طلب کے پائے جائیں جیسا امر نہی وغیرہ، اور جو مستقبل کہ خبر محض ہو اس پر نون تاکید داخل نہیں ہوتا۔ مگر بعد داخل ہونے لام تاکید کے کذا فی شرح المرام ،پس کا دت تلمعن چونکہ خبر محض ہے اس میں اس کا خلاف کیوں کیا۔ اور ایسا ما یصدرن کو خلاف مقصود مستقبل استعمال کر کے نون تاکید اس پر کس لئے داخل کر دیا۔ بھلا اس کی کیا ضرورت تھی۔ آخر یہی نہ کہ وزن شعر ہاتھ سے نکلا جا رہا تھا چہ خوش وزن درست ہو۔ معنی بلا سے درست ہوں یا نہ چونکہ نون تاکید مضارع یا مستقبل کے ساتھ مختص ہے نہ ساتھ ماضی کے تو معنی یہ ہوں گے کہ، کہو مجھ سے کیا گناہ البتہ سرزد ہوتا ہے یا ہوگا۔، جو بالکل لغو اور لچر ہے حالانکہ مقصود یہ تھا کہ مجھ سے کیا گناہ ہوا۔ پس یہ خرابی بوجہ داخل کرنے نون تاکید کے ہوئی۔ پھر آپ خیال فرماویں کہ قل فعل متعدی ہے اس کا مفعول بہ یا مقولہ، ما یصدرن منی جناح ،کو قرار دیں تو عنی یہ ہوئے کہ، اے مخاطب (اگر مثلاً تم میں سے کوئی معترض) ہو تو کہہ دینا کہ مجھ سے کیا گناہ سرزد ہوا یعنی مخاطب سے جو محض خلاف مقصود شاعر ہے۔ غرض آپ کو قل کا اپنے محل پر استعمال کرنا نہیں آیا۔ چاہے ما کو موصولہ مانو یا استفہامیہ (قولہ موصول ..الخ۔ موصولہ قرار دیں تو ایک اور تازہ غلطی پائی جاتی ہے یعنی اسم موصول اور اس کے صلہ میں جناح لانا بے محاورہ ہے البتہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ ما صدر منی الجناح ،یا ، ایّ جناح صدر منی ۔۱۲منہ) دونوں صورت میں یہ شعر ادائے مطلب میں ناقص اور ناتمام ہے۔ مرزا جی اسی سرمایہ پر اعجاز مسیح میں بمقابلہ پیر مہر علی شاہ صاحب قریباً ۷۰ صفحہ تک صرف یہی دم نخوت مارا کہ کہ ادیبان عرب وعجم میرے مقابلہ میں پست وسرنگون ہیں۔ آپ کی عربی دانی غالباً انہی دو امر پر منحصر ہے کہ یا تو آپ جس طرح اپنی پنجابی زبان استعمال میں لاتے ہیں بس اسی طرز پر عربی کو بھی استعمال کرتے ہیں۔ عرب کے محاورات کی مطلق پرواہ نہیں۔ گویا عربی کو پنجابی کا تابع بنا دیتے ہیں۔ یا کوئی لغت کی کتاب پاس رکھ کر اس میں سے الفاظ اٹھا کر اپنی عبارت عبارت میں داخل کر دیتے ہیں تاکہ فقرہ بندی برابر ہوتی چلی جاوے۔ اور عبارت رنگین معلوم ہو۔ چونکہ یہ لفاظ آپ کے مضمون کے ساتھ چنداں تعلق نہیں رکھتے اس واسطے وہ اس پر شاہد عادل ہیں کہ براہ سرقہ اٹھا کر وہاں رکھی گئی اور آپ کا مال نہیں۔

پھر نور الحق جلد ثانی صفحہ ۵۸ پر درج ہے ۳:

وردنا الماء صفواً غیر مکدر

ویشرب غیرنا وشل الاجام۔

ترجمہ: ہم پانی میں وارد ہوگئے جو مصفا اور غیر مکدر ہے اور ہمارے مخالف تھوڑا سا جنگلوں کا پانی پی رہے ہیں

یہ نظم بھی غلط ہے کیونکہ صفواً غیر کدر الماء کی صفت واقع ہو رہی پھر صفواً غیر کدر کو نکرہ کیوں لائے۔ الف لام تعریف اس پر داخل کیوں نہ کیا کہ دونوں میں اتحاد ہو جاتا جو ضروری تھا

لاق نیجب مطابقة الموصوف للصفة فی التعریف و التنکیر (حاشیہ شرح ملا)

ولم یوصف ذواللام الا بمثله نحو جاءنی الرجل الفاضل نه فاضل

نمبر۴: پھر نور الحق میں بصفحہ ۶۵ یہ شعر ہے

ورثنا الصحف فاقت کل کتب

وسبقت کل اسفار بشان

شعر ہذا میں الصحف پر الف لام تعریف لانے کی کیا ضرورت تھی۔ اگر اس کو نکرہ بحال خودش رہنے دیا ہوتا تو بہتر تھا کیونکہ نکرہ لانے سے اس کی عظمت زیادہ متصور تھی جیسا کہ ولیال عشر میں باوجود یکہ سورہ والفجر میں پہلے والفجر آیا دوسرے جملہ معطوفہ میں ولیال عشر موجود ہے۔ جب ایک جملہ صفت واقع ہوتا ہے تو موصوف کا نکرہ ہونا ضرور ہے۔ پھر نکرہ ہی کیوں نہ رہنے دیں اگرچہ معرف بلام عہد ذہنی کی صفت جملہ خبریہ واقع ہو سکتا ہے مگر زیادہ تر مستحسن نکرہ ہے کما مر

۵۔ پھر نور الحق کے صفحہ ۵۹ پر یہ شعر ہے

اتانی الصالحون فبایعونی

وخافوا ربھم یوم القیام

شعر ہذا میں خافوا کے دو مفعول ربھم و یوم القیامۃ لانا بیجا ہے۔

اگر ایسا ہی لانا منظور تھا تو خافوا من ربھم یوم القیامۃ کہنا مناسب تھا جیسا کہ قولہ تعالیٰ انا نخاف من ربنا یوماً عبوساً قمطریراً۔

رسالہ سر الخلافہ مصنفہ مرزا صاحب قادیانی میں درج ہے، کہ حمامۃ البشریٰ وغیرہ میں صرفی نحوی غلطیاں لوگوں نے نکالیں جو اتفاقاً یا سہو کاتب سے وقوع میں آئیں شکر تو یہ ہے آپ نے قبول کیا۔ پھر ایسے لوگ بھی بقول آپ کے غبی ہوئے؟ سبحان اللہ جن لوگوں نے آپ کی غلطی کی اصلاح کی اور آپ کو اس پر متنبّہ کیا وہ بھی غبی ہوئے محسن کش اور احسان فراموش ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔ مہدی موعود میں ایسے نیک وصف ضرور ہی ہونے چاہییں۔ کیسی شرم کی بات ہے کہ ایک معاملہ میں آپ حق بجانب نہ ہوں پھر بھی جھوٹ پر ثابت قدم رہیں۔

آفرین: ایں کار از تو آئے ومرداں چنیں کنند۔ مگر یاد رہے کہ یہ غلطیاں ایسی نہیں کہ سہو کاتب کہی جاسکیں

نمبر۶: پھر نور الحق کے صفحہ ۴۵ پر:

لها احسان علينا ۔ علینا کی جگہ الینا چاہیے تھا۔

دیکھو صراح لفظ حسن، اور اخوان الصفا میں

و قال قائل منهم لا يخلوا فتاوى العلماء من احدى ثلثة وجوه اماعتقها او التخفيف عنها او الاحسان اليها ۔

ہر جگہ صلات کے استعمال میں آپ غلطی کرتے ہیں کہیں السلام عليكم کی جگہ السلام اليكم نہ کہہ دینا

نمبر۷: پھر حمامۃ البشریٰ کے صفحہ ۶ پر یہ عبارت ہے:

و مليت الصدق فى قلو بهم ۔

ہم نے مليئت کا استعمال کہیں بھی ایسا نہ دیکھا بلکہ اس طرح مستعمل ہے

ملئت بيتى نوراً بتسمها ۔ حكايت الصالحين

امتلوا غما ۔ اخوان الصفا

لملئت منهم عربا .. الخ ۔ آیت قرآن شریف

كانت تخرج كلى ليلة و تاخذ جرة الماء فتملاها ماء منتخبات العربيه

شعر الف لیلہ:

مـــلـــئـــت قـــلـــو ب الـــنـــاس مـــنك مهـــا بة

و الـــكـــل تـــكـــلأ هـــم بـــقـــلـــب خـــا شـــع

پنجابی صدق کو دل میں بھرنا کہا کرتے ہیں لیکن عرب دل کو صدق سے بھرنا بولتے ہیں۔ آپ نے اکثر پنجابی کو عربی کا امام زمان یا مہدی موعود مان لیا جدھر پنجابی اپنا رخ کرے پس عربی اس کے قدم بقدم چلے اور پنجابی کے ہی محاورات کی پیروی کرے۔

نمبر ۸: پھر حمامۃ البشری کے صفحہ ۱۳ پر یہ درج ہے:

و الله ما قلت قو لًا فی وفات المسیح و عدم نزو له و قیا می مقا مه .. الخ

یہ الہامی عبارت ابتدائے کتاب ہذا میں مرقوم ہے اس میں چار جگہ عشـــر سـنـة درج ہے حالانکہ عشـــر سنین چاہیے تھا نـحو ثلا ثة ر جا ل الی عشرة ر جا ل اور ثلا ث نسوة الی عشر نسوة ۔ دیکھو شرح ملا

نمبر ۹: پھر اسی عبارت کے ذیل میں یہ عبارت:

و کا نت من جملتها هذا الا لها م .. الخ۔

الها م کو بصیغہ مونث لائے اور پھر و کـنـت صـنـفت کتا باً فی تلك ا لا یام التی مضت علیها عشر سنة کتاب کو مونث لائے اور سمیتها البرا هین فرمایا

نمبر ۱۰: پھر تحفہ بغداد صفحہ ۷ پر:

فالعجب کل العجب علی فهم ر جل یشك فی وفا ته ۔ ،

علی کی جگہ من چاہیے۔ پھر قصیدہ لطیفہ کا یہ شعر

ا کـــا ن لـــکـــم عـــجـبـــاً یـبـعـــث مـجـدد

هـــلـــم انـــظـــر و افتـــن الـــز مـــا ن و فـــکـــروا

یہاں بھی عـجـب کا صلہ باء موحدہ لائے جو محض غلط ہے کبھی من کبھی باء موحدہ کبھی لا م کبھی عـلـی کا عجب پر استعمال کرتے ہیں۔ ایسی عربی عجیب الوضع نادر الوقوع پر ہمیں بھی تعجب آتا ہے۔

نمبر۱۱: پھر صفحہ ۹۶ نور الحق پر یہ شعر: كم من شرير اهلكوا

شعر ہذا میں مرزا صاحب قادیانی وحدت اور جمعیت کو بھی بھول گئے۔ شریر واحد مفعول ما لم يسم فا عله اور اهلكوا اس کا فعل مجہول بصیغہ جمع لائے حالانکہ دونوں میں مطابقت ضروری تھی بجائے اهلكوا، صرف اهلك چاہیے تھا۔ جیسا کہ ابیات ذیل میں ہے

وكـــم لـــلـــلـــه مـــن لـــطفٍ خـــفـــيٍ
يـــدق خـــفـــاه عـــن فهـــم الـــزكـــى
وكـــم بـــرٍ اتـــى مـــن بـــعـــد عســـرٍ
و فـــرّج لـــوعة الـــقـــلـــب الشـــجـــيّ
وكـــم هـــمٍ تـــعـــا نيـــه صبـــا حـــاً
وتـــا تيك الـــمســـرـــة بـــالـــعشـــى

نمبر۱۲۔ پھر صفحہ ۴۰ حمامۃ البشری میں درج ہے:

وتـرجّح الا سلا م فی با طنها على ملل ا خرى بل سمعنا از يد من هذا و لكن لا نرى ان نذ كر ها .. الخ

یہ جملہ ملکہ قیصر ہند کی شان میں درج ہے جس حال میں ان کا ذکر صریح موجود ہے پھر نہ معلوم لكن لا نرى ان نذ كر ها، کے کیا معنی ہوئے۔ اگر بجائے نذ كر ها، نذ كره ہوتا تاہم خیر تھی، اب تو صریح غلطی ہے کچھ یہی غلطی اس قسم کی آپ سے نہیں ہوئی آپ جولانی طبع میں تذکیر تانیث کی رعایت کو بالکل بھول جاتے ہیں کما مر غير مرةٍ

نمبر۱۳: پھر بصفحہ ۷۷ تفسیر اعجاز المسیح میں یہ عبارت مندرج ہے:

فـلا تـكـن كـا لـذى سـرى ايـجـاس خـوف الـلـه و استشعاره و تسريل لباس الـوقـاحة وسـعـاره ۔ انتهى ۔ ترجمہ: پس مباش ہم چو کسی کہ دور کرد در دل داشتن خوف الٰہی و نہاں داشتن او و پوشیدہ لباس وقاحت و جامہ آن۔

پس مقام غور ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے تسریل کا استعمال وضع زبان کے برخلاف کیا یعنی تسرل فعل لازم کو فعل متعدی کے طور پر استعمال کیا۔ لازمی اور متعدی کی بھی خبر نہیں۔ پھر اس کتاب میں کس قدر اپنی تبحر علمی پر فخر کیا۔ پھر اسی کتاب میں یہ تماشا دیکھو کہ صفحہ ۲۴ میں آپ فرماتے ہیں

قلت فی نفسی ان نذ هب الی لا هور فای حر ج فیه لعل الله یفتح بیننا و یسمع الناس ما یخر ج من فینا و فیه فشا ورت صحبتی فی ا لا مر و کشفت عند هم عن هذا السرّ و استطلعت ما عند هم من الرای و سر دت لهم القصة من المبا دی الی الغا ی فقا لوا لا تر ی ان تذ هب الی لا هور ۔ترجمہ: در دل خود گفتم کہ اگر ما نیز ہم بہ لاہور راریم کدام حرج است تا شاے خدا در ما حکم کند۔ ومخلوق را از اں سخن ہا آگاہ کند کہ از دہن ما وہن او براند پس درایں امر بدوستاں خود مشورت کردم وایں راز برایشاں کشودم و از ایشاں آگاہی خواستم کہ درایں رائے شما چیست وتمام قصہ از اول تا آخر برایشاں خواندم۔ پس در جواب گفتند کہ نزد ما حاجتے نیست کہ بہ لاہور روی

اور پھر صفحہ ۵۳ پر ارشاد ہے:

و انی عا هد ت الله ان لن ا حضر موا طن المبا حث و اشعت هذا العهد فی التا لیفا ت فما کا ن لی انکث العهود واعصی الر ب الودود ۔ فلا جل ذ لك اغلقت هذا البا ب و ما حضرت الخصم للبحث و لو عیّبنی و اغتا ب

ترجمہ: ومن با خدائے خود عہد مے دارم کہ در مقامات مباحثات حاضر نشوم وایں عہد را بذریعہ کتاب ہائے خود شائع کردہ ام۔ پس مرزا جائز نبود کہ عہد ہا را بشکنم ۔ وخدائے خود را نافرمان شوم۔ پس برائے ہمیں ایں در را بند کردم۔ وبرائے بحث حاضر نشدم۔ اگر مرا بعیب منسوب کرد وگلہ کرد۔

اب ناظرین انصاف فرماویں کہ اپنے حریف کے مقابلہ میں تاب مقاومت تو تھی نہیں اور اس واسطے لاہور نہ گئے۔ اب گھر میں حریف سے پیچھا چھڑا کر باتیں بنانی شروع کر دیں۔

مشتے که بعد از جنگ یاد آید
بر دہان خود باید زد

کبھی تو فرماتے ہیں کہ دوستوں نے مجھے لاہور جانے سے روکا، کبھی فرماتے ہیں کہ میں نے خدا سے عہد کیا ہوا تھا کہ مقامات بحث میں حاضر نہ ہونگا۔ مرزا جی اگر خدا سے عہد تھا تو پھر دوستوں سے مشورہ کیوں کیا ۔خیر مضائقہ نہ دارد۔ آپ کے الہام ہیں بھی ایسے ہی شکی کہ آپ کو بھی ان پر پورا وثوق نہیں ۔اور پھر دوستوں سے مشورہ کرتے ہیں ۔ ہائے توبہ اس سپر اندازی اور عجز پر بھی وہی شیخی ۔آ کر شرم بھی تو کچھ شئے ہے ۔ یوں ہی منہ سے کچھ کا کچھ کہے جانا، کیسی فضول اور لایعنی حرکت ہے دیکھو پیر مہر علی شاہ صاحب کی نسبت کیسے الفاظ استعمال کیے جن سے ان کی اہانت متصور ہے۔ کیا ایک پیشوائے دین سے ایسی ناشائستہ حرکت زیبا ہے۔

قوله : فما انت و ما شا نك ايها المسكين الجو لروى انتعا ذى على با خلا ط الزمز و او با ش الناس ايها الغوى ايها الغافل اعلم ان السماء اهد تك الىّ لتكو ن نمو ذ ج عبرة فى ا لا ضين و قا د ك الىّ ؟؟ لير ى الناس ر بى قدر المقبو لين ۔(ص۲۹۔اعجاز المسیح)

ہمیں خدا کی قسم کہ ہمارا پیر مذکور سے کوئی تعلق مریدانہ نہیں لیکن اس سرمایہ علمی پر ایک ایسے پیر طریقت عالم جید کے مقابلہ میں ایسے مکروہ الفاظ اور اس قدر فخر کہ انّ كلا مى هذا قد جعل من المعجزات (ص۲۸۔اعجاز المسیح) ہاں صاحب بے شک آپ کا کلام معجزہ ہے کیونکہ کوئی ورق غلطی سے خالی جو نہیں جہاں اپنی جولانی طبع (حاشیہ۲: قولہ مریدانہ ..الخ ۔۔مرید کیسا بلکہ میں تو ان کی جانب سے ایک طرح پر کشیدہ خاطر ہوں کہ انہوں نے بذریعہ ایک تحریر کے میری امداد سے پہلو تہی کیا اور میری دل شکنی کا باعث ہوئی ۔۱۲ منہ) میں آ کر محاورات کتب عربی یا ان کے اتباع اور انتخاب کو چھوڑا ایں وہیں گر پڑے كما مرّ ۔ اگر ایسی ہی عربی کی چند کتابیں آپ نے تالیف کیں تو کوئی امر قابل تعریف نہیں ۔ان عبارات میں اگر کچھ اچھی یا محاورہ بھی ہوں تو کیا ہوا۔ یوں تو:

گاہ باشد کہ کودکے ناداں
بغلط بر ہدف زند تیرے

آخر خطا پر ہر ایک شخص ملزم قرار دیا جا سکتا ہے علی الخصوص متکبر اور مصرّ، نہ متواضع اور مقر۔

نمبر ۱۴۔ پھر اسی کتاب کے صفحہ ۱۳ پر فرماتے ہیں:

کہ ہمارے صارو ا لا بلیس کا لمر نین فی ا لاصفاد و انجذ بوا الی البا طل کانھم یقادو ن فی القید ۔(ترجمہ)۔ وبرائے شیطان چناں شدند کہ گویا در قید او مضبوط بستہ شدند وسوئے باطل چناں متجذب شدند کہ گویا ایشاں در قید ہا کشیدہ می شوند

اس عبارت میں غالباً انجذ بو اکو فعل مجہول گردانا، اور فعل متعدی سے فعل مجہول بنتا ہے، نہ لازمی سے۔ حالانکہ انجذبوا فعل لازم ہے۔ مصنف نے بوجہ اپنی بے علمی کے اس کو متعدی سمجھا اور ویسا ہی استعمال میں لایا۔ لو مرزا جی ہم خاصیت باب انفعال ذیل میں درج کرتے ہیں اور آپ کو ہدایت کرتے ہیں کہ اس قسم کی غلطی آئندہ نہ کرنا (قولہ غلطی ..الخ: چونکہ ہم نے نہ مہدویت کا دعوی کیا نہ اپنی کلام کو معجزہ قرار دیا، اس واسطے کسی منصف مزاج کا حق نہیں کہ ہماری لفظی غلطی پر ناحق اعتراض کرے۔۱۲ منہ) ورنہ دعوی عربی دانی لغو اور لاف زنی پر مبنی ہوگا۔

ا۔ باب انفعال کے خواص میں سے یہ ہے کہ اس کو لزوم وعلاج لازم ہے یعنی ہمیشہ لازمی آتا ہے اور جو لفظ اس باب سے آوے اسی کو ضرور ہے کہ اثر فعل جوارح کا ہووے یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضائے ظاہر کے کام ہوں

ا۔ اکثر مطاوعت فعل جیسا کہ کسر تہ فا نکسر توڑا میں نے اس کو پس ٹوٹا،

قطعتہ فا نقطع کاٹا میں نے اس کو پس کٹ گیا۔

افسوس ہے جن لوگوں نے آپ کو اس قسم کی غلط فہمیوں سے آگاہ کر دیا اور آپ متنبہ ہو کر آئندہ خبردار ہو گئے اور ذرا قلم اٹھانے کی جرأت ہوگئی ان کو آپ سر الخلافت میں غبی قرار دیتے ہیں (یہ کتاب مرزا صاحب کی تصنیف ہے)۔ اپنے محسن کا احسان خوب مانتے ہیں اور اسی فعل ناپسندیدہ کی سزا ہے کہ اب تک باوجود سمجھانے کے بھی نہیں سمجھے اور برابر غلطیاں کئے جاتے ہیں۔

نمبر ۱۵۔ پھر صفحہ ۵۳ کتاب مذکور پر،

و قد دعو تہ من قبل ففرّ من شو کتی ثم دعوت فھا بہ ھیبتی ۔

ترجمہ: ومن او را پیش ازیں دعوت کردم، پس از رعب من بگریخت باز دعوت کردم پس ہیبت من براو

زیادہ شد۔

ترجمہ تو ہم نے حسب دلخواہ کرلیا مگر عربی عبارت کے یہ معنی ہیں:

کہ ہیبت میری اس سے یعنی حریف سے ڈرے،

جو خلاف مقصود ہے۔ حریف کا ذکر کرتے بھی ایسے حواس باختہ ہوتے ہیں کہ کہنا کچھ تھا، منہ سے کچھ اور ہی نکل جاتا ہے۔ مباحثہ کے وقت آپ ضرور حریف پر غالب آتے۔ حواس پہلے ہی قائم نہیں تھے۔ دیکھو صراح میں رجل مهيب کی تصریح میں یوں درج ہے:

الذی یها به الناس یعنی مہیب اس کو کہتے ہیں جس سے لوگ ڈریں۔

پھر نور الحق جلد ثانی صفحہ ۱۹ پر اہل نجوم اور اہل تنجیم کے الفاظ درج ہیں،

بجائے ان کے اہل ہیئت کہنا چاہیے تھا۔ دیکھو شارح چغمینی نے اس علم کو علم ہیئت سے یاد کیا ہے، نہ نجوم سے جس میں ستارگان کی سعادت و نحوست کا جھوٹا بکھیڑا ابھرا ہوا ہے۔

نظام شمسی صفحہ ۳۱، پر ایک فاضل اجل یورپین کا بیان:

ولایت انگلستان میں کئی برس گذرے کہ بعضے آدمی جو اکثر باتوں میں صاحب فہم تھے وے بھی علم نجوم کو مانتے تھے یعنی آدمیوں کی قسمت کا حال بسبب گردش سیارات کے معلوم کرتے تھے مگر جس طرح کہ روشنی کا آثار تاریکی کو دور کردتا ہے اسی طرح علم ہیئت نے بھی علم نجوم کو باطل کردیا اب کوئی عاقل اس پر اعتبار نہیں کرتا۔

مرزا جی بے چارے اولڈ فیشن کے آدمی ہیں۔ پرانے لغو خیالات اب تک دل پر چھائے ہیں۔ حال کی نئی روشنی سے کچھ اصلاح حال کر بھی لی مگر کہاں تک، آخر یہ خیالات ظاہر ہو ہی جاتے ہیں۔ بحکم القلب العليل يميل الى الا با طيل علم نجوم کا ذکر کس فخر کے ساتھ کیا۔

زیادہ تر افسوس تو ان لوگوں پر ہے جو مغربی علوم سے بہرہ مند ہو کر پھر اس طرح کے لغو خیالات کو پا نہیں جاتے۔ مغربی تعلیم تو ایسی ناکارہ نہیں کہ اپنے کسی مرید خاص کو بلا تحقیق کسی کی دام تزویر میں اولجھنے دے، اور اس طرح اس کے اندوختہ کو معرض تلف میں لائے۔ یہ نیک تعلیم ہم کو یہ سبق تو ہرگز نہیں دیتی کہ جن دینی

امور کی ماہیئت کو کماحقہ علل دریافت نہیں کر سکتے ان کے وجود کا ہی انکار کر دیں۔ وجود ملائکہ بہشت دوزخ (قولہ بہشت ..الخ ۔مرزا صاحب بہشت کا وجود عینی یا ذاتی نہیں مانتے اور نہ علمائے دین کی طرح حور وغلمان وروضہ رضوان کو مانتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ بہشت اس راحت دوامی کا نام ہے جو مومن کے ساتھ اس کے نور ایمان کی طرح رہتی ہے۔ دیکھو فلسفہ قرآن مولفہ مرزا صاحب،اس معاملہ میں بھی آپ سرسید احمد خان کے پیرو ہیں۔نعوذ باللہ منہا) بعث ونشر اور معجزات انبیاء اور حیات مسیح جو عالم ملکوت سے علاقہ رکھتی ہے ان کی پوری پوری معلومات ہمارے مولا ہمارے خالق پاک کو ہے۔عقول ناقصہ انسانی ان کی ادراک کما ہی میں نارسا ہیں۔ نہ ان کا یہ حق ہے کہ ہر مسئلہ دقیق میں الہامی کتب کے ہم پلہ ہو سکیں۔اب مرزا صاحب اپنی ضرورۃ الامام کو ملاحظہ فرماویں جہاں لکھا ہے کہ جس الہام کی عربی عبارت میں بروئے صرف ونحو غلطیاں ہوں وہ سراپا کذب و بہتان ہے۔ چونکہ آپ کے سارے مسائل دینیہ الہام ہیں ۔پس بوجہ غلطی ہائے مندرجہ صدر وہ سب کے سب زیور صدق سے بے بہرہ یا فی الواقع الہام ہی نہیں بلکہ وہ آپ کے دلی خیالات ہیں جو وقتاً فوقتاً آپ کے دل پر طاری وساری ہوئے اور آپ نے بوجہ ہوائے نفسانی ان کو الہام مان لیا تا کہ لوگ آپ کو پیشوائے دین تسلیم کر لیں اور یہ بھی واضح عائے عالی ہو کہ کچھ یہی غلطیاں آپ کی تالیفات میں نہ تھیں بلکہ جس قدر زیادہ پڑتال کرتے ہیں اسی قدر زیادہ برآمد ہوتی ہیں اگر آپ چاہیں گے تو سوائے اور بھی پیش کش کی جاویں گی بالفعل اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے اب ہم آپ کے حق میں یہ دعا کرتے ہیں اور خود بھی خواستگار ہیں

ر بّنا لا تز غ قلو بنا بعد اذ ھد یتنا و ھب لنا من لّد نك ر حمة انّك انت الو ھا ب

آ مین ثم آ مین و السلا م علی من اتبع الھدی ۔

خاکسار محمد یار صادق۔ساکن کوٹلہ سیداں ضلع شاہ پور

ضمیمہ:

کتاب ہذا کے اختتام پر یہ امر بھی قابل گذارش ہے کہ چونکہ یہ خاکسار مدت سے تالیفات مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پڑھ کر دل میں از بس متردد تھا اوران کی مخالفت پر کمر بستہ تھا، ناگاہ مجھے خواب میں نہر رواں سے ایک پرچہ کاغذ ایسا ملا جس میں یہ بشارت تھی کہ تیرا اپیل جو اپنے مخالف کے باب میں تھا، وہ منظور ہوا۔یعنی

تو اپنے عقاید میں بالکل سچا ہے، نہ مخالف۔

پھر دوسری دفعہ یکم اپریل ۱۹۰۱ء کو یہ احقر بحالت خواب قادیان گیا اور مرزا صاحب قادیانی سے رو بروئے مکالمہ ہوا۔ آپ ذرہ جوش طبع سے میرے ساتھ تقریر کرنے لگے میں نے کہا مرزا جی میں اس قدر فاصلہ سے حاضر خدمت ہوا، ایسے جوش طبع سے ڈرنے کا نہیں۔ آپ وقار سے گفتگو کریں۔ فرمایا ۶۵ دن میں ہمیں بدلائل قطعیہ سمجھا دیں گے اس بارہ میں کتابیں ہم نے طلب کی ہیں۔ فقط

اس خواب کے بعد میں نے آپ کی جملہ تصانیف دیکھنی شروع کیں اور متعجب تھا کہ اب دیکھیں میرے دل پر کون سا اثر پڑتا ہے۔ مگر اب تک کچھ بھی اثر ان کی ناکارہ تعلیم کا مجھ پر نہ پڑا بلکہ میں زیادہ تر اپنے عقیدہ اہل سنت والجماعت میں پختہ ہوتا گیا، اور سمجھ گیا کہ یہ خواب محض شیطانی تھا۔ چاہتا تھا کہ مجھے بذریعہ خواب ڈرا کر بدراہ کرے۔ مگر خدا کا شکر کہ اس پروردگار عالم نے مجھے بچا لیا۔ یہ خواب میں نے مرزا صاحب قادیانی کے اکثر مریدوں کو بتا دیا تھا۔ مجھے خدا کی قسم یہ بیان بالکل سچ ہے۔ و اللّٰہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم و السلام علی من اتبع الھدی۔ تمت بالخیر

نقل تقریظ پیر مہر علی شاہ

یہ کتاب جس قدر میرے ملاحظہ سے گذری، نہایت عمدہ محاورہ سہل الفہم پائی۔ معہذا وثاقت مضامین مولف کے محقق ہونے پر شاہد۔

الراقم العبدالملتجی الی اللہ المدعو بہ مہر علی شاہ عفی عنہ

مرأۃ الحق پر قادیانی تبصرہ

اڈیٹر الحکم بتاتے ہیں کہ شاہ پور کے ضلع میں کسی نئے مخالف نے جنم لیا ہے جن کا نام غالباً مولوی یار محمد ہے۔ اس کی کوئی مطبوعہ کتاب مرأۃ الحق.. وغیرہ آئی تھی، ان کا ذکر مولوی عبدالکریم نے کیا اور اس کے رسائل کا خلاصہ بیان کیا جن میں سے وفات مسیح بھی تھا۔ حضرت اقدس (مرزا قادیانی) نے فرمایا کہ تعجب ہے ان

لوگوں نے مسیح کی نسبت یہ عقیدہ رکھا ہوا ہے کہ وہ مردے زندہ کیا کرتا تھا، اور بعض پرندوں کا خالق بھی تھا، عالم الغیب اورشافی بھی تھا۔اور پھر یہ بھی مانتے ہیں کہ وہ صاف آسمان پر چلا گیا۔ان لوگوں سے پوچھنا چاہیے کہ اسکی موت کی خبر اور پیش گوئی کہاں ہے؟ حالانکہ قرآن شریف میں صاف لکھا ہے کہ خدا تعالی مسیح سے پوچھے گا کہ کیا تو نے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا بنالو۔حضرت مسیح اس سے اپنی بریت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں نے نہیں کہا۔اور پھر کہتے ہیں فلمّا تو فیتنی کنت انت الرقیب علیھم ۔

اب ہم پوچھتے ہیں کہ جب مسیح کو قیامت سے پہلے آسمان سے اترنا تھا تو پھر قیامت میں ان کا یہ جواب تو دروغ گویم برروئے تو، کا مصداق ہوتا ہے؟ (اخبار الحکم قادیان ۱۰ ستمبر ۱۹۰۲ء ص ۱۱۔۱۲)

ردقادیانی فیصلہ آسمانی

یعنی احوال سیالکوٹ جلسہ جو کہ ۲ نومبر ۱۹۰۴ء کو ہوا

من تصنیف: محمد دین عاجز سیالکوٹ

خادم التعلیم پریس سیالکوٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اول حمد خداوند تائیں بعد درود نبی نوں
یاراں تے اصحاباں تائیں نالے آل سبھی نوں
استھیں پچھے مرزے دا میں ذکر سناواں بھائی
جیونکر وچہ سیالکوٹ دے اس نے عزت پائی
حافظ ظفر جاں مرزے تائیں دوّلے کفر لگایا
دے ثبوت قرآن حدیثوں ثابت کر دکھلایا
سن مرزائی ایہ گل یارو پلے پا کے روون
اندر وڑ کے پٹن نالے والاں سرے دے کھوون

آکھن پیر اساڈا کافر ہویا ہن کی کریئے
یا ہتھیں پھڑ موہرا کھایئے یا کھوہے ڈب مریئے
آخر کار دلیلاں کرکے خط مرزے نوں پاون
بحث کرن دی خاطر اوس نوں وچہ سلکوٹ بلاون
سارے عالم فاضل تینوں فتوی کفر لگاندے
تیرے کئی مرید اساڈے چوں پھر دے جاندے
جا ملے خط مرزے تائین قادیان اندر بھائی
کھول لفافہ پڑھ مرزے نے کل حقیقت پائی
مڑ جواب ایہ لکھ مرزے نے طرف مریداں پایا
میں آواں کجھ دیر نہ کرساں بھیجو تسیں کرایہ
دو سو نقد روپیہ گھلیا مرزے دے ول بھائی
کر لیا جدوں وصول روپیہ پھر ایہ بات سنائی
سر دے درد کیتا ہے لاغر میرے تائیں بھائی
آمد دی تاریخ چوی یا چھبی لکھ پوچائی
چھبی ماہ اکتوبر دی نوں سنے قبائل دھایا
ہو اسوار دجال کھوتے دا وچہ سلکوٹے آیا
ہن دساں بھائیاں دے تائیں جو اس رتبہ پایا
پولس حفاظت خاطر پہرہ اس مجرم تے لایا
اسٹیشن توں اوتر بیٹھا بند گڈی وچہ بھائی
اوس گڈی دے اگت پچھے پولس تمامی آ ہی

جویں کسے مجرم نوں حاکم حکم سزا فرماوے
اوس مجرم دے اوتے پہرہ پولیس تمامی لاوے
اسی طرح مرزے اتے پہرہ پولیس لگایا
نس نجاوے ایہ ہے قیدی قادیاں تھیں ہے آیا
خلقت بھی اسٹیشن اوتے بہت جمع ہو آئی
ہے اج مرزے ملحد اوناں منکر ایہ آوائی
جس ویلے آ چلی بگی طرف شہر دے بھائی
اوئے اوئے کرکے خلقت اوس دے تاڑی لگائی
ہتھاں دے نال تاڑی مارن پڑھن لا حول زبانوں
ایہ جاندا ابلیس بھراؤ جو وڈا شیطانوں
لوگ تمامی اوس بگی دے مگر جو ہیسن سارے
بھر بھر بک مٹی دے اوہناں مارے خوب عنارے
جیوین جیویں خلقت اوچی اوچی پڑھ لا حول سناوے
تیوں تیوں اوہ ... دا بچہ دوری پھڑ دا جاوے
وچہ طبیلے مرزایاں دے مرزا جس دم آیا
واڑ طبیلے ابلیسے نوں ہر کوئی گھر نوں وہایا
اوس طبیلے دے وچہ آ کر بستر خوب جمایا
اوسے ویلے مرزائیاں نے ایہہ سوال سنایا
چھپ کے تون رناں وچہ بیٹھوں مرزائیاں نے کیہا
توں وڑ بیٹھوں رناں اندر ساڈا نہیں کجھ ریہا

لوگ تمامی ساڈے تائیں کافر پیئے بناون
ملک عرب دے عالم سانوں فتوی کفر لگاون
حافظ ظفر سناوے اوہدا پیا کلام جباری
مسجد تے بازاراں اندر سن دی خلقت ساری
جد ایہ طعنے مرزے تائیں مرزائیاں نے لائے
سوچاں کر دل اندر مرزا ایہ جواب سنائے
حکم دتا اشتہار چھپا کر وچہ بازاراں لاؤ
ہر گز میرے کہنے اندر عذر نہ تسیں لیاؤ
وچہ سراں مہاراج والے لیکچر دتا جاوے
جس نوں خواہش سنن دی ہووے وچہ سراندے آوے
جو آدمی چپ کرکے بیٹھے حکم بولن دا ناہیں
جو بولے پولیس حوالے ہو سی جانے سائیں
ایہ اشتہار شائع چا کیتا مرزائیاں نے سارے
مضمون جس دا کھول سنایا ہے میں اگّے پیارے
پیر صاحب نے وعظ اپنے دا چا اشتہار چھپایا
بوہے سراں دے اگے ہونا وعظ ساڈا فرمایا
مرزائیاں درخواست کیتی صاحب کمشنر اگّے
وعظ نہ ہووے پیر صاحب دا بوہے سراں دے اگے
صاحب بہادر نے فرمایا منع نہ کیتا جاوے
پیر صاحب جی جتھے چاہے اوتھے وعظ سناوے

مذہبی معاملے دے وچہ ہر گز دخل نہ دیواں کوئی
سن کے ایہ گل مرزائیاں دی سخت بے عزتی ہوئی
صاحب بہادر نے مرزائی وانگ سگاں درکائے
نا امید ہو کے سرکاروں پرت گھران ول آئے
ماہ نومبر دی سی دوجی بدھ دا روز بھراؤ
جس دن لیکچر دتا مرزے حالا سندے جاؤ
بیٹی صاحب نے حکم کمشنر کرن حفاظت آئے
محمد یوسف خاں ڈپٹی نوں بھی ہمراہ لیائے
باکر خان جو منبر کمیٹی مجسٹریٹ کہلاوے
اس نوں بھی کپتان بہادر جلدی نال بولاوے
آ مرزے نوں کڈن اندروں ٹم ٹم اتے چڑھاون
دائیں بائیں ہو کے حاکم وچہ سراں لے جاون
خلق خدا دی اگوں پچھوں سجیوں کھبیوں بھائی
جو ہن راہاں دی کھہ کر کٹھی سر مرزے دے پائی
اٹاں وٹے تے پھر ڈھیماں مکیاں وڈیاں بہایاں
ہو بے دھڑک مگر ابلیسے پڑھ لا حول چلایاں
جا وڑیاں جان وچہ سراں دے بوہا بند کراوے
مت کوئی دشمن مینوں آ کر جانوں مار نہ جاوے
وچہ سراں دے جا کے اوسنے لیکچر ایک سنایا
اس میں مضمون سناواں جو سننے وچہ آیا

اس لیکچر دے وچہ دیباچے لکھیا ہیسی بھائی
پینتی ہزار خلق اللہ میری پیشوائی نوں آئی
سری کرشن دا اوس کیہا میں اوتار ہاں آیا
ہندو کرن میری سب پوجا مرنے نے فرمایا
داخل وچہ کفر دے ہویا پڑھ کے سبق شیطانوں
آپ زبانی بنیاں کافر دور ہویا ایمانوں
ایہ کجھ وچہ سراں دے اوس نے بکیا ہیسی بھائی
جو کجھ خدمت بھائیاں دے وچہ میں ہے عرض سنائی
عیسائیاں دے وچہ عیسی بنیاں مسلماناں دا مہدی
سری کرشن ہندواں دا بنیاں اک گل سا سو رہندی
دن پچھے آ جاون جس دے کم پچھے اوہ کردا
قہر خدا دے کولوں دل وچہ ہرگز مول نہ ڈر دا
کھوتے وانگوں کھیت پرائے آپے جا جا وڑ دا
جد تک ڈانگا ں پون نہ اسنوں ہرگز صبر نہ کر دا
کھیت تمامی سبزی والے اس نے چا وگاڑے
پکڑ کریسی جس دن مالک بھن دے سی کھکھواڑے
جو مالک دے باغی ہوئے اک دن پکڑے جاون
مالک یوم الدین دے اگّے حاضر کیتے جاون
پچھ ہوسی تساں دنیا اوتے کی کجھ عمل کمائے
کی کجھ میری جنت کارن قیمت تسیں لیائے

جھوٹے دعوے کر دے جیہڑے اک دن پکڑے جاسن
ہتھیں کڑیاں ترت فرشتے پیریں بیڑیاں پاس
حاکم حکم کریسی اس دے طوق گلے وچہ پاؤ
اس نے بے فرمانی کیتی دوزخ ول لے جاؤ
سچ تے جھوٹھ نتر سی اس دن رو رو پچھیوں تاسن
ملک ربانی جد دوزخ وچ پٹھے کر لٹکاسن
اے بھائیو! دنیا دے اندر دعوی کوڑ نہ کریئو
مرزے وانگر دعوی کر کر نہ کافر ہو مریو
عاجز یارا چھڈ ایہہ جیہڑا جھب سراں ول جائیں
کڈہ کرشن سراں دے وچوں ڈیرے وچہ پچائیں
نکل کرشن سراں دے وچوں چڑھیا اپنی بگھی
سگ ہلکائے وانگ اوس پچھے خلق خدا دی لگی
اگر وانگر اٹھاں ڈھیماں خلقت مارن لگی
نالے کہن زبانوں اس نوں مار خدا دی وگی
جیوں جیوں اٹاں پین زیادہ بگی تیز چلا وے
جتنے منصب دا کوئی ہوئے ایسا ہی درجہ پاوے
گھٹا مٹی گوہا حیواناں سرائے ہے تے پیا
مر گیا بے شرم وہ یاراں ؟ اوہ جیوندا رہیا
جیسی اس دے نال ہے ہوئی کسے نال نہ ہووے
شرم حیا والا جے ہووے اندر وڑ کے رووے

لنگ آیا بازار تمامی ڈیرہ نیڑے آیا
بگی اوتوں اوتر شتابی پیدل اوٹھ سدایا
وڑیا آن گلی دے اندر جتھے خاص ٹکاناں
اوس گلی دا حال سناواں سن توں یار سجاناں
اوس گلی وچہ وڑیاں پہلاں دھوبیاں دا گھر آوے
عزت مرزے دی ہوون والا رب سبب بناوے
انہاں دے دروازے اندر سی ایک مرد رباناں
کھلا اڈیکے مرزے تائیں عاجز درد سنجاناں
گوہا جیہا گلا ہتھ وچہ لے نذرانہ آیا
جو نظر اندا ے سی لائق اوہ بھی اونویں آیا
جدوں مقابل آیا اس دے اس گوہیا وگایا
سٹ گوہا مرزے دے منہ تے جاندا نظر نہ آیا
بھر گھٹا منہ نالے داہڑی بڑا بے عزت ہویا
ڈٹھا پرت مریداں جس دم آکھن ایہ کی ہویا
دیکھن تالی گوہے دی مرزے سندا چہرہ بھریا
منہ اکھیں ناساں دے اندر کجھ داہڑی وچہ اڑیا
پانی لیا مرزائیاں جلدی منہ مرزے دا دھویا
وچ طبیلے نال مریداں رل کے داخل ہویا
جس ویلے مرزے نے اپنا نام کرشن سنایا
اوسے ویلے آریاں رل کے چا اشتہار چھپایا

سری کرشن جی بن دا ہے تے وچہ مقابل آوے
بحث کرے آ نال اساڈے ہر گز دیر نہ لاوے
جس ویلے ایہ سنیاں مرزے تھر تھر کمبن لگا
ٹر جاون دیاں نال مریداں کرن صلاحاں لگا
عاجز یارا وچہ تیاری رکھیں مرزے تائیں
جویں مرید رنان نوں کردا اوہ بھی آکھ سنائیں
جدوں مرید کوئی اپنی کرن مرید لیاوے
گھر مرزے دے عورت اپنی واڑ پچھاں مڑ جاوے
جاں عورت نگ بو ہے وچوں اندر قدم ٹکاوے
اس رن کے پنجے وہ اپنا پنجہ مرزا پاوے
پنجے وچہ پنجہ پا کے پنجہ کردا اوس آگاہی
جے مرید ہوون دی خواہش رکھ نہ کجھ چھپائی
برقہ لاہ شتابی منہ توں کہندا اوس زن تائیں
برقہ لاہون اندر ہن توں ہر گز دیر نہ لائیں
جے کر اگوں عذر کرے اوہ میں نہ برقہ لاواں
باجھوں خصم اپنے توں میں کیوں اپنا مکھ دکھاواں
تاں مرزا اوس عورت تائیں کر تقریر سناوے
پیغمبراں تھیں جے کوئی عورت اپنا مکھ چھپاوے
جس نوں ایتھے دیکھیا نائیں حشر کویں پچھاناں
ایہ مرید ہوئی سی میری حالت کیکر جاناں

سن تقریر ایہ مرزے کولوں برقہ ترت اوٹھاوے
برقہ لاہ مرزے دے تائیں اپنا مکھ دکھاوے
اس زن دیاں چشماں نال چشماں مرزا جدوں ملاوے
دوہنہ دیاں چار ہوون جد چشماں شہوت غلبہ پاوے
پھر اوس عورت تائیں مرزا کلمہ چار پڑھاندا
کہو قبول کیتا میں تینوں پھر اوس نوں سمجھاندا
پھر اس عورت نوں پھڑ مرزا سینے نال لگاندا
اندروں باہروں اس عورت نوں کر کے پاک دکھاندا
ایسے طرح رناں دے تائیں اوہ مرید بناندا
سب یاراں دی خدمت اندر حال سنایا جاندا
عاجز یارا مرزے تائیں چھڈ اینویں وچہ تیاری
کیوں کر پہنچا اسٹیشن تے دس حقیقت ساری
جیوں کر بند گڈی وچہ بھکے ٹیشن ول آیا
جیوں کر رستے اندر اس نے اعلی رتبہ پایا
ماہ نومبر دی سی تریخی جس دن رخصت پائی
اوہ ظالم سلکوٹ شہر تھیں کیتا دور الہی
اگے پچھے پہرے کارن پولس تمامی لائی
نالے دنیا مگر آ اسدے پھکڑی خوب لگائی
نصرت جہان بیگم مرزے نوں بولے سخن اوارہ
وچہ سلکوٹ کیتا کھجل مینوں توں مکّارا

واہ واہ عزت ایس شہر وچہ آ کے تیری ہوئی
رب کرے نہ تیرے وانگر پاوے عزت کوئی
خلق خدا دی تیری ایتھے عزت خوب بنائی
کھہ سواہ داڑھی تیری وچہ بکاں بھر بھر پائی
دنیا ساری تیرے اوتے سو سو لعنت پاوے
لعنت جو گیا لعنتاں کھا کھا شرم نہ تینوں آوے
قصہ کوتہ اسٹیشن تے جس ویلے اوہ آیا
لیکے ٹکٹ فوراً مرزائیاں گڈی اوتے چڑھایا
سب مرید بٹھا گڈی دے وچہ ترت سلامی ہوئے
گڈی چل گئی جس ویلے گھر ول رخصت ہوئے
گڈی جس ویلے چلی دساں تینوں بھائی
چلدی گڈی دے وچہ مرزے جیونکر عزت پائی
لین دوالے دوہنہ کوہاں وچہ خلق کھلوتی آہی
آن کھلوتی... کے اس دی میرے بھائی
عاجز یارا .. کجہ نظر ں خلقت لے کے آئی
حاضر خدمت یاراں اندر آکھ سناویں بھائی
چلیے دی سواہ کسے لیاندی ، گھٹا کوئی لیا ئیا
ماہجا گوہا پکڑ کسے نے گڈی وچہ وگایا
جیوں جیوں نیڑے آوے لوک نہ دیر لگاون
جو جو تحفہ لیائے ہیسن خدمت وچہ پوچاون

غیرت کھا مرزے دی بیگم چھتر چا دکھایا
لاہ کے اگوں کپڑا لوکاں درشن خوب کرایا
کیتا دور شیطان خدا نے خلقت شکرانہ لایا
برکت نال استاد دی رب نے قصہ جوڑ چڑھایا
طفیل محمد بخشی رب نے طاقت عاجز تائیں
جلسے چھپی مرزے دا میں لکھیا حال تداہیں

قادیانیت اور اس کا بانی

مولانا محمد نجم الغنی خلف مولانا عبدالغنی رامپوری نے مذاہب الاسلام کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں بہت سے فرقوں کے حالات انہیں کے مذاہب کی کتابوں سے اور ان کے عقاید اور بانیان مذاہب کے حالات بھی لکھے گئے ہیں۔ یہ ۲۵۵ صفحات کی کتاب ہے۔ اور بابیوں نیز قادیانیوں وغیرہ کو مسلمان سمجھ کر مذاہب الاسلام میں ان کا ذکر کیا ہے اور ان کے متنازعہ عقائد پر بحث کی ہے۔ یہ کتاب پہلی بار ۱۹۰۱ء میں شائع ہوئی۔ دوسری مرتبہ ۱۹۰۴ء میں کارخانہ پیسہ اخبار خادم التعلیم سٹیم پریس لاہور میں طبع ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے اس کتاب کا ایک حصہ ۱۹۰۹ء میں شائع ہوا جس میں صفحہ ۱۰۷ سے ۳۰۷ تک مرزا قادیانی اور قادیانیت کے بارے میں لکھا گیا۔ اور مناظرہ رام پور کا بھی ذکر ہے۔ نیز معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب کافی ضخیم تھی اور دو یا تین حصوں میں منقسم تھی، جتنی لکھی جاتی، طبع کرادی جاتی تھی۔

اس کتاب میں مولانا نجم الغنی نے جو کچھ مرزا صاحب قادیانی اور ان کے مذہب کے بارے میں لکھا ہے اسے مولانا کے حالات زندگی کے بعد نقل کیا جایا ہے۔

(مولوی نجم الغنی خان ولد مولوی عبدالغنی خان ۱۲۷۶ء میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ ۱۳۰۱ھ میں رام پور علوم عربیہ کی تکمیل کی شمس العلماء مولانا عبدالحق مولوی محمد طیب مکی اور مدرسہ عالیہ کے اساتذہ سے فیض پایا۔ ۱۸۸۹ء کے امتحان سالانہ مدرسہ عالیہ سے درجہ اول پر کامیاب ہوئے۔ یونانی طب حکمائے لکھنو اور اپنے ماموں حکیم محمد اعظم خان سے حاصل کی۔ کچھ دن رام پور میں ریاست کی

ملازمت کی اور یکم نومبر ۱۹۰۱ء سے ۱۹۲۲ء تک اودے پور کے ہائی سکول میں ہیڈ مولوی رہے۔ وہاں سے ترک تعلق کر کے تمام توجہ تصنیف اور تالیف پر مصروف کی۔ ان کی تصانیف کا سلسلہ بہت وسیع ہے اور اہل رام پور کو ان کی ذات پر فخر کرنا بجا ہے۔ باوجود قلت معاش اپنے سرمایہ سے اپنی تالیفات کو مشتہر کراتے ہیں۔ شب و روز تالیف اور تصنیف کا مشغلہ ہے اور ان کے قلم سے رام پور اور اہل رام پور کی علمی شہرت کا سارے ہندوستان میں چرچا ہے۔ آپ کی تصنیفات کی یہ فہرست ہے: مذاہب الاسلام (چند بار طبع ہو چکی ہے)۔ عقود الجواہر فی احوال البواہر۔ سلک الجواہر، اخبار الخادبہ تاریخ رام پور۔ تاریخ اودھ (پانچ جلدوں میں دو بار طبع ہو چکی ہے) کارنامہ راجپوتاں، وقائع راجستان۔ تاریخ راجپوتانہ۔ نہج الادب قواعد فارسی۔ رسالہ نجم الغنی قواعد فارسی۔ منتہی القواعد۔ بحر الفصاحت۔ مفتاح البلاغت۔ خواص الادویہ۔ خزانۃ الادویہ۔ قرابادین نجم الغنی۔ مختصر الاصول۔ مزیل الغواشی۔ تعلیم الایمان، تذکرۃ السلوک، شرح سراجی۔ معیار الافکار۔ شرح چہل کاف۔ مفتاح المطالب وغیرہ (تذکرہ کاملان رام پور مولفہ حافظ احمد علی خان شوق ہمدرد پریس واقع کوچہ چیلاں دہلی۔ مارچ ۱۹۲۹ء طبع اول۔ ص ۴۱۱۔ ۴۱۳۔ تاریخ وفات معلوم نہیں ہوسکی، معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کی تحریر کے وقت آپ زندہ تھے کیونکہ آپ کے والد عبدالغنی صاحب کے حالات کے ضمن میں صفحہ ۲۳۴ پر لکھا ہے کہ آپ (نجم الغنی): ریاست اودے پور کے مدرسہ میں فارسی کے پروفیسر تھے)

مذاہب الاسلام صفحہ ۲۴۴ سے ۲۵۵ تک کا مضمون قادیانیت سے متعلق ہے جو یوں ہے:

اس زمانہ میں مرزا غلام احمد قادیانی نے دعوی کیا ہے کہ میں وہی عیسی مسیح ہوں جن کی قیامت کے قریب موجود ہونے کی آنحضرت ﷺ نے خبر دی ہے۔ ان کے زعم میں یہ بات صحیح نہیں کہ حضرت عیسی بن مریم آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور زندہ ہیں۔

مرزا جی اپنے دعوی کی تائید میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالی اپنی کتاب عزیز اور قرآن کریم میں ان کو متوفیوں کی جماعت میں داخل کر چکا ہے اور سارے قرآن میں ایک دفعہ بھی ان کے خارق عادت زندگی اور ان کے دوبارہ آنے کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ ان کو صرف فوت شدہ کہہ کر پھر چپ ہو گیا۔ لہذا ان کا زندہ بجسدہ العنصری ہونا اور پھر دوبارہ کسی وقت دنیا میں آنا نہ صرف اپنے ہی الہام کے رو سے خلاف واقع سمجھتا ہوں بلکہ اس خیال (حیات مسیح) کو نصوص بینہ قطعیہ قرآن کریم کی رو سے لغو اور باطل جانتا ہوں۔ اور نہ کوئی حدیث صحیح مرفوع متصل موجود ہے جس نے متوفی کے لفظ کی کوئی مخالفانہ تفسیر کر کے مسیح کی حیات جسمانی پر گواہی دی ہے بلکہ بخاری میں بجائے ان باتوں کے اماما کم منکم لکھا ہے اور حضرت مسیح کی وفات کی شہادت دی ہے۔ انتہی کلامہ

مسلمانوں نے مرزا قادیانی کو مسیح الدجال کا خطاب دے رکھا ہے۔ مسیح اسم مشترک ہے دجال اور عیسی میں۔ مگر دجال کو خالی مسیح نہیں کہتے دجال کے ساتھ مقید کر کے کہتے ہیں اور حضرت عیسی کو خالی مسیح بھی کہتے ہیں۔

حضرت عیسی کو مسیح کئی سبب سے کہتے ہیں:

ا۔ جب وہ اندھے اور کوڑھی کو چھوتے تو وہ اچھے ہو جاتے۔

۲۔ وہ ماں کے پیٹ سے آلائش سے پاک صاف پونچے پانچھے نکلے تھے۔

۳۔ مسیح صدیق کے معنی میں ہے۔

۴۔ بعضے کہتے ہیں کہ ان کے پاؤں کا تلوا ہموار تھا، نہ خم دار کہ اس میں گڑھا ہو، جیسا کہ لوگوں کا ہوتا ہے۔

۵۔ یا مسیح اس لئے کہتے ہیں کہ زبان عربی میں مسیحا کے معنی مبارک کے ہیں۔

۶۔ یا مسیح اس لئے کہتے ہیں کہ بہت مساحت کرتے تھے۔ یعنی ملک میں پھرتے رہتے تھے۔

اور یہ وجہ تسمیہ مشترک ہے حضرت عیسی اور دجال میں۔

اور دجال کو بھی مسیح کہتے ہیں اس کی بھی کئی وجہ بیان کی ہیں۔

ا۔ دجال کی ایک آنکھ ممسوح اور ہموار ہوگی اور ممسوح الوجہ۔ اور ممسوح الوجہ اسے کہتے ہیں جس کے منہ کی ایک طرف ہموار ہو اور بھوں نہ ہوں۔ بخاری و مسلم میں عبداللہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا

انّ المسیح الدّجّال اعور عین الیمنی کان عینه عنبة طافیة

(تحقیق مسیح دجال کی دائیں آنکھ کانی ہوگی۔ گویا آنکھ اس کی انگور کا دانہ ہے پھولا ہوا)۔

اور صحیح مسلم میں ایک روایت یوں ہے:

انّ دجّال ممسوح العین علیها خضرة غلیظة

(یعنی آنکھ دجال کی مٹی ہوئی ہوگی، یہاں تک کہ اس پر آنکھ کی علامت نہ ہوگی اور اس پر موٹا ناخنہ ہوگا)۔

جب کہ ممسوح کے یہ معنی ہیں کہ ایک طرف آنکھ ہو اور بھوں اصلاً نہ ہو صاف جگہ ہو، تو اس میں ناخنہ ہونے کے کیا معنی ہوں گے۔ مگر یہ کہ ممسوح سے مراد معیوب مطلق رکھیں تو مطلب بن سکتا ہے اور عور کے معنی بھی اصل میں عیب کے ہیں، یا یہ کہ ناخنہ دوسری آنکھ پر ہوگا۔ اور یہاں دوسری دقت یہ ہے کہ حذیفہ سے مسلم

نے روایت کی ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا

الدّجّال اعور عین الیسری (یعنی دجال کی بائیں آنکھ کانی ہوگی)

اوراوپر کی روایات سے دائیں آنکھ کا کانا اور ایک کا ممسوح ہونا ثابت ہوتا ہے۔ پس تطبیق ان میں یہ ہے کہ ایک آنکھ اس کی بالکل نہ ہوگی اور دوسری عیب دار ہوگی۔ پس صحیح یہ ہے کہ ہر ایک آنکھ کو عیب دار کہا جائے اور تحقیق سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک بات بہ سبب سہو راوی کے ہوگی۔

۲۔ یا اس لئے مسیح کہتے ہیں کہ دجال سے مسح کی گئی یعنی پونچھی گئی، اور دور کی گئی خیر وخوبی، جیسے کہ مسح کی گئی ہے عیسی سے شر وبدی۔ پس وہ مسیح الضلا لۃ ہے اور حضرت عیسی مسیح اللہ ہیں۔

اور حضرت عیسی کا نام مسیح میم کی زیر اور سین کی شدّ کے ساتھ بھی آتا ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ مشدد نام دجال کا ہے اور مخفف نام حضرت عیسی کا اور یہ جو کہا ہے کہ دجال کا نام مسخ ہے خائے معجمہ کے ساتھ یہ خطا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے حالات اور زیادہ تحقیق معاملات منظور نہیں۔ اخبارات ہندوستان اور متفرق رسالوں میں یہ مباحث چھپتے رہتے ہیں اور ان کی دعوے اور ان پر اعتراضات شائع ہوتے رہتے ہیں۔ میں تو صرف حضرت عیسیٰؑ کا زندہ بجسدہ العنصری ہونا اور ان کا آسمان پر اٹھالیا جانا اور یہودیوں کا ان کو سولی نہ دے سکنا ثابت کرتا ہوں۔ اور ان کی نسبت جو متوفی کا لفظ وارد ہے اس کا اور اما مکم منکم کا مطلب کھولے دیتا ہوں۔ اور احادیث صحیحہ میں یہ دکھائے دیتا ہوں کہ جب قیامت کے قریب امام مہدی ظاہر ہوں گے، اور یہود میں دجال پیدا ہوگا تب حضرت عیسیٰؑ آسمان سے زمین پر اتریں گے تاکہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ادعا کی تکذیب کھل جائے اور مسلمانوں کو معلوم ہو جائے کہ مسیح علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور آخر زمانہ میں دنیا میں نزول فرماویں گے۔

نفحات النبویہ فی الفضائل العاشوویہ کے صفحہ ۵۲ میں مذکور ہے کہ یہود حضرت عیسیٰؑ کو سولی دیدینے کے باب میں جو شبہ میں پڑ گئے ہیں تو اللہ تعالی اپنے نبی سے انکے شبہ کی حکایت سورہ نساء میں کرتا ہے

و قولھم انّا قتلنا المسیح ابن مریم رسول اللّٰہ و ما قتلوہ و ما صلبوہ و لکن شبّہ لھم یعنی بہ سبب کہنے ان کے کے کہ ہم نے حضرت عیسی کو کہ پیغمبر اللہ کا تھا مار ڈالا، اور نہ اس کو مارا ہے اور نہ سولی پر

چڑھایا ہے ولیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے۔

و ان الـذیـن ا ختـلفوا فیه لفی شك منه ما لهم به من علم ا لا اتبا ع الظنّ و ما قتـلو ہ یقیناً بل رفعه اللّٰه الیه ۔(یعنی جن لوگوں نے اختلاف کیا اس معاملہ میں وہ اس جگہ شبہ میں پڑ گئے ہیں کچھ نہیں ان کو اس کی خبر مگر اٹکل پر چلنا اور نہیں قتل کیا اس کو بے شک اٹھا لیا اس کو اللہ نے اپنی طرف)۔

جلد اول تفسیر کشاف مطبوعہ قاہرہ کے صفحہ ۱۹۸ پر و لکن شبّہ کی تفسیر یوں کی ہے کہ جب یہود کے ایک گروہ نے حضرت عیسیٰؑ کو اور ان کی والدہ کو برا بھلا کہا، تو انہوں نے ان کے حق میں بددعا کی۔ اللہ نے ان کو مسخ کر دیا۔ کوئی سور ہو گیا، کوئی بندر بن گیا، تو یہود نے جمع ہو کر یہ مشورہ کیا کہ ان کو قتل کر ڈالنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو کہلا بھیجا کہ تم کو میں آسمان پر اٹھا لوں گا اور یہود کی نجس صحبت سے پاک کر دوں گا۔

یہودیوں نے حضرت عیسیٰؑ کو قتل کرنے کے لئے ایک جگہ قید کر دیا۔ حضرت عیسیٰؑ نے حواریوں سے کہا کہ تم میں سے کون بخوشی میری صورت قبول کرتا ہے تا کہ اس کو اللہ اس کے اجر میں جنت دیوے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ بات مجھے منظور ہے۔ یہ کہنا تھا کہ اس کی شکل مسیح کی سی ہو گئی اور وہ آسمان پر چلے گئے۔ یہود نے اس حواری کو سولی دے دی۔

اور بعضے کہتے تھے کہ ایک حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ منافقانہ عقیدت رکھتا تھا، جب یہود نے حضرت عیسیٰؑ کے قتل کا تہیہ کیا تو اس نے ان سے کہا کہ میں تمہیں حضرت عیسیٰؑ کا پتہ دے دونگا۔ اور وہ حضرت کے مکان میں گیا۔ اللہ نے ان کو تو آسمان پر اٹھ لیا اور اس کو حضرت عیسیٰؑ کے مشابہ کر دیا۔ یہود نے پیچھے سے آ کر اسے حضرت عیسی سمجھ کر مار ڈالا۔ اور پھر اس شخص کی تلاش کے بعد بعض کہنے لگے کہ حضرت عیسی اللہ تھے ان کا مقتول ہونا صحیح نہیں اور بعض نے کہا تحقیق وہ مارے گئے اور بعض کہنے لگے کہ اگر یہ مقتول حضرت عیسی ہیں تو ہمارا یار کہاں ہے۔ اور اگر ہمارا یار ہے تو حضرت عیسی کدھر ہیں۔ اور بعض کہنے لگے کہ وہ آسمان پر اٹھا لئے گئے اور بعض کہنے لگے کہ اس کا منہ تو حضرت عیسی کا ہے مگر بدن ہمارے یار کا ہے۔

اور جلد اول مجمع البیان مطبوعہ طہران صفحہ ۲۷۲ میں جبائی سے نقل کیا ہے:

کہ یہود نے ایک آدمی کو اونچی جگہ پر سولی دی کہ کوئی اس کے پاس نہ پہنچ سکتا تھا۔ اس کا بدن متغیر ہو گیا اور کہنے لگے کہ ہم نے حضرت عیسیٰؑ کو مار ڈالا تا کہ عوام کو معلوم ہو جائے کہ حضرت عیسیٰؑ مارے گئے۔ اس لئے انہوں نے ان کا مکان گھیر رکھا تھا جب اندر داخل ہوئے اور وہاں حضرت عیسیٰؑ کو نہ پایا تو خاص یہود کو یہ خوف ہوا کہ شائد عوام اس وجہ سے ان پر ایمان لے آویں اور جنہوں نے حضرت عیسیٰؑ کے باب میں اختلاف کیا وہ ان کو سولی دینے والے یہود کے علاوہ تھے کیونکہ سولی دینے والے تو اصل ماجرے سے واقف تھے۔ انتہی

قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ زمانہ نبوت میں ایسے خوارق عادات کا ظہور بعید نہیں ہے

اور امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر کی جلد سوم کے صفحہ ۵۰۱ میں لکھا ہے کہ

اگر یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک انسان کو دوسرے انسان کی صورت پر کر دیتا ہے، تو اس سے سفسطہ کا دروازہ کھل جائے گا۔ اس لئے ہم نے زید کو دیکھا پس یہ خیال ہو سکتا ہے کہ شاید یہ زید نہ ہو کوئی اور شخص ہو کہ اس کی صورت زید کی سی ہو گئی ہو۔ اس صورت میں نہ طلاق کا نہ نکاح کا نہ ملکیت کا اعتبار رہے گا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اس سے تواتر میں خرابی لازم آتی ہے کہ اس لئے کہ خبر متواتر سے علم کا فائدہ جب حاصل ہوتا ہے کہ وہ محسوس پر منتہی ہو۔ اور جب کہ محسوسات میں یہ شبہ پڑ گیا تو متواترات پر بھی اعتبار نہ رہے گا اور اس سے تمام شرائع میں خرابی واقع ہو جائے گی۔ اور اس سے انبیاء کی نبوت پر طعن لازم آتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب صورت کے بدلنے سے اصول بگڑتا ہے تو یہ صحیح نہیں۔ جواب اس کا یہ ہے کہ علماء کی رائیں اس معاملہ میں مختلف ہیں اور انہوں نے اس میں دو طریق لکھے ہیں۔

طریق اول: بہت سے متکلمین یہ کہتے ہیں کہ یہود نے جب حضرت عیسیٰؑ کے قتل کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان پر اٹھا لیا۔ سرداران یہود کو عوام میں فتنہ پیدا ہونے کا خوف ہوا، اس لئے ایک آدمی کو پکڑ کر قتل کیا اور سولی دی اور لوگوں پر ظاہر کر دیا کہ ہم نے عیسیٰ کو سولی دے دی۔ اور لوگ چونکہ حضرت عیسیٰؑ سے صورت شناس نہ تھے

صرف ان کا نام سنتے تھے کیونکہ حضرت عیسی لوگوں سے میل کم رکھتے تھے اس لئے ان کو یقین آ گیا۔ اس صورت میں اعتراض مذکور وارد نہیں ہوسکتا۔

اور نصاری کی طرف سے اگر اس بات کا دعوی پیش ہو کہ ہم کو اپنے بزرگوں سے خبر متواتر کے ذریعہ سے معلوم ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بالضرور مصلوب ہوئے تو یہ خبر متواتر ان کی اس لئے نا معتبر ہے کہ اس کا تواتر تھوڑے سے آدمیوں پر منتہی ہوتا ہے جن کی نسبت کہہ سکتے ہیں کہ عجب نہیں جو انہوں نے کذب پر اتفاق کر لیا ہو (اجوبۃ الفاخرہ عن الاسئلۃ الفاجرۃ میں مذکور ہے کہ یوحنا باوجودیکہ حضرت عیسیٰؑ کے حواری تھے مگر ان کے آسمان پر چڑھنے سے غفلت کی، ذکر نہ کیا اور مرقس ولوقا باوجودیکہ حواری نہ تھے، مگر انہوں نے اس واقعہ کو ذکر کیا ہے۔ لیکن ان دونوں میں بھی باہم اختلاف ہے۔ مرقس نے کہا ہے کہ مسیح کھڑے ہوئے اور اپنے شاگردوں کو پند ونصائح کیں اور چڑھ گئے۔ اور لوقا نے کہا ہے کہ وہ اس سے چالیس دن کے بعد آسمان پر چڑھے۔ اور متی نے کہا ہے کہ جب عیسی کو فیلاطس سردار کے پاس لے گئے تو اس نے کہا کہ انہوں نے کیا کیا ہے۔ یہ سن کر یہود چلائے اور کہنے لگے کہ سولی دے، سولی دے۔ سردار نے اس وقت پانی مانگا اور ہاتھ دھو کر کہا کہ میں اس صدیق کے خون سے بری ہوں، تم جانو۔ اور یوحنا نے اس قول کی تکذیب کی ہے اور کہا ہے کہ اس سردار نے عیسی کو مارا، پھر یہود کے سپرد کر دیا۔ پس جب کہ متقدمین میں اس قدر اختلاف ہے تو ان کی روایات اور بیانات کا کیا اعتبار رہا)

طریق دوم یہ ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت عیسی کی سی صورت ایک اور آدمی کی کر دی۔ پھر اس میں کئی قول ہیں کہ:

وہ آدمی ان کے حواریوں میں سے تھا،

یا وہ شخص تھا جو سردار یہود کے حکم سے حضرت عیسی کو قتل کرنے کے لئے لانے کو مکان میں گھسا تھا۔

یا وہ شخص تھا جس کو یہود نے پہاڑ کی غار میں حضرت عیسیٰؑ کی حراست کے لئے متعین کر دیا تھا،

یا وہ شخص تھا جو حضرت عیسیٰؑ سے منافقانہ عقیدت رکھتا تھا اور یہود کو ان کے بتانے کے لئے مکان کے اندر گیا تھا۔

چونکہ یہ سب وجہیں باہم مخالف ہیں اس لئے قابل التفات نہیں اس لئے کہ ایک کو دوسری نے غلط کر دیا۔

پس طریق اول صحیح ودرست ہے اور نتیجہ یہ نکلا کہ شبّہ لھم سے مراد یہ نہیں کہ کوئی اور شخص حضرت عیسیٰؑ کی صورت پر ہو گیا، بلکہ مطلب یہ ہے کہ شبہ ڈالا گیا ان کیلئے۔ اور ما قتلوہ یقیناً میں دو معنی کا احتمال ہے:

ایک یہ کہ اللہ تعالی اس بات کی خبر دیتا ہے کہ یہود کو اس میں شک ہے کہ ہم نے حضرت عیسی کو قتل کیا

ہے یا نہیں۔ پھر اللہ پاک اپنے رسول محمد ﷺ کو یقین دلاتا ہے، یعنی کہتا ہے کہ اس امر کا یقین حاصل ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو قتل نہیں کیا۔

دوسرا یہ کہ یہود نے جب اس شخص کو قتل کیا تو ان کو یقین نہ تھا کہ ہم نے حضرت عیسیٰؑ ہی کو قتل کیا ہے بلکہ قتل کے وقت اس شک میں تھے کہ یہ عیسیٰؑ ہیں یا ہمارا یار ہے۔

مگر پہلا احتمال راجح ہے۔ یعنی خدا تعالی اپنے حبیب کو حضرت عیسیٰؑ کے مقتول نہ ہونے کا یقین دلاتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالی نے بعد اس بیان کے کہا ہے بل رفعه الله اليه تو مطلب یہ ہوا کہ یہود اس شک میں ہیں کہ ہم نے حضرت عیسی کو قتل کیا ہے یا نہیں۔ اور اے محمد ﷺ یہ بات یقینی ہے کہ انہوں نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ ان کو اللہ نے اپنی طرف اٹھالیا ہے کیونکہ اٹھانا تو جب ہی صحیح ہوگا کہ پہلے اس سے عدم قتل کا یقین حاصل ہو چکے

امام رازیؒ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کا آسمان پر اٹھالیا جانا اس آیت سے بخوبی ثابت ہے اور نظیر اس کی اللہ تعالی کا یہ قول ہے کہ سورہ آل عمران میں فرمایا ہے:

اذ قال اللّٰه يا عيسى انّى متوفّيك و رافعك الىّ و مطهّرك من الّذين كفروا

(جس وقت کہا اللہ نے اے عیسی میں تجھ کو لینے والا ہوں اور اٹھانے والا ہوں تجھ کو اپنی طرف اور پاک کرنے والا ہوں تجھ کو ان لوگوں سے کہ کافر ہوئے)

اس آیت میں متوفّيك کے معانی بیان کرنے میں بہت تاویلیں کی گئی ہیں۔ بعض اس آیت کے الفاظ میں تقدیم وتاخیر مانتے ہیں۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ اس کی کچھ ضرورت نہیں، ظاہر الفاظ جس ترکیب سے موجود ہیں یہی درست ہے۔ مذہب ثانی والے کئی وجوہ کے ساتھ متوفيك کے معانی بیان کرتے ہیں۔

تفسیر جلالین میں لکھا ہے کہ

متوفّيك قابضتك کے معنی میں ہے یعنی لینے والا ہوں تجھ کو اپنی طرف و رافعك الىّ من الدّنيا من غير موت۔ انتہی۔ (یعنی اٹھانے والا ہوں تجھ کو اپنی طرف دنیا سے بغیر موت کے)۔

پس اس صورت میں جملہ رافعك عطف تفسیری ہوگا۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے فتح الرحمٰن میں لکھا ہے:

اے عیسی ہر آئینہ من برگزیدم ترا یعنی ازیں جہان۔

اور موضح القرآن میں شاہ عبدالقادر صاحب نے اس لفظ کا ترجمہ: تجھ کو پھر اؤنگا۔، کیا ہے ۔

اور تفسیر مدارک میں متو فیك کے معنی کئی طور پر لکھے ہیں۔

ا۔ متو فّی تو فیه سے مشتق ہے جس کے معنی استکمال ہیں۔ یعنی کامل کرنے والا تیری مدت عمر کا ہوں۔ اور مراد اس سے یہ ہے کہ میں محفوظ رکھنے والا ہوں تجھ کو اس سے کہ کفار قتل کریں اور مارنے والا ہوں تجھ کو تیری موت کے ساتھ نہ کہ کفار تجھ کو قتل کریں گے۔

۲۔ مارنے والا ہوں تجھ کو تیرے وقت میں بعد نازل ہونے کے آسمان سے اور اٹھانے والا ہوں تجھ کو اب، کیونکہ واؤ جمع کے واسطے ہے اس میں ترتیب لازم نہیں۔ اور مطلب یہ ہے کہ یہ ساری باتیں ظہور میں آویں گی مگر ترتیب ضرور نہیں کہ اول وفات واقع ہو پھر آسمان پر چڑھائے جائیں۔ پس آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ یہ معاملات کرے گا مگر یہ کب کرے گا اور کس طرح کرے گا اس کی تحقیق دلیل پر موقوف ہے۔ اور بے شک دلیل ثابت ہے اس بات پر کہ وہ زندہ ہیں۔ اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ زندہ ہیں قیامت کے قریب زمین پر اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے اس کے بعد خدا ان کو وفات دے گا۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بن مریم زمین پر نازل ہونے کے بعد سات برس دنیا میں رہیں گے اور ابن جوزی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کتاب الوفا میں روایت کی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ زمین پر اتریں گے اس کے بعد ۴۵ سال رہیں گے بعد ازاں وفات پائیں گے۔ اور قبر مبارک رسول اللہ ﷺ میں دفن ہوں گے۔ علماء نے دونوں روایتوں کی تطبیق میں گفتگو کی ہے مگر محققین کی رائے یہ ہے کہ صحیح مسلم کی روایت مرجح ہے۔

۳۔ وفات دینے والا ہوں تیرے نفس کا سوتے میں اور اٹھانے والا ہوں تجھ کو جب کہ تو سوتا ہوا ہو، تاکہ تجھ کو خوف پیدا نہ ہو اور تو ایسی حالت میں بیدار ہووے کہ آسمان پر امن وتقرب کے ساتھ موجود ہو۔

تفسیر بیضاوی نے اس آخری معنے کی تلے لکھا ہے کہ یہ روایت بھی آئی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ سوتے ہوئے آسمان پر اٹھائے گئے۔

۴۔ بیضاوی نے کہا ہے کہ یا مراد اس سے یہ ہے کہ ماروں گا تجھ کو تیری شہوات سے (دیکھو تیسیر الوصول جلد اول کتاب التفسیر کا باب ثانی) جو عالم ملکوت پر تیرے عروج کرنے سے حارج ہیں اس لئے کہ جب تک ماسوی اللہ سے کوئی فانی نہیں ہوتا مقام معرفت الٰہی میں نہیں پہنچ سکتا۔ پس حضرت عیسیٰؑ جس وقت آسمان پر پہنچے ان کی حالت ملائکہ کی سی ہوگی۔ خواہش اور غضب اور برائیاں سب ان سے جاتی رہیں۔

۵۔ بخاری نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ یہاں متوفّیك کے معنی ممیتك ہیں یعنی مارنے والا ہوں تجھ کو۔

اب اس میں اختلاف ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کتنی دیر مرے رہے۔

تفسیر ابوسعود میں لکھا ہے کہ یہ بھی ایک قول ہے کہ حضرت عیسیٰؑ سات گھڑی تک کے لئے مر گئے تھے۔ پھر اللہ تعالی نے ان کو آسمان پر اٹھالیا۔ اور نصاری کا یہی عقیدہ ہے۔

اور امام فخر الدین رازی نے کہا ہے کہ سات گھڑی تک ان کے مر جانے کا اور بعد اس کے زندہ ہو کر آسمان پر اٹھالئے جانے کا قول محمد بن اسحاق کا ہے اور وہب نے کہا ہے کہ تین ساعت کے لئے مر گئے تھے پھر آسمان پر اٹھائے گئے۔

ابوسعود یہ بھی کہتے ہیں کہ قرطبی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اللہ نے ان کو بغیر وفات اور نیند کے آسمان پر اٹھالیا ہے اور طبری وحسن وغیرہ کا یہی مختار ہے اور صحیح بھی یہی ہے۔

پھر ابوسعود یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے حضرت عیسی کو سراپا نورانی کر کے کھانے پینے کی خواہشات کو ان سے سلب کر لیا اور متوفیك سے یہی مراد ہے کہ ان کی شہوات زائل کر دی گئیں۔

اور حضرت عیسی کے واقعہ قتل کے مشہور ہونے کے بعد ان کے معتقدین میں اختلاف ہو کر تین عقیدے ٹھہر گئے۔ ایک گروہ کہنے کہ وہ اللہ تھے۔ ہم میں رہے پھر آسمان پر چڑھ گئے اور یہ یعقوبیہ کہلاتے ہیں اور دوسرا فرقہ کہنے لگا کہ ہم میں اللہ کا بیٹا تھا۔ پھر اللہ نے اس کو اپنے پاس اٹھالیا اور یہ نسطوریہ کہلاتے ہیں۔

اور تیسرے گروہ نے کہا کہ ہم میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول تھا۔ پھر اللہ نے اس کو آسمان پر اٹھالیا۔

امام فخر الدین رازی نے جلد دوم تفسیر کبیر میں متـــو فّیك کے معنی نو وجھوں کے ساتھ بیان کئے ہیں جن میں

پانچ وجہیں تو وہی ہیں جو اوپر مذکور ہو چکی ہیں اور باقی وجہیں یہ ہیں۔

۶۔ توفّی کہتے ہیں پورا لینے کو اس صورت میں متوفّیك سے مطلب یہ ہے کہ تجھ کو پورا لے لوں گا اور پورا لینے کی صورت یہ ہے کہ روح اور جسد کے ساتھ آسمان پر اٹھا لئے گئے۔

۷۔ مراد متوفّیك سے یہ ہے کہ میں تجھ کو مثل متوفی کے کر دونگا اور ظاہر ہے کہ جب کہ وہ آسمان پر اٹھا لئے گئے تو خیر اور شر ان کا دنیا سے جاتا رہا، تو خود مانند متوفی کے ہو گئے۔ اور ایسا بطور تشبیہ کے کہہ دینا استعمال عرب میں جائز ہے۔

۸۔ توفی کے معنی قبض کرنے یعنی لینے کے ہیں اور حضرت عیسیٰؑ کو جو زمین سے آسمان پر اٹھا لیا تو یہی قبض کرنا اور پورا مارنا تھا۔

اب اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب توفی کے معنی زمین سے آسمان پر اٹھانے کے ٹھہرے تو رافعك الیّ مکرر ہوگا اور تکرار بہتر نہیں۔

جواب اس کا یہ ہے کہ متوفیك دلالت کرتا ہے توفی یعنی قبضہ کرنے اور لینے پر اور قبضہ کرنا اور لینا ایک جنس ہے کہ کبھی موت کے ذریعہ سے واقع ہوتا ہے اور کبھی زمین سے آسمان پر چڑھا دینے سے پھر جب رافعك الیّ فرمایا تو اس سے دوسری نوع متعین ہو گئی اور یہ ثابت ہو گیا کہ یہاں قبضہ کرنے اور لینے کی صورت آسمان پر چڑھانے کے ساتھ وقوع میں آئی ہے اور نوع دوم خارج ہے۔

۹۔ متوفی اور رافعك کے بعد ایک مضاف مقدر ہے۔ یعنی اصل عبارت یہ ہے

انّی متوفّی عملك و رافع عملك الیّ

مطلب یہ ہے کہ میں تیرے عمل کو بھر لوں گا اور آسمان پر اٹھا لونگا۔ اور نظیر اس کی یہ ہے کہ قرآن میں آیا ہے کہ اعمال اللہ کی طرف چڑھتے ہیں۔ چنانچہ سورہ فاطر میں ہے:

الیه یصعد الکلم الطیّب اس کی طرف چڑھتا ہے کلام پاکیزہ۔

نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالی، حضرت عیسیٰؑ کو بشارت دیتا ہے کہ تیری طاعات اور عمل قبول کر لوں گا اور جو کچھ تجھ کو مشقت اور تکلیف دین کے پھیلانے اور شریعت کے جاری کرنے میں دشمنوں سے پہنچی ہے وہ

اکارت نہ جائے گی اجر ضرور ملے گا۔

اور جو لوگ اس آیت میں تقدیم و تاخیر کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ الفاظ آگے پیچھے ہیں اور واؤ ترتیب کے لئے نہیں ہے۔اصل عبارت یوں ہے

انّی را فعك الیّ و مطهّر ك من الّذین کفروا و متو فّیك بعد انزا لی ایّا ك فی الار ض (یعنی تجھ کو اپنی طرف اٹھالوں گا اور کافروں سے پاک کرونگا۔اور پھر دنیا میں نازل کر کے موت دوں گا)۔

اور اما مکم منکم جس حدیث کا ٹکڑا ہے اس میں حضرت عیسیٰ کے نزول کی بھی خبر دی ہے اور پوری روایت بخاری و مسلم میں اس طرح ہے:

کیف انتم اذا نز ل ابن مر یم فیکم و اما مکم منکم

(یعنی حضرت ﷺ نے فرمایا تمہارا کیا حال ہوگا جب کہ عیسی بن مریم تم میں اتریں گے اور امام تمہارا تمہیں میں سے ہوگا)۔

اور امامکم منکم سے یہ کب ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کا انتقال ہو چکا ہے بلکہ اذا نز ل نص ہے اس باب میں کہ عیسیٰ حیات ہیں،فوت نہیں ہوئے اور امامکم منکم کا یہ مطلب ہے کہ امام قریش میں سے ہوگا، یا تمہارے اہل ملت میں سے۔علماء نے اس کی دو طرح سے شرح کی ہے۔ایک تو یہ کہ امام تمہارا نماز کا وہ شخص ہوگا کہ تم میں ہے اور حضرت عیسیٰ اس کی اقتداء کریں گے اور وہ مہدی ہے اور یہ بسبب تعظیم و تکریم امت محمدی کے ہوگا جیسے کہ جابر سے مسلم نے روایت کی ہے

لا تزا ل طا ئفة من امّتی یقا تلو ن علی الحقّ ظا هر ین الی یو م القیا مة قال فیـنز ل عیسی ابن مر یم فیقو ل امیر هم تعا ل صلّ لنا فیقو ل لا ان بعضکم علی بعض امرا ء تکر مة الله هذه ا لا مة ۔(یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری امت ہمیشہ لڑتی رہے گی حق پر اس حال میں کہ دشمنوں پر فتح یاب ہوں گے قیامت تک۔فرمایا حضرت ﷺ نے پھر حضرت عیسی پسر مریم آسمان سے اتریں گے میری امت کا امیر (مہدی) ان سے کہے گا کہ آؤ ہم کو نماز پڑھاؤ وہ جواب دیں گے کہ میں امامت نہیں کرتا تحقیق بعض تم میں سے بعضوں پر امیر ہے بسبب بزرگی دینے اللہ تعالی کے امت محمدی کو)

اور حضرت عیسیٰ کی امامت سے انکار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کی امامت سے دین محمدی کے منسوخ

ہونے کا وہم پیدا ہوتا۔ پس امام نماز کے مہدی ہی ہوں گے۔ ہاں اس زمانہ میں حضرت عیسیٰؑ حاکم اور خلیفہ اور تعلیم کرنے والے اچھی باتوں کے ہوں گے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مراد امام سے حضرت عیسیٰؑ ہیں پس مراد سے کہ امام تم میں سے ہوگا یہ ہے کہ حضرت عیسی تمہاری شریعت کے موجب حکم کریں گے نہ مطابق انجیل کے۔ پس امامکم منکم کے یہ معنی ہوں گے کہ امامت کریں گے تمہاری حضرت عیسیٰؑ اس حالت میں کہ وہ تمہارے دین میں سے ہوں گے اور تمہاری کتاب وسنت کے موجب حکم کرنے والے ہوں گے۔

اور بعض علماء کہتے ہیں کہ جس روایت میں عیسی کا امام نماز ہونا لکھا ہے اس روایت پر امامکم منکم کے یہ معنی ہیں کہ جہاد اور غزوات میں امام تمہارا تم میں سے ہوگا، حضرت عیسیٰؑ تو صرف دجال کو قتل کریں گے۔ اور بخاری اور مسلم اور ابوداؤد اور ترمذی نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا

و الّذی نفسی بیدہ لیو شکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصّلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیة و یفیض المال حتّی لا یقبله احد حتّی تکون السّجدة الواحدة خیرا من الدّنیا و ما فیها

(قسم ہے اس خدا کی کہ بقائے جان میری اس کے ہاتھ میں ہے تحقیق اتریں گے آسمان سے تم میں عیسی اس حال میں کہ حاکم عادل ہوں گے، صلیب کو توڑیں گے، سور کو قتل کریں گے۔ یعنی اس کے پالنے کو اور کھانے کو حرام کریں گے، اور جزیہ اہل ذمہ پر رکھیں گے۔ اور بہت مال ہوگا یہاں تک کہ اس کو کوئی قبول نہ کرے گا۔ یہاں تک کہ ایک سجدہ دنیا اور اس کی چیزوں سے بہتر ہوگا)۔

یہ حدیث صحیح مرفوع متصل ہے۔ اور ایسی ہی بہت سی احادیث سے ثابت ہوا ہے کہ حضرت عیسی بن مریم آسمان سے زمین پر قیامت کے قریب اتریں گے۔ اس سے بخوبی عیاں ہے کہ وہ اپنے جسم عنصری کے ساتھ حیات ہیں۔

اور یہ جو فواکہ سبعہ مقدمہ شرح دیوان حضرت علی قاضی حسین میبذی نے لکھا ہے کہ بعض کی رائے یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی روح مہدی میں ظہور کرے گی اور نزول عیسی سے مراد یہی ظہور ہے اور مطابق اسی کے ہے یہ حدیث لا مهدی الا عیسی ابن مریم علیه السلام یعنی مہدی اصل میں عیسی علیہ السلام ہی

ہوں گے۔انتہی ۔

فوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ میں امام شوکانی نے لکھا ہے کہ صنعانی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ایک بھائی نے طمع نفسانی اور شکم پروری کے لئے بھنگیوں کے لال گرو ہونے کا دعوی کیا ہے۔ان کی وہاں آؤ بھگت ہورہی ہے۔

ربنا آتنا من لدنك رحمة ...

و السلام علی من اتبع الهدی۔تمت

☆ مذاہب الاسلام کے صفحہ ۱۰۷ پر قادیانیت سے متعلق مضمون شروع ہوتا ہے جو یوں ہے:

فرقہ نہم احمدیہ جو قادیانی کے نام سے معروف ہے

یہ فرقہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی طرف منسوب ہے جن کے والد کا نام غلام مرتضی اور دادا کا نام عطا محمد اور پردادا کا نام گل محمد تھا۔ان کی قوم مغل برلاس ہے۔قادیان ملک پنجاب کے نامی رئیس ہیں۔ان کے بزرگ سمرقند سے اس ملک میں آئے تھے اور بادشاہ وقت کی طرف سے بہت دیہات بطور جاگیر ان کو ملے۔سکھوں کے ابتدائی زمانے میں مرزا گل محمد کے پاس ۵۸ گاؤں اس نواح کے تھے اور بہت سے گاؤں سکھوں کے متواتر حملوں کی وجہ سے ان کے قبضے سے نکل گئے ۔جب وہ فوت ہوئے تو بجائے ان کے مرزا عطا محمد جانشین ہوئے ۔ان کے وقت میں روز بروز سکھ لوگ ان کی جاگیر دیہات پر قبضہ کرتے گئے اور آخر کار ان کو قادیان سے بھی نکال دیا۔تھوڑے عرصہ کے بعد ان کو زہر دیا گیا۔پھر رنجیت سنگھ کی سلطنت کے آخری زمانے میں غلام مرتضی صاحب قادیان واپس آئے اور پانچ گاؤں دیہات جاگیر میں سے واپس ملے۔

مرزا غلام احمد کی پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہوئی۔مولوی گل علی شاہ صاحب سے نحو اور منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ کو حاصل کیا۔اور اپنے والد کے ساتھ انگریزی عدالتوں میں اپنے اجداد کے بعض دیہات کو

دوبارہ لینے کے لئے مقدمات میں مشغول رہے اور زمین داری امور کی نگرانی میں لگے۔ اور چند سال ان کے انگریزی ملازمت میں بھی بسر ہوئے۔ ان کے والد کے مرنے سے قبل ان کو تھوڑی سی غنودگی ہو کر یہ الہام ہوا

و السّمـاء و الطّارق ۔ قسم ہے آسمان کی جو قضا و قدر کا مبدء ہے اور قسم ہے اس حادثے کی جو غروب کے بعد نازل ہوگا۔

اور ان کو سمجھایا گیا کہ یہ الہام بطور عزا پرسی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور حادثہ یہ ہے کہ آج ہی تمہارے والد آفتاب کے غروب کے بعد فوت ہو جائیں گے۔

جب ان کو اپنے والد کی وفات کی نسبت یہ الہام ہوا، تو بشریت کی وجہ سے خیال آیا کہ بعض وجوہ آمدنی والد کی زندگی سے وابستہ ہیں۔ پھر نہ معلوم کیا ابتلاء پیش آئے۔ اس وقت یہ دوسرا الہام ہوا

الیس اللّٰہ بکا ف عبدہ یعنی کیا خدا اپنے بندے کو کافی نہیں ہے۔

انہوں نے کبھی ریاضت شاقہ نہیں کی، اور نہ مجاہدات شدیدہ میں اپنے نفس کو ڈالا، اور نہ گوشہ نشینی کے اہتمام سے کوئی چلہ کشی کی۔ ہاں ان کے والد کے زمانہ میں ہی ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک معمر بزرگ ان کو خواب میں دکھائی دیا اور یہ کہا کہ کسی قدر روزے انوار سماوی کی پیشوائی کے لئے رکھنا سنت خاندان نبوت ہے۔ سو انہوں نے کچھ مدت التزام صوم کیا۔ پھر دو تین ہفتے بعد انہیں معلوم ہوا کہ ایسے روزوں سے جو ایک وقت میں پیٹ بھر کر روٹی کھا لی جاتی ہے بہتر ہے کہ کسی قدر کھانے کو کم کریں۔ سو انہوں نے کھانے کو یہاں تک کم کیا کہ چند تولہ روٹی میں سے آٹھ پہر کے بعد ان کی غذا تھی اور آٹھ یا نو ماہ تک انہوں نے ایسا ہی کیا۔

اس قسم کے روزے سے بہت لطیف مکاشفات ان پر اس زمانے میں کھلے۔ چنانچہ بعض گذشتہ نبیوں اور اعلیٰ طبقے کے اولیائے امت سے ملاقاتیں ہوئیں۔ ایک دفعہ عین بیداری کی حالت میں جناب رسول خدا ﷺ کو مع حسنین و علی و فاطمہ رضی اللہ عنہم کے دیکھا۔

غرض کہ کشف صریح کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ سے اصلاح پا کر جسمانی سختی کشی کا حصہ آٹھ نو ماہ لے کر پھر اس طریقے کو علی الدوام بجا لانا چھوڑ دیا، اور کبھی کبھی اس کو اختیار بھی کیا۔ جب تیرھویں صدی کا اخیر ہوا اور چودھویں صدی کا ظہور ہونے لگا، تو خدا تعالیٰ نے ان کو الہام کے ذریعہ سے خبر دی کہ تو اس صدی کا مجدد ہے اور

اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا

الرّحمن علّم القرآن لتنذر قوماً ما انذر آباء هم لتبيّن سبيل المجرمين قل انّی امرت وانا اوّل المؤمنين

یعنی خدا نے تجھے قرآن سکھلایا اوراس کے صحیح معنی تجھ پر کھول دیئے۔ یہ اس لئے ہوا کہ تو ان لوگوں کو بدانجام سے ڈرائے جو بباعث پشت در پشت کی غفلت اور نہ متوجہ کئے جانے کے غلطیوں میں پڑ گئے۔ اور تا ان مجرموں کی راہ کھل جاوے کہ جو ہدایت پہنچنے کے بعد بھی راہ راست کو قبول کرنا نہیں چاہتے۔ ان کو کہہ دے کہ میں مامور من اللہ اور اول المومنین ہوں۔

اس کے بعد مرزا صاحب قادیانی نے مسیحیت کا دعویٰ کیا اور اللہ تعالیٰ نے الہام میں ان کا نام عیسیٰ اور مسیح موعود رکھا۔ عبارت الہام یہ ہے:

جعلناك المسيح ابن مريم (ہم نے تجھے مسیح بن مریم بنایا)

اور پھر ایک اور الہام ہوا:

الحمد للّه الّذی جعلك المسيح ابن مريم انت شيخ المسيح الذی لا يضاع وقته كمثلك... يضاع۔ یعنی خدا کی سب حمد ہے جس نے تجھے مسیح بن مریم بنایا تو وہ شیخ مسیح ہے جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا۔ تیرے جیسا موتی ضائع نہیں کیا جاتا۔

مرزا صاحب قادیانی کے مریدان کے نام کے ساتھ علیہ السلام لکھتے ہیں۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ میرے دل میں اس دعویٰ کی بنیاد حدیث نہیں بلکہ قرآن اور وحی ہے جو مجھ پر نازل ہوئی۔ ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کی معارض نہیں، اور دوسری حدیثوں کو ہم ردّی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔ اگر حدیثوں کا دنیا میں وجود بھی نہ ہوتا، تب بھی میرے اس دعویٰ کو حرج نہ پہنچتا تھا۔

وہ کہتے ہیں کہ یہ بات صحیح نہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور زندہ ہیں۔ مرزا جی اپنے دعویٰ کی تائید میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب عزیز اور قرآن کریم میں ان کو متوفیوں کی جماعت میں داخل کر چکا ہے اور سارے قرآن میں ایک دفعہ بھی ان کے خارق عادت زندگی اور ان کے دوبارہ آنے کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ ان کو صرف فوت شدہ کہہ کر پھر چپ ہو گیا۔ لہٰذا ان کا زندہ بجسدہ العنصری ہونا اور پھر دوبارہ

کسی وقت دنیا میں آنا نہ صرف اپنے ہی الہام کے رو سے خلاف واقع سمجھتا ہوں بلکہ اس خیال (حیات مسیح) کو نصوص بینہ قطعیہ قرآن کریم کی رو سے لغو اور باطل جانتا ہوں۔اور نہ کوئی حدیث صحیح مرفوع متصل موجود ہے جس نے متوفی کے لفظ کی کوئی مخالفانہ تفسیر کر کے مسیح کی حیات جسمانی پر گواہی دی ہے بلکہ بخاری میں بجائے ان باتوں کے امام کم منکم لکھا ہے اور حضرت مسیح کی وفات کی شہادت دی ہے۔اس زمانے میں خدا تعالیٰ نے چودھویں صدی کے سر پر مجھے مبعوث فرما کر اس پیش گوئی کی معقولیت کو بھی کھول دیا، اور ظاہر فرمایا کہ مسیح کا دوبارہ دنیا میں آنا اس رنگ اور طریق سے مقدر تھا جیسا کہ ایلیا نبی کا دوبارہ دنیا میں آنا ملاکی نبی کی کتاب میں لکھا گیا تھا پس میں جو نزول مسیح کے معنی کرتا ہوں وہ نئے معنی نہیں، بلکہ وہی معنی ہیں جو حضرت مسیح کی زبان سے پہلے نکل چکے ہیں۔کیونکہ نزول مسیح ابن مریم کا مقدمہ نزول ایلیا نبی کے مقدمہ سے بالکل ہم شکل ہے۔پس جس حالت میں آج تک یہودیوں کی یہ تمنا پوری نہیں ہوئی کہ ایلیا نبی آسمان سے اترتے اور اسی وجہ سے وہ حضرت عیسی سے منکر رہے، تو مولویان اسلام کی تمنا کیونکر پوری ہوسکتی ہے کہ کسی وقت حضرت عیسی خود آسمان سے نازل ہوں گے۔ہمارے مخالف اپنی جہالت سے عیسی کے نزول کو حقیقی طور پر انتظار کرتے ہیں اور ہم بروزی طور پر، اور ہم مانتے ہیں کہ نزول مسیح کی پیش گوئی پوری ہوگئی۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کہتے ہیں کہ

جب تک مجھے خدا نے اس طرف توجہ نہ دی اور بار بار نہ سمجھایا کہ تو مسیح موعود ہے اور عیسی فوت ہو گیا ہے، تب تک میں اسی عقیدے پر قائم تھا جو اور مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔اسی وجہ سے کمال سادگی سے میں نے حضرت مسیح کے دوبارہ آنے کی نسبت براہین احمدیہ میں لکھا ہے۔

جب خدا نے مجھ پر اصل حقیقت کھول دی تو میں اس عقیدے سے باز آ گیا۔میں نے بجز کمال یقین کے جو میرے دل پر محیط ہو گیا اور مجھے نور سے بھر دیا اس رسمی عقیدے کو نہ چھوڑا، حالانکہ اسی براہین میں میرا نام عیسی رکھا گیا تھا۔اور مجھے خاتم الخلفاء ٹھہرایا گیا تھا۔اور میری نسبت کہا گیا تھا کہ تو ہی کسر صلیب کرے گا۔اور مجھے بتلایا تھا کہ تیری خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے

هو الّذی ار سل رسو له با لھدی و دین الحقّ لیظھرہ علی الدّین کلّہ۔
تاہم یہ الہام جو براہین احمدیہ میں کھلے کھلے طور پر درج تھا۔خدا کی حکمت عملی نے میری نظر سے پوشیدہ رکھا اور اسی کتاب میں عیسی کی آمد ثانی کا عقیدہ لکھ دیا اور قریباً بارہ برس تک اس رسمی عقیدے پر جما رہا۔ جب وقت وہ آ گیا کہ مجھ پر اصل حقیقت کھول دی جائے،تب تواتر سے اس بارہ میں الہامات شروع ہوئے کہ تو ہی مسیح موعود ہے۔اور مجھے حکم ہوا فا صدع بما تؤمر یعنی جو تجھے حکم ہوتا ہے وہ کھول کر سنا دے۔اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مہدی آخرالزمان میں ہوں۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنے مقابلے کے لئے دجال کی بھی ایجاد کی۔ان کا بیان یہ ہے کہ حدیثوں میں دو قسم کی صفات دجال معہود کی بیان فرمائی گئی ہیں:

ایک یہ کہ وہ نبوت کا دعوی کرے گا،اور دوسرے یہ کہ وہ خدائی کا دعوی کرے گا۔

ان دونوں باتوں کو اگر حقیقت پر حمل کیا جائے تو کسی طرح تطبیق ممکن نہیں۔کیونکہ نبوت کا دعوی اس بات کا مستلزم ہے کہ شخص مدعی خدا کا قائل ہو۔اور خدائی کا دعوی اس بات کو چاہتا ہے کہ شخص مدعی آپ ہی خدا بن بیٹھے اور کسی دوسرے خدا کا قائل نہ ہو یہ دونوں دعوے ایک شخص سے کیوں کر ہو سکتے ہیں۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کہتے ہیں کہ

دجال ایک شخص کا نام نہیں ہے، بلکہ وہ دجال کے معنی خود دجل سے اس طرح لیتے ہیں کہ لغت عرب کی رو سے دجال اس گروہ کو کہتے ہیں جو اپنے تئیں امین اور متدین ظاہر کرے،اور در اصل نہ امین ہو،نہ متدین۔بلکہ اس کی ہر ایک بات میں دھوکہ دہی اور فریب دہی ہو۔سو یہ صفت عیسائیوں کے اس گروہ میں ہے جو پادری کہلاتے ہیں۔یہ گروہ چونکہ اصل آسمانی انجیل کو گم کر کے محرف اور مغشوش مضمون بنام نہاد ترجمہ انجیل کے دنیا میں پھیلاتا ہے یہ فعل ان کا دوسرے لفظوں میں گویا نبوت کا دعوی ہے کیونکہ انہوں نے جعل سازی سے نبوت کے منصب کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے جو چاہتے ہیں ترجمہ کے بہانے سے لکھ دیتے ہیں اور پھر اس کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔پس یہ طریق ان کا نبوت کے دعوے سے مشابہ ہے اور اس دام میں گرفتار اکثر عوام عیسائی ہیں اور دجال کا دوسرا

جز جن کے افعال خدائی کے دعوی کے مشابہ ہیں یورپ کے فلاسفروں اورکلوں کے ایجاد کرنے والوں کا گروہ ہے جنہوں نے اسباب اور علل کے پیدا کرنے کے لئے اپنی کوششوں کوانتہاء تک پہنچا دیاہے اور بہت سی کامیابیوں کی وجہ سے آخر اس ردی اعتقاد تک پہنچ گئے ہیں کہ خدا کی قدرت اور اس پر ایمان رکھنا کچھ چیز نہیں ہے اور وہ رات دن ان تلاشوں میں لگے ہوئے ہیں کہ خود ہی کسی طرح اس راز کے مالک ہو جائیں کہ جب چاہیں بارش برسائیں اور جب چاہیں کسی کے گھر میں لڑکا یا لڑکی پیدا کر دیں، اور جب چاہیں کسی کو عقیمہ بنا دیں۔ پس کچھ شک نہیں کہ یہ طریق دوسرے لفظوں میں خدائی کا دعوی ہے۔ اوراس گروہ کے تابع یورپ کے اکثر خواص عیسائی ہیں۔

غرض کہ دراصل یہی لوگ دجال ہیں جن کو پادری یا یورپئین فلاسفر کہا جاتا ہے۔ یہ پادری اور یورپئین فلاسفر دجال معہود کے دو جبڑے ہیں جن سے وہ ایک اژدہا کی طرح لوگوں کے ایمانوں کا کھا جاتا ہے۔ میں ایسے وقت میں آیا ہوں کہ جب اندرونی اختلافات انتہاء تک پہنچ گئے اور ایک فرقہ دوسرے کو کافر بتانے لگا۔ اس تفرقے کے وقت میں امت محمدیہ کو ایک حکم کی ضرورت تھی۔ سو خدانے مجھے حکم کر کے بھیجا ہے۔ اور قرآن اور احادیث سے اس بات کا کافی ثبوت ملتا ہے کہ آنے والا مسیح چودھویں صدی میں ظہور کرے گا۔

علاوہ ان سب امور کے ایک عظیم الشان علامت مسیح موعود کی احادیث صحیحہ میں لکھی گئی ہے کہ وہ ایسے وقت میں آئے گا کہ جب صلیبی مذہب بڑے جوش سے پھیلا ہوا ہوگا، جیسا کہ حدیث یکسر الصلیب جو بخاری میں ہے اس پر دلالت کرتی ہے۔ سو ایسے وقت میں اور ایسے زمانے میں یہ عاجز آیا ہے۔

اور دوسری علامت اشارات احادیث سے مسیح موعود کیلئے یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ ممالک مشرقیہ میں مبعوث ہوگا اور ظاہر ہے کہ ہمارا ملک ہند خاص کر پنجاب کا حصہ مکہ سے بجانب مشرق واقع ہے اور احادیث میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ وہ مہدی موعود ایسے قصبے کا رہنے والا ہوگا جس کا نام کدعہ یا کدیہ ہوگا اور ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ یہ لفظ کدعہ دراصل قادیان کے لفظ کا مخفف ہے جس میں

مسیحیت اور مہدویت کا مدعی بھی موجود ہے جس کا نام یعنی غلام احمد قادیانی اپنے حروف کے اعداد سے اشارہ کر رہا ہے یعنی تیرہ کا سوعدد جو اس نام سے نکلتا ہے وہ بتلا رہا ہے کہ تیرھویں صدی کے ختم ہونے پر یہی مجدد آیا جس کا نام تیرہ سو کا عدد کا پورا کرتا ہے۔

ہماری جدید تحقیق سے جو کسر صلیب کے لئے خدا تعالی کی طرف سے ہم کو عطا ہوئی ہے یہ بات خوب صفائی سے ثابت ہوگئی کہ مسیح کا ہرگز رفع جسمانی نہیں ہوا۔ ہاں ایک سو بیس برس کے بعد رفع روحانی ہوا بلکہ صلیب کے دنوں میں رفع روحانی بھی نہیں ہوا کیونکہ وہ صلیب کے زخموں سے شفا پا کر ۸۷ برس زندہ رہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ پیلاطوس گورنر قیصر کے ہاتھ میں عیسی کے مار ڈالنے کی کاروائی تھی۔ اس کی بیوی کو خواب آئی کہ اگر یہ شخص مر گیا تو پھر اس میں تمہاری تباہی ہے۔ اس لئے اس نے اندرونی طور پر کوشش کر کے مسیح کو صلیبی موت سے بچالیا۔ مگر یہودی اپنی حماقت سے سمجھتے رہے کہ مسیح صلیب پر مر گئے۔ حالانکہ حضرت مسیح بخیر و عافیت اپنے حواریوں کے پاس آئے اور ان کو مبارک باد دی کہ میں خدا کے فضل سے بدستور اب تک زندہ ہوں اور پھر ان کے ہاتھ سے لے کر روٹی کھائی اور مچھلی کھائی۔ صلیب کے کیلوں کے زخم ان کا دکھلائے اور چالیس دن تک ان کے زخموں کا اس مرہم کے ساتھ علاج ہوتا رہا جس کو قرابادینوں میں مرہم عیسی یا مرہم رسل یا مرہم حوارییں کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اور قانون بوعلی سینا میں بھی مندرج ہے۔ اور جن کی دوا ؤں کو خدا تعالی نے بطور الہام کے ان پر ظاہر کیا تھا۔ بعد اس کے مسیح خدا کا حکم پا کر پوشیدہ طور سے اپنے وطن سے سفر کو نکلے اور حواریوں کو تاکید سے منع کر دیا کہ میرے اس سفر کا حال کسی سے مت کہنا ۔ اور ملکوں کی سیر کرتے ہوئے نصیبین آئے۔ اور وہاں سے افغانستان میں پہنچے اور ایک مدت تک اس جگہ جو کوہ نعمان کہلاتا ہے اس کے قریب سکونت پذیر رہے۔ چنانچہ اس جگہ شہزادہ نبی کا چبوترہ اب تک گواہی دے رہا ہے۔ اور اس کے بعد پنجاب میں آئے اور ہندوستان کا بھی سفر کیا اور غالبًا بنارس اور نیپال میں بھی پہنچے۔ پھر پنجاب کی طرف لوٹے۔ چونکہ سرد ملک کے رہنے والے تھے اس لئے اس ملک کی شدت گرمی کا تحمل نہ کر سکے اس لئے کشمیر کا قصد کیا اور کوہ سلیمان پر ایک مدت تک

عبادت کرتے رہے۔ اور سکھوں کے زمانے تک ان کی بارگاہ کوہ سلیمان پر کتبہ موجود تھا اور بقیہ عمر سری نگر میں گزاری اور ایک سو پچیس برس کی عمر میں وہیں فوت ہوئے اور محلّہ خان یار کے قریب دفن کئے گئے۔ اور اب تک وہ قبر یوز آسف نبی کی قبر اور شہزادہ نبی کی قبر اور عیسی نبی کی قبر کہلاتی ہے۔ اور اس مزار کا زمانہ تخمیناً دو ہزار برس بتلاتے ہیں۔ اور عوام وخواص میں یہ روایت بکثرت مشہور ہے کہ یہ نبی شام کے ملک سے آیا تھا۔ ہمارے علماء کی یہ غلطی ہے کہ معاً صلیب کے ساتھ حضرت عیسی کا رفع جسمانی مانتے ہیں۔ یسوع کا آسمان پر جانا ایک جھوٹا مسئلہ ہے اور جو مسلمان ایک فرضی دجال اور فرضی مسیح کے منتظر تھے جس کے ماننے سے نئے سرے سے اس شرک کی بنیاد پڑتی ہے جس کی قرآن بیخ کنی کر چکا ہے اور مسئلہ ختم نبوت بھی ہاتھ سے جاتا ہے سو خدا تعالی نے مجھے بھیجا تا کہ میں اس خطرناک حالت کی اصلاح کروں اور لوگوں کو خالص توحید کی راہ بتاؤں۔

اور وہ حوادث ارضی وسماوی جو مسیح کے ظہور کی علامات ہیں وہ سب میرے وقت میں ظہور پذیر ہو گئے ہیں۔ مدت ہوئی کہ خسوف وکسوف رمضان کے مہینے میں ہو چکا ہے۔ اور ستارہ ذوالسنین بھی نکل چکا ہے۔ اور زلزلے بھی آئے اور مری بھی پڑی۔ اور عیسائی مذہب بڑے زور شور سے دنیا میں پھیل گیا۔ اور جیسا کہ آثار میں پہلے لکھا گیا تھا بڑے تشدد کے ساتھ میری تحقیر بھی ہوئی۔

غرض تمام علامات ظاہر ہو چکی ہیں اور کسر صلیب میرے ہاتھ سے یہ ہوئی کہ نشان ظاہر ہوئے اور پیش گوئیاں ظہور میں آئیں اور پادریوں کا منہ بند کیا گیا۔ اور اگر وہ شرم وحیا سے کام لیں تو آئندہ اعتراض کرنے کی ان کو جگہ نہ رہے۔

اور قرآن کی تعلیم نے جو میری طرف سے بیان کی گئی بڑے بڑے جلسوں میں لوگوں کا سر جھکا دیا اور عیسائی مذہب کے اصول کو ایسے طور سے توڑا گیا کہ کبھی کسی کو پہلے اس سے میسر نہ آیا۔

ایسی ہی مسیح موعود کے وجود کی علت غائی احادیث نبویہ میں یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ عیسائی قوم کے دجل کو دور کریں گے اور ان کے صلیبی خیالات کو پاش پاش کر کے دکھلائیں گے۔ چنانچہ یہ امر میرے ہاتھ پر خدا تعالی نے ایسا انجام دیا کہ عیسائی مذہب کے اصول کا خاتمہ کر دیا کہ وہ لعنتی موت

کہ جونعوذ باللہ حضرت مسیح کی طرف منسوب کی جاتی ہے جس پر تمام مدار صلیبی نجات کا ہے وہ کسی طرح حضرت عیسی کی طرف منسوب نہیں ہوسکتی اور کسی طرح لعنت کا مفہوم کسی راست باز پر صادق نہیں آسکتا۔

بخاری کی یہ حدیث کہ مسیح آئے گا اور صلیب کو توڑے گا وہ معنی نہیں رکھتی جو ہمارے قابل رحم علماء بیان کرتے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی کوتہ اندیشی سے یہ سمجھا ہوا ہے کہ مسیح دنیا میں آکر ایک بڑے جہاد کا دروازہ کھولے گا اور محمد مہدی خلیفہ سے مل کر دین پھیلانے کے لئے لڑائیاں کرے گا اور تلوار اٹھائے گا اور ایک بڑی خون ریزی ہوگی جو دنیا کی ابتداء سے اس وقت تک کبھی نہیں ہوئی ہوگی۔اور یہاں تک خون ریزی کرے گا جو زمین کو خون سے بھر دے گا۔اور ایسا سخت دل ہوگا کہ جزیہ بھی قبول نہیں کرے گا۔اس کی تقسیم اوقات یہ ہوگی کہ کچھ حصہ دن کا تو لوگوں کو قتل کرنے میں بسر کرے گا اور کچھ حصہ دن کا جنگلوں میں جا کر سوروں کے مارنے میں گزارے گا۔

اسی لئے مرزا صاحب قادیانی ایسی مسیح و مہدی کو خون ریز مسیح اور خون ریز مہدی کہتے ہیں:

سو یاد رہے کہ یہ عقیدہ سراسر باطل ہے۔ بلکہ کسر صلیب اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مسیح موعود ایسے زمانے میں آئے گا جب کہ ہر طرف سے ایسے اسباب پیدا ہو جائیں گے کہ جن کی پرزور تاثیروں سے صلیبی مذہب عقل مندوں کے دلوں سے گرتا جائے گا۔ وہ حق محض جو خدا نے ہمیں سمجھایا ہے یہ ہے:

مسیح جس کا دوسرا نام مہدی ہے دنیا کی بادشاہت سے ہرگز حصہ نہیں پائے گا، بلکہ اس کے لئے آسمانی بادشاہت ہوگی۔اس لئے مجھے جو میں مسیح موعود ہوں، زمین کی بادشاہت سے کچھ تعلق نہیں۔ بلکہ ضرور تھا کہ میں غربت اور مسکینی میں آتا۔

اور یہ جو حدیثوں میں آیا ہے کہ مسیح حکم ہوکر آئے گا اور وہ اسلام کے تمام فرقوں پر حاکم عادل ہو گا۔سو یہ حکومت اس کی زمین کی نہیں ہوگی۔ بلکہ ضرور ہے کہ وہ حضرت عیسی بن مریم کی طرح غربت اور خاکساری سے آئے گا۔سو ایسا ہی وہ ظاہر ہوا تا کہ وہ سب باتیں پوری ہوں جو صحیح بخاری

میں ہیں کہ یضع الحرب یعنی وہ مذہبی جنگوں کو موقوف کر دے گا۔ اور اس کا زمانہ امن اور صلح کا ری کا ہوگا۔ لاٹھی اور تلوار سے ہرگز ہرگز دین دلوں میں داخل نہیں ہوسکتا۔ خدا کے سچے مہدی اور مسیح کیلئے ضروری ہے کہ آسمانی نشانوں کے ساتھ دین کو پھیلائے تاکہ وہ لوگ شرمندہ ہوں جنہوں نے خدا کے دین اسلام پر ناحق جھوٹے الزام لگائے سوا سوجہ سے میں نشانوں کے ساتھ بھیجا گیا ہوں۔

اور ایک بڑا بھاری معجزہ میرا یہ ہے کہ میں نے بدیہی ثبوتوں کے ذریعہ سے حضرت عیسی کی وفات کو ثابت کر دیا ہے اور ان کی جائے وفات اور قبر کا پتہ دے دیا ہے۔

میں اس لئے نہیں آیا کہ آپ لوگوں کو دنیا کے گندے مال میں مبتلا کروں اور آپ پر ہوا و ہوس کے پورے دروازے کھول دوں بلکہ میں اس لئے آیا ہوں کہ موجودہ دنیا کے حظ سے بھی کچھ کم کر کے خدا تعالی کی طرف کھینچوں۔ پس حقیقت میں آپ لوگوں کا میرے آنے سے بہت ہی حرج ہوا۔ یہ بات جلد عقل منداور منصف مزاج کی سمجھ میں آسکتی ہے کہ ہر ایک مجدد ان مفاسد کے دور کرنے کے لئے مبعوث ہوتا ہے جو سب سے زیادہ خطرناک اور سب سے زیادہ موجب ہلاک اور نیز سب سے زیادہ کثرت میں ہوتے ہیں اور انہیں خدمات کے مناسب حال اس مجدد کا نام آسمان پر ہوتا ہے اور جب کہ یہ بات واقعی اور صحیح ہے تو صاف ظاہر ہے کہ اس پر آشوب زمانے میں جب کہ لوگ چاروں طرف سے عیسائیت کی پرزہر تعلیم سے ہلاک ہوئے جاتے ہیں بڑا کام مجدد کا یہ ہونا چاہیے کہ اہل اسلام کی ذریت کو اس زہر سے بچائے اور صلیبی فتنوں پر اسلام کو فتح بخشے۔

اور جب کہ اس صدی کے مجدد کا یہ کام ہوا تو بلا شبہ آسمان پر اس کا نام کاسر الصلیب ہوا۔ میں زور اور دعوی سے کہتا ہوں کہ جس کسر صلیب کا بخاری میں وعدہ تھا اس کا پورا سامان مجھے عطا کیا گیا ہے اور ہر ایک عقل سلیم گواہی دے گی کہ بجز اس صورت کے اور کوئی موثر اور معقول صورت کسر صلیب کی نہیں۔

مسیح موعود کے اسی امت میں آنے پر بہت سی گفتگو کر کے مرزا قادیانی نے یہ حدیث لکھی ہے:

لو کان الایمان معلّقا بالثریا لناله رجل من فارس

اس کے بعد مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ

چونکہ اس فارسی شخص کی طرف وہ صفت منسوب کی گئی ہے جو مسیح موعود اور مہدی سے مخصوص ہے یعنی زمین جو ایمان اور توحید سے خالی ہو کر ظلم سے بھر گئی ہے پھر اس کو عدل سے پر کرنا، لہذا یہی شخص مہدی اور مسیح موعود ہے، اور وہ میں ہوں۔

اکثر لوگوں نے قلت تدبر سے ان تین ناموں کی وجہ سے تین علیحدہ علیحدہ شخص سمجھ لئے ہیں اور تین قومیں ان کے لئے مقرر کی ہیں۔ ایک فارسیوں کی قوم، دوسرے بنی اسرائیل کی قوم، تیسرے بنی فاطمہ کی قوم۔ مگر یہ تمام غلطیاں ہیں۔ حقیقت میں یہ تینوں ایک ہی شخص ہے جو تھوڑے تعلق کی وجہ سے کسی قوم کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔ مثلاً ایک حدیث سے سمجھا جاتا ہے کہ اہل فارس یعنی بنی فارس بنی اسحاق میں سے ہیں۔ پس اس طرح پر وہ آنے والا مسیح اسرائیلی ہوا۔ اور بنی فاطمہ کے ساتھ امہاتی تعلق رکھنے کی وجہ سے جیسا کہ مجھے حاصل ہے، فاطمی بھی ہوا۔ پس گویا وہ نصف اسرائیلی اور نصف فاطمی ہوا۔ ہاں میرے پاس فارسی ہونے کے لئے بجز الہام الٰہی کے اور کچھ ثبوت نہیں۔ اور وہ یہ ہے

خذوا التو حید خذوا التو حید یا ابناء الفا رس

یعنی توحید کو پکڑو۔ توحید کو پکڑو اے فارس کے بیٹو۔

اور بنی فاطمہ ہونے میں یہ الہام ہے

الحمد لله الذی جعل لکم الصهر و النسب اشکر نعمتی ر ئیت خد یجتی

(یعنی تمام حمد اور تعریف اس خدا کے لئے جس نے تمہیں فخر دامادی سادات اور فخر علو نسب جو دونوں مماثل اور مشابہ ہیں عطا فرمایا یعنی تمہیں سادات کا داماد ہونے کی فضیلت عطا کی اور میری نعمت کا شکر یہ ادا کر کہ تو نے میری خدیجہ کو پایا)۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنی کتابوں میں بہت جگہ بیان کر چکے ہیں کہ یہ عاجز جو حضرت عیسی کے رنگ میں بھیجا گیا ہے بہت سے امور میں حضرت عیسی سے مشابہت رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ جیسے حضرت عیسی کی پیدائش میں ایک ندرت تھی کہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے، اس عاجز کی پیدائش میں بھی ایک ندرت ہے

اور وہ یہ کہ میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی ۔

وہ پیغمبر خدا کو مثیل موسی کہتے ہیں اور اپنی ذات کو مثیل عیسی قرار دیتے ہیں ۔ ان کا قول ہے کہ جیسا کہ ایک سلسلہ چودہ سو برس کی مدت تک موسی سے لے کر حضرت عیسی بن مریم تک ختم ہوا، ایسا ہی دوسرا سلسلہ جو خدا کے کلام میں اس کے مشابہ کھڑا کیا گیا ہے اسی چودہ سو برس کی مدت تک مثیل عیسی بن مریم یعنی مرزا صاحب قادیانی تک ختم ہوا۔

ایک جگہ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ خدا کے فضل و عنایت سے امام الزمان ہوں ۔ اللہ تعالی فرماتا ہے و اطیعوا الله و اطیعوا الرسول و اولی الا مر منکم ۔ اولی الامر سے مراد جسمانی طور پر بادشاہ اور روحانی طور پر امام الزمان ہے، اور جسمانی طور پر جو شخص ہمارے مقاصد کا مخالف نہ ہو، اور اس سے مذہبی فائدہ ہمیں حاصل ہو سکے وہ ہم میں سے ہے خواہ عیسائی ہو یا مسلمان ۔

مرزا غلام احمد صاحب، خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ خدا کے عظیم الشان نشان مجھ پر بارش کی طرح اتر رہے ہیں اور غیب کی باتیں مجھ پر کھل رہی ہیں ۔ ہزارہا دعائیں اب تک قبول ہو چکی ہیں اور تین ہزار نشان ظاہر ہو چکے ہیں ۔ اور ہر ایک دانشمند سمجھ سکتا ہے کہ میرے الہامات اور پیش گوئیاں انسان کی طاقت سے بالاتر ہیں ۔

مرزا صاحب قادیانی نے ایک رات کشفی حالت میں دیکھا کہ ایک شخص جو فرشتہ معلوم ہوتا تھا مگر خواب میں معلوم ہوا کہ اس کا نام شیر علی ہے اس نے مرزا صاحب کو ایک جگہ لٹا کر ان کی آنکھیں نکالی ہیں اور صاف کی ہیں اور میل و کدورت ان میں سے پھینک دی ہے اور ہر ایک بیماری اور کوتاہ بینی کا مادہ نکال دیا ہے اور مصفا نور جو آنکھوں میں پہلے سے موجود تھا مگر بعض مواد کے نیچے دبا ہوا تھا اس کو ایک چمکتے ہوئے ستارے کی طرح بنا دیا ہے اور یہ عمل کر کے پھر فرشتہ غائب ہو گیا اور مرزا صاحب قادیانی اس کشفی حالت سے بیداری کی طرف منتقل ہو گئے ۔

اور مرزا صاحب قادیانی کہتے ہیں کہ ایک بار مجھ کو کشفی طور پر دکھلایا گیا کہ میں نے بہت سے احکام قضا و قدر کے اہل دنیا کی نیکی بدی کے متعلق اور نیز اپنے لئے اور اپنے دوستوں کے لئے لکھے ہیں اور پھر تمثیل کے طور پر میں نے خدا کو دیکھا اور وہ کاغذ جناب باری کے آگے رکھ دیا کہ وہ اس پر دستخط کر دے ۔ سو خدا نے

سرخی کی سیاہی سے دستخط کر دیئے اور قلم کی نوک پر جو سرخی زیادہ تھی اس کو جھاڑ دیا اس کے قطرے میرے کپڑوں پر پڑے جن کو میں نے بچشم خود دیکھا۔

مرزا صاحب قادیانی کہتے ہیں کہ ایک بار عالم کشف میں دیکھا کہ میں نے بشمر داس کھتری کے نوشتہ قضا وقدر کی نصف قید کو اپنے قلم سے کاٹ دیا مگر بری نہیں کیا۔

مرزا صاحب کہتے ہیں ایک بار کشف میں دیکھا کہ وہ اور حضرت عیسی ایک جوہر کے دو ٹکڑے ہیں۔

ایک بار حالت کشفی میں اللہ کی روح ان پر غالب ہوگئی اور اس نے اپنے وجود میں مرزا صاحب کو پنہاں کرلیا۔ اور انہوں نے اس حال میں دیکھا کہ وہ نئے نظام اور نئے آسمان اور نئی زمین کے پیدا کرنے پر قادر ہیں۔ پھر انہوں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا۔ الخ۔

مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں کہ ایک بار مجھے مخاطب کر کے فرمایا یلاش۔ خدا کا نام ہے۔ یہ ایک نیا الہامی لفظ ہے کہ اب تک میں نے اس کو اس صورت پر قرآن اور حدیث میں نہیں پایا اور نہ کسی لغت کی کتاب میں دیکھا۔ اس کے معنی مجھ پر یہ کھولے گئے کہ...شریک الہام میں بار بار میرا نام ابراہیم رکھا گیا ہے جیسا کہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۶۱ میں الہام ہے سلا م علی ابرا ھیم صا فینا

جس طرح خدا تعالی نے مصائب سے نجات پانے کے لئے بعض اپنے نبیوں کو دعائیں سکھلائیں تھیں مرزا صاحب کو بھی خدا نے الہام کر کے ایک دعا سکھلائی اور وہ یہ ہے

سبحا ن ا للہ و بحمدہ سبحا ن اللہ العظیم اللھم صل علی محمد و آ ل محمد۔

وہ کہتے ہیں کہ ہم اپنی اجتہادی باتوں کو خطا سے معصوم نہیں سمجھتے۔ اجتہادی غلطی نبیوں اور رسولوں سے بھی ہو جاتی ہے۔

مرزا صاحب قادیانی پر کئی بار عدالتوں میں مقدمات بھی دائر ہوئے مگر نہایت کشاکش کے بعد وہ ہر ایک مقدمے میں آخر کار بری ہو گئے۔ ان مقدمات کو وہ ابتلاء کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔ بعض مقدمات ان پر اپنے سخت لہجہ کی وجہ سے، اور بعض کسی کی موت یا ذلت کی پیش گوئی کے سبب سے عائد ہوئے۔

ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کے اقدام قتل کا مقدمہ ان پر دائر کیا گیا جو ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور کی

عدالت سے ۲۳۔ اگست ۱۸۹۷ء کو خارج کیا گیا۔ بری کرنے کے حکم آخر میں مرزا صاحب کے حق میں نوٹس بطور تہدید کے لکھا گیا کہ

ہم اس موقع پر مرزا غلام احمد کو بذریعہ تحریری نوٹس جس کو انہوں نے خود پڑھ لیا اور اس پر دستخط کر دیئے ہیں باضابطہ طور پر متنبہ کرتے ہیں کہ ان مطبوعہ دستاویزات سے جو شہادت میں پیش ہوئی ہیں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے اشتعال اور غصہ دلانے والے رسالے شائع کئے ہیں جن سے ان لوگوں کی ایذاء متصور ہے جن کے مذہبی خیالات ان کے مذہبی خیالات سے مختلف ہیں جو اثر ان کی باتوں سے ان کے بے علم مریدوں پر ہوگا اس کی ذمہ داری انہی پر ہوگی اور ہم انہیں متنبہ کرتے ہیں کہ جب تک وہ زیادہ تر میانہ روی کو اختیار نہ کریں گے وہ قانون کی زد سے بچ نہیں سکتے بلکہ وہ اس کی زد کے اندر آجاتے ہیں۔

مرزا صاحب قادیانی نے ڈپٹی عبداللہ آتھم کی نسبت پیش گوئی کی کہ وہ روز ختم مباحثہ سے ۱۵ مہینہ تک ہاویہ میں ڈالا جائے گا، جب کہ آتھم ۱۵ مہینہ کے اندر فوت نہیں ہوا، تو مرزا صاحب نے تاویل کی کہ الہام حق کی طرف رجوع کی شرط سے وابستہ تھا۔ عیسائیوں نے مرزا صاحب کی تکذیب کی اور اس تاویل کو نہ مانا تو انہوں نے چار ہزار روپیہ اس بات کے لئے دینا کیا کہ وہ مجلس میں قسم کھا جائے کہ اس نے دل میں خدا کی طرف رجوع نہیں کیا مگر آتھم نے قسم کھانے سے صاف انکار کر دیا۔

مرزا صاحب قادیانی کہتے ہیں کہ الہام میں پیش از وقت شائع کیا گیا تھا کہ آتھم رجوع سے فائدہ اٹھائے گا لیکن اگر گواہی کو پوشیدہ کرے گا تو پھر جلد پکڑا جائے گا اور فوت ہو جائے گا۔ اس نے شرط پر عمل کیا تو بقدر اس عمل کے تاخیر ہوگئی۔ اور جب گواہی کو چھپایا تو پکڑا گیا اور آخری اشتہار سے چھ ماہ بعد فوت ہو گیا۔ اگر وہ اس غیرت اور خاموشی اور خوف پر قائم رہتا جو اس نے پیش گوئی کی میعاد میں اختیار کی تھی تو اس کو لمبی زندگی دی جاتی اور وہ بیس برس تک اور زندہ رہتا۔

مرزا صاحب قادیانی نے ایک آریہ لیکھرام کی موت کی نسبت پیش گوئی کہ وہ چھ برس کے اندر ہلاک کیا جائے گا۔ وہ ۲۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو ایسے وقت میں مارا گیا کہ مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئی میں ابھی

ڈھائی سال باقی تھے۔مرزا صاحب کہتے ہیں کہ جس طرح گوسالہ سامری کے کٹنے کے بعد حضرت موسیٰؑ نے بڑی عزت پائی تھی اسی کے مطابق اس بندے کی عزت کو بھی اللہ نے زیادہ کیا اور جس طرح گوسالہ بنانے کے بعد خدا تعالی نے بنی اسرائیل پر طاعون بھیجی تھی اسی طرح لیکھ رام کے مرنے کے بعد بھی اس ملک میں طاعون پھیلی۔عبداللہ آتھم کی پیش گوئی جمالی تھی اور لیکھ رام کی جلالی۔یہ پیش گوئی مجھ میں اور رسول اللہ ﷺ میں مشترک ہے اور لیکھ رام کا حال خسرو پرویز سے مشابہ ہے اور جیسا کہ تمام مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ کسری کا مارا جانا ایک بڑا معجزہ تھا ایسا ہی اگر مسلمان چاہیں تو گواہی دے سکتے ہیں کہ لیکھ رام کا مارا جانا بھی ایک بڑا معجزہ تھا۔

مولوی محمد حسین بٹالوی اڈیٹر اشاعۃ السنہ نے گورنمنٹ تک یہ شکایتیں پہنچائیں کہ مرزا گورنمنٹ انگریزی کے بڑے بدخواہ ہیں اور بغاوت کے خیالات رکھتے ہیں،توانہوں نے اعلان کیا کہ جس فرقے کا خدا نے مجھے امام اور پیشوا مقرر کیا ہے ایک بڑا امتیازی نشان اپنے ساتھ رکھتا ہے اور وہ یہ کہ اس فرقے میں تلوار کا جہاد بالکل نہیں اور نہ اس کا انتظار ہے بلکہ یہ مبارک فرقہ ظاہر طور پر اور نہ پوشیدہ طور پر جہاد کی تعلیم کو جائز سمجھتا ہے اور قطعاً اس بات کو حرام جانتا ہے کہ دین کی اشاعت کیلئے لڑائیاں کی جائیں۔یہ نظم بھی انہوں نے بنائی

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آ گیا مسیح جو دین کا امام ہے
دین کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ۷ استمبر ۱۸۹۹ء کو ایک درخواست شائع کی جس میں گورنمنٹ انگریزی پر ظاہر کیا ہے کہ اس ملک کے مسلمان مجھے کافر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ میں نے انگریزی سلطنت کو سلطنت روم (ترکی) پر ترجیح دی ہے اور یہ لوگ مجھے اس وجہ سے کافر ٹھہراتے ہیں کہ میں نے خدا کے سچے الہام سے مسیح ہونے کا دعوی کیا ہے اور اس خونی مہدی کے آنے سے انکار کیا ہے جس کے یہ لوگ منتظر ہیں۔آخر درخواست میں تحریر کرتے ہیں کہ میں سلطنت انگریزی کے مقابل سلطنت روم کو بھی نہیں پاتا جو اسلامی سلطنت کہلاتی ہے۔

مرزا صاحب قادیانی نے اپنے متبعوں کا نام فرقہ احمدی اور احمدی مذہب کے مسلمان رکھا ہے۔وہ

کہتے ہیں کہ ہمارے نبی ﷺ کے دو نام تھے ایک محمد دوسرا احمد۔ ان میں سے محمد جلالی نام تھا اور اس میں یہ مخفی پیش گوئی تھی کہ آنحضرت ﷺ ان دشمنوں کو تلوار کے ساتھ سزا دیں گے جنھوں نے تلوار کے ساتھ اسلام پر حملہ کیا اور صد ہا مسلمانوں کو قتل کیا۔ لیکن اسم محمد جمالی نام تھا جس کا یہ مطلب تھا کہ آنحضرت ﷺ دنیا میں آشتی اور صلح پھیلائیں گے اور خدا نے ان دو ناموں کی اس طرح پر تقسیم کی کہ اول آنحضرت ﷺ کی مکے کی زندگی میں اسم احمد کا ظہور تھا کہ ہر طرح سے صبر و شکیبائی کی تعلیم تھی اور پھر مدینے کی زندگی میں اسم محمد کا ظہور ہوا اور مخالفوں کی سرکوبی خدا کی حکمت اور مصلحت نے ضروری سمجھی لیکن یہ پیش گوئی کی گئی کہ آخری زمانے میں پھر اسم احمد ظہور کرے گا اور ایسا شخص ظاہر ہوگا جس کے ذریعہ سے احمدی صفات ظہور میں آئیں گی اور تمام لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائے گا آنحضرت ﷺ کو دو بروزوں کی حاجت پڑی ایک بروز محمدی موسوی دوسرا بروز احمدی عیسوی۔ بروز محمدی موسوی کے لحاظ سے مظہر حقیقت محمدیہ کا نام مہدی رکھا گیا اور اہلاک ملل باطلہ کے لئے بجائے سیف کے قلم سے کام لیا گیا اور بروز احمدی عیسوی کے لحاظ سے مظہر حقیقت احمدیہ کا نام مسیح اور عیسی رکھا گیا وہ کہتے ہیں کہ ہماری مجلس خدا نما ہے ان کو خدا کی طرف سے عربی فارسی اردو انگریزی میں الہام ہوتا ہے کبھی ایک ہی سلسلہ الہام میں ایک وقت میں کئی زبانوں کے الفاظ ہوتے ہیں بطور نمونہ کے ملاحظہ ہوں:

ا۔ لا تخف انّك انت ا لا علی یعنی کچھ خوف مت کر کہ تو غالب ہے۔

۲۔ بکر و ثیّب ۔ مرزا صاحب قادیانی اس الہام کے یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ خدا کا ارادہ ہے کہ وہ دو عورتیں میرے نکاح میں لائے گا جن میں سے ایک بکر ہوگی دوسری بیوہ۔

۳۔ ایک زمانے میں مرزا صاحب قادیانی کا دل بباعث گوشہ نشینی اور ترک دنیا کے اہتمامات تاہل سے سخت کارہ تھا اور عیال داری کے بوجھ سے طبیعت متنفر تھی تو اس حالت کے تصور کے وقت یہ الہام ہوا:

ہرچہ باید نو عروسی را ہمہ ساماں کنم

(یعنی اس شادی میں تجھے کچھ فکر نہیں کرنا چاہیے۔ ان تمام ضروریات کا رفع کرنا میرے ذمہ رہے گا)

۴۔ یا ا حمد اسکن انت و زو جك الجنّة

۵۔ قادر ہے وہ بارکہ ٹوٹا کام بناوے۔ بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پاوے

۶۔دس دن کے بعدموج دکھاتا ہے الا انّ نصر اللہ قریب فی شمائل مقیاس دین ول یو گوٹو امرت سر۔ یہاں تک الہام کی عبارت ہے مطلب اس کا یہ ہے کہ دس دن کے بعد روپیہ آئے گا خدا کی مدد نزدیک ہے اور جیسے جب جننے کے لئے اونٹنی دم اٹھاتی ہے تب اس کا بچہ جننا نزدیک ہوتا ہے ایسا ہی مدد الٰہی بھی قریب ہے۔دس دن کے بعد جب روپیہ آئے گا تب تم بھی امرتسر جاؤ گے۔

۷۔اپنی چمکار دکھلاؤنگا اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اٹھاؤنگا دنیا میں ایک نذیرآیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کردے گا۔

۸۔ایک عزت کا خطاب،ایک عزت کا خطاب لك خطاب العزت ایک بڑا نشان اس کے ساتھ ہوگا،

۹۔اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

مرزا صاحب قادیانی اپنی دعا کے ضمن میں خدا سے خطاب کرتے ہیں:

تو نے ہی اس چودھویں صدی کے سر پر مجھے مبعوث کیا اور فرمایا کہ اٹھ میں نے تجھے اس زمانے میں اسلام کی حجت پوری کرنے کے لئے اور اسلامی سچائیوں کو دنیا میں پھیلانے کے لئے اور ایمان کو زندہ اور قوی کرنے کے لئے چنا،اور تو نے ہی مجھے کہا کہ تو میری نظر میں منظور ہے میں اپنے عرش پر تیری تعریف کرتا ہوں،تو نے ہی مجھے فرمایا کہ تو وہ مسیح موعود ہے جس کے وقت کو ضائع نہیں کیا جائے گا،اور تو نے ہی مجھے مخاطب کر کے کہا کہ تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید،اور تو نے ہی مجھے فرمایا کہ تو میری درگاہ میں وجیہ ہے میں نے اپنے لئے تجھے اختیار کیا۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے البدر مورخہ ۱۹ جولائی ۱۹۰۶ء میں شائع کرایا تھا کہ میرا کام یہی ہے کہ میں عیسی پرستی کے ستون کو توڑ دوں اور بجائے تثلیث کے توحید کو پھیلا دوں۔پس اگر مجھ سے کروڑ نشان بھی ظاہوں اور یہ علت غائی ظہور میں نہ آئے تو میں جھوٹا ہوں (اس کا مطلب ہے کہ جولائی ۱۹۰۶ء تک یہ کام نہیں ہوا تھا ۔اب مرزائیوں کو بتانا چاہیے کہ ۱۹ جولائی ۱۹۰۶ء سے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء تک مرزا صاحب نے کون سا تیر مارا؟ بہاء)

مرزا صاحب قادیانی نے مباہلے کے مقابلے میں جس میں لعنت ہوتی ہے اعجازی مقابلہ ایجاد کیا ہے کہ فصیح و بلیغ عبارت اس حد تک لکھی جائے کہ کوئی مخالف اس کی نظیر بنانے پر قادر نہ ہو۔

قادیانی مرزا تحفہ گولڑویہ میں لکھتے ہیں کہ ہنود اپنے گذشتہ اوتاروں کے ناموں پر آئندہ اوتاروں کے انتظار کرتے رہے ہیں اور اب بھی آخری اوتار کو جس کو کلکی اوتار کے نام سے موسوم کرتے ہیں کرشن کا اوتار مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جیسا کہ کرشن کی صفات میں ردر گوپال ہے یعنی سوروں کو ہلاک کرنے والا اور گائیوں کا پالنے والا ایسا ہی کلکی اوتار ہوگا۔ یہ ایک کرشن کی صفات کی نسبت استعارہ ہے کہ وہ درندوں کو ہلاک کرتا تھا یعنی سوروں اور بھیڑیوں کو اور گائیوں کو پالتا تھا۔ یعنی نیک آدمیوں کو اور مراد اس سے یہ ہے کہ زمانے کا دور ہی ایسا آجائے گا اور آسمانی ہوا شریروں کو نابود کرتی جائے گی اور نیک بڑھیں گے اور پھولیں گے اور زمین کو پر کریں گے تب اس مسیح پر ردر گوپال کا اسم صادق آئے گا۔ اور میں جو وہی مسیح اور مظہر صفات مذکورہ ہوں اس لئے کشفی طور پر مجھے ایک شخص دکھایا گیا گویا وہ سنسکرت کا ایک عالم آدمی ہے جو کرشن کا نہایت درجہ معتقد ہے وہ میرے سامنے کھڑا ہوا اور مجھے مخاطب کر کے بولا کہ، ہے ردر گوپال تیری استت گیتا میں لکھی ہے۔ اس وقت میں سمجھا کہ تمام دنیا ایک ردر گوپال کا انتظار کر رہی ہے خدا نے کشفی حالت میں بارہا مجھے اس بات پر اطلاع دی ہے کہ آریہ قدیم میں کرشن نام جو ایک شخص گذرا ہے وہ خدا کے برگزیدوں اور اپنے وقت کے نبیوں میں سے تھا اور میرے پر ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ میں ہوں۔ کرشن کی دو صفت ہیں ایک ردر یعنی درندوں اور سوروں کو قتل کرنے والا، یعنی دلائل اور نشانوں سے دوسرے گوپال یعنی گائیوں کا پالنے والا، یعنی اپنے انفاس سے نیکوں کا مددگار اور یہ دونوں صفتیں مسیح موعود کی صفتیں ہیں۔ مرزا صاحب کی اس آخری الہامی جست کی داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ اس نئی تثلیث نے مسلم عیسائی اور اہل ہنود سب کو اپنی اپنی جگہ پر اپنے اپنے عقیدے اور رسم و رواج پر قائم رہنے کے باوجود ایک ہی سلسلے میں منسلک کرنے اور سہ رنگی بھیڑوں کا ایک گلہ بنانے اور بالآخر نجات دلانے کا بیڑہ اٹھایا ہے

قادیانی مرزا صاحب نے بڑے شدومد سے دعوی کیا تھا کہ میرا ایک عورت سے نکاح ہونا ضرور ہے جو آسمان پر ان سے پڑھا جا چکا ہے مگر وہ بی بھی باوجود ہزار کوششوں کے ان کے نکاح میں نہ آئی بلکہ اس زمانے سے آج تک ایک دوسرے شریف آدمی کی بی بی ہے۔ مرزا صاحب نے جب دیکھا کہ اب منکوحہ آسمانی کے ملنے کی کوئی امید نہیں تب انہوں نے حقیقۃ الوحی میں لکھ دیا کہ خدا جس خبر اور وعدے کو چاہے پورا کردے اور

جس کو چاہے باطل کر دے اور بہت سی پیش گوئیاں ان کی موت سے باطل ہو گئیں۔

ا۔مولوی ثناء اللہ میری زندگی میں فوت نہ ہوا تو میں دجال اور کذاب (اشتہار مرزا۔۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء)

۲۔جوانی کا واپس آنا۔بدر مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۰۴ء۔

۳۔ڈاکٹر عبدالحکیم میری آنکھوں کے روبرو اصحاب فیل کی طرح نیست ونابود ہو جائے گا (تبصرہ مورخہ ۱۵ نومبر ۱۹۰۷ء)۔

۴۔مرزا صاحب کی عمر ۹۵ سال ہو گی۔(الحکم ۲۴ دسمبر ۱۹۰۳ء)۔

۵۔قیامت خیز زلزلہ آنے کو ہے (مرزا قادیانی کا اشتہار مارچ ۱۹۰۶ء)۔

۶۔غلام حلیم اور یحی کی بشارت (اشتہار تبصرہ)۔

۷۔عالم کباب کی پیدائش جس کے پیدا ہوتے ہی تمام عالم کے لئے تباہ ہو جانا تھا اور پھر مرزائیوں کی فتح اور خوشی ہونی تھی۔(الحکم ۱۰ جون ۱۹۰۵ء)۔

۸۔ دوبارہ زندگی منسوخ شدہ زندگی۔ (البدر ۲۳۔اپریل ۱۹۰۸ء)۔

۹۔خواتین مبارکہ تیرے نکاح میں آئیں گی جن کو تو نصرت جہان بیگم کے بعد پائے گا اور ان سے تیری نسل بکثرت ہو گی (مرزا قادیانی کا اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)۔

ان پیش گوئیوں کے وقوع میں آنے سے پیشتر ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء مطابق ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ کو دس بج کر دس منٹ پر بوقت صبح لاہور میں .انتقال کیا تاہم انہیں اپنے کاموں میں خاصی کامیابی ہوئی اور لاکھوں تک ان کے مریدوں کی تعداد پہنچ گئی جن میں کئی رئیس اور جاگیردار اور اکثر تعلیم یافتہ اور بڑے بڑے تاجر شامل ہیں

مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی نے مرزا صاحب قادیانی کے حق میں تکفیر کا فتوی لکھا ہے جس پر بہت سے علماء کی تصدیق ہے۔اس میں انہوں نے بیان کیا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اہل سنت سے خارج ہیں ان کا عمل اور طریق ملحدین باطنیہ وغیرہ اہل ضلال کا طریق ہے۔ان کے دعوے واشاعت اکاذیب اور اس ملحدانہ طریق سے ان کو تیس دجالوں میں سے جن کی خبر حدیث میں وارد ہے ایک دجال کہہ سکتے ہیں اب مسلمانوں کو چاہیے کہ ان سے احتراز کریں اور ان سے وہ دینی معاملات نہ کریں جو اہل اسلام میں باہم ہونے

چاہییں نہ ان کی محبت اختیار کریں اور نہ ان کے جنازے کی نماز پڑھیں۔

جون ۱۹۰۹ء میں ریاست رام پور میں علمائے اسلام اور جماعت احمدیہ قادیانی میں نہایت عمدہ مناظرہ ہوا۔ اس مناظرے کے دوران میں ایک نیا مسئلہ جماعت احمدیہ قادیانی سے معلوم ہوا کہ سات برس کے بعد ہر انسان کا جسم بدل جاتا ہے۔ مرزا صاحب کی مسند خلافت پر حکیم نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح و المہدی کے نام سے ہیں اور بیعت توبہ اور بیعت اطاعت لیتے ہیں۔

....

موت قادیانی

(مولانا ابوالمنظور محمد عبدالحق کوٹلوی سرہندی)

(مطبوعہ سول اینڈ ملٹری پریس۔ لودیانہ۔ ۱۹۰۸ء)

ہے زندہ وہ کہ جنہیں مارتا تھا تو ظالم
رہیں خدا کے فضل سے وہ زندہ و سالم
ہیں خوش جہاں و جہانیاں تیرے مرنے سے
بچا نہ تیری زبان سے جاہل و عالم
برا بھلا تو تھا کہتا اسی پہ عیسے کو
تھا مارتا تو اسی واسطے مسیحا کو
کہے تھا قابل نفرت تو معجزوں کو بھی
اسی لئے تھا تو پیچھے لگاتا دنیا کو
محمدی پہ نہ تو ہو سکا کبھی قائم
اگرچہ فکر اسی کا تھا قائم و دائم

کدھر گیا تیرا وہ لڑکا اے کادیانی وہ
کہ جس سے بادشاہ ڈھونڈیں گے برکت دائم
مگر عقل مسخ مریدان کادیانی کی
کہ اب بھی کرتے ہیں تقلید آنجہانی کی
پڑا وہ بھاڑ میں دوزخ کے اور گیا گذرا
ہے یہ علامت بھی قہر آسمانی کی

اوروں کے مارنے کے جو رہتے تھے مدعی
ہر روز چھاپتے تھے جو دعوے نئے نئے
مرزائے کادیانی کذاب الغرض
دنیا سے آپ بھی بصد ارمان چلے گئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ اما بعد:

واضح ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی موت سے بوجہ مرزا صاحب قادیانی کو اپنے مخالفین کی موت سے لگاؤ و دلچسپی رکھنے کے مرزا قادیانی کے مخالفوں اور عوام کو بھی خاص لگاؤ و دلچسپی ہے کیونکہ من سخر سخر یعنی چاہ کن را چاہ در پیش مثل مشہور ہے۔

اس جگہ یہ فقیر سلسلہ تحریر معاذ اللہ بطور لغو استہزا انہیں چھیڑتا بلکہ بہ نیت اظہار حق نصر اللہ حق طور پر شروع کرتا ہے۔

پس ظاہر ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے مخالفوں سے مرنے جینے کا پالا لگا رکھا تھا آپ اپنی آخری تصنیف حقیقت الوحی کے صفحہ ۳۰۰ پر لکھتے ہیں کہ

میں (مرزا قادیانی) نے اپنے مخالف مولویوں کو مباہلہ کی دعوت دی اور کہا کہ اگر مباہلہ کرو گے تو یہ ہو گا، وہ ہوگا۔ پھر اگرچہ تمام مخالف مولوی مرد میدان بن کر مباہلہ کے لئے حاضر نہ ہوئے مگر پس پشت گالیاں دیتے رہے۔ پھر مولوی قصوری تک پہنچ کر لکھا حالانکہ انہوں نے ابھی مسنون طور پر مباہلہ نہیں کیا تھا۔

اس تحریر میں جو مرزا صاحب قادیانی نے ٹھوکریں کھائی ہیں اس کی تشریح کی طوالت میں اپنے آپ کو ڈالنا چہ ضرور۔ مگر اتنا ظاہر کرنا ضروریات سے ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے لفظ مسنون لا کر اپنی رائے میں نہایت دور بینی سے اپنے آپ کو... مخالفین سے بچانے کی کوشش کی اور از راہ بد دیانتی اس نے اپنے آپ کو اس امر میں کامیاب ظاہر کیا کیونکہ کسی مباہل (الاّ فقیر) نے اس کو سنت طور پر مباہلہ کرنے کی دعوت نہیں دی مگر بحکم فللہ الحجۃ البالغہ اس فقیر نے سنت کے قدم بقدم مرزا قادیانی کو دعوت مباہلہ دی اور اس کا الٹی میٹم (آخری اعلان) دے کر جھوٹے کو گھر تک پہنچایا۔ اور اس کی اس حجت کو پاش پاش کیا۔ اور چند بار بذریعہ تحریرات مطبوعہ و اخبارات اس کی اس بے ایمانی کا اظہار ہوا۔ مرقع قادیانی بابت ماہ ستمبر ۱۹۰۷ء بھی ملاحظہ ہو۔

قبل اس کے کہ یہ فقیر (صوفی عبدالحق کوٹلوی سرہندی) اس دعوی کا ثبوت ناظرین کے سامنے پیش کرے سنت کی تعریف ناظرین کے پیش کرتا ہے تا کہ ناظرین خود اپنے کانشنس میں اندازہ لگا لیں کہ فقیر عبدالحق کا دعوی ٹھیک ہے یا نہیں۔

اصول حدیث میں سنت آنحضرت ﷺ کے فرمان عمل اور ملاحظہ کئے ہوئے امر کو کہتے ہیں۔ فی الجملہ بحکم ربانی

قل تعالوا ندع ابناء نا و ابناء کم و نساء نا و نساء کم و انفسنا و انفسکم

آنحضرت ﷺ معہ حسن وحسین وفاطمہ وعلی عازم میدان مباہلہ ہوئے، مگر فریق ثانی نے گریز کیا۔

اب بنظر انصاف نہ بہ نظر تعصب ورعایت فقیر عبدالحق کوٹلوی کی دعوت مباہلہ کو معہ الٹی میٹم ملاحظہ کریں اور داد انصاف دیں۔ وہ یہ ہے:

پس اب مرزا صاحب کو چاہیے کہ اس تحریر کو پڑھ کر بہ نیت رفع تردد وانتشار خلق بحکم آیہ مباہلہ معہ ابنا ونساء میدان مباہلہ میں آویں اور یہ احقر (عبدالحق) بھی... اتباعاً للسنہ جیسے آنحضرت

ﷺ پنج تن پاک کے ساتھ مقابلہ نصاریٰ میں نکلے تھے بایماء:

فی الجملہ نسبتے بتو کافی بود مرا
بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس است

پنجہ الماس یعنی پنجتن اول نفس خود دوم زوجہ خود سوم و چہارم ہر دو فرزندان خود پنجم دختر خود کے ساتھ میدان مباہلہ میں بہ یقین فتح یابی خود حاضر ہوتا ہے تا کہ حاکم مطلق

یحق الحق و یبطل الباطل و یمح الله الباطل و یحق الحق بکلمته

حق و باطل وحق و کید کو حق کے ساتھ متمیز کرے اور حق حق اور فریب فریب ثابت ہو۔ اس سے بڑھ کر احسن اور عمدہ کوئی سبیل فیصلہ کی نہیں ہے۔

چنانچہ ناظرین پر ظاہر وباہر ہوا ہوگا (الی) اب مرزا صاحب کو لازم ہے کہ اس تحریر کے ملاحظہ کے بعد پندرہ یوم کے اندر اندر ہم کو بذریعہ اشتہار مطلع کریں۔ اور اگر اب بھی مرزا صاحب کوئی حیلہ و حجت کر کے ٹال جائیں تو لعنت الله علی الکاذبین۔

کار مرداں روشنی و گرمی است
کار دوناں حیلہ و بے شرمی است

الراقم فقیر حقیر ابو منظور محمد عبدالحق کوٹلوی سرہندی

مورخہ ۷ رمضان ۱۳۱۶ھ روز جمعہ از مقام سرہند مسجد جامع السدھنی والی بقلم خود۔

(دیکھو رسالہ مظہر نعمۃ مطبوعہ ۱۳۱۶ مطبع شحنہ ہند میرٹھ)

کیوں حضرات ناظرین مرزا قادیانی کی دوراندیشی کا کیسا قلع قمع کیا گیا، اور اس کی خیانت کی کیسی پردہ دری ہوئی۔ جب اس چیلنج کو بجائے پندرہ روز کے سال بھر گذر گیا، اور مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف سے صدائے برنخواست کا معاملہ ظہور پذیر ہوا، تو اخبار شحنہ ہند میرٹھ مطبوعہ یکم جون ۱۹۰۰ء میں مسیح الکذاب کے عنوان سے اس کی یاددہانی کرا کر الٹی میٹم هذا دیا گیا:

پس اب یہ لکھنا ضروری ہے کہ مرزا ہمارے مقابلہ میں ہمیشہ ذلیل وخوار ہوگا اور اپنی اراجیف کاذبہ دعاوی باطلہ میں ناکامیاب رہے گا۔اور ہم کو اللہ جل شانہ محض اپنے دین حقہ کی تائید کی وجہ سے منصور ومظفر کرے گا۔

و ما ذلك على الله بعزيز و انه على ذلك لقدير۔ و السلام

صوفی عبدالحق صاحب سرہندی کوٹلوی فرماتے ہیں:

آپ خیال فرماویں کہ کیسا پرزور مسنون مباہلہ ہے،اور مرزا غلام احمد قادیانی کی کلام کی منشاء کہ بعد مباہلہ مسنون فریق کاذب ضرور مغضوب ہوتا اور سچے سے پہلے مرجاتا ہے،کیساتھ ملاکر سوچیں کہ اس مباہلہ کے بعد عرصہ آٹھ نو سال میں مرزا قادیانی پر کیا مصائب اور تکالیف آئیں۔ یہاں تک کہ اس کے بعد اولاد نرینہ کا پیدا ہونا بند ہو کو مقطوع النسل ہوا،اور جسکی تکمیل موت مبارک احمد وخود مرزا غلام احمد قادیانی سے ہوئی۔

اوراس ناچیز پر کیا کیا افضال واکرام خداوندی ارزانی ہوئے۔جیسے بجائے دولڑکوں کے چار ہونا،ایک لڑکی کے دو ہونا،اور بے حد وحساب اکرامات وانعامات دینی ودنیاوی جن کو بقدر کفایت رسالہ انکشاف شر حقیقت الوحی قادیانی میں تحریر کیا گیا ہے۔اور جس کا بہت تھوڑا سا حصہ مرقع قادیانی ماہ ستمبر ۱۹۰۷ء میں ہدیہ پبلک ہو چکا ہے۔انشاءاللہ انصاف پسند طبائع خود ہی داد انصاف دے دیں گی۔

(یہ مضمون درج ذیل ہے۔بہاء

<u>(مرزا قادیانی،نشان آسمانی سے کاذب ثابت ہوئے</u>

واضح ہو کہ بمنطوق واجب الوثوق ولا يفلح الساحر حيث اتى اگرچہ مرزا صاحب قادیانی ہر معاملہ میں جھوٹے ثابت ہوئے ہیں،تاہم اراجیف باطلہ ودعاوی کاذبہ سے باز نہیں آتے۔اگر سچ پوچھو تو مرزا صاحب واقعی: چہ دلاوراست دزدے کہ بکف چراغ دارد، کے پورے پورے مصداق ہیں۔کلام معجز نظام بلاغت التیام مخبر صادق اذا لم تستحى فا صنع ما شئت کیا ٹھیک ہے۔ آج کل اکثر مرزائی تحریرات کا ماحصل یہ ہوتا ہے کہ مخالفین مرزا صاحب بالخصوص وہ اشخاص جن کو مرزا صاحب کے ساتھ مباہلہ کا دعوی تھا، وہ تمام ہلاک ہو گئے اور جھوٹا سچے کی زندگی میں ضرور ہلاک ہو جاتا ہے۔اسی بنا پر مولوی فاضل ثناءاللہ صاحب کے لئے بھی ہلاکت کی دعا کی ہے مگر مکروزور (جھوٹ) کے ساتھ۔

قبل اس کے کہ ہم مرزا قادیانی کے اس دعوی کی تکذیب نشانی آسمانی فیصلہ حقانی سے کریں اور مرزا اور مرزائیوں کو زندہ درگور بنا دیں،اور

ان کے بھرے ہوئے بیڑہ کذب وفریب کوطوفان غضب الٰہی سے مثل بیڑہ بالٹک روسی کے تحت الثری کو پہنچاویں، اوران کے قلعہ مکر وکید کومثل قلعہ لورتھ آرتھر کے حقانی گولوں سے اڑادیں، اور جیسے منچوریا سے روسی حکومت کا نشان مٹادیا گیا ہے کدال ہائے حقانی سے مینار طومار قادیانی کو جڑ سے اکھاڑ کر گرایا جا کر اس کا نشان سطح دنیا سے مٹادیں، مرزا صاحب قادیانی اور مرزائیوں سے یہ سوال ہے کہ اگر جھوٹے کا سچے کی زندگی میں مرنا واقعی ضروری اور قانون الٰہی کے مطابق ہے جیسا کہ آپ کی تحریرات سے ثابت ہوتا ہے تو معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد کیا محمد رسول اللہ ﷺ مسیلمہ کذاب سے پہلے انتقال فرمانے کے باعث اسیجز ل رول کے زیر اثر ہیں؟ معا ذ الله ثم معا ذ الله۔

بریں عقل ودانش بباید گریست

فی الجملہ مخلوق نے تجربہ کرلیا ہے کہ مرزا اور مسیلمہ کذاب ایک ہی پایہ کے آدمی ہیں۔ ان کے گوزشتر وخیال کے مخالف امور ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ دور کیوں جائیں محمدی بیگم کے نکاح اور اس کے خاوند کی موت کی پیش گوئی کو ہی ملاحظہ کرلو جس کی جانب مرزا صاحب کو جانی تعلق بھی ہے۔

مرزا صاحب قادیانی۔ اخبار بدر ۲۷ دسمبر ۱۹۰۶ء میں لکھتے ہیں:

جتنے لوگ مباہلہ کرنے والے ہمارے سامنے آئے خدا تعالی نے سب کو ہلاک کیا۔

اس جگہ مرزا صاحب قادیانی نے نہایت کذب سے کام لیا۔ مگر افسوس نہیں کہ یہ تو ان کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ ہمیں اس جگہ مولوی عبدالحق غزنوی، ڈاکٹر عبدالحکیم خان وغیرہما مباہلین کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم اس جگہ صرف اپنے مباہلہ کو ذکر کرتے ہیں کہ جس کے نتیجہ سے بلاشک وشبہ یقیناً مرزا صاحب قادیانی کا کاذب ہونا ہر ذی ہوش کے نزدیک مسلّم ہو۔ اور اس مباہلہ کا ذکر مناسب ہی نہیں بلکہ بحکم الساکت عن الحق شیطا ن ا خرس ضروری معلوم دیا۔

من نمی گو ئم انا الحق یار می گوید بگو
چوں نگوئم چوں مرا دلدارر میگوید بگو

ہم نے مرزا صاحب کو ۱۳۱۶ ہجری میں بعد قلع قمع تمام حجت ہائے لایعنی مباہلہ کی دعوت دی اور اس کو پرائیویٹ ہی نہیں رکھا بلکہ ضمیمہ رسالہ مظہر نعمۃ میں جو اسی سال میں طبع ہوا تھا، لکھ کر پبلک میں شائع کیا۔ چند الفاظ حیز تحریر میں لائے جاتے ہیں:

پس اب مرزا صاحب کو چاہیے کہ اس تحریر کو پڑھ کر بہ نیت رفع تردد وانتشار خلق بحکم آیہ مباہلہ معہ ابناء ونساء میدان مباہلہ میں آویں اور یہ احقر بھی نفا و لاً و اتبا عاً للسنه جیسے آنحضرت ﷺ پنج تن پاک کے ساتھ مقابلہ نصاری میں نکلے تھے بایماء:

فی الجملہ نسبتے بتو کافی بود مرا
بلبل ہمیں کہ قافیہ شود بس است

اول نفس خود، دوم زوجہ خود، سوم وچہارم ہر دو فرزندان خود، پنجم دختر خود، کے ساتھ میدان مباہلہ میں بیقین فتح یابی خود حاضر ہوتا ہے، تا کہ حاکم مطلق بحکم

يحق الحق و يبطل البا طل و يمح الله البا طل و يحق الحق بكلمته

حق و باطل، حق و کید کو حق کے ساتھ متمیز کرے اور حق حق، فریب فریب ثابت ہو۔ اس سے بڑھ کر احسن اور عمدہ اور کوئی سبیل فیصلہ کی نہیں ..

اب مرزا صاحب کو لازم ہے کہ اس تحریر کے ملاحظہ کے بعد پندرہ یوم کے اندر اندر ہم کو جواب سے بذریعہ اشتہار مطلع کریں اور اگر اب بھی مرزا صاحب کوئی حیلہ حوالہ کر کے ٹال جائیں تو لعنت الله علی الکا ذبین۔

کار مرداں روشنی و گرمی ست

کار خنثی حیلہ و بے شرمی ست

مگر بحکم فبهت الذی کفر مرزا ایسا مبہوت ہوا کہ جس کا کچھ ٹھکانا نہیں۔ اور جیسے سایہ فاروقی سے ابلیس کو سوائے فرار و گریز کوئی چارہ نہیں تھا، ایسا ہی مرزا کو احقر کے مقابلہ میں قرار و قیام نہ رہا۔ جب بجائے پندرہ دن کے اس دعوت کو سال بھر گذر چکا، اور مرزائی جانب سے صدائے برنخواست کا معاملہ ظہور پذیر ہوا، تو ۱۳۱۷ھ میں رمضان کے بعد ضمیمہ اخبار شحنہ ہند مطبوعہ یکم جون ۱۹۰۰ء میں مکرر مسیح الکذاب کے عنوان سے اس امر کی یاددہانی کرائی گئی آخر میں لکھ دیا کہ مرزا ہمارے مقابلے میں ہمیشہ ذلیل و خوار ہوگا اور اپنی اراجیف کاذبہ ودعاوی باطلہ میں ناکامیاب رہے گا۔ اور ہم کو اللہ جل شانہ محض اپنے دین حقہ کی تائید کی وجہ سے منصور و مظفر کرے گا و ما ذلك علی الله بعزیز۔ و السلا م

اب خیال کرنا چاہیے کہ اس دعوت کا کیا نتیجہ ہوا؟ کہ جس کی رو سے مرزا صاحب اپنے اس کلام میں کہ: جتنے لوگ مباہلہ کرنے والے ہمارے سامنے آئے سب کے سب ہلاک ہوئے۔، سچے ہیں یا جھوٹے۔

یہ ظاہر ہے کہ اس احقر نے مباہلہ کے لئے اتباعاً حکم قرآنی و فعل نبوی اپنے نفس اور زوجہ اور ابناء اور دختر کو پیش کیا تھا۔ سو یہ احقر بہمہ وجوہ مورد برکات دینی و دنیوی ہے و الحمد لله علی ذ لك

اور بحکم لئن شکر تم لا زید نکم دولڑ کے ایک لڑکی اور عنایت ہوئی۔ اب چار لڑکے دو لڑکیاں ہیں۔ گویا یہ برکت بحکم ربانی

ا لا من آ من و عمل صا لحاً فاو لئك لهم جزا ء الضعف بما عملوا و هم فی الغر فا ت آ منو ن ۔

واقع ہوئی۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر مرزا فرار نہ کرتا، اور ہمارے مقابلہ میں آتا، تو وہ مع متعلقین خود ضرور تباہ ہوتا کیونکہ یہ ارشاد پیغمبر خدا ﷺ نے بروقت فرار نصاری فرمایا تھا۔

باایں ہمہ اخبارات مرزائی میں خاندان رسالت (قادیانی) میں صدمہ کے عنوان سے واویلا ہوا۔ وہ اسی دعوت کا اثر تھا۔ ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا۔ کیوں حضرات ناظرین اب تو مرزا اپنے منہ کاذب، جھوٹا، ملحد، زندیق، مفتری علی اللہ، مکار، قابل سولی، گلے میں رسہ ڈالنے کے لائق وغیرہ وغیرہ جو جو اور وہ اپنے لئے بشرط جھوٹا ہونے کے پسند کیا کرتا ہے، ہوا۔ الحق سچ وہ ہے جو سر پر چڑھ کے بولے۔ اب بھی اگر مرزا کے کاذب ہونے میں کسی مرزائی کو شک ہے تو حیف ہے اس کی عقل پر کیونکہ مرزا اپنے منہ آسمانی فیصلہ سے جھوٹا ثابت ہوا۔

الہامات مرزا: المسیح الدجال، خرافات قادیانی کو دیکھو کہ مرزا کے بکواس کیسے گوز شتر ثابت ہوئے ہیں۔ مرزا قادیانی نے اپنا

کشف ظاہر کیا تھا کہ مولوی محمد حسین صاحب والہی بخش مرحوم اور ایک اور صاحب آخران کے معتقد ہوں گے، مگر تا حال مولوی محمد حسین صاحب عقیدہ سابقہ پر قائم ہیں اور الٰہی بخش مرحوم اسی راہ مستقیم پر مرزا کو فرعون کہتے اور بذریعہ عصا موسیٰ غرق بحر خسران کرتے ہوئے رونق بخش خلد بریں ہوئے۔

اجابت دعوات: ان بے شمار مواقع میں سے کہ جن کی تحریر کے لئے ایک دفتر درکار ہے محض ایک دو تحریر ہیں۔ مسجد جامع سرہند کے قریب آب کاری تھی جس کی تلچھٹ سے نہایت درجہ تکلیف ہوتی تھی۔ ایک دفعہ احقر نے داروغہ آب کاری سے کہا کہ اس بدبو کا کچھ انتظام کرادو۔ انہوں نے کہا کہ اس کا کوئی انتظام نہیں ہوسکتا۔ اس جواب سے دل نہایت آزردہ ہوا۔ اور خداوند باری کی جناب میں دعا کہ کہ یاالٰہی اس کا انتظام تو ہی کرنے والا ہے۔ کچھ عرصہ نہ گذرا تھا کہ تمام آب کاری ہائے بند ہوکر محض ایک آب کاری صدر میں قائم ہونے کا حکم ہو گیا، اور اس طرح یہ زمانہ دراز کی آب کاری بند ہوئی۔ اسی طرح ایک موذی کافر کے تئیں مجمع عام میں بددعا کی گئی۔ چند دن نہ ہوئے تھے کہ وہ مع اپنے اکلوتے بیٹے کے آنجہانی ہوا۔ اسی طرح ایک دوست کی تبدیلی کے لئے جو ناممکنات سے تھی، دعا کی گئی۔ خداوند تعالیٰ نے غیب سے سامان مہیا کر کے اس کو تبدیل کر دیا۔ اسی طرح بہت سی مستورات کو کہ جن کو اسقاط کی بیماری تھی یا جن کی اولاد زندہ نہیں رہتی تھی، جن میں ایک صاحب مرزائی بھی ہیں، کچھ پڑھ کر دیا گیا۔ الحمدللہ اکثر کے اولاد صحیح سالم پیدا ہوکر زندہ ہے۔ ادھر مرزائی دعوات کا حال روز روشن کی طرح ظاہر ہے حاجت اظہار کی نہیں

اب آخر میں مرزا قادیانی کے خاص دعوی پلیگ کے متعلق کچھ تحریر کرنا ضروری ہے۔ اگرچہ مرنا جینا ایک ایسا امر ہے کہ اس میں بحث عبث ہے اور جو مومن باللہ طاعون سے مرے وہ شہید ہے، مگر یہاں مرزا کا جواب اور اظہار واقع منظور ہے۔ پس مرزا کا دعویٰ تھا کہ پلیگ میرے اعداء کے لئے آئی ہے، میرے مرید اس سے محفوظ رہیں گے۔ سو خداوند عالم نے ہر پلیگ میں لا تعد و لا تحسی مرزائیوں کو ہر جگہ حتی کہ قادیان دارالزیان میں بھی جہنم رسید کیا۔ اور مرزائی پارٹی کے بڑے بڑے رکن اس نہنگ طاعون کے لقمہ ہوئے جن کا ذکر اکثر ہو چکا ہے۔ مولوی محمد یوسف سنوری جو مرزائی امت میں عہدہ فاروقی رکھنے کے مدعی تھے جن کی نظم سرمہ چشم آریہ کے آخر تحریر ہے اسی بلا کی نذر ہوئے۔ اسی طرح اب کے سال ان کا لڑکا طاعون سے مرا۔ اور میاں جی نظام الدین خان پوری معہ اپنی زوجہ کے اسی پلیگ سے آنجہانی ہوئے۔ بلکہ خاص چاردیواری مرزا میں ایک خادم پیراں دتا بیمار رہا اور رات کو باہر کر دیا گیا اور مر گیا۔ ادھر خیال کریں کہ احقر کو معہ تمام متعلقین اس مرض سے خداوند عالم نے محفوظ و مصئون رکھا بلکہ جتنے اس احقر کے مرید تھے وہ بھی تمام متعلقین خود اس مرض سے مامون رہے۔ اس احقر کے دو مکان ہیں۔ پلیگ کے موقع پر ہم جس مکان میں ہوتے تھے اس مکان کے ہمسایہ میں بھی پلیگ سے امن رہا۔ حالانکہ جب ہم اس مکان میں نہیں ہوتے تھے تو اس مکان کے ہمسائیگان اکثر پلیگ میں ہلاک ہوئے

ذلك فضل الله عليّ و على من اتبعني و الله ذو الفضل العظيم و ما توفقی ا لا با لله عليه تو كلت و اليه انيب

ناظرین برائے خدا ذرا انصاف کو مدنظر رکھ کر خیال فرماویں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ قول:

جتنے لوگ مباہلہ کرنے والے ہمارے سامنے آئے خدا تعالی نے سب کو ہلاک کر دیا،

کہاں تک سچا ہے؟

کیا مرزا صاحب قادیانی لعنت الله علی الکاذبین کے ٹھیک ٹھیک مصداق ہیں یا نہیں۔ مگر یا بے شرمی تیرا آسرا۔ اگر چہ یہ اسرار واردات قابل اظہار نہیں تھے، اور جو ذوق ولذت اس کے اخفا میں حاصل تھا اس کے اظہار میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں:

نظامی ایں چہ اسرار ست کز خاطر بروں داری
کسے سر ش نمید از زباں و ز کش زباں در کش

مگر چونکہ اس کے اظہار میں اعلاء کلمۃ اللہ ہے جو جہاد اکبر کا حکم رکھتا ہے بحکم الضرورات تبیح المحظورات اس کو ظاہر کر کے اس لذت وذوق کو قربان ونثار کیا گیا

گر نثار خدم بار گرامی نکنم
گوہر جان بچہ کاری و گرم باز آید

منقول از مرقع قادیانی۔ امرتسر۔ ستمبر ۱۹۰۷ء)

مرزائیو! یادرکھو تمہارا گرو گھنٹال مرزا روز قیامت علاوہ حجت ایزدی وغضب الہی کے اپنی حجت بھی تمہارے اوپر قائم کرے گا، اور تم کو ظلمات فوق ظلمات کا متحمل ہونا پڑے گا۔ مرزا قادیانی کہے گا کہ جب میں صاف لکھ گیا تھا کہ بعد مباہلہ مسنون حق و باطل میں ضرور تمیز ہو جاوے گی اور یقین تمیز یہ ہے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جائے گا۔ پھر جب تم نے حق کے مقابلہ میں میرا معذوب ومغضوب ہونا ہی نہیں بلکہ مرنا دیکھ لیا تھا تو پھر تم نے میرے عقاید واقوال سے بیزار ہو کر اور مجھ پر صد ہزار نفرین بھیج کر حق کی پیروی کیوں نہ کی۔

مرزائیو اگر تم کو شیطان نے مسخ کر رکھا ہے تو لاحول پڑھ کر اس کی کید سے نکلو۔ اور اگر تمہارے دلوں میں ابھی کوئی شک ہے، اور یہ مرض تمہارے رگ وریشہ میں سرایت کی ہوئی ہے، تو اس شک کو حق سے بدلو۔ اور مرض سے نجات پانے کی چارہ جوئی کرو۔ ترکیب یہ فقیر عرض کر دیتا ہے کہ دنیا میں تمہارے نزدیک جو حق گو، منصف مزاج، سوائے مرزائی ہونے کے خواہ وہ کسی مذہب کے ہوں، ان کی کافی تعداد کو منصف مان لو ، اور مرزا صاحب کی سچائی بریت کی جسقدر دلائل ہیں پیش کرو۔ یہ فقیر محض اپنا رسالہ مطہر نعمۃ واخبار یکم جون ۱۹۰۰ء کہ جن میں چیلنج مباہلہ والٹی میٹم ہے، اور رسالہ انکشاف شر حقیقت الوحی کادیانی کہ جس میں اس مباہلہ و الٹی میٹم کے نتائج ہیں، پیش کرتا ہے۔ وہ منصف جس کو ڈگری دیں وہ فریق سچا مانا جائے۔

مرزائیو! ہماری اس تجویز کو قبول کرنے میں تمہارا بہر کیف فائدہ ہے۔ اگر تمہارے حق میں ڈگری ہوئی تو اور صدہا تمہارے ساتھ ہو جائیں گے اور اگر تم کو جھوٹا قرار دیا گیا، تو تم ان کفریہ عقاید اور مرزا قادیانی کے جھوٹے دعاوی کی پیروی سے توبہ کر کے نہ اکیلے دوزخ کے گڑھے سے نکلو گے، بلکہ اور بہت سے لوگوں کو بچاؤ گے۔

ان ارید الا الا صلاح ما استطعت و ماتو فیقی الا باللہ علیہ تو کلت و الیہ انیب

مرزائیو! اگر کچھ سچ کی حمیت ہے تو اس فیصلہ سے منہ نہ پھیرو الیس منکم رجل رشید ۔

علاوہ ان کثیر التعداد شہادات و آیات بینات کے کہ جن کا حوالہ انکشاف شر کی طرف دیا گیا ہے فقیر (عبدالحق سرہندی) کے ہی مباہلہ سے مرزا قادیانی کے معذوب و معتوب ہونے اور مرنے کی دلیل، مغضوب حق، القاء ہوئے اور سے بمادہ سالم سال الٹی میٹم ۱۹۶۵ بکرمی نکلتا ہے۔ مرزائیو یہ سال ہندی اس واسطے القا ہوا کہ مرزا قادیانی کا آخری دعوی کرشن ہونے کا تھا۔

اس میں شک نہیں کہ بحکم جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقاً، مکار قادیانی کو حق کے مقابلہ کی تائید و طاقت نہیں ملی اور جیسے شیطان لاحول سے پیٹھ دے کر بھاگ گیا ہے اور اس طرف منہ نہیں کرتا اسی طرح اس نے حق کی طرف رخ نہیں کیا باوجودیکہ ہمیشہ تحریک ہوتی رہی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ باطل کو حق نے حق کے مقابلہ کی طاقت نہیں دی۔

اس جگہ یہ امر بھی ضرور قابل ذکر ہے کہ جیسے بلحاظ مباہلہ مسنون (بقول مرزا بھی) مرزا کا معذوب و مغضوب ہو کر مرنا مرزا کے کاذب ہونے کی دلیل اور اسی مباہلہ کا اثر ہے اسی طرح بحکم الفضل للمتقدم قدامت خدمت و مباہلہ ہذا۔ اسی مباہلہ کے اثر سے مرزا کے مغضوب ہونے اور مرنے کی موئید اور مثبت ہیں ۱۳۰۹ھ میں یا ۱۳۱۰ھ میں مرزا کی جانب مرشدنا کی جانب سے فیصلہ کے لئے رجسٹری کرائی۔ حافظ محمد صاحب کی طرف سے فتوی کفر وارتداد بحق مرزا لکھوایا گیا ۱۳۱۲ھ میں رسالہ ایقاظ میں بذریعہ الہامات حضرت مرشدنا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوکوی شہید مدنی مرزا کی تردید کی گئی۔ اسی سال میں جب عبداللہ آتھم عیسائی کے متعلق مرزا کی پیش گوئی غلط نکلی اور مغضوب قادیانی کی وجہ سے اسلام کی ہنسی ہوئی تو بہ نیت حمایت و بریت اسلام ایک اشتہار میں مرزا قادیانی کے عام دعاوی کی تکذیب کر کے اس کا کذب ثابت کیا گیا جس کا عنوان یہ ہے

اس تہنیت کے ساتھ ایک اور مژدہ ناظرین کو سنایا جاتا ہے کہ الحمدللہ غلام احمد قادیانی کا طلسم فریب ٹوٹا اور وہ اپنی مانی شکست سے جھوٹا ہو گیا مکر وفریب کے جو جال اس نے چاروں طرف مکڑی کے پھیلائے تھے وہ سب اوھن ، کبیت العنکبوت ثابت ہوئے۔ آخر سچ سچ ہے اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب سے ڈرنا چاہیے کہ جو کل اپنی زبان سے مجدد اور مسیح مہدی اور حارث بنتا تھا، وہ آتھم کے سامنے ایسا شکست خوردہ ہو گیا کہ بقول خود تمام بدکاروں اور لعنتیوں سے لعنتی بن گیا: سچ وہ ہے جو سر چڑھ کے بولے

ہوا جھوٹا غلام قادیانی
نصاریٰ سے شکست فاش پائی
کیا اسلام کو بدنام ہیہات
تفو بر زندگی بے حیائی
خدا پر جھوٹ ایسا ہائے افسوس
یہی ہے ظلم ظلم انتہائی
خدا لعنت کرے اس روسیہ پر
ہنسی اسلام کی جس نے کرائی
گئے مل خاک میں اس کے دعاوی
ہوئی پہلے سے بھی ذلت سوائی
یہی غوغا جہاں میں ہو رہا ہے
پڑا مرزا پہ قہر کبریائی
گرا اسلام سے پائے ادب سے
شکست آمد بشان میرزائی
دیدم ز نشان آسمانی
کذب تو غلام قادیانی

با خلق و خدا فریب کردن
حقا تو بخود عدو جانی

اور بعد مباہلہ مذکورہ بذریعہ ضمیمہ شحنہ ہنداس کی وہ تردید ہوئی کہ الغیاث الامان پکار اٹھا۔ضمیمہ شحنہ ہند تردید قادیانی نمبر۲ جلد املاحظہ ہو۔ایک صاحب لکھتے ہیں:

مرزا کے الحاد کا دھڑ ٹوٹ گیا۔یہ سب جناب والا کی توجہ اور خلوص کی برکت ہے۔

اسی طرح اور کثیر التعداد پرچوں میں اس کی تردید ہوئی۔رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر۱۰ جلد۱۹ چکڑالوی پر اقبال ڈگری میں جوفتوی بےنظیر متعلق چکڑالوی تحریر ہوا ہے اور جس کی توصیف میں ہندوستان کے ایک بیمثل فاضل کا مقولہ ہے چکڑالوی کے الحاد کا فتوی اس قابل تھا کہ علیحدہ دس ہزار چھپ کر شائع ہوتا مگر افسوس ہے کہ اہل حدیث کو خدا نے ہمت نہیں دی..الخ

اس میں لکھا گیا تھا واضح ہو میری تحقیق میں یہ شخص مثل مرزا غلام احمد قادیانی اشدالمرتدین عجیب کافر منافق لاثانی ہے۔اور اس میں آگے جا کر ظاہر کیا گیا تھا:

اگر چہ ہر ملحد وزندیق اس عبارت کا مصداق ہے مگر مرزا غلام احمد قادیانی اور غلام نبی عرف عبداللہ چکڑالوی کا تو یہ نہایت صاف اور بےعیب فوٹو ہے اور اس حق میں جن نمبروں پر ان دونوں نے سارٹی فیکیٹ (سند) حاصل کیا ہے اس کی نظیر ملنی محال بلکہ ناممکن ہے۔چنانچہ اس کے اقوال اس امر میں شاہد ہیں باایں ہمہ ان کے کفر وارتداد میں کیا شک وشبہ رہ گیا۔انواع بارک اللہ میں ہے:

دینی علم یا عالماں کرے اہانت کو۔یا کرے اہانت شرع دی اوہ بھی کارہو۔

مضمون مرقع وانکشاف کا تو ذکر ہو ہی چکا ہے۔رسالہ انکشاف کے سرورق پر جو رباعیات لکھی گئی ہیں ان میں سے یہ شعر ہیں:

لبریز ہے جام عمر فانی
تیری کا غلام قادیانی

کیوں حرص و ہوا کے ساتھ ہو کر
کھوتا ہے نعیم جاودانی
مرزا پہ پڑی ہے مار حق کی
ہے منکر حق ذلیل ہر آن

اور یہ رباعیات مرزا کے مرنے کے قریب لکھی گئی ہیں۔ چونکہ مرزا قادیانی اور اکثر شریر منش مرزائی عوام سادہ لوح اہل اسلام کو مرزا کے دعوے مجددیت کے جال میں پھنسا کر ان کی روح ایمان نکالتے تھے اور ہیں اس واسطے ان کے مکر کے ابطال میں یہ فقیر رسالہ مجدد الوقت لکھ رہا ہے جس سے ثابت کیا جاوے گا کہ شرعاً و عرفاً عقلاً ونقلاً مرزا غلام احمد قادیانی جیسا بدعقیدہ شخص مجددیت کا کبھی مستحق نہیں ہوسکتا اور یہ کہ مجدد کون عزیز ہوا کرتے ہیں اور کس جماعت پاک کا نام ہے

اس میں شک نہیں کہ غریب از وطن و بہشت قادیانی ایسا ہے قابل رحم ہے کہ جیسا مشہور روایت میں شداد بوقت پیدائش و بوقت مرگ قابل رحم بیان کیا گیا ہے کیونکہ شداد کو باوجود تمام طاقت خرچ کرنے کے اپنے مصنوعی بہشت کی سیر تک نصیب نہ ہوئی اسی طرح مردود قادیانی کو وہ بہشتی مقبرہ جو غریبوں کا لہو کھینچ کھینچ کر بنایا گیا ہے اور جس کی بابت بڑے بڑے الہام ہوئے نصیب نہ ہوا اور اس طرح باہر پھینک دیا گیا کہ جس طرح طعام سے بال باہر پھینک دیا جاتا ہے یا جس طرح کوئی حارث (کسان) سبزہء بے گانہ کو کھیت سے نکال دیتا ہے۔ کیوں نہ ہو آپ بھی تو حارث ہیں۔ پس پنجابی مثل ہے صلہ ہار کو صلہ ہار کب بھاتا ہے۔

قسمت کی خوبی دیکھئے ٹوٹا کہاں کمند
دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا

جب بے چارے کے مرنے کے دن قریب آئے تو وہی جگہ جو عرصہ دراز سے دارالامان کے نام سے پکاری جاتی تھی دارالزیان معلوم ہوئی، اور وہاں سے نکال کر لاہور کے غدار گڑھے میں جا گری۔ پھر کیا تھا، اگر سو بار بھی ان کو قادیان میں دفنایا جاوے تب بھی ان کی روح لاہور میں بھڑکتی پھرے گی اور خدا کی حکمتوں کو عقل انسانی نہیں پہنچ سکتی۔ اس بات کو وہی عالم السر والشہادۃ جانتا ہے کہ بچارے کو اس بہشتی مقبرہ سے کہ

جس کی اور نکو دعوت وترغیب دی جاتی تھی اور جو قیمتی بیان ہوتا تھا محروم رکھنے میں کیا راز پوشیدہ ہے۔ ظاہرا تو اسکے غرہ نبوت (خبر دینے) کو توڑنا اور اس کے مریدوں پر اس کے جھوٹا ہونے کی حجت کو تمام کرنا معلوم ہوتا ہے۔

جب فقیر اس قدر تحریر کر چکا تو معلوم ہوا کہ بوجہ لاہور میں مرنے کے لاہوی یاروں نے مرزا قادیانی کا نقلی جنازہ بنایا اور تین فریق ہندو عیسائی مسلمان قائم کئے اور ہر فریق حسب طریق مذہب خود تجہیز وتکفین کرنے کا مدعی بنا اور وہ تضحیک واستہزاء ہوا کہ الامان، اور جس سے بالا ممکن نہیں۔

پس لاہور میں مرزا غلام احمد قادیانی کے مرنے میں حکمت بالغہ ایزدی کا یہ بھی تقاضا تھا کہ جیسے مرزا قادیانی بوجہ کذب بیانی وافتراء علی اللہ ودعوی نبوت ورسالت عنداللہ اشر الناس وابتر الناس ہے، اسکا نمونہ دنیا میں بھی دکھلایا جائے۔

آخر میں یہ فقیر، میاں نور الدین جانشین مرزا غلام احمد قادیانی سے کہتا ہے کہ اس فقیر کے جن رسائل مظہر نعمت، انکشاف، مرقع وغیرہ ذلک کا جواب دینا آپ کے گرو گھنٹال کے نصیب نہیں ہوا، ان کا جواب آپ ہی لکھ کر اپنے کاذب نبی رسول پر سے اس دھبہ کو دور کر دیں۔ مگر یاد رہے کہ آنجہانی کی طرح مکر وزور کذب و غرور سے کام نہ لینا، ورنہ یہ تمام راز کھول کر پبلک کی روشنی میں رکھ دیا جائے گا۔ ایسا نہ ہو کہ سر منڈاتے ہی اولے پڑیں۔ پہلے بسم اللہ ہی غلط نکلے۔ اور ہوا اڑ جائے، پول کھل جائے۔

آخر میں صاحبان اسلامی اخبارات کی خدمات عالیہ میں التماس ہے کہ اگر اس مضمون صدق مشحون کو اپنی اخبارات میں جگہ دے کر پبلک کی روشنی میں لاویں تو علاوہ عنداللہ ماجور ہونے کے ناظرین اخبارات کی دل چسپی کا باعث بھی ضرور ہوگا۔

والسلام خیر ختام راقم فقیر ابوالمنظور محمد عبدالحق کوٹلوی السرہندی ۲۹ مئی ۱۹۰۸ء

غزل تاریخی بلحاظ سن بکرمی

پس از حمد و ثنائے حق معبود
درود احمد بے حد و معدود

شود معلوم کہ محروم از حق
غلام قادیانی گشت مفقود
کرشن کادیانی روز منحوس
بصد خواری و ذلت گشت نابود
سیاہ مثل کرشن اصل گشتہ
سوئے نار جہنم گشت پد رود
نجات خلق از موذئی بد شد
زمین شد پاک از منحوس و مردود
بہ شومی آں مہوس بر جہنم
بہ بے ایمان و ایقان گشت مورود
عتاب حق بہ مرزا گشت ثابت
عذاب حق بہ مرزا گشت مقصود
مطیعش کافر و مرتد و ملحد
مطیعش گمرہ و گم کردہ مقصود
نجات از ربقہ کیدش شد آنرا
کہ شد در شکم مادر نیک و مسعود
نہ باطل پیش حق گاہے زند دم
مثال حق و مرزا ہست موجود
الا اے ملحدان میرزائی
الا اے ظالمان ایں کذب و بے سود

کجا مرزا کجا عیسی ابن مریم
کجا مرزا کجا مہدی موعود
کجا آں انبیاء مرسلینا
کجا آں کادیانی غیر معہود
کجا مرزاء کذاب و جفا کیش
کجا آں صاحب آں جائے محمود
الف سہ بار مرزا یہ کشیدند
چوں شد آواز حق مغضوب حق بود
(مغضوب حق سے تاریخ نکلتی ہے ۱۹۶۵)

قطعہ تاریخ بلحاظ سن عیسوی

ہوا اس عالم فانی سے مر کر
غلام کادیانی بس جدا ہے
ہوا جب فکر سال عیسوی کا
ہوئی از ہاتف حق یہ صدا ہے
کہ بد گوئے مسیح قادیانی
ہوا ملعون و معذوب خدا ہے
(آخری مکمل شعر سے شعر سے تاریخ ۱۹۰۸ء نکلتی ہے)

قطعہ تاریخ بلحاظ سن ہجری

مرا جب میرزائے کادیانی
کہ جس نے شور و شر برپا کیا ہے
زبان قال سے اس نے دئے ؟ کے
ستانے میں بڑا حصہ لیا ہے
مجسم بن کے قہر حق اس نے
پیام اتباع خود دیا ہے
کبھی طاعون کبھی قحط و زلازل
کبھی دے حرب کا ڈر مر گیا
پکارا ہاتف حق سال بد گو
غلام احمد جہنم کو گیا ہے

(آخری مکمل شعر سے تاریخ ۱۳۲۶ھ نکلتی ہے)

(مولانا عبدالحق ملیر کوٹلوی۔ابومنظور محمد مظہر الحق عرف عبدالحق مولد ریاست ملیر کوٹلہ ولادت ۲۴ شعبان ۱۲۸۳ھ۔تعلیم کا آغاز صوفی عبدالرحیم سے کیا ۔پھر مولوی شرف الدین فیروز پوری سے پڑھا۔مولوی عبدالجبار غزنوی سے بھی پڑھا۔۱۳۰۵ھ میں دہلی گئے اور میاں صاحب سے پڑھ کر سند قرآن وحدث وتصوف حاصل کی۔۱۳۰۷ھ میں مولوی عبدالرحمٰن محی الدین سے بیعت کی۔۱۳۱۰ھ میں سرہند میں سدھنی والی مسجد میں خطیب ہوئے۔آپ لکھوی خاندان کے خدمت گذار اور بے حد مداح تھے۔اولاد میں محمد حسن،منظور الحق ،محمد مظہر الاسلام ہوئے۔تصانیف میں ایقا ظ غفلاء زمان بترجمة الشیخ محی الدین عبد الرحمن، ہے۔
شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسری نے اپنے اخبار میں مولانا سرہندی کی خبر وفات بایں الفاظ شائع کی:
مولوی عبدالحق صاحب مقیم سرہند ۲ شعبان ۱۳۲۹ھ کو انتقال کر گئے۔ انا للہ ۔مرحوم عالم اور صوفی مذاق تھے۔گردونواح میں بہت لوگوں کو توحید وسنت سکھاتے تھے۔ ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴۔اگست ۱۹۱۱ء ص ۱۳)

مرزا قادیانی کی ناگہانی وفات

مفصل حالات وفات مرزا کے متعلق ذیل میں چند مضامین نثر و نظم سراج الاخبار جہلم مطبوعہ ۲ جون و یکم ستمبر ۱۹۰۸ء سے نقل کئے جاتے ہیں:

ہائے مرزا قادیانی مر گیا
تہلکہ مرزائیوں میں ہے پڑا
سرنگوں ہے آج مینار المسیح
قادیاں دار الحزن اب ہے بنا
دشمنوں کی موت پر ہنستے تھے کل
آج اپنے گھر میں ہے ماتم بپا
کلّ شیء ھالك الا وجهه
دوستو انسان کی ہستی ہے کیا

افسوس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مہدویت و مسیحیت اور نبوت و رسالت کے دعویدار جوان دنوں اپنے آرام گاہ (قادیان) سے نکل کر شہر لاہور میں اقامت پذیر تھے اور بڑے زور و شور سے لیکچروں اور وعظوں کے جلسے منا رہے تھے یکایک ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء بروز سہ شنبہ مرض ہیضہ میں مبتلا ہو کر دن کے دس بجے اس دار فانی سے عالم جاودانی کو سدھار گئے انّا للّٰه و انّا الیه را جعون ۔ لاہور سے ایک نامہ نگار اطلاع دیتے ہیں پانچ ؟ بجے آپ کا جنازہ پولیس کی حفاظت میں اسٹیشن ریلوے پر پہنچایا گیا اور اس وقت صرف پچیس تیس آدمی جنازہ کے ساتھ تھے۔ آپ کی نعش قادیان پہنچائی گئی۔

اللہ اکبر! اس واقعہ عبرت افزاء سے دنیا ناپائدار کی بے ثباتی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے مرزا جی تو کس دھن میں اپنی لن ترانیوں میں لگے ہوئے علماء دنیا کو گھور رہے اور ان کو موت کی دھمکیاں دے رہے تھے کہ ناگاہ اجل نے ان کو خود ہی آ دبوچا۔ آن کی آن میں کام تمام ہو گیا۔ مرزا جی کی موت کا عبرت ناک

نظارہ اس قابل ہے کہ اہل بصیرت اس کی طرف آنکھ کھول کر دیکھیں۔

تاریخ وفات میرزا غلام احمد قادیانی

ہائے ظالم موت تو نے کیا کیا
آن کی اک آن میں کیا غم دیا
بیٹھے بٹھلائے یہ کیا صدمہ دیا
راحت و آرام جس سے کھو گیا
صد ہزاراں بندگان دہر کو
خاک میں پاتال تو نے کر دیا
جو کیا کرتے تھے بس دعوے بڑے
اب کہیں ان کا نہیں ملتا پتا
بادشاہ مصر وہ فرعون بھی
جو کہا کرتا میں ہی ہوں خدا
آخرش پنجہ سے اے ظالم تیرے
وقت آنے پر نہ ہرگز بچ سکا
ایسے ہی نمرود اور شداد کو
تو نے چپکے دم کے دم میں آ لیا
آہ وہ ہامان با سامان بھی
چھوڑ کر دنیائے فانی چل بسا
کر دیا اے موت تو نے کام وہ
جس کا تھا تجھ کو ہمیشہ سے مزا

ہائے یعنی قادیاں کا وہ رسول
جس کا تھا شہرہ جہاں میں سچ رہا
جو کہ منصب ہائے مہدی اور مسیح
زور بازو سے تھا حاصل کر چکا
جس کی سچائی میں تھا لاکھوں نشان
آسمان صبح و مسا دکھلا رہا
جس کی اک ادنی سی خفگی سے جہاں
مبتلائے رنج طاعون ہو گیا
زلزلوں کی اس قدر کثرت ہوئی
ہو گئی عالم میں اک محشر بپا
تیرے پنجے میں پھنسا ایسا کہ وہ
تا قیا مت ہو نہیں سکتا رہا
کہتے ہیں اب تو حواری ہائے ہا ئے
ہم پہ کیا قہر خدا نازل ہوا
یہ بلائے ناگہانی کالرہ
آ گیا لاہور میں بن کر قضا
جو ہمارے میرزا کی روح کو
لے کے سوئے عالم برزخ اڑا
چل بسا تو خود تو دنیا سے و لیک
ہم ہیں رنج و غم تیرے مبتلا

ہم نے جانا قادیاں دار الاماں
اور مانا تجھ کو اپنا مقتدا
ہم نے مانا آپ کے الہام سب
اور تیقن تیری باتوں پر کیا
تو کرشن اور مہدی اور مسیح
آ گیا دنیا میں بن کر رہنما
کہدیا جو کچھ کہ تو نے الغرض
ہم نے آمنا و صدقنا کہا
تیرے مرنے پر جو رسوا ہم ہوئے
اس کو یا ہم جانتے ہیں یا خدا
اب مخالف کہتے ہیں سارے ہمیں
پیشوا وہ اب تمہارا کیا ہوا
ہو گئے الہام جھوٹے آپ کے
جھوٹ نکلا آخرش دعوی تیرا
کر رہی ہے دنیا جن پر اعتراض
ایک بھی جن سے نہیں سچا ہوا
وہ نشان غضب رب عالم کباب
جس کی پیدائش کا اک الہام تھا
دیر تک ہم منتظر اس کے رہے
آج تک لیکن نہیں پیدا ہوا

وہ نکاح آسمانی دل پذیر
جس کا سہرا تم نے باندھا بر سما
گردش قسمت سے اے جان جہاں
یہ تیرا ارمان دل میں ہی رہا
میرزا اور میرزانی کو ہوئی
نوجوانی کب بڑھاپے میں عطا
ہے مبارک کا کہاں نعم البدل
تبصرہ میں ذکر ہے جس کا لکھا
عمر اسّی سال تیری کب ہوئی
کب زلازل آئے یہاں محشر نما
بچ رہے گا قادیان طاعون سے
سچ کہو تم ہی کہ کب وہ بچ رہا
تو نے کب تکمیل کی مینار کی
خرچ جس پر تھا ہزاروں تک ہوا
تیرے کپڑوں سے ہیں ڈھونڈیں برکتیں
بادشاہانِ جہاں نے کب بھلا
ہیں مخالف جاگتے جیتے تمام
دن بدن ہے جوش ان کا بڑھ رہا
چھوڑتا پیچھا نہیں امرتسری
منہ دکھا سکتے نہیں اس کو ذرا

لے گیا میدان بازی ڈاکٹر
ہم رہے پڑھتے تیرا وہ تبصرہ
بن نہیں پڑتی مقابل غیر کے
کرتے ہیں گو عقل سوزی دائما
قادیان مشہور تھا دار الامان
چلتی تھی یہاں شادمانی کی ہوا
بن گیا دارالاماں دارالحزن
چل گئی کیسی الٰہی یہ ہوا
بوستان قادیان کا ہر شجر
سرنگوں باد مخالف سے ہوا
ہے غرض گرداب میں کشتیء قوم
اس کو اب اے ناخدا لینا بچا
اے مسیحا ایک دم کے واسطے
حال دیکھو اس دل بیمار کا
حرقت فرقت سے سینہ چاک ہوں
آتش غم سے ہے دل جلتا مرا
رات دن بے تاب ہے جان حزیں
بے کلی دل میں ہے ہر دم حسرتا
چھوڑ دے اے دل نہ کر شور و شغب
کر بیان اب اصل اپنا مدعا

چاند کی چوبیسویں منگل کا دن
اور مہینہ ربیع الثانی کا تھا
گردش گردوں دوں سے دوستو
جب چراغِ قادیان گل ہو گیا
فکر سال فوت جب تجھ کو ہوئی
ہاتف غیبی نے فوراً کہہ دیا
سال رحلت کو کرے پورا وکیل
صادق و کاذب کا بس جھگڑا چکا(۱۳۲۶)

....

جاء الحق و زهق الباطل انّ الباطل کان زهوقاً

مرزا کی نبوت کی تردید

بصورت تجدید مسمی بہ

عجیب سوالات

مؤلفہ: منشی عبدالعزیز زمین دار بٹالہ ضلع گورداسپور

مطبوعہ روز بازار سٹیم پریس امرتسر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ دسمبر ۱۹۱۲ء مطابق ۱۰ محرم ۱۳۳۱ھ نمبر ۹ جلد ۹ کے صفحہ ۱۴ پر اس رسالے کا اشتہار بایں الفاظ شائع ہوا تھا:

عجیب سوالات : مرزا قادیانی کی حیرت انگیز تردید مولفہ منشی عبدالعزیز نمبردار بٹالہ ضلع گورداسپور قیمت ۔۴۔ آنے)

(اس رسالے کی جو فوٹو کاپی مجھے حاصل ہوئی ہے اس کئی صفحات ایسے ہیں جن کی آخری سطر بریدہ ہے۔ اس لئے کئی مقامات پر عبارت کا تسلسل قائم نہیں رہا، بعض مقامات پر اندازے سے چند الفاظ لکھے گئے ہیں اور اکثر مقامات پر کچھ بھی نہیں لکھا جا سکا۔ بہاء)

منشی عبدالعزیز بٹالوی لکھتے ہیں:

رسالہ ہذا جن واقعات پر مبنی ہے ان کو مرزا کے فوٹو سے ظاہر کر دیا ہے۔ اگر کوئی احمدی ان واقعات سے ایک کو بھی غلط ثابت کر دے تو اس کے لئے سو روپیہ انعام ہے۔

نوٹس:

جب میں نے خاتم النبیین کی حقیقت سے کہ

آنحضرتﷺ سرور کائنات بالواسطہ قرآن تمام انبیاء کے کمالات اپنی ذات میں ختم کرنیوالے ہیں،

مرزا (مرزا بوجہ بار بار تکرار مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان و بانی فرقہ احمدیہ کا ملخص ہے۔ عبدالعزیز) کے دعوی بروزی نبوت سے کہ،

جس نے مجھے دیکھ لیا اس نے رسول خدا کو شناخت کر لیا،

مقابلہ کیا، تو مجھ کو افسوس ہوا کہ احمدیوں کے نزدیک آنحضرتﷺ کا مرتبہ ایک شریف بھلے مانس آدمی سے بڑھ نہیں سکتا ہے۔

پھر جب میاں محمود احمد نے بمشورہ مولوی نورالدین (خلیفہ قادیان)، مرزا ادیانی کی نبوت کے منکرین کو ۲۸ صفحہ کی تکفیر میں کافر ثابت کیا، اور کسی عالم نے سواء تکفیر مرزا کے اصل دعوی کا ردّ نہ کیا، تو احمدیوں کے اصولی اختلاف کو مٹانے اور ان کے دل میں آنحضرتﷺ کی عظمت بٹھانے، اور ان کے زہریلے عقائد سے مسلمانوں کو بچانے کے لئے میں نے حکیم مولوی نور الدین (خلیفہ قادیان) سے سلسلہ خط و کتابت شروع کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ حق کو پا کر حق کا قائل نہ ہوا۔ لاجرم یہ رسالہ تجدید ذیل کے ساتھ شائع ہوا۔

الف: برخلاف عام مذہبی مباحثات اس میں صرف سابقہ تہذیب اسلام اور علم کلام سے کام لیا۔

ب: مرزا قادیانی کی نبوت کا مدعی فرقہ احمدیہ ہے، قانوناً بار ثبوت اس پر ہے۔ اس لئے رسالہ ہذا: عجیب سوالات، کا نام لے کر نکلا ہے۔

ج: ہرایک پیرا کی عبارت رواں کوایک ہی زمانہ مثلاً ماضی یا حال یا استقبال میں ظاہر کیا ہے۔اور جہاں بلحاظ نتیجہ کسی پیرا میں تبدیلی واقع ہوئی ہے،اس کو بھی ایک ہی زمانہ میں رکھا ہے۔اور جہاں ضمناً دو یا زیادہ فقروں کا میل ہوا ہے ان کو بھی ہم وزن کردیا ہے۔جس سے قرآنی عربی کی طرح مصفّا اور مقفّا ہو کر نیا ہی اردو بن گیا ہے۔

د: مرزا غلام احمد قادیانی کی لمبی اور مبسوط بحثوں کے نتائج کو نہایت آسان اور سلیس عبارت میں واضح کر کے ردّ کردیا ہے۔جس سے حقیقت میں مرزا قادیانی کی ساری تالیفات کا ردّ ہوگیا ہے۔اوران سے کسی مسلّمہ کا انکار نہیں کیا ہے، بلکہ اسی سے مرزا قادیانی کی نبوت کی تردید کر کے سلسلہ بحث ہی بند کیا ہے۔

اب یہ رسالہ دلائل بیّنہ کے توپخانہ کے ساتھ علمی میدان میں ایسی شان وشوکت سے نکلا ہے کہ عالم کا دل بھی اسکو بار بار دیکھ کر نہیں اکتائے گا، بلکہ ہرایک استدلالی نظر سے نیا ہی نظارہ پائے گا۔کم علم کو بھی علم کلام کے اصول بتائے گا۔طالب علموں کا بھی رفیق ہو کران کی استدلالی قوت کو بڑھائے گا۔

پس اسلام کے سچے خیر خواہوں پر رسالہ ہذا کا خیر مقدم واجب ہے(رسالہ کی اشاعت کے لئے واجب ہے کہ جس صاحب کے پاس پہنچے،وہ بعد ملاحظہ اپنے کسی دوست کے،اور دوست ملاحظہ کر کے کسی اپنے دوست کے حوالے کردے۔اور اسی طرح یہ سرکولیشن جاری رہے)جس کے ہاتھ یہ آجائے گا،وہ ضرور مرزائیوں پر فتح پا جائے گا۔

(نوٹ:صفحہ۶ سطر۷ موعود کی بجائے موعود کا ص ۸ سطر آ کر پالیا کی جگہ پا گیا۔اورص ۳۱ سطر۳ کہ ہم نے کی جگہ میں نے وغیرہ درج ہو کر لغو ہوگیا...)

عجیب سوالات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

احمدیوں کے نزدیک مرزا غلام احمد قادیانی،انبیاء علیہم السلام کی طرح نبی ہے۔اسکا منکر آنحضرتﷺ کے منکر کی طرح کافر اور جہنمی ہے۔

مرزا قادیانی کی تصدیق سے آنحضرتﷺ کی تکذیب ہوتی ہے۔

آنحضرت ﷺ کی تصدیق کے لئے مرزا قادیانی کی تکذیب لازمی ہے۔

رسالہ ہذا انہیں باتوں پر مبنی ہے۔

حق کا باطل سے مقابلہ کرنا اور باطل کا ہمیشہ مغلوب رہنا قدرتی ہے۔

الحق يعلو و لا يعلى

ا۔ ایک غلام اپنے عمل سے آقا کے لئے باعث افتخار رہوتا ہے، اور ایک عمل ہی سے باعث ننگ و عار ہوتا ہے۔ حضرت علیؓ مرتضی کو بھی آنحضرت ﷺ کی غلامی کا دعوی تھا جنہوں نے اپنے عمل سے ہی ثابت کیا کہ میرا آقا بھی ایسا تھا۔ مثلاً جب ایک زبردست دشمن نے زیر ہو کر آپ کے چہرہ مبارک پر تھوکا، تو آپ نے اس کی چھاتی سے خنجر اٹھا کر اسے متحیر کیا، اور جواب دیا کہ تیرے تھوک سے اخلاص عمل میں فرق آگیا۔ اس واقعہ کا اشارہ مثنوی روم نے بھی اس طرح کیا ہے

او خیو انداخت بر روئے علی
افتخار ہر نبی و ہر ولی
از علی آموز اخلاص عمل
شیر حق را داں منزہ از دغل

مرزا غلام احمد قادیانی بھی احمد عربی کا غلام تھا۔ جس نے اپنے عمل سے آنحضرت ﷺ کے عمل کو اس طرح ظاہر کیا کہ مجھ پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا جو آنحضرت ﷺ پر نہیں ہوسکتا۔ یا مجھ میں کوئی نقص نہیں جو آنحضرت ﷺ میں نہیں پایا جاسکتا۔

مرزا قادیانی میں یہ نقص بھی تھا کہ امیروں کی خاطر از حد تکلف کرتا۔

یہ بھی نقص تھا کہ خلاف منشاء قرآن لوگوں کو گالیاں دیتا اور کلمہ گووں پر ہی لعنت کرتا۔

یہ بھی نقص تھا کہ صرف تعریف سننے کے لئے حکیم نورالدین بھیروی کے مقابل لنگڑے کو امام کرتا اور خود امامت سے ڈرتا۔

یہ بھی نقص تھا کہ مراقی بیماری کے باعث بے ہوش ہو کر فرش پر گر پڑتا اور ہمیشہ سلسل بول کی مرض میں مبتلا تھا۔

یہ بھی نقص تھا کہ قرآن بھی حفظ نہ تھا۔ وغیرہ

جس سے ثابت ہوا کہ احمد عربی ﷺ میں بھی وہی ہر ایک نقص تھا، جو ان کے پورے غلام، غلام احمد (مرزا قادیانی) میں تھا۔

اب احمدی بتائیں کہ حضرت علی کو جو احمد عربی کا واقعی غلام اور باعث افتخار تھا، غلام احمد قادیانی پر، جو اپنے عمل ہی سے احمد عربی کے لئے باعث ننگ و عار ہے، کیوں فوق نہیں۔

دوسرا سوال اس سے یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر غلام احمد قادیانی کے عمل سے اسکے آقا احمد عربی کا عمل ثابت ہے، تو کیوں وہی عمل رسالت کی تکذیب پر دلیل نہیں۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ میں وہ نقص نہ تھے جو مرزا قادیانی میں تھے تو مرزا قادیانی اپنے نقصوں کے ساتھ کیونکر آنحضرت ﷺ کا بروز ہو کر نبی ہے۔

چوتھا سوال یہ ہے کہ جب حضرت علیؓ کو بلحاظ عمل مرزا قادیانی پر فوق ہے، تو مرزا کو حضرت علیؓ کے کسی غلام پر بھی جو اپنے آقا کا کامل مظہر ہو کیونکر فوق ہے۔

پانچواں سوال یہ ہے کہ جب مرزا غلام احمد قادیانی کا عمل آنحضرت ﷺ کے غلاموں کے کسی غلام کا بھی بعض اخلاقی امور میں مقابلہ نہیں کرتا ہے، تو آنحضرت ﷺ کے اخلاق کا جو تمام انبیاء کے کمالات کے جامع تھے کیونکر مظہر ہو سکتا اور بروزی نبی بن سکتا ہے۔

چھٹا سوال یہ ہے کہ جب مرزا غلام احمد قادیانی کو بلحاظ پوری غلامی اور اطاعت آنحضرت ﷺ نبوت ملی ہے تو دوسروں کو آنحضرت ﷺ کے بعد تا قیامت اس نبوت میں کیوں حق نہیں ہے۔ کیا مرزا قادیانی پر ہی آخری نبوت ختم ہوئی ہے اور خاتم النبیین خدا کا کلام نہیں ہے؟

ساتواں سوال یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کی پوری غلامی سے نبوت مل سکتی ہے، اور آنحضرت ﷺ کے بعد سوا غلام احمد قادیانی اور کوئی نبی نہیں ہے، تو پھر صحابہ کرام کی پوری اطاعت یا غلامی پر کیا دلیل ہے۔

آٹھواں سوال یہ ہے کہ جب صحابہ کرام عدم نبوت کے باعث آنخضرتﷺ کے پورے غلام ثابت نہ ہوئے، تو ان کی نافرمانی میں کیا شک ہے۔

دسواں سوال یہ ہے کہ جب مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت جو تابعین اور تبع تابعین کے لئے ھم کو نافرمان دکھاتی ہے کیوں لعنت سے اڑانے کے قابل نہیں۔

اس ضمن میں ناظرین کو ایک ہی مسلّمہ سے جو شروع سوال میں درج ہے، دس طرح استدلال کر کے طریقہ استدلال بتا دیا ہے اور ہر بار علم کلام کی رو سے مرزا غلام احمد قادیانی کے مسلّمات کو بھی قائم رکھ کر اس کا دعوی نبوت اڑا دیا ہے۔ اور آخری بار علماء کی لعنت کو جو اس دعوی سے مستلزم ہے جائز کر کے دکھا دیا ہے کیونکہ احمدیوں نے مرزا قادیانی کو آنخضرتﷺ کا کامل بروز مان کر خاتم النبیین کی حقیقت کو مٹا دیا ہے۔

اب ناظرین خود ہر ایک سوال پر نیا سوال کر کے استدلالی قوت کو بڑھائیں اور احمدیوں کے اصولی اختلاف کو دور کر کے ان کو ہوش میں لائیں۔

۲۔ خدا تعالی نے آنخضرتﷺ کو قرآن مجید عطا کر کے اس کے کلمہ کلمہ کو علم حکمۃ سے پر کیا ، اور اس میں تمام دینی اور دنیوی صداقتوں کو جمع کیا۔ اور کسی جزوی حقیقت کو بھی، جسکا جاننا انسان کے لئے ضروری تھا، نہیں چھوڑا۔ جس کے باعث آنخضرتﷺ کو بھی سراجاً و قمراً منیرا کہا گیا اور شمس الضحی اور بدر الدجی نے دنیا (صفحہ ہذا کی آخری سطر موجود نہیں) (کو منور کیا..بہا)

(مرزا قادیانی نے) قرآن مجید کے صریح احکام

و اعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعاً و لا تفرّقوا ۔ الصّلح خیر ، انّما المؤ منو ن اخوۃ

وغیرہ کا بھی انحراف کر کے رحمۃ للمسلمین ہونے کا ثبوت دیا۔ امت محمدیہ سے تفرقہ کر کے مسلمانوں کو ہی کافر کہنے لگا، اور ان بیگناہوں کو بھی نہ چھوڑا جنہوں نے مرزا قادیانی کو نہ کبھی دیکھا اور نہ سنا ۔ اور ان کو بھی نہ چھوڑا جنہوں نے مرزا قادیانی کو شریف بھلا مانس سمجھا، اور الہاموں کی خاطر قرآن کو چھوڑا۔ اور آنخضرتﷺ کا نائب بن کر منکرین کو صرف کافر کہہ چھوڑا۔ اور جماعت کو بھی مسلمانوں کی تکفیر

کے لئے چھوڑا۔کلمہ گوؤں سے ہی ہر ایک تعلق چھوڑا، یہاں تک کہ موت کے بعد ان کا جنازہ بھی چھوڑا۔

اب احمدی حضرات بتائیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو جو زحمۃ للمسلمین ہے رحمۃ للعالمین کے نائب ہونے کا کس طرح حق ہے۔

اس سوال میں زحمۃ للمسلمین ایسا جامع کلمہ ہے کہ اس کو یاد رکھنے سے مرزا غلام احمد قادیانی کے حال کا فوٹو سامنے آجاتا ہے جس سے دعوی نیابت آنحضرتﷺ خاک میں مل جاتا ہے۔

۳۔ آنحضرتﷺ کے مقابل مرزا قادیانی اس قدر نسبت بھی نہیں رکھتا جس قدر پہاڑ کے آگے ذرہ، یا دریا کے مقابل قطرہ۔اللہ تعالی نے رسول کریم رحمۃ للعالمین ﷺ کو اپنی کامل اکمل اتم جامع جمیع کمالات کتاب سے ممتاز کیا، اور اس کا نام قرآن اسلئے رکھا کہ اس کو قرأت میں لانا اور حفظ کرنا لازم تھا۔لاکن مرزا غلام احمد قادیانی کو ایک الہام بھی ایسا نہ ہوا جس کا حفظ کرنا یا پڑھنا ضروری تھا، یا جس نے کوئی اختلافی مسئلہ مثلاً رفع یدین آمین وغیرہ کا فیصلہ کیا۔

رسول خداﷺ نے خلق عظیم سے تمام انبیاء کے اخلاق پر احاطہ کر کے گالی دینے والوں کا جواب بھی دعا سے دیا، اور مرزا غلام احمد قادیانی نے حتی الوسع ہر ایک گالی اور طعن تشنیع کے استعمال سے دل ہلکا کیا، اور اپنی اس نا ملائم تہذیب کو اپنی کتابوں میں پر کر کے ہمیشہ کے لئے یادگار کیا۔

اب احمدی بتائیں کہ مرزا (قادیانی)، آنحضرتﷺ کا کیونکر بروز تھا جس کے زعم میں وہ نبی بن کر کلمہ گووں کو ہی کافر کہتا رہا۔

۴۔ حضرت ابا بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی اور علی مرتضی وغیرھم پر مرزا غلام احمد قادیانی کو کیونکر فوقیت ہے۔انہوں نے تو خدا تعالی کی رضا کے لئے گھر بار، مال و دولت اور سب تعلقات کو چھوڑ کر ہجرت کو اختیار کر لیا۔اور مرزا غلام احمد قادیانی نے خدا کی رضا کے لئے لوگوں کے مال سے مکانات، باغات اور اراضیات کو آراستہ کر کے اولاد کو ان کا مالک بنا دیا۔ایک مینار کی نظیر کافی ہے جسکے بہانہ پچاس ہزار روپئہ وصول ہو کر مکانات پر خرچ آ گیا۔صحابہ کرام نے ساری عمر آنحضرتﷺ سے ذاتی ملاقات کا شرف حاصل کیا

اورقرآن مجید خود حضور علیہ السلام سے سیکھا اور مرزا غلام احمد قادیانی کو آنحضرت ﷺ نے بزعم مرزا قادیانی کبھی خواب میں آ کر شرف ملاقات بخشا۔

صحابہ نے مسلمانوں میں وحدت قائم کر کے ملکی فتوحات...حاصل کی......(اورمرزا قادیانی نے مسلمانوں میں تفرقہ قائم)کر کے اوروں کی طرح ایک اور فرقہ بڑھا دیا۔

اب مرزا غلام احمد قادیانی کو حضرت ابا بکرؓ و حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ سے کیونکر فوقیت ہے۔اور جب ان کا شخصی انکار موجب کفر نہیں، بلکہ شریعت کا انکار موجب کفر ہے،تو مرزا قادیانی کا شخصی انکار کیوں کر موجب کفر ہے۔

۵۔ آنحضرت ﷺ نے بالواسطہ قرآن تمام کمالات انبیاء کو اپنی ذات واحد میں ثابت کر کے خاتم النبیین کی حقیقت کو دکھا دیا اور خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ یستخلفنھم فی الا رض سے کامل متقیوں کو مثیل انبیاء فرما دیا ہے۔اسلئے خلفاء راشدین اور دیگر مصلحین اور مجددین کو مثیل انبیاء کا ہی رتبہ ملا ہے۔لیکن انہوں نے قرآن کو ہی سب کا امام قرار دے کر اپنے منکرین کو کافر نہیں کہا ہے۔اور مرزا غلام احمد قادیانی نے کلمہ گووں کو ہی کافر کہا ہے۔اور یہ ترجیح بلا مرجحہ ہے اور یہی خود غرضی ہے۔

دوم،اگر مرزا قادیانی کی طرح آج تک کوئی اور نبی نہیں ہوا ہے،تو خدا تعالیٰ نے خا تم النبیین میں النبیین کو کیوں بصیغہ جمع رکھا ہے۔جس سے ثابت ہے کہ مرزا قادیانی کو قرآن سے کامل مس نہیں ہوا ہے،جس سے ان کا دل بھی پورا پاک نہیں ہوا ہے،کیونکہ خدا نے لا یمسّہ ا لا المطھّرو ن بھی کہا ہے۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کامل متقی بھی نہیں ہوا ہے،کیونکہ متقیوں کو خدا نے علم کا وعدہ دیا ہے اور اس کو و اتقوا اللہ و یعلکم اللہ میں ظاہر کیا ہے۔

اور جب مرزا غلام احمد قادیانی قرآن کا عالم ہی نہیں ہوا ہے تو وہ خشیۃ اللہ سے بھی محروم رہا ہے ۔کیونکہ علماء کا خاصہ ہی خشیۃ اللہ ہے،جس کو خدا تعالیٰ نے انّما یخشی اللہ من عبا دہ العلماء میں ظاہر کیا ہے۔

سوم، اگر النبیین کو جو بصیغہ جمع ہے، مرزا قادیانی نے صرف اپنی ذات اور اپنی اولاد پر عائد کیا ہے، تو رسول خدا بھی خاتم النبیین نہیں ہوا ہے جس سے ۱۴ اسو سال سے سلسلہ نبوت ہی بند رہا ہے۔

اب اس میں کیا شک رہا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے دونوں خاتم اور النبیین کی حقیقت کی عدم واقفیت سے ثابت کر دیا کہ اس کو قرآن کی اعلیٰ حقیقتوں سے مس ہی نہیں ہوا ہے جس کے باعث اسکی فرضی نبوت سے کلمہ گووں پر کفر ہی گرا ہے۔

اب احمدی حضرات بتائیں کہ جب مرزا غلام احمد قادیانی اہل غرض بھی تھا اور اسکو قرآن سے کامل مسّ بھی نہ تھا، جسکے باعث وہ کامل مطہر بھی نہ تھا، تو وہ کس طرح آنحضرت ﷺ کا پورا نائب اور خلاف جمہور ایک نیا نبی تھا۔

۶۔ مرزا نے اپنے الہاموں کو قرآن پر مقدم کیا کہ جو مجھے نہیں مانتا وہ باوجود صوم وصلوۃ، اقرار توحید اور حج وزکوۃ، بھی مسلمان نہیں ہوسکتا۔ اور مرزا محمود احمد اور مولوی نور الدین نے ان الہامات کو بدر اور تشحیذ الاذہان اپریل ۱۹۱۱ء کے ۲۸ صفحوں میں مشرع کر کے مرزا قادیانی کے منکر کو کافر ثابت کیا اور خواہ.. مسلمانوں سے..کا اثر ڈالنے کے لئے دھوکا دیا کہ ہمارے نزدیک کلمہ گو کافر...(کافر نہیں)

اور یہ اسلئے کہا کہ ان کے نزدیک سوا انکے اور کوئی کلمہ گو حقیقتاً کلمہ گو بھی نہیں ہوسکتا۔ اور یہی دھوکا تھا کہ یہ دھوکہ بازی نہ ہو، تو مرزا قادیانی کے ماننے اور نہ ماننے کا خیال یکساں ہو کر مسلمانوں کو احمدی سلسلہ کی طرف متوجہ نہیں کرتا۔

اب احمدی حضرات بتائیں کہ جب وہ خود سکھ، آریہ، عیسائی وغیرہ کو کلمہ سے مشرف باسلام کرتے ہیں تو کلمہ گو، باوجود صوم وصلوۃ اور حج زکوۃ کیوں کافر ہیں۔

جب مرزائیوں کے نزدیک دوسرے کلمہ گو مسلمان کافر ہیں، تو دوسروں کے نزدیک مرزائی کیوں کافر نہیں ہیں اور جب دونوں کافر ہیں، تو مسلمان کون ہیں۔

دوم، خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو آپس میں ایک دوسرے کو کافر کہنے اور کفر کا لقب دینے سے منع فرمایا ہے اور یہ لا تقولوا لمن القی الیکم السّلام لست مومنا۔

لا تنا بزوا با لالقا ب ،

سے ثابت ہے۔اب قرآن کے احکام سچے ہیں یا مرزا غلام احمد قادیانی کے الہام جو قرآن مجید کے صریح احکام کی تکذیب کرتے ہیں۔

۷۔الیو م الکملت لکم دینکم سے قرآن مجید کی تکمیل ہو چکی ہے۔اب کسی اور الہامی امرو نہی کی ضرورت نہیں رہی ہے البتہ قرآن کی تصدیق میں یا پیشگوئی کے رنگ میں الہام ہونا سعادت کی نشانی ہے سچی پیش گوئی کا ثبوت اسکا وقوعہ ہے۔جس الہام کا وقوعہ نہ ہو، وہ جھوٹا یا القاء شیطانی ہے۔

محمدی بیگم کا آسمانی نکاح جو اپنے ساتھ لا تبدیل لکلمات اللّٰہ کی تحدی بھی رکھتا تھا، وقوع میں نہیں آیا۔اسلئے وہ جھوٹا ہے۔اور جب ایک الہام جھوٹا ہے تو دوسرا جو قرآن کے صریح احکام کے خلاف ہے کہ جو مجھ کو نہیں مانتا، وہ مسلمان بھی نہیں ہو سکتا

کیونکر سچا ہے۔

۸۔ ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی کو یہ الہام ہوا کہ:

مرزا مسرف کذاب ہے۔تین سال کے اندر ۴۔اگست ۱۹۰۸ء تک ہلاک ہوگا۔

اس پر مرزا غلام احمد قادیانی کو یہ الہام ہوا کہ:

فرشتوں کی کھچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے۔یعنی اے ڈاکٹر عبدالحکیم تو آسمانی عذاب سے ہلاک ہوگا

پھر ڈاکٹر عبدالحکیم کی تحریر پر مرزا قادیانی کو الہام ہوا کہ:

تیرا دشمن عبدالحکیم جھوٹا ہے۔ہم نے تیری عمر کو بڑھا دیا اور وہ تیرے سامنے اصحاب فیل کی طرح ہلاک ہوگا۔

اس کے مقابل ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب کو یہ الہام ہوا کہ:

اگر مرزا کی عمر بڑھائی گئی تو تیری پیش گوئی کی میعاد سے اس کا تجاوز نہیں ہوگا۔اور تو ہی فتح مند ہوگا۔

اب صاف ظاہر ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا ہر ایک الہام ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب پٹیالوی کے

متعلق جھوٹا نکلا اور ڈاکٹر عبدالحکیم خان کا ایک ایک الہام مرزا قادیانی کی موت کے متعلق سچا نکلا۔

اگر مرزائیوں کا یہ خیال ہے کہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان، مرزا نبی کا (مرتد تھا)..ان پر یہ سوال ہے کہ کس مرتد نے آج تک خدا تعالی کے نبی کو چیلنج میں جھوٹا کیا۔

دوم، جب ڈاکٹر عبدالحکیم خانصاحب کے نزدیک مرزائی جھوٹے ہیں، اور مرزائیوں کے نزدیک وہ خود جھوٹے ہیں، تو اس سے لازم آیا کہ جھوٹوں کے الہام بھی سچے ہو سکتے ہیں۔

اب احمدی بتائیں کہ مرزا نبی کی سچائی پر ان کے بعض الہام کیونکر حجت ہو سکتے ہیں جب کہ جھوٹوں کے الہام بھی سچے ہو سکتے ہیں۔

۹۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے الہاموں کے ساتھ زیادہ اجزاء خوابوں کا سلسلہ تھا، اور اس وحی من وراء حجاب پر ان کو پورا یقین تھا۔ اسی بنا پر نئی بیوی کے آثار سے ایک عظیم الشان پیشگوئی کا اشتہار دیا کہ اس کے بطن سے ایک بے نظیر لڑکا ہوگا۔

لیکن جب لڑکے کی جگہ لڑکی کی صورت کو دیکھا، تو کہہ دیا کہ مجھ کو مغالطہ لگا۔ جب لڑکا دیکھا جائے تو اس کی تعبیر لڑکی ہوتی ہے، اور لڑکی کا لڑکا۔

تعبیر کی صحت کے بعد پھر آثار پر مرزا غلام احمد قادیانی نے اشتہار دیا کہ پسر موعود ۹ ماہ یا حملی میعاد سے تجاوز نہیں کرے گا۔

آخر موعود بچہ بھی اشتہار اوڑا کر اور اپنی خوشی میں آسمان پر فرشتوں کو بھی خوشی دکھا کر، اور بہت سا روپیہ بھی خرچ کرا کر، راہی ملک بقا ہوا، اور ایک سبز اشتہار مشتمل بر سبز اوراق اپنی یادگار چھوڑا۔

لیکن لیکھ رام کی موت کی خواب کے پورا ہونے پر ایسا دل دلیر ہوا کہ صاف لکھ دیا کہ میری وحی اور قرآنی وحی میں خدا نے فرق نہیں رکھا۔

اب احمدی حضرات بتائیں کہ جب عبداللہ آتھم کے رجوع بحق سے اس کی موت کے بارہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کا خواب اپنی سال کی میعاد سے تجاوز کر گیا اور اس کے مقابل ایک اندھے کا خواب جس کا

حوالہ عصائے موسیٰ میں بھی ہے کہ

عبداللہ آتھم سال کے اندر نہیں مرے گا

مشتہر ہو کر حرف بحرف پورا ہوا، تو مرزا قادیانی کی وحی کو اس اندھے کی وحی پر ترجیح کا کیا حق رہا۔

۱۰۔ مرزا قادیانی نے قرآنی وحی جلی پر اپنی وحی خفی کو بھی مقدم کر کے اللہ تعالیٰ کے قانون

فا ذا جاء اجلهم (کہ انسانوں کی اجل یا مقررہ موت سے ایک سیکنڈ بھی آگے پیچھے نہیں ہوتا)

کو غلط کر مارا،

اور اپنی وحی کو سچا کرنے کے لئے رجوع بحق کی آڑ میں انجام آتھم کو ۴۸ صفحہ تک لکھ مارا

اور اسی آڑ میں آسمانی نکاح والی سے دوسرے کا ناجائز تعلق ثابت کر کے ۸ صفحہ کا اشتہار ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء کو مشتہر کر مارا،

اور مولویوں کو بھی اسی آڑ میں رکھ کر بدفطرت، ملعون اور تاریکی کے فرزند کر مارا۔

جس سے خدا تعالیٰ کے صریح احکام انّما المو منو ن ا خوه و لا تلمزوا انفسكم و لا تنابزوا بالا لقا ب پر بھی اپنی وحی کو ہی مقدم کر مارا۔

آخر خدا نے اپنے قانون فا ذا جاء اجلهم لا يستأخرو ن سا عة و لا يستقد مو ن کی غیرت کھا کر رجوع بحق کی آڑ کو، جو مرزا غلام احمد قادیانی کے الہاموں کی باڑ تھی، الٹا کر مارا۔

اسی قانون نے مرزا غلام احمد قادیانی کی درازیٔ عمر کے الہام کو بھی الٹا مارا۔

اور اسی قانون نے باوجود الہام الر حيل الر حيل لاہور لے جا کر مارا۔

اور باوجود الہام: مباش ایمن از بازی روزگار، ذلت کا نشانہ بنا کر مارا۔

احمدی بتائیں کہ..... رجوع بحق کو ہاتھ مارا تو اس... کی آڑ میں مرزا نے الہامی پیش گوئی سے عبداللہ آتھم کو کیونکر مارا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے غلط الہاموں نے مرزا قادیانی کو خود بیقرار کر مارا۔

دیکھو آسمانی منکوحہ کے ناجائز شوہر نے مرزا غلام احمد قادیانی کو تامرگ کیسا غم زدہ کر مارا۔
اور میں بھی مرزا کی نبوت کی تردید میں کمال کر مارا۔

(یاد رہے کہ، کر مارا۔
الحاقی کلمہ ہے، جس میں کسی فعل کا ڈبل زور اور نتیجہ بھی ہے۔ مثلاً:
اس نے غضب کیا بیچارے کو مارا،

اور

اس نے غضب کر مارا کہ بے چارے کو مار ہی ڈالا۔

یا

اس نے اندھیر کیا کہ فیصلہ میں قانون کو مدنظر نہ رکھا،

اور

اس نے اندھیر مارا کہ سرکاری قانون کو توڑ ڈالا۔

ایسا ہی اس نے درخت کو اردگرد سے اکھیڑا بے نتیجہ ہے، اور اس نے درخت کو اکھیڑ کر مارا، بازور اور بانتیجہ ہے۔
فصاحت سے مراد وسعت معانی ہے اور بلاغت سے مراد کسی نکتہ خیال کی کمال بلوغت ہے، اور

کر مارا

دونوں پر حاوی ہے۔ پس یہ کلمہ بصورت استفہام مدعی کو اس کے دعوی اور دلیل کی اصلیت کی طرف متوجہ کرنے کی اعلی مشین ہے۔
مثلاً مرزائی اکثر یہ کہتے ہیں کہ مرزا نے یہ کیا، وہ کیا، قادیان کا چھپڑ پور کر اس کو آباد کیا، اسلامی سکول تیار کیا، سرکاری سکول اور بورڈنگ بھی تیار کیا، مولویوں کو بھی جو اچھے کھانوں پر مرتے ہیں قابو کیا، اور درس و تدریس کا بھی انتظام کیا، وغیرہ
اب :کر مارا، کی استفہام سے دیکھو کہ مرزا کا دعوی نبوت کیسا بے دلیل ثابت ہے۔ مانا کہ مرزا نے یہ کیا، وہ کیا، لیکن
اس نے اوروں سے یا سرسید سے بڑھ کر کیا کر مارا۔
نبوت کا دعوی ہی کر مارا جس سے خاتم النبیین کی حقیقت کو الٹ پلٹ کر مارا،
اور کلمہ گووں کی ہی تکفیر میں غضب کر مارا،
جس سے اسلام کے اصول کو توڑ کر اندھیر کر مارا،

گویا اپنے سلسلہ میں اسلام کو جڑ سے ہی اکھیڑ کر مارا۔
ناظرین اس الحاقی کلمہ کو یاد رکھیں جس نے اپنی فصاحت اور بلاغت سے مرزا کے دعوی نبوت کو باطل کر کے حق کا اظہار کر مارا،
اس لئے میں نے بھی کر مارا، کی بار بار تکرار کر مارا)۔

۱۱۔ اگر مرزا غلام احمد قادیانی اس لئے نبی ہے کہ وہ احمدیوں کے نزدیک آنحضرت ﷺ کا بروز اور نائب ہے، تو یہ بھی قاعدہ ہے کہ اصل نائب منیب کا ظل ہوتا ہے، جو اپنے افعال سے منیب کی شناخت کراتا ہے۔

پس احمدیوں پر ان باتوں کا ثابت کرنا واجب ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ نے، جن کا مرزا قادیانی بروز اور نائب تھا، کون سے نکاح کے متعلق پیش گوئی کر کے اس کو مشتہر کرا دیا اور خدا نے اسکو غلط کر دکھایا۔

اور کس مرید نے آپ کو الہامی چیلنج میں شکست دے کر جھٹلا دیا،

یا کون سے باغات اراضیات کو اپنی ملک قرار دے کر اولاد کو وارث بنا دیا،

یا کن قرض خواہوں کو براہین احمدیہ کے تقاضا کی طرح صرف گالیوں سے ہی دھمکا دیا،

یا کس عدالت میں مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح انذاری پیش گوئیوں کو قرق کرا لیا،

اور کس بیوی نے ناحق طلاق پا لیا۔

اور کس بیوی نے ہوائے نفس کے پیچھے لگا کر باغ کی رجسٹری میں جھوٹ بلوا لیا اور فریب کرا لیا۔

(مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی بیوی نصرت جہان کو میرے مریدانہ زمانہ میں تین دفعہ بٹالہ آ کر بھی دو دو تین تین راتیں میرے ہاں قیام فرما دیا۔ باغ کا اس قدر شوق تھا کہ اس کے انتظام کی خاطر مجھ کو اپنے پاس بلا لیا اور اس کو اپنے نام منتقل کرانے کے لئے مرزا سے جو قانوناً پہلی اولاد کے حق ورثہ جدی کو تلف نہیں کر سکتا تھا جھگڑا کیا۔ اس کش مکش میں بیوی کے زیر ہو کر رجولیت کو جو مرد کا خاصہ ہے گرا دیا۔ یعنی اللہ تعالی کے قانون الرجال قوامون علی النساء کے خلاف عمل کر کے بیوی کو ہی اوپر چڑھا لیا۔ گویا خود عورت بن کر بیوی کو مرد بنا دیا، پھر میں نے بہ تعمیل حکم بٹالہ آ کر مفتی احمد بخش رجسٹرار بٹالہ اور اس کے رجسٹری نویس کو اپنے ہمراہ لے کر ۲۵ جون ۱۸۹۸ء کی شام کو مرزا کے مکان کے اوپر کی منزل پر پہنچایا۔ مرزا خدا بخش، مولوی نور الدین اور حکیم فضل الدین کو بھی بولا لیا۔ بیوی کا ہزار ہا روپیہ کا سونے کا زیور جو قومی چندہ سے بنا تھا، خادمہ کی معرفت آ گیا۔ پانچ ہزار میں جو قیمت باغ تھی ایک ہزار کا نوٹ بھی دکھلا وہ دکھا دیا اور مرزا قادیانی نے قیمت باغ کو رجسٹرار کے روبرو وصول پا لیا اور وثیقہ بیوی صاحبہ کو پہنچا کر دکھا دیا۔ اور پھر سب کو سونے کے لئے رخصت کر کے سونے والی کو ہی سونے کا انبار گن گن اٹھا دیا۔ اب مولوی نور الدین صاحب ہی جن کی آنکھوں کے سامنے یہ جھوٹ اور فریب کا معاملہ پیش آ گیا لا تکتموا الشھادۃ کو یاد کر کے جواب دیں کہ کیا وہ نبی بھی جس کا مرزا بروز تھا بیوی کی محبت سے یہی چال کر کے دکھا گیا، یا ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا ...ہی فرما گیا۔ فرضی رجسٹری کے بعد جلد مرزا قادیانی نے مینار کے بہانے دو ہزار کے قریب اڑا کر بیوی کو نصرت جہان بیگم بنا دیا اور مریدوں کو صرف الہام: پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد، سے بھلا دیا کہ خدا تعالی کا بھی یہی وعدہ ہے کہ

جب ہم نے مینار کو بنالیا تو اسی وقت اس نے ہمارا قدم دنیا میں جما دیا۔ بادشاہت کی خوشی میں بعض نے تو مینار...)

یا کب کرشن کے عقائد مشرکانہ کی تردید کے بغیر ہی اس کا بروز ہونے کا دعوی کیا اور انت منّی و انا منك کہکر اپنی ذات کو خدا کی ذات سے ملا دیا اور اس شرک کو توحید میں پھیلا دیا بلکہ آپ نے تو انّما بشر مثلکم یو حی الیّ ہی فرما دیا۔ جب ایسے افعال آنحضرت ﷺ کے ذمہ ثابت نہیں، تو کس نسبت نے مرزا قادیانی کو آنحضرت ﷺ کا بروز اور نائب بنا دیا۔

۱۲۔ جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی، آنحضرت ﷺ کا بروز بنا، عیسی کا بھی بن کر عیسی بن گیا۔ اور اس تناسخ کو آیت

و ضرب اللّٰه مثلاً للذین آ منوا امر أة فرعون اذ قالت ربّ ابن لی عند ك بیتاً فی الجنّة و نجّنی من فرعون و عمله و نجّنی من القوم الظّا لمین -و مریم ابنت عمرا ن الّتی ا حصنت فر جها فنفخنا فیه من رو حنا و صدّقت بکلما ت ر بّها و کتبه و کا نت من القا نتین (التحریم: ۱۱۔۱۲)

سے کشتی نوح میں اس طرح ظاہر کیا۔ :

اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس زمانہ میں ایک شخص ہوگا کہ پہلے مریم کا مرتبہ اس کو ملے گا۔ پھر اس میں عیسی کی روح پھونکی جائے گی۔ تب مریم میں سے عیسی نکل آئے گا۔ یعنی وہ مریمی صفات سے عیسی کی صفات کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ گویا مریم ہونے کی صفت نے عیسی ہونے کا بچہ دیا۔

مرزا قادیانی نے جو پہلے مریم بنا اور پھر اسی کا بچہ بن کر عیسی بنا، اپنے مریم ہونے کے الہامات کو بھی اسی جا اس طرح لکھا

انّی لكِ هذا یعنی اے مریم تو نے یہ نعمت کہاں سے پائی۔

یا مر یم اسکن انت و زو جك الجنّة نفخت فیك من لد نی روح الصدق یعنی مریم تو معہ اپنے دوتوں کے بہشت میں داخل ہو۔ میں نے تجھے اپنے پاس سے صدق کی روح

پھونک دی۔

فـاذا جاء المخاض الی جزع النّخلة قالت یا لیتنی متّ قبل ھذا و کنت نسیا منسیا ۔ پھر مریم کو جو مراد اس عاجز سے ہے، درد زہ تنہ کھجور کی طرف لے آئی۔ تب مریم نے کہا کہ کاش میں اس سے پہلے مر جاتی اور میرا نشان باقی نہ رہتا۔

مـا کان ابوك امرء سوء و ما کان امّك بغیّا لوگوں نے کہا کہ اے مریم تو نے یہ مکروہ اور قابل نفرین کام دکھلایا ہے جو راستی سے دور ہے تیرا باپ اور تیری ماں تو ایسے نہ تھے۔

ان الہاموں نے اپنی لغویت کو تو ایک ہی فقرہ سے کہ دردِ زہ کھجور کی طرف لے آئی، ظاہر کر دیا کیونکہ قادیان میں کوئی کھجور نہیں جس کی طرف کبھی مرزا قادیانی کے پیٹ کے درد نے کھینچا، اور اس نے کشمیری بولی میں کہا کہ کاش میں اس سے پہلے مر جاتی اور میرا نشان باقی نہ رہتا۔

اب احمدی صرف یہ بتائیں کہ جب مرزا قادیانی آیت مذکورۃ الصدر کا مصداق ہو کر مریم بنا، اور مریم ہونے کی صفت سے عیسی ہونے کا بچہ دیا، اور وہ بچہ مرزا قادیانی نکلا، تو وہ فرعون کی عورت کیوں نہ بنا، اور اس صفت سے بھی کوئی بچہ جنا۔

دوم، ضـرب الـلّـہ مثلاً لـلـذین آمنوا میں صیغہ جمع کا ہے جس میں خدا نے عام مومنوں کو امـرأۃ فرعون و مـریم ابنت عمران کے کامل ایمان کی طرف متوجہ کیا، تاکہ مومن مرد اور مومن عورتیں اعلی نظیر معلوم کریں کہ عورتوں نے بھی کیا کیا کمال کیا۔ لیکن مرزا قادیانی نے صرف اپنے تئیں اس آیت کا مصداق کیا۔ اب مرزا غلام احمد قادیانی کو کیونکر قرآن سے مسّ تھا۔

سوم، مرزا قادیانی پہلے مریم بنا۔ پھر آپ ہی اپنا بچہ ہو کر عیسی ہو نکلا۔ اور حضرت عیسی کی روح کو اپنے اندر داخل کیا تو یہ کیوں تناسخ نہ ہوا۔

چہارم، جب مرزا غلام احمد قادیانی نے انـت منّی اور انا منك سے خدا کی ذات اور صفات میں شرک کر کے اسلام میں شرک داخل کیا، اور تناسخ کو بھی تصدیق کیا اور قرآن سے مسّ ہونے کا بھی ثبوت نہ دیا تو وہ کیونکر عیسی بن گیا۔

۱۳۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ قیاس بھی غلط تھا کہ رسول خدا مثیل حضرت موسی تھا، اور حضرت موسی کے لئے حضرت عیسی تھا۔ پس آنحضرت ﷺ کے لئے بھی ایک عیسی کا ہونا لازمی تھا۔

موسی صرف ایک قوم کے لئے تھا۔

اور دوسرا یہ کہ توریت کے ساتھ انجیل کا تتمہ مقدر تھا۔

لیکن آنحضرت ﷺ کو خدا تعالی نے تمام قوموں کے لئے مبعوث کیا اور آپ ﷺ کی کتاب کو بھی تمام کتب کا مہیمن کر کے ایسا کامل اکمل اتم کیا کہ اس کے بعد کسی اور کتاب کا نازل ہونا ضروری نہ رہا۔

حضرت موسیٰؑ نے اپنے تئیں عیسیٰؑ کا محتاج کہا اور حضرت عیسیٰؑ نے حضرت احمدؐ عربی کا، لیکن احمدؐ عربی نے الیوم اکملت لکم دینکم کہکر اپنے تئیں کسی اور نبی کا محتاج نہیں رکھا۔

اب احمدی بتائیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی آنحضرت ﷺ کے لئے کیونکر عیسی ہوا۔

دوم، خدا تعالی نے قرآن مجید کی تعلیم کو یہ شرف بخشا کہ اس کے کامل اتباع سے کامل مومنوں کو مماثلت انبیا کا بھی وعدہ دیا اور اس وعدہ کو وعد اللّٰہ الّذین آمنوا منکم و عملوا الصّالحات میں ظاہر کیا۔ لیکن مرزا غلام احمد قادیانی نے صیغہ جمع کو چھوڑ کر صرف اپنے آپ کو ہی اس وعدہ کا مصداق سمجھا۔ اس سے ثابت ہے کہ مرزا قادیانی کو قرآن سے کامل مسّ نہ تھا۔ جس سے یہ بھی ثابت ہے کہ اس کے عیسی ہونے کا دعوی بھی باطل تھا۔

۱۴۔ یہ کہ مرزا: مسیح موعود ہے، مرزا غلام احمد قادیانی کی اپنی اصطلاح ہے۔

جن کا یہ خیال ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم آسمان پر ہے، انہیں کا یہ خیال ہے کہ وہ کسی وقت آسمان سے نازل بھی ہوگا۔ اور جن کے نزدیک وہ فوت ہو چکا ہے ان کا ہرگز یہ خیال نہیں کہ مسیح ابن مریم آئے گا۔ گویا مسیح ابن مریم کی آمد کا خیال اسکے رفع آسمانی سے مشروط ہے۔

پس جب مرزا غلام احمد قادیانی کے نزدیک رفع آسمانی، جو شرط ہے، باطل ہے، تو مشروط بھی باطل ہے۔ اذا فات الشّرط فات المشروط مسلّم امر ہے۔

اب احمدی بتائیں کہ جب مرزا غلام احمد قادیانی، حضرت مسیح ابن مریم کو مار چکا ہے، تو اس کی آمد کے غلط خیال سے کیونکر فائدہ اٹھا کر مسیح موعود کہلا سکتا ہے۔

دوم، یہ قیاس (کہ نصاری کی کمال بداعمالی پر مسیح کی روح نے آسمان سے جوش مار کر مرزا میں نزول کیا، اس لئے وہ مسیح موعود ہوا) ایک ڈھکوسلہ ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے آیت

فلمّاتو فّیتنی کنت انت الرّقیب علیھم

کو بار بار وفات مسیح پر پیش کیا ہے کہ وہ مر چکا اور اسکا دنیا سے کوئی تعلق نہیں رہا ہے۔ قیاس منطقی اس طرح پر کیا ہے کہ اگر تو فّیتنی میں توفّی کے معنی روح قبض کرنے کے نہیں، بلکہ پورے جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھا لینے کے ہیں تو مسیح کو اپنے نزول پر دنیا کے سب حال معلوم ہونے والے ہیں، لیکن خدا کے حضور میں یہ کہنا کہ جب تو نے مجھ کو پورے جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھا لیا، تو اس کے بعد مجھ کو قوم کا حال معلوم نہیں رہا، صریح جھوٹ ہے۔ جس سے ثابت ہے کہ فلمّا تو فّیتنی سے یہی مطلب ہے کہ جب تو نے میری روح کو قبض کیا تو میرا دنیا سے کوئی تعلق نہ رہا۔،

اب مرزا غلام احمد قادیانی کا یہی بیان کہ مسیح مر کر دنیا سے تعلق کھو چکا، اس کے دعوی مسیح موعود کو ردّ کرنے کے لئے کافی ہے کیونکہ جب حضرت مسیح کی موت سے اسکی روح کو دنیا کی خبروں سے تعلق نہ رہا، تو اس نے آسمان سے کس طرح جوش مار کر مرزا قادیانی میں حلول کیا۔

۱۵۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ دعوی بھی ہے کہ

ابن مریم کی حدیث میں ابن مریم سے مراد، مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔

یہ بھی کمال جعل سازی ہے، جو آج تک کسی کی نظر سے نہیں گذری ہے۔ مرزا قادیانی نے پہلے اس حدیث کے نشانوں کو اس طرح قائم کیا کہ انگریزوں کو دجال کہا، ان کی ٹرین کو گدھا، تنعم کے اسباب کو بہشت ،اور جیل خانوں کو دوزخ کہا، وغیرہ

اور پھر انگریزوں کو محسن اور ان کے انتظاموں کو برکات اور اپنی ۲۲۔۲۳ سالہ تالیفات کو انکی خدمات

قرار دیا۔

اب دونوں متضاد بیانوں سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو خود ابن مریم کی حدیث پر اعتبار نہ تھا۔ صرف مسیح موعود بننے کا حیلہ تھا کیونکہ اسکے نشانوں کو قائم بھی کیا اور پھر مٹا بھی دیا۔ جب ابن مریم کی حدیث کے نشانوں سے کوئی نشان قائم ہی نہ رہا، تو اس کے غلط ہونے میں کیا شک وشبہ باقی رہا۔

اب احمدی بتائیں کہ اگر ابن مریم سے مراد مرزا غلام احمد تھا، تو دجال جسکو اس نے قتل کرنا تھا، کون تھا۔ (...مرزا غلام احمد قادیانی نے..انگریزوں کو دجال اور ریل گاڑی کو ان کا گدھا کہا۔ دینی بے خبری کے باعث ایک آنکھ کو کانا، اور کیپ یا انگریزی ٹوپی کو جو پیشانی کو سایہ کرتی ہے، کافر بیان کیا۔ ان کے تنعم کے اسباب کو بہشت اور جیل خانوں کو دوزخ ثابت کیا۔ محکمہ آب رسانی کو دجال کی بارش اور بڑے بڑے بیماروں کا صحت یاب ہونا مردوں کا زندہ ہونا ظاہر کیا۔ وغیرہ یہ وہ تاویلیں ہیں جنہوں نے انگریزی خوان مسلمانوں میں نئی روح اور جان ڈال کر مرزا قادیانی کی طرف متوجہ کیا۔ جب کبھی علماء نے مرزا غلام احمد قادیانی سے حدیثوں کے ذریعہ مقابلہ کیا، تو نئی روشنی سے متاثر ہونے والوں نے مرزا قادیانی کو فوراً ابن مریم تسلیم کیا اور حضرت ابن مریم یا عیسی کو مردہ سمجھا۔ اور پھر لا مهدی الا عیسی پر یقین کر کے مرزا غلام احمد قادیانی کو ہی مہدی سمجھا اور جب قتل دجال بھی اس کے مشن میں سمجھا اور انگریزوں کو ہی غلطی سے دجال سمجھا تو پھر اپنے تئیں دنیا کا بادشاہ سمجھا یہی مرزا غلام احمد قادیانی کی ترقی کا راز تھا جس کو مرزا قادیانی اور اس کی جماعت نے سمجھا، یا صرف میں نے سمجھا)

۱۶۔ ازالہ اوہام مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی کے صفحہ ۲۱۷ تا ۲۲۷ میں یہ حقیقتیں بدیہی اور واضح طور پر مندرج ہیں۔

۱۔ شروع دنیا سے دجال کے فتنہ سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں ہوا۔

۲۔ دجال ایک آنکھ سے کانا یعنی دینی بصیرت سے محروم ہے۔

۳۔ دجال کے ساتھ بعض اسباب تنعم اور آسائش جنت کی طرح ہوں گے، اور بعض اسباب محنت وبلا دوزخ کی طرح۔

۴۔ دجال کا گدھا کسی ہوائی مادہ کے زور سے چلے گا، اور اس میں شک نہیں کہ ریل گاڑیاں دخانی زور سے چلتی ہیں۔

۵۔ دجال مشرق سے خروج کرے گا یعنی ہند سے۔

۶۔دجال ویرانوں سے خزانے نکالے گا۔یعنی زمین سے بہت فائدہ اٹھائے گا اور اپنی تدبیروں سے زمین کو آباد کرے گا۔پھر آخر باب لد پر قتل کیا جائے گا اور مسیح موعود ہی اس کے جھگڑوں کا خاتمہ کرے گا۔

اب احمدی ہوش کر کے بتائیں:

الف: ریل گاڑیوں کے مالک سوا انگریز کون ہیں؟

ب۔مشرق میں ہند کے مالک سوا انگریز اور کون ہیں؟

ج۔اپنی تدبیروں سے زمینوں کو آباد کر کے ویرانوں سے خزانے نکالنے والے سوا انگریز کون ہیں؟

جب مرزا غلام احمد قادیانی کے نزدیک وہی بڑے دجال ہیں جنہوں نے انڈیا میں آ کر اس کو جنت نشان اور باشندوں کو مہذب انسان کیا۔اور یہ بھی دعوی ہے کہ وہی مسیح موعود ہے، جو اپنی مشن سے ان کو باب لد پر قتل کر کے انکے جھگڑوں کا فیصلہ کریگا،تو اب اس کا کیا ثبوت ہے کہ فرقہ احمدیہ گورنمنٹ عالیہ کا دلی خیر خواہ ہے

دوم،اگر دلی خیر خواہ ہے،تو مرزا غلام احمد قادیانی بغیر قتل دجال جس میں ناحق محسنوں کو ہی لپیٹا ہے کس طرح مسیح موعود ہے۔

سوم،جب مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوی مسیح موعود کے ساتھ انگریزوں کا قتل لازم ہے،اور فرقہ احمدیہ اپنے مشن کو سچا جانتا ہے،تو وہ کس طرح گورنمنٹ عالیہ کا خیر خواہ ہے۔

چہارم،جب خیر خواہ نہیں،تو بدخواہ ہونے میں کیا شک ہے۔

پنجم،جب مرزا غلام احمد قادیانی نے انگریزوں کو دجال بھی کہا اور محسن بھی کہا،تو اس کے منافق ہونے میں کیا شک ہے۔

ششم۔کیا منافق بھی نبی ہوسکتا ہے۔

۱۷۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ دعوی بھی کہ وہ مہدی تھا اور یہودی صفت علماء کو غلطیوں سے نکال کر قرآن حقائق اور معارف سکھانے آیا،غلط نکلا۔مولوی نورالدین جس نے مرزا غلام احمد قادیانی کے علوم سے زیادہ فیض یاب ہونے کا اقرار کیا،میری خط وکتابت میں قرآن دانی کا صاف انکار کیا۔اس کے تین

خطوں کو عجیب خط و کتابت میں جو سوالات کا دوسرا حصہ ہے، انشاءاللہ عنقریب شائع کیا جائے گا۔

جب مرزا قادیانی اپنے خلیفہ اور نائب کو بھی قرآن نہیں سکھا سکا، تو وہ کیونکر مہدی تھا۔ مرزا قادیانی نے وفات مسیح کے مسئلہ کو سرسید احمد خان مرحوم سے لیا اور ... اسکو بحث سے مالامال کیا لیکن و ما صلبوه کی حقیقت کو جس کے ساتھ .. ان کا کشف بھی رہبر تھا، غلط ہی سمجھا۔ اس غلطی کو مولوی نورالدین نے بھی بذریعہ خط تسلیم کیا۔

شق القمر کی تشریح سے سرمہ چشم آریہ کے ۱۸ صفحوں کو پر کیا۔ لیکن شق اور انشقاق میں جو اصلی کلمہ ہے فرق نہ کیا

و ان خفتم الا تقسطوا فی الیتا می ۔الخ

و ما ملکت ایما نکم

کی حقیقت کو بھی غلط بیان کیا۔

یہ وہ غلطیاں ہیں جن کو میں نے بٹالہ کی ملاقات میں مولوی نورالدین سے بھی منوایا۔ اگر میں سچ نہیں کہتا تو سچ کو جھوٹ کرنا مولوی نورالدین پر لازم ہوگا تا کہ ثابت ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوی قرآن دانی صحیح تھا۔ اور ساتھ ہی لا تقر با هذه الشّجرة اور فقلنا ضر بوه ببعضها کے علم سے، جو میں نے ان کو بتایا، انکار کرنا لازم ہوگا تا کہ ثابت ہو کہ مجھ کو اس پر اور مرزا غلام احمد قادیانی پر کوئی ترجیح کا حق حاصل نہیں ہوسکتا۔ ورنہ بصورت خاموشی سے ظاہر ہوگا کہ نہ مرزا قادیانی کے خلیفہ کو ہی قرآن سے مسّ ہے اور نہ مرزا کو ہی تھا، جس سے مرزا قادیانی کا دعوی مہدی باطل ہو کر ثابت ہوگا کہ اس کے منکرین کا ایسا ہی درجہ ہے جیسا کہ جماعت علی شاہ یا میاں صاحب بٹالہ کے منکرین کا۔

۱۸۔ قرآن مجید کا یہ اعجاز ہے کہ اس کی تعلیم ہر فطرت پر حاوی ہے۔ مثلاً جن کے اندر گالی برداشت کرنے کا مادہ کم ہے ان کو جـزا ء سیئة سیئة بمثلها کا حکم ہے اور جن کے اندر عفو کا مادہ ہے ان کو جـزا ء سیـئة سیـئة مثـلها و من عفی و ا صلح کا حکم ہے۔ اور جن کی اعلی فطرت ہے، ان کو بدی

کے عوض نیکی کرنے کا حکم ہے اور یہ ادفع بالّتی ھی ا حسن سے ثابت ہے۔

اگر مرزا غلام احمد قادیانی کو قرآن سے مسّ ہوتا تو اعلیٰ فطرت کا نمونہ دکھلا کر گالیاں دینے والوں کے حق میں آنحضرت ﷺ کی طرح دعا کرتا، یا سر سید احمد خان مرحوم کی طرح گالیاں کھا کر مخالف مولویوں کو معاف کرتا۔ لیکن مرزا قادیانی نے اپنی کمزور فطرت سے گالی کا عوض گالی ہی سمجھ کر مخالفین کو گالیوں سے ایسا کوسا کہ حتی الوسع گالی کا کوئی مفہوم نہ چھوڑا یہاں تک کہ مصنف عصائے موسیٰ نے اس کی گالیوں کو ایک ڈکشنری کی صورت میں جمع کر دیا۔

اب احمدی بتائیں کہ اگر مرزا غلام احمد قادیانی کو قرآن سے مسّ تھا، تو کیوں اس نے ہر قسم کی گالیوں سے، یہاں تک کہ مسیح اور اس کی نانیوں پر بھی بدزبانیوں سے، اپنی کتابوں کو گندہ کیا۔ جس کے باعث مہذب اور شائستہ نظیروں کو مرزا قادیانی کی تصانیف سے تعلق نہ رہا۔ اب مرزا قادیانی جس کو کمزوری فطرت کے باعث قرآن سے مسّ ہی نہ تھا کیونکر مہدی ہوا۔

۱۹۔ آج تک دنیا میں جس قدر اسلامی فرقوں کے بانی گذرے ہیں ان کی اصلی تالیفات سے کوئی ایسی کتاب دکھائی جائے جس میں انہوں نے بھی مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح اپنے لٹریچر کو گالی گلوچ سے مملو کر کے بدزبانی بداخلاقی کا سبق دیا ہے۔

جب تک احمدی حضرات اس سوال کا جواب... (نہ دیں اس وقت تک یہی سمجھا جائے گا) کہ اسلام کے ایسے رفارمروں میں گالی گلوچ اور درشت کلامی کا پہلا موجد مرزا غلام احمد قادیانی ہے جس نے آنحضرت ﷺ کو بروز کہلا کر اس تہذیب کے زمانہ میں بھی پیروان کو گالی گلوچ کا طریقہ سکھلا کر خود اسلام کو بھی بدنام کیا ہے، اور بانی اسلام کی توہین و تحقیر میں بھی غیروں کو چھیڑ کر دلیر کیا ہے۔

۲۰۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے مہدی ہونے پر بڑی علامتیں طاعون اور ماہ رمضان میں چاند و سورج کے گرہن کو سمجھا، اور الٹا ہی سمجھا۔

طاعون نے حسب رسد اسکے مریدوں کے پکڑنے میں فرق نہیں کیا، بلکہ اس کی دعاؤں اور التجاؤں

پر بھی کچھ لحاظ نہ کرکے اس کی چاردیواری کے اندر گھسے ہوئے مریدوں کو بھی جا پکڑا۔

اور ماہ رمضان میں چاند سورج کا یہ معاملہ تھا کہ جب مسلمانوں نے خیرامت کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے تفرقہ اور باہمی جنگ وجدل سے بانی اسلام سراج اور قمرمنیر یا دنیا کے روحانی آفتاب اور بدر منیر کو بدنام کیا، تو ضروری تھا کہ ظاہری آفتاب اور مہتاب کو بھی خدا اس حقیقت پر شاہد کرتا کہ زمین پر ایک روحانی عالم بھی نہیں رہا یہاں تک کہ جو سراج امۃ اور قمر الانبیاء کے بروز ہونے کا دعویدار ہوا وہ بھی:

ہندوؤں کے اسی کرشن مہاراج کا بروز نکلا جس نے روحوں اور مادہ کو ازلی ابدی قرار دے کر تناسخ کو بھی قائم رکھا۔

اور پھر انت منّی و انا منك سنا کر شرک کا مرتکب ہوا۔

اور آسمانی نکاح میں لا تبدیل لکلمات اللّٰہ کو خدا تعالی کے ذمہ لگا کر اس کو جھوٹا کیا اور خود سچا ہی رہا۔

اور ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی کے الہاموں سے بھی شکست کھا کر سچا ہی رہا۔

اور کسی الہام میں بھی اپنی بشریت کا ثبوت نہ دیا بلکہ یحمدك اللّٰہ علی عرشه سے یہی کہا کہ خدا تعالی عرش پر بھی میری ہی تعریف میں مشغول ہوا حالانکہ افضل الانبیاء کو بھی خدا تعالی نے ایک اندھے پر ذراسی عدم توجہ سے عبس و تولّی ..ہی کہا، اور غریبوں پر امیروں کو ترجیح دینے سے روکا اور دولت کو ورثہ بنانے سے منع کیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے تعلّی میں کمال کر چھوڑا۔ الہام فاینما تولّوا فثمّ وجه کا مطلب ریویو آف ریلی جنز میں یہ لکھوا چھوڑا کہ

جدھر مرزا نے منہ کر چھوڑا، ادھر ہی خدا نے منہ کر چھوڑا۔

یہاں خطاب جمع میں خدا نے صیغہ واحد مخاطب کو بھی چھپا چھوڑا، یا بھول کر چھوڑا۔

اب احمدی حضرات بتائیں کہ ماہ رمضان میں چاند سورج کا گرہن مرزا غلام احمد قادیانی کا مصدق تھا یا مرزا قادیانی اپنی مشرکانہ تعلیم سے خود ان کا مصدق تھا، کیونکہ اس نے اسلام میں شرک ایجاد کرکے سراج

امۃ اورقمر الانبیاء پر گرہن لگا چھوڑا۔

دوم، جب مرزا غلام احمد قادیانی کو قرآن سے مسّ ہی نہ تھا اوراس نے اسلام میں تفرقہ کر کے ہر ایک اصولی مسلمان کلمہ گووں کو ہی کافر کر چھوڑا، تو خدا تعالی نے کس طرح چانداورسورج کے گرہن کواس کیلئے مقدر کر چھوڑا۔

سوم، اگرآئندہ کبھی ماہ رمضان میں خسوف وکسوف ہوا تو کیا اس وقت بھی مرزا غلام احمد قادیانی قبر سے نکل کر کہدے گا کہ یہ چاندوسورج کا گرہن بھی خدا تعالی نے میرے لئے ہی کر چھوڑا۔

چہارم، اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ آئندہ خدا نے اس کسوف وخسوف کو بند کر چھوڑا۔

پنجم، اگر چاند سورج کا گرہن شہادت کیلئے آیا تھا، تو مرزا قادیانی اوراس کی جماعت کے لئے اس کا دیکھنا ضروری تھا۔ مگران کی بداعمالی سے خدا تعالی نے خسوف وکسوف کودوسری جانب ظاہر کر کےان کی نظروں سے چھپا چھوڑا۔

ششم، اب اگر یہ نشان سنوسی الاعظم کا ہی ہو جس کے لاکھ ہا مریدوں نے خود بخود اسے مہدی مان کر جان و مال کو قربان کر چھوڑا، تو اس مقدر نے کیا خطا کر چھوڑا۔ اٹلی نے تو اس نشان کے بعد حجاج کا راہ بھی بند کر چھوڑا، اور حرمین شریفین کے منہدم کرنے کے لئے بھی ارادہ کر چھوڑا۔ بلکہ اسلام کو دنیا سے مٹانے کے لئے بھی دول یورپ سے مشورہ کر چھوڑا۔ اب بھی اگر کسی مہدی کی ضرورت نہیں، تو پھر کسی مہدی کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ مہدی کے لئے خدا نے حفاظت اسلام کو ہی مقدر کر چھوڑا۔

شیخ سنوسی نے جواب سنوسی الاعظم ہے، طرابلس کی تباہی اور ظلمت میں اپنے تئیں ماہ انور کی طرح تاباں کیا۔ حفاظت حرمین شریفین کے لئے کروڑ ہا روپیہ قربان کر کے مریدوں اورعزیزوں کی جانوں کو بھی قربان کیا۔ اس قربانی نے یورپ کو بھی اس کی مدح سرائی میں رطب اللسان کیا، اوراس دلکش آواز نے باقی حصہ دنیا کو بھی اسی طرح مدح خوان کیا۔

لیکن مرزا غلام احمد قادیانی نے:

صرف کتابوں میں ہی شور وفغان کیا اور گالی گلوچ سے ہی مخالفین کو پریشان اور حیران کیا۔

مکانات کی توسیع سے اولاد کا دل ہی شادان کر کے قومی چندہ کو ویران کیا۔ عنبر و کستوری، یاقوتی وغیرہ کے کثرت استعمال سے تعیش کے راز کو بھی عیاں کیا۔

اور کتابوں پر لاکھ ہا خرچ کر کے ان میں اپنا ہی دعوی بیان کیا جس میں مسلمانوں کو ہی کافر بیان کیا۔

جو معمہ قرآن بھی بیان کیا، وہ بھی غلط ہی بیان کیا۔

اب مرزا غلام احمد قادیانی کو، جس نے صرف شور و فغان کیا، سنوسی الاعظم سے کیا فضیلت ہے جس نے اٹلی کے شور و فغاں پر کل جان و مال کو قربان کیا۔ مہدی بننے کے لئے بھی آخر خدا نے کچھ نشان کیا۔ کیا مرزا قادیانی کے مہدی ہونے کا یہی نشان تھا کہ اس نے مسلمانوں کو ہی کافر بیان کیا۔

۲۲۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوی ہے کہ آیت انّی مبشرا برسول یا تی من بعدی اسمه احمد میں احمد سے مراد مرزا غلام احمد قادیانی ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ذاتی نام محمد ہے۔

اب احمدی بتائیں کہ اگر احمد سے مراد آنحضرت ﷺ نہیں، بلکہ کوئی اور مصلح وقت مراد ہے، تو پھر اس سے کیوں سرسید احمد خان ہی مراد نہیں۔ کیونکہ سر اسکا خطاب ہے اور سید ذات ہے، اور صرف احمد ہی اس کا نام ہے۔ اور مرزا غلام احمد قادیانی بھی بلحاظ تعلیم اسی کا غلام ہے:

وفات مسیح کا مسئلہ (مرزا قادیانی نے) اسی سے سیکھا ہے۔ گو بعض نے پہلے بھی وفات مسیح کو تسلیم کیا ہے لیکن مرزا قادیانی اور اس کے معلم سرسید کی طرح آج تک کسی نے بھی نہیں کہا ہے کہ مسیح سولی پر بھی چڑھا ہے۔

ملائکہ کے ذاتی نزول کا انکار بھی اسی کی تعلیم کا اثر ہے۔ ملائکہ کو سیاروں کی روح قرار دینا اور جبریل کو بڑا جان کر آفتاب کو اس کا ہیڈ کوارٹر سمجھنا، سرسید احمد خان ہی کے خیال کا (کہ اشیاء قدرتی کے قوای ہی ملائکہ ہیں) مترادف ہے۔

بہشت دوزخ کو اعمالی تمثل بتانا اور معجزات کی تاویل دکھانا (مرزا قادیانی نے) سرسید احمد خان سے ہی سیکھا ہے۔

اور باتیں مثلاً جہاد کی نفی یا حکام وقت کی پیروی وغیرہ بھی اسی کی پیروی کا نتیجہ ہے۔

اب صاف ظاہر ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی بلحاظ تعلیم سرسید احمد خان کا ہی غلام ہے اور بلحاظ نام بھی اسی کا غلام ہے، کیونکہ احمد ہی اس (سرسید احمد خان) کا ذاتی نام ہے۔

اب احمدی بتائیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی جو سرسید احمد خان کا ہی شاگرد اور غلام ہے کیوں کر اپنے معلم اور آقا پر فوق پا سکتا ہے؟

۲۳۔ سرسید احمد خان نے دعاؤں کے ساتھ اسباب ظاہری کو خدا تعالی کا منشأ بتایا۔ خود خطبوں میں لمبی لمبی اور دلسوز دعائیں کر کے بھی بار بار شہروں کا چکر لگایا۔ اور مرزا غلام احمد نے دوا فروشوں کی طرح بیت الدعا بنا کر دکھایا، اور دوائی اشتہاروں کی طرح دعائی اشتہاروں کو اڑایا۔ سید امیر علی شاہ رسالدار کا دل بھی لڑکے کے لئے للچایا، اور اس نے بوساطت مصنف عصائے موسیٰ پانصد روپیہ سے مرزا قادیانی کی سال کی ساری دعاؤں کا ٹھیکہ چکایا۔ آخر جب کوئی لڑکا نہ پایا، تو تقاضا اٹھایا۔ پر کچھ ہاتھ نہ آیا۔

سرسید احمد خان نے قومی چندہ لے کر قومی تعلیم پر خرچ کرایا اور مرزا غلام احمد قادیانی نے چندہ لے کر خود بھی کھایا، اولاد کو بھی کھلایا، اور اس سے کتابوں کو بھی چھپوایا۔ اور ان میں اپنا ہی راز چھپایا (چھپوایا)۔

سرسید احمد خان نے اپنی کل جائداد کو بھی قوم پر قربان کر دکھایا، اور مرتے وقت کفن بھی گھر سے نہ پایا ۔آخر قوم نے ہی لاش پر ترس کھایا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے دن بدن اپنی جائداد کو بڑھایا اور اولاد کو ہی اس کا وارث بنایا۔

سرسید احمد خان نے دجال، شیطان، ملعون وغیرہ بھی کہلا کر قوم کا غم کھایا، اور علماء کی بدزبانیوں کو ان کی غیرت ایمانی کا مقتضا بتایا، اور اسی کو مردہ قوم کا آخری روح رواں ٹھہرایا۔ اور مرزا غلام احمد قادیانی نے گالیوں کے عوض بھی گالیوں میں ہی کمال دکھایا۔

سرسید احمد خان نے قومی ہمدردی کا سبق پڑھایا، مرزا غلام احمد قادیانی نے چند افراد کو قوم سے اکھیڑ کر ان کو اصولی اختلاف کا سبق پڑھایا اور ان کو قوم کا ہی دشمن (بنایا)...

دیکھو میں نے سرسید احمد خان اور مرزا غلام احمد قادیانی کا مقابلہ کیسا کر دکھایا۔

اب احمدی انصاف سے بتائیں کہ کیا مرزا قادیانی نے فوق پایا، یا سر سید احمد نے پایا۔ اور کیا جمہور اسلام کی ہمدردی نے مرزا قادیانی کو ہر دلعزیز بنایا، یا سر سید احمد مرحوم کو بنایا۔

۲۴۔ مرزا نے اپنے ہر ایک مقدمہ کو بھی مسیح موعود ہونے کا نشان قرار دیا اور بار بار مماثلت مسیح بیان کرتے ہوئے اپنے مقدموں کا ہی اظہار کیا۔ ایک مقدمہ کی بریت پر ایک مبسوط کتاب کو ہی لکھ دیا۔ اور باقی کتابوں کو بھی مقدمات کے حالات سے رنگین کر کے مثیل مسیح ہونا ثابت کیا۔

میاں محمود احمد اور مولوی نور الدین نے بھی فتوی تکفیر کے ۲۸ صفحہ میں مرزا قادیانی کو نبی اور مثیل عیسی منوانے کے لئے پہلے دونوں کے مقدمات کا ہی مقابلہ کیا۔ مرزا قادیانی نے اپنی کتابوں میں مسیح کے حالات کو بار بار لکھ کر ان واقعات کو ظاہر کیا کہ وہ کئی روز حوالات میں رہا، سولی بھی دیا گیا، زخمی اور بے ہوش بھی ہوا، اور مردہ تصور ہو کر چھوڑا گیا، اور میت کی طرح عیسائیوں کے سپرد کیا گیا، اور یونس کی طرح چالیس روز وہ بھی قبر میں رہا، جہاں مرہم عیسی سے حواریوں نے اسکا علاج کیا، اور پھر وہ براہ نصیبین ہند کی طرف آ کر آخر کشمیر میں یوز آسف کے نام سے دفن کیا گیا۔

جب صاف ظاہر ہے کہ ان سب واقعات سے مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے ساتھ کسی ایک واقعہ کو بھی ثابت نہیں۔ نہ وہ کبھی حوالات ہوا، نہ سولی چڑھا، نہ زخمی اور بیہوش ہو کر میت ہوا، اور نہ مریدوں نے علاج کیلئے اسے کسی بنجر کوٹھڑی میں رکھا، اور نہ کسی طرف مہاجر ہو کر مرتے وقت نام بھی بدلا، تو اب مرزا غلام احمد کس مماثلت کے ساتھ عیسی ابن مریم بن گیا۔

دوم، جب مولوی نور الدین بھیروی نے ما صلبوہ کو جسکے اندر ہر قسم کے صلب کی نفی یا سلب ہے، بذریعہ خط سالبہ کلیہ تسلیم کر کے مسیح کی صلیبی واقعات سے انکار کر دیا تو اب اس میں کیا شک رہا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے مسیح موعود بننے کیلئے صلیبی واقعہ سے اپنی کتابوں کو پر کر کے خود ہی ان کو فسانہ کر لیا۔

سوم، جب مولوی نور الدین نے مرزا غلام احمد قادیانی کے صلیبی فسانہ کو رڈ کر کے اس کی ساری تالیفات کو بھی خاک میں ملا دیا، تو اب ان کتابوں کے رکھنے کا فائدہ ہی کیا۔

۲۵۔ جب گورداسپور کی عدالت صدر نے مولوی محمد حسین بٹالوی کی نالش پر مرزا غلام احمد قادیانی کے انذاری الہاموں کو قرق کیا، اور اس بات کا اقرار لیا کہ وہ آئندہ کسی کے حق میں کوئی برا اور سخت کلمہ نہیں لکھے گا، اور نہ کافر کہے گا، تو میاں محمود احمد اور مولوی نور الدین کو کس طرح حق حاصل ہو گیا کہ انہوں نے ۲۸ صفحہ کا فتوی تکفیر شائع کر کے تمام روئے زمین کے کلمہ گو، یا محمدیوں کو کافر اور جہنمی کہہ دیا۔

دوم، کیا انہوں نے عدالت سے مرزا غلام احمد قادیانی کا حلفی معاہدہ منسوخ کرا کر قرق شدہ الہاموں کو واگذار کر لیا۔ یا ان کے دل میں حکام وقت اور خدا تعالی کا بھی، جس کو مرزا قادیانی نے اقرار پر شاہد کیا، خوف ہی نہ رہا۔

۲۶۔ میں نے عقل وانصاف کی عدالت میں نالش یا دعوی دائر کیا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے دعوی نبوت مہدی اور مسیح موعود میں غلطی کھا کر مسلمانوں کو لعن طعن اور گالی گلوچ سے رنج دیا اور کافر اور جہنمی بھی کہا ہے۔ اور پھر میاں محمود احمد اور مولوی نور الدین نے ۲۸ صفحہ کے اعلان میں مرزا قادیانی کے دعاوی کو ثابت کر کے عام کلمہ گووں کو آنحضرت ﷺ کے کافر کی طرح کافر کہا ہے۔ اور میں نے اپنے اس دعوی کو صحیح واقعات اور عام مسلمات پر جو احمدیوں کے نزدیک بھی مسلّم ہیں، قائم کیا ہے۔ اور اس کو کئی ضمنوں میں پیش کر کے صورت سوال کو اپنا وکیل قرار دیا ہے۔

یہ عام قانون ہے کہ جواب دعوی میں دعوی کے ہر ایک ضمن کا انکار، یا اقرار، یا بعض کا اقرار اور بعض کا انکار، یا کسی ایک ضمن سے کچھ انکار، اور کچھ اقرار، کر کے جواب دعوے کو باقاعدہ مترتب کیا جاتا ہے۔ وکیل بھی اسی واسطے ہوتا ہے کہ وہ بنائے دعوی یا جواب دعوی کو باقاعدہ مترتب کرتا ہے۔

اب احمدی حضرات، جن میں خواجہ کمال الدین جیسا وکیل اور محمد علی جیسا عقیل اور مولوی نور الدین جیسا تجربہ کار اور میاں محمود احمد جیسا ہوشیار بھی ہے، عجیب سوالات کے ہر ضمن کو مدنظر رکھ کر جواب با دلیل دیں۔ ایسا نہ ہو کہ عقل وانصاف کی عدالت سے دھکے کھا کر اپنے مشن کو ذلیل کریں۔

۲۷۔ جب میں نے عجیب سوالات کو عام مسلّمات اور صحیح واقعات پر قائم کیا ہے اور کوئی ایک

واقعہ بھی خلاف واقعہ نہیں لکھا ہے، بلکہ خلاف واقعہ کے ثابت کرنے پر سوروپیہ انعام رکھا ہے، اور پھر طرز تحریر سے بھی اسلام کی سابقہ تہذیب اور علم کلام کو زندہ کیا ہے، اور محض مسلمانوں کی ہمدردی اور بہتری کیلئے لکھا ہے، اور مرزا قادیانی کی نبوت کی تردید سے صرف آنحضرت ﷺ کی عظمت کا اظہار کیا ہے....قرآن کی عظمت کا ہی اظہار کرنا ہے اور کمال یہ کہ چند اوراق میں ۲۲۔۲۳ سال کی تالیفات کو ردّ کر کے ردی کا انبار کیا ہے، اور ان کی پوری اشاعت کا بھی دل میں اقرار کیا ہے اور محض خدا کی رضا کیلئے اقرار کیا ہے، تو اب اسکی قبولیت میں کیا شک ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نیکی کرنے والوں سے لا یضیع اجر المحسنین کا اقرار کیا ہے۔

اب احمدی حضرات بتائیں کہ جب یہ رسالہ ہر شہر و دیار میں مقبول عام ہو کر مسلمانوں کی روح کو تازہ کرے گا، اور ہر ایک باسمجھ اس کو اپنے پاس رکھے گا، تو سلسلہ احمدیہ بغیر تردید کیونکر ترقی کر سکے گا۔ حق کے آگے زک اٹھا کر پیچھے مرے گا کیونکہ باطل کیلئے زک اٹھانا قدرتاً لازم ہو چکا۔ قال اللہ تعالیٰ:

قل جاء الحقّ و زھق البا طل انّ البا طل کا ن زھو قا

۲۸۔ رسالہ سوالات عجیب علمی کمالات کا مجموعہ ہے، اور علم صرف متقیوں کو ملتا ہے اور یہ و اتّقوا اللہ و یعلکم؟ اللہ سے ثابت ہے۔ قرآن بھی جو کتاب لا ریب فیہ یا انسانی خیالات کی ملونی سے پاک ہے، از روئے ہدایت متقیوں کا ہی حق ہے۔ یعنی متقیوں کو ہی اسکا علم (جو تمام دین و دنیا کی برکات کا باعث ہے) حاصل ہوتا ہے۔

اب احمدی حضرات اپنی علمی قابلیت سے رسالہ ہذا کی تردید یا تصدیق کر کے متقی ہونے کا ثبوت دیں۔ ورنہ بتائیں کہ کیوں وہ فاسق اور ظالم نہیں کیونکہ انہی لوگوں کو خدا اپنی رہنمائی سے دور رکھ کر کسی مقصود تک نہیں پہنچاتا ہے۔ اور یہ انّ اللّٰہ لا یھدی القو م الظّٰلمین انّ اللّٰہ لا یھدی القو م الفاسقین سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔

۲۹۔ جس مرکز پر میں نے (رسالہ) عجیب سوالات کو چلایا ہے، وہ مرزا قادیانی کی نبوت ہے جس کی تصور سے آنحضرت ﷺ کا مرتبہ ایک شریف بھلے مانس انسان سے بڑھ نہیں سکتا۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو

رحمۃ للعالمین کہہ کر ثابت کر دیا کہ اگر آپ کو پیدا نہ کرتا تو دنیا کو بھی پیدا نہ کرتا، کیونکہ رحمۃ کے بغیر دنیا کا سلسلہ نہیں رہ سکتا۔ خدا تعالی نے رحمۃ للعالمین اسلئے کہا کہ آپ کو قرآن دیا جو روز ازل سے لوح محفوظ پر لکھا گیا۔ انبیاء کو بھی اسی کے نور سے وقتاً فوقتاً حصہ ملتا رہا جس نے سورج چاند کے نور کی طرح دنیا کو روشن رکھا۔ اسی واسطہ سے آنحضرت ﷺ کو خدا نے سراجاً و قمراً منیراً کہا۔ اگر خدا سراج امت اور قمر الانبیاء کو پیدا نہ کرتا، تو چاند سورج کو بھی پیدا نہ کرتا کیونکہ جب انسانوں کا روحانی عالم ہی روشن نہ ہوتا، تو ظاہری روشنی سے کیا ہوتا

آنحضرت ﷺ کے مقابل مرزا غلام احمد قادیانی اس قدر بھی نہ تھا جس قدر پہاڑ کے آگے ذرہ، یا دریا کے مقابل قطرہ۔ اگر خدا تعالی، مرزا غلام احمد قادیانی کو نہ بھی پیدا کرتا تو دنیا کا ذرہ بھر بھی حرج نہ تھا۔

اب مولوی نور الدین ہی بتائیں کہ مرزا قادیانی کو آنحضرت ﷺ جیسا مان کر آنحضرت ﷺ کا مرتبہ ایک معمولی انسان سے کیونکر بڑھ سکتا ہے، اور اس کا منکر آنحضرت ﷺ کے منکر کی طرح کس طرح ہوسکتا ہے؟

۳۰۔ جب مولوی نور الدین بھیروی اور اس کے ساتھی عجیب سوالات کے جواب سے عاجز آئیں تو پھر وہ کیوں نہ فتوی تکفیر کو واپس کر کے مرزا قادیانی کی نبوت کا انکار کریں اور اسے دوسروں کی طرح اپنا ایک مصلح تصور کریں۔

۲۔ کیوں نہ اصولی اختلاف کو چھوڑ کر مسلمانوں سے بھائی بنیں اور انّما المو منو ن ا خوۃ کی یاد سے، کہ مومنوں کا خاصہ ہی اخوت ہے، اخوت میں ترقی کر کے ایمان میں ترقی کریں۔

۳۔ کیوں نہ دین کو دنیا پر مقدم کر کے صادق بنیں اور دوسروں کو بھی کو نوا مع الصّادقین کی آواز سے اپنے ساتھ شامل کریں۔

۴۔ کیوں نہ مرزا غلام احمد قادیانی کے الہام:

پائے محمدیان بر مینار بلند تر محکم افتاد

کو یاد کر کے محمدی بنیں۔ اور مرزا کی ہی، جو خود محمدی تھا اور کبھی اپنے تئیں احمدی نہیں کہا، پیروی کریں۔

۵۔ کیوں نہ مرزا غلام احمد قادیانی کے الہاموں پر قرآن مجید کو مقدم کریں۔

۶۔ کیوں نہ مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح سنت نبوی اور قرآن کو دستور العمل بنا کر اس کی کتابوں کو

نظرانداز کریں۔

۷۔کیوں نہ مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح اختلاف سنت پر قرآن کو حکم کریں اور عامل بالقرآن بنیں

۸۔کیوں نہ بہ تعمیل حکم و اعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعاً و لا تفرّقواو الصّلح خیر کی خود تعمیل کر کے مسلمانوں کے تفرقہ مٹانے کی کوشش کریں۔

۹۔کیوں نہ تحقیق حق کے لئے اسلامی کانفرنس قائم کریں اور اس کو مستقل کر کے مسلمانوں کے اختلافی مسائل کا محققانہ بحثوں سے فیصلہ کریں۔

۱۰۔کیوں نہ مسلمانوں کی قومی مجموعی طاقت سے اشاعت اسلام کیلئے غیر مما لک میں چیدہ اور لائق انگریزی خوان روانہ کریں اور اس طرح صدق یا اخلاص عمل کا ثبوت دے کر خدا تعالی کے وعدہ لیستخلفنھم فی الا ر ض کے مصداق یا حق دار بنیں۔

تلک عشرۃ کا ملۃ۔ و السّلا م علی من اتّبع الھدی

مرزا کا فوٹو

مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی کے ہر واقعہ صحیحہ کے ساتھ الحاقی کلمہ: مارا، کا استعمال ہے۔اس کے بغیر اصل مطلب کو ادا کرنا محال ہے۔اس کے اندر وسعت معانی اور ترقی خیال ہے۔یہی اس کی فصاحت اور بلاغت پر دال ہے۔مارا کی تشریح سے آخری نوٹ مالا مال ہے۔اس کے ملاحظہ کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کی تصویر میں نیا ہی لطف اور نیا ہی جمال ہے۔بار بار بھی پڑھو، نہ اس میں ملول اور نہ ملال ہے، بلکہ ملول اور ملال میں بھی اسے پڑھو پھر تو نہ ملول اور نہ ملال ہے۔

۱۔مرزا غلام احمد قادیانی نے سب سے پہلے انعامی اشتہار میں براہین احمدیہ کے تین سو دلائل بینہ کا شوق دلا مارا، اور ہزار ہا روپیہ لوٹ کر پھر ان دلائل کو الہامی پیش گوئیوں میں الٹا مارا۔

۲۔لوگوں کو ترکِ دنیا کی رغبت دلا کر اور ان کا دل مکانوں سے اٹھا کر اپنے مکانوں کو منزل پر منزل

اٹھا مارا۔

۳۔گھر کی مسجد کے نام بار بار چندہ منگوا کر مکانوں کو سجا مارا، اور مکانوں والی کو بھی سجا مارا۔

۴۔مہمان عورتوں کے بہانہ چندہ لے کر مکان کو بڑھا مارا، اور ان کی خاطر اندر کنواں بھی بنوا مارا، اور پھر آخر اولاد کو ہی وارث بنا مارا۔

۵۔ مینار کو بھی صرف چند فٹ اٹھا کر مریدوں کے مکانوں کو بیچوا مارا، اور ان کی بیویوں کے زیور کو بھی اتروا مارا، اور یہ سب روپئہ مکانوں اور زیورات وغیرہ پر لگا مارا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے لنگڑے امام کے سسر شادی نے بھی مینار پر ہی صدیق اکبر کا خطاب اڑا مارا۔

۶۔ یوز آسف کے سفر نصیبین کی تحقیقات کی خاطر چندہ کرا مارا، اور پھر اس کے ہضم نے سفر کو ہی ملتوی کرا مارا۔ یوز آسف کی قبر کے متعلق کتاب بھی چھپوا کر اسکے لئے اپنا فوٹو بھی اتروا مارا۔ لیکن عیسائیوں سے ڈر کر کہ اگر قبر ثابت نہ ہوئی تو نالش ہوگی کتاب کو چھپا مارا۔ گویا اپنے دعوی کو آپ ہی غلط دکھا مارا۔ اور کمال کر مارا کہ غلط دعوی کو مریدوں میں صحیح بنا مارا۔

۷۔لنگر کے بہانہ لاکھ ہا روپئہ اڑا مارا۔ اس کے اصل حق داروں کو صرف نان دال اور پتلا شوربا کھلا مارا۔ اور باقی سب بادام روغن، عنبر، کستوری، یاقوتی، مرجان وغیرہ مقویات پر اڑا مارا۔

۸۔اپنی ہجرت سے مریدوں کو ہجرت کا شوق دلا مارا جس سے مکانوں کے اردگرد روڑیوں کو اٹھا مارا۔ اور چھپر پورا مارا، اور جب رونق دیکھ کر دل خوش ہوا تو اپنی ہجرت کو روحانی ہجرت بتا مارا۔

۹۔خدا کے بہشت پر بھی ہاتھ جا مارا، اور اس کی قیمت جائداد کا دسواں چکا مارا، جس نے وصیت کو لکھ مارا، بہشت جا مارا، ورنہ فرشتوں نے اسے دوزخ پٹکا مارا۔

۱۰۔زمین اور آسمان نے جو نشان دکھا مارا، مرزا غلام احمد قادیانی نے اس کو اپنا ہی بتا مارا۔ طاعون سے لوگوں کو ڈرا مارا۔ جب اس نے قادیان بھی اٹھا مارا، تو مرزا قادیانی کی تاویل نے بھی اٹھا مارا، کہ خدا نے صرف اسی کی چاردیواری کو طاعونی حملوں سے بچا مارا، اور جس مرید کو طاعون نے آمارا، اس پر کمزوری ایمان کا فتوی لگا مارا، اور چاردیواری کو وسیع کرنے کے لئے اشتہار اڑا مارا، کہ خدا نے ہمارے مکانوں کو طاعونی طوفان

میں کشتی نوح بنا مارا، اور اس بہانے ہزار ہا روپیہ اڑا مارا۔

۱۱۔ مقدمات کو بھی ذریعہ شہرت دکھا مارا، اور خود ہی دوسروں کو چھیڑ کر پیچھے لگا مارا۔ کرم الدین کو چھیڑ کر مہینوں تک مریدوں کا کاروبار چھڑا مارا، اور خود مجلس لگا کر مختلف شہروں سے طائفہ پر طائفہ نچا مارا۔ اور فدائیوں نے بارش کی طرح چندہ برسا مارا۔ جب عدالت نے پیچ در پیچ الجھا مارا، تو قید سے مثیل یوسف اور حوالات سے مثیل عیسیٰ ہونے کا پہلے ہی فیصلہ سنا مارا، اور جب مماثلت ثابت نہ ہوئی تو کوئی بشارت کا الہام بتا مارا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی پرانے جماعتی کو بھی چھیڑ کر پیچھے لگا مارا، جس نے پہلے اسکو آسمان پر چڑھا مارا، ولی بنا کر دکھا مارا، اور ناصر نواب سے جوان ناطہ دلا مارا۔ سید امیر علی شاہ رسالدار سے دلاّل ہو کر پانچ صدروپیہ بھی دلا مارا، اور پھر خود ہی گورداسپور کی عدالت میں الہاموں کو قرق کرا مارا، اور الہام

انّی مهین من اراد اها نتك

کو الٹا دکھا کر آسمان سے نیچے گرا مارا۔

۱۲۔ تحفہ قیصریہ پر لك الخطاب العزّة کا الہام گھر کی مسجد میں لٹکا مارا، جب ٦ ماہ تک گورنمنٹ سے عزت کا خطاب نہ ملا، تو اسے اتروا مارا۔

۱۳۔ بائیس تیئس سال کی تحریرات کو انگریزی خدمات جتا مارا، اور انہیں دجال کہہ کر باب لد پر جا مارا۔

۱۴۔ ملازمت کی بیزاری نے مرزا کو قانون پڑھا مارا۔ پھر الہاموں نے اسے مجرد بنا مارا، اور پھر انہیں الہاموں کو مرزا غلام احمد قادیانی نے غلط کر کے اپنے تیئں مہدی اور مسیح موعود بنا مارا، اور پھر انہیں سے نبوت پر بھی ہاتھ جا مارا، اور کلمہ گووں کو ہی کافر اور جہنمی بنا مارا۔ مرزا قادیانی کو الہاموں نے کبھی ادھر کبھی ادھر اور کبھی اور ہی طرف الٹا مارا۔ لیکن اس نے اپنے الہاموں پر ہی اپنا سلسلہ بنا مارا، اور کمال کر مارا کہ بڑے بڑے سمجھ داروں کو بھی بھلا مارا۔

۱۵۔ نئی زوجہ پر جبریل نے قوت باہ کا بھی نسخہ بتا مارا، اور پھر نئی اولاد کی پیش گوئیوں کو بھی اشتہاروں میں اڑا مارا۔ جب پہلا اشتہار غلط نکلا تو دوسرے نے پسر موعود دکھا مارا، اور پھر تیسرے نے جلد ہی اس کی روح

کو بہشت پہنچا مارا۔لیکن مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی کمال کر مارا کہ اس موعود کو اپنی اولاد میں چھپا مارا، اور اولاد سے تنازع دور کرنے کے لئے اس کا نام قدرت ثانی سے بدلا مارا، اور مریدوں کو بھی اسی کے کارناموں پھر پھلا مارا۔

۱۶۔ اصلھاثابت و فرعھا فی السّماء کے الہام سے میر عباس علی لدھیانوی کو آسمان پر چڑھا مارا، لیکن اس نے پسر موعود کی موت سے ناامید اور ناراض ہو کر مرزا قادیانی کی اس عظیم الشان پیش گوئی کو جھٹلا مارا، اور گالیوں ہی سے دبا مارا۔

۱۷۔مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی لوگوں کو گالیوں سے اکا مارا، مسلمانوں کو بھی گالیاں دے کر ستا مارا، عیسائیوں اور آریوں کو بھی ستا مارا، جس سے انہوں نے نبیوں کی عزت پر ہاتھ جا مارا۔

۱۸۔مرزا غلام احمد قادیانی نے عیسی بن کر عیسی کو ہی شرابی اور زانی بنا مارا،

اور حضرت مریم صدیقہ کے واقعہ حمل پر طرح طرح تمسخر اڑا مارا،

اور پھر خود مریم اور حاملہ بن کر اپنے آپ کو ہی عیسی جنا مارا،

اور حضرت مسیح کی نانیوں پر بھی حرامکاری کا الزام لگا مارا۔

آنحضرت ﷺ کا بروز بن کر آنحضرت ﷺ کو بھی اپنے جیسا دکھا مارا۔

حضرت موسی پر بھی دغا فریب کا الزام لگا مارا،

اور حضرت ابراہیم پر بھی جھوٹ چلا مارا،

اور اس دغا فریب جھوٹ کے الزاموں سے اپنی پیش گوئیوں اور الہاموں کو چلا مارا۔

۱۹۔ایک فاحشہ عورت کا مال بھی کھا مارا، اور معترض کو بدفطرت بتا مارا۔

۲۰۔سید امیر علی شاہ رسالدار پر بھی دعا کا جھانسہ مارا، اور لڑکا دلانے کی شرط پر پہلے پان صد روپیہ گنا مارا، جب لڑکا نہ ہوا، تو واپسی روپیہ کے تقاضوں کو حیلوں میں ٹلا مارا۔

۲۱۔ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی کے مقابل مرزا غلام احمد قادیانی نے اس دعا سے کہ جھوٹے کی موت کے آگے بھی لعنت اور پیچھے بھی لعنت ہو، نعرہ مارا، اور خدا تعالی نے اس کو قبول کر مارا کہ چند دنوں

بعد لاہور میں مرزا قادیانی کی میت پر لوگوں نے یہی نارہ (نعرہ) مارا۔

۲۳۔ باوجود دعوی تردید نصاری امہات المومنین پر کئی سال خاموش رہ کر دکھا مارا، اور اس خاموشی کے زمانہ کو دعاؤں کا زمانہ بتا مارا، اور دعاؤں کے لئے ایک بیت الدعا بھی بنا مارا۔ آخر بیچارے سر سید احمد خان نے ہی... مرتے وقت بھی امہات کا جواب لکھ کر قوم کو سنا مارا، اور غمگین قوم نے اس پر صد آفرین کا نارہ (نعرہ) مارا، جس سے اس کی روح نے خوشی سے آنحضرت ﷺ کے حضور بھی جا فتح کا ڈنکا مارا۔

۲۳۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے الہاموں نے قرآن کو بھی الٹا مارا۔

۲۴۔ ما صلبوہ کے چکر میں ساری کتابوں کو پھرا مارا۔ صریح آیت کے خلاف جو سالبہ کلیہ یا قضیہ نفیہ ہے مسیح کو سولی چڑھا مارا، اور زخمی کرا مارا۔ مولوی نور الدین نے اس غلطی کو تسلیم کر کے مرزا قادیانی کی ساری بحثوں کے نکتہ خیال کو مٹا مارا، جس سے حقیقت میں ساری کتابوں کو ہی ردّی کا انبار بنا مارا۔

۲۴۔ حدیثوں کو بھی اپنے دعوی پر لا مارا، اور عبداللہ آتھم کی پیشگوئی کو آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی کہہ کر آفتاب امت کو جھٹلا مارا، اور خدا تعالی کے آفتاب نے اس روز جب کہ اس نے مرزا غلام احمد قادیانی کے قول کے مطابق آتھم کو مار کر غروب ہونا تھا غروب ہو کر مرزا قادیانی کو جھٹلا مارا۔

۲۵۔ اسلامی کرشن نے مریدوں کی جوان خوش باش عورتوں کو بھی سیر کرا مارا اور عدالت کی ایک جرح پر صاف اظہار لکھوا مارا کہ جوانوں نے کبھی ساتھ نہیں کیا، صرف کبھی کسی بڑھیا نے بطور خادمہ ساتھی بنا مارا، سچ کا جھوٹ کیسا بنا مارا۔

۲۶۔ جب ٹیکس کی تحقیقات نے آ دبا مارا، تو صاف اظہار لکھوا مارا کہ مجھ کو قومی چندہ سے کوئی ذاتی فائدہ نہیں، بلکہ لنگر نے میرے ذاتی آمدنی کو بھی خرچ کرا مارا، سچ کا جھوٹ کیسا بنا مارا۔

۲۷۔ نئی نئی کتابوں کا وعدہ دے کر چندہ اڑا مارا، اور وعدوں کو وعدوں میں ہی اڑا مارا۔

۲۸۔ بیوی نے باغ کی فرضی رجسٹری میں رجسٹرار کے روبرو سنہری زیورات کو جھلکا مارا، اور مرزا غلام احمد قادیانی نے اسے باغ کی قیمت میں وصول پا کر جھوٹ اور فریب کو سچ بنا مارا، اور پھر اسی شام کو دس بجے سونے کے وقت سونے کا انبار سونے والی کو گن گن سنا مارا۔

۳۰۔الہام الرّ حیل ثمّ الرّ حیل اورمباش ایمن از بازی ءروزگار، نے بٹالہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کے ارادہ کو قادیان کی طرف بدلا مارا، اور بیوی کی خواہش سیر نے اس آخری ارادہ کو لاہور کی طرف بدلا مارا۔

۳۱۔مرزا غلام احمد قادیانی نے انگریزوں کی بیعت کے لئے ایک گول کمرہ بنوا مارا۔آخر محروم ہو کر عام رہائشی مکان سے ملا مارا۔اور مریدوں کو خوش کرنے کے لئے لنڈن میں سفید کبوتروں کے پکڑنے کا خواب سنا مارا۔ولایت سے تو ایک سفید کبوتر نے بھی نہ اڑ کر مرزا قادیانی کے دام پر پنجہ مارا، لیکن اب خواجہ کمال الدین نے ان کبوتروں کو مرزا قادیانی کی چال پر لگانے یا ان کو مرزائی بنانے کے لئے لنڈن پہنچا مارا۔

۳۲۔ایک لنگڑے امام نفس کے غلام نے ہمیشہ گوشت پلاؤ برف اور سوڈا اڑا مارا، اور مرزا غلام احمد قادیانی کی ہر بات کو سبحان اللہ سے اڑا مارا۔مریدوں نے بھی، پیرنمی پرند مریداں پرانند، دکھا مارا۔

۳۳۔باوا نانک کو بھی، جس نے اسلامی سلطنت میں بچاؤ کے لئے چولہ کا حیلہ کر مارا، مسلمان ہی دکھا مارا، اور اس کے اصلی چولہ یا چال کو جو ہر وقت مردانہ ربابی کے رباب سے ظاہر ہے خیال سے اڑا مارا۔

۳۴۔تازہ وحی سے کوئی نہ کوئی شگوفہ اڑا مارا۔اپنے منشی منظور احمد کے گھر بشیر الدولہ اور عالم کباب کا پیدا ہونا اڑا مارا۔عالم کباب کو جس کے ساتھ دنیا کی تباہی وابستہ تھی، منحوس بتا مارا، اور بشیر الدولہ کو جس کا دوسرا نام کلمۃ اللہ خان رکھا مبارک سنا مارا،۔

۳۵۔تازہ وحی نے مرزا کی زندگی میں ہی عظیم الشان زلزلہ کی خبر کو سنا مارا، اور مرزا غلام احمد قادیانی نے اس کو سچا مان کر معہ عیال اطفال اور مریدوں کے باغ میں ڈیرہ لگا مارا، اور بیرونی مریدوں کو بھی شہروں سے نکل جانے کا پیغامی اشتہار پہنچا مارا۔آخر چند دنوں بعد گھروں میں ہی آ کر بسیرا مارا۔

۳۶۔تازہ وحی نے مرزا غلام احمد قادیانی کی عمر کو بھی بڑھا مارا، اور ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی کی وحی نے اسے گھٹا مارا، اور اذا جاء اجلھم کی حقیقت کو دکھا مارا، اور آخر لاہور ہی میں، جو مرزا قادیانی کی شہرت کا مقام تھا، لے جا مارا، جہاں موت نے ایسا نظارہ مارا کہ پیٹ نے منہ کی طرف سے فوارہ مارا۔لاش کو بھی خدا نے رلا مارا، اور ہجوم نے مرزا قادیانی کے بتائے ہوئے کلمات سے اس پر رولا مارا۔آگے بھی رولا مارا، پیچھے بھی

رولا مارا، اور آریوں کو بھی اپنے ساتھ رلا مارا، اور احمدیوں کو رلا مارا۔ لیکھ رام کی قسمت کا لیکھ بھی تقدیر نے وہاں ہی چکا مارا، اس نے بھی مرزا قادیانی کی طرح ناحق مخلوق خدا کو گالی گلوچ اور لعن طعن سے چکا مارا۔ دنیا میں جس جس نے مخلوق خدا نہ رلا مارا کہ خدا نے خود اس کو رلا مارا۔ لیکھ رام کی موت کو مرزا قادیانی کے کشف نے دکھا مارا، اور مرزا قادیانی کی موت کو ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی کے الہاموں نے بتا مارا۔

غرض مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے اغراض و مقاصد کو پورا کرنے کے لئے مسلمانوں میں اپنے تئیں آنحضرت دکھا مارا، اور عیسائیوں کو جو مسیح کی آمد ثانی کے منتظر ہیں، قابو کرنے کے لئے اپنے تئیں مسیح موعود بتا مارا، اور سکھوں کو ملانے کے لئے باوا نانک کو مسلمان بنا مارا، اور ہندوؤں آریوں کو اپنے ساتھ ملانے کے لئے کرشن اوتار بن کر پیام صلح سنا مارا، اور انگریزوں کا خاتمہ بھی جھوٹ بباب لد پر دکھا مارا۔

یہ مرزا غلام احمد قادیانی کا فوٹو ہے، اس کی زندگی کی اصل تصویر ہے جسکو میں نے فصاحت و بلاغت کے اعلی رنگ میں دکھا مارا، اور اس کو تا ابد محفوظ رکھنے کے لئے اس پر آئینہ صداقت بھی لگا مارا، کہ مرزا قادیانی کے کسی واقعہ کے غلط ثابت کرنے پر پہلے ہی سو روپیہ انعام بذریعہ تحریر دکھا مارا۔

احمدی حضرات آنکھ سے پردہ اٹھا کر دیکھیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے ان واقعات کے سوا، جو اس کی سوانح عمری یا زندہ تصویر ہے، کیا دکھا مارا،

اور آریوں برہمنوں سکھوں کے رفارمروں سے بڑھ کر ہی کیا مارا۔

مارا کی تشریح

یاد رہے کہ مارا، اصل میں عربی مور سے ہے، اور مارا بوزن قال ماضی ہے اور مارا میں الف زبر کا بدل ہے۔

مور کے معنی کسی شیء کو جنبش دینے کے ہیں جیسا کہ یوم تمور السّماء مورا سے ثابت ہے۔

کہ اس وقت یہ سماء جنبش پر جنبش دیا جائے گا۔

اس نے ہاتھ مارا، یا اس پر ہاتھ مارا، سے یہ مراد ہے کہ اس نے اپنے ہاتھ کو جنبش یا زور سے حرکت دی۔ جب کسی فعل کو زور سے دکھانا منظور ہوتا ہے، تو اسکے مصدر کی آخری علامت نا کو دور کر کے اس کو مارا سے ملحق کیا جاتا ہے۔ جیسے منانا، بنانا، دکھانا، سے نا کو دور کر کے سنامارا، بتامارا، دکھامارا، بنا ہے۔

اس نے سنایا، بتایا، دکھایا، معمولی فعل ہے۔ لیکن مارا کے الحاق نے ان کلمات میں جنبش یا زور پیدا کر دیا ہے۔

مارا میں تعجب کا بھی اظہار ہے۔ جیسے مرزا قادیانی نے خدا کے بہشت پر بھی ہاتھ جامارا۔

اور مقبرہ بہشتی کو بہشت بنامارا۔

اگر ان دونوں فقروں سے مارا کو الگ کرو، تو یہ ہوگا،

مرزا قادیانی نے خدا کے بہشت پر ہاتھ رکھا۔

اور مقبرہ بہشتی کو بہشت یا بہشت کی طرح بنایا

اور یہ غلط اور ناممکن ہے۔ پس علم کلام کے لئے عربی مبین کا جو قرآنی عربی ہے سیکھنا نہایت ضروری ہے۔ آج بڑے بڑے اردو کے فصیح اور بلیغ جو لسان القرآن کے علم سے بے خبر ہیں حقیقت میں اردو سے بھی بے خبر ہیں کیونکہ اردو مختلف بولیوں کا لشکر ہے۔ اور سب بولیوں کی ماں عربی ہے۔ اور اصل عربی قرآنی عربی ہے۔ اردو کے کسی ملک الشعراء سے بھی پوچھ کر دیکھو کہ بھائی چارہ، جو پنجابی پہائی چارہ ہے، کیا ہے۔ تو اس کی تشریح میں وہ کئی فقرے بولے گا، مگر پھر بھی اصل حقیقت کو نہیں کھولے گا۔ بھائی چارہ اصل میں یہ جارہ ہے، یعنی ایک سے دوسرے کا جوڑ۔

ایسا ہی بگڑے تگڑے کے معنی بھی وہ نہیں بتائے گا، بلکہ کو ہلو کے بیل کی طرح اپنے ہی آد میں چکر کھائے گا۔ بگڑے کے معنی خراب اور تگڑے کو مہمل بتائے گا۔ بگڑے تگڑے کی اصل یہی باغی طاغی ہے، اور یہ عربی میں ہے۔ عربی جوامع الالسنہ سب زبانوں کی ماں ہے۔ یعنی اسی کا مادہ تمام زبانوں کی علت ..اور بغیر اس کے دوسری زبانوں کے کلمات کی حقیقتوں کا جاننا ناممکن ہے۔

مثلاً دیا اور پنجابی دیوا اور سنسکرت دیوت اصل میں ضیاء ہے، جو ضوء سے ہے۔ جس سے مراد روشنی ہے۔ اور ضیاء روشنی کا ذریعہ ہے۔ خدا نے قرآن کو بھی ضیاء کہا ہے کہ وہی دنیا کی ظلمت میں روشنی کا ذریعہ ہوا ہے۔ توحید کے نور کو بھی اس نے پھیلایا اور وحشیوں کو بھی اسی نے انسان بنایا۔

ایسا ہی فارسی پدر اور سنسکرت پتر اصل میں فطر ہے، جس کا فاعل فاطر ہے جس کے معنی فطرتی خواص کھولنے والا ہے۔ انگریزی فادر بھی بمعنی باپ جو نسبتی کلمہ ہے فاطر ہی ہے۔

عیسائیوں کو اصل لفظ کے ترجمہ میں، جو عبرانی میں بھی فاطر تھا، دھوکا لگا اور خدا کو باپ بنا کر مسیح کو اس کا بیٹا کہا۔ اگر وہ اصلی کلمہ فاطر کے ترجمہ میں غلطی نہ کرتے تو خدا تعالیٰ کو ہر شئی کی فطرت کا کھولنے والا سمجھتے۔ مسیح کا باپ بھی اسی کو اور ایک ادنیٰ کیڑی کا باپ بھی اسی کو خیال کرتے۔

اب مسلمانوں کا حق ہے کہ اپنے اسلامی زبان عربی مبین لسان القرآن کی عظمت کا دنیا پر اظہار کریں اور باقی زبانوں کو شکست دے کر دنیا کو اسلام کی طرف راغب کریں۔ ناول یا افسانوں اور فضول شعر اشعار کی سر دردیوں کو بھی چھوڑ کر قرآنی کلمات کی تحقیقات میں قویٰ اور دماغ کو خرچ کریں کیونکہ ان میں تمام علوم حکمۃ کے اسرار اور برکات اور سائنس کے تمام مشاہدات اور مسلمات مخفی ہیں۔ فضول اشعار بمنزلہ شراب ہیں، جن میں فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہیں۔ شعرا اپنی حالت زار پر خود ہی شاہد عادل ہیں۔ قرآن اور اسلام سے دور اور صرف خیالی یار کے عشق میں چور۔ کسی مست کے آنے کی آرزو ہے یا یہ کہ ساقی لئے ساغر مشک بو ہے۔ یا یہ تعیش اور غفلت کہ اگراب کی باری شب وصل بولا چھری اور مرغ سحر کالہو ہے۔ پیروان کا بھی یہی حال ہو بہو ہے۔ معشوقہ کے بل سے بل ملائے (لب سے لب ملائے) یا کلِ رخسار پر بل سے بل ہلائے بغیر ہی خیالی بلبل کو حسن و جمال کے چمن پر اڑاتے ہیں۔ کبھی سیب زنخدان سے شگفتہ کر کے دانہ خال پر گراتے ہیں۔ دانا بھی چاہ زنخدان میں گر کر ہی دکھاتے ہیں۔ ہمیشہ ماہ جبینوں کے سیاہ بال خدوخال قد وقامت اور خوش چال کے تصور میں عمریں گنواتے ہیں اور دوسروں کو گمراہ کرنے کے لئے بھی اسی تصویر کو اشعار میں دکھاتے ہیں۔ انہی شاعروں اور انہی پیروان کو خدا نے الف لام تعریفی سے آیت و الشعراء یتبعھم الغاوون میں یاد کیا ہے۔ غاوون کے معنی اصل راستہ سے بھکنے والوں کے ہیں۔ پس ایسے شاعر جو اپنے نظموں سے اسلام کو

زندہ کرتے ہیں اس آیت کے مصداق نہیں ہیں اس پر حالی زندہ دلیل ہے

کسی نے یہ بقراط سے جا کے پوچھا
مرض تیرے نزدیک مہلک ہیں کیا کیا
کہا دکھ جہان میں نہیں کوئی ایسا
کہ جس کی دوا حق نے کی ہو نہ پیدا
مگر وہ مرض جس کو آسان سمجھیں
کہے جو طبیب اس کو ہذیان سمجھیں

پہلے فقرے میں: کے پوچھا،

دوسرے میں ہے: کیا کیا،

تیسرے میں ہے: ایسا،

چوتھے میں: نہ پیدا

وزن فعول ہے۔ جس پر مسدس کی بنا ہے۔ اور یہ چاروں بلحاظ اعراب ف وع، فعول ایک دوسرے کے متضاد ہیں۔

اور پانچویں اور چھٹے مصرع میں جو تضمین ہے، نہ سمجھیں کا تکرار ہے۔ لیکن پھر بھی یہ کمال ہے کہ اگر ہندوستان کے سارے شاعر مل کر بھی اس مضمون کو پورے کافیہ اور ردیف سے ادا کرنا چاہیں، تو محال ہے۔ جس سے ثابت ہے کہ شعر بازی صرف تک بندی کی قیل وقال ہے۔ قوم کا یہ حال ہے

گھٹا سر پہ ادبار کی چھا رہی ہے
فلاکت سماں اپنا دکھلا رہی ہے
نحوست پس وپیش منڈلا رہی ہے
چپ و راست سے یہ صدا آ رہی ہے

کہ کل کون تھے آج کیا ہو گئے تم
ابھی جاگتے تھے ابھی سو گئے تم

اس میں چاروں مصرعوں میں :رہی ہے، ردیف کا وزن ہے۔اور کمال یہ ہے کہ باوجود تکرار دل کو ہلاتا جاتا ہے۔اور جس قدر بار بار پڑھو اتنا ہی لطف آتا ہے اور آخری دو دفعہ تم کا تکرار بھی کمال غیرت سے روح کو زندہ کر کے اسلامی محبت بڑھاتا ہے۔

اس مضمون کو بھی اگر شاعر اور قافیہ ردیف سے ادا کرنا چاہیں تو محال ہے۔پس ثابت ہوا کہ بعض وقت تکرار بھی ایک کمال ہے۔سورہ رحمٰن میں بایّ آلاء ربّکما تکذّبان بھی اس پر شاہد حال ہے۔

حالی کو نظم میں کمال ہے اور مجھ کو نثر میں کمال ہے۔

اب ناظرین شروع پوائنٹ کی طرف رخ کریں اور مارا کی حقیقت کو سمجھ کر ان باتوں کا بھی خیال رکھیں۔

اول جیسا کہ مارا میں تعجب کا اظہار ہے،کسی واقعہ کے عدم جواز کو بھی ثابت کرتا ہے۔جیسے عورتوں کو سیر کرا مارا ،میں اس طرف اشارہ ہے کہ سیر تو عورتوں کا بھی حق ہے سفر وسیاحت ان کو بھی کرنا پڑتا ہے لیکن جوان خوش باش عورتوں کا کرشن مہاراج کی خاطر کھلا سیر نہ تو مومنات کی شان ہے اور نہ قادیان کے اسلامی کرشن کی شان ہے۔

دوم، مارا میں صنعت لفظی ہے۔ذوق نے جو انڈیا کے شعراء کا تاج ہے، مارا کی صنعت لفظی پر فریفتہ ہو کر ۱۴ دفعہ اس کا تکرار کیا ہے جس سے ۶ بند نے مارا کی برکت سے اس کے دیوان کو ہی سجا مارا ہے۔

کسی بے کس کو اے بے داد گر مارا تو کیا مارا
جو خود ہی مر رہا ہو اس کو گر مارا تو کیا مارا
نہ مارا آپ کو جو خاک ہوا اکسیر بن جاتا
اگر پارے کو اے اکسیر گر مارا یو کیا مارا

بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا
نہنگ و اژدہا وَ شیر نر مارا تو کیا مارا
نہیں وہ قول کا سچا ہمیشہ قول دے دے کر
جو اس نے ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا تو کیا مارا
خطا تو دل کی تھی قابل بہت سی مار کھانے کی
تری زلفوں نے مشکیں باندھ کر مارا تو کیا مارا
گیا شیطان مارا ایک سجدہ کے نہ کر نے میں
اگر لاکھوں برس سجدہ میں سر مارا تو کیا مارا

سوم: مارا صنعت معنوی کا بھی مظہر ہے۔ مثلاً، اشتہار اڑا مارا۔، کا مطلب یہ ہے کہ اشتہار کو اپنی طرف سے اڑا کر دوسروں کو دیا۔ اور لاکھ ہا روپیہ اڑا مارا، کا یہ مطلب ہے کہ لاکھ ہا روپیہ دوسروں سے لیا۔ اور مقویات پر اڑا مارا، کا یہ مطلب ہے کہ روپیہ مقویات پر ضائع کیا۔ اب دوسروں کو دیا، اور دوسروں سے لیا، اور ضائع کیا، تینوں مختلف معانی ایک ہی لفظ اڑا مارا کا نتیجہ ہے۔ اور یہ صنعت معنوی ہے۔

ایسا ہی جب طاعون نے قادیان میں اٹھا مارا، تو مرزا غلام احمد قادیانی کی تاویل نے بھی اٹھا مارا،، میں اٹھا مارا، صنعت معنوی ہے۔

طاعون کا بھی بدن میں اٹھا ہوتا ہے جس کا نام طاعونی پھوڑا ہے۔ اور مادہ کا بھی نر کے صحبت اور تصور سے اٹھا ہوتا ہے۔ اور کسی تصور اور خیال کا بھی اسی وقت اٹھا ہوتا ہے جب اس کا کوئی محرک ہوتا ہے۔ اسی واسطے جب مرزا غلام احمد کے الہام کے خلاف طاعون نے اس کے مریدوں کی بداعمالی سے ان میں بھی اٹھا کیا، تو مرزا کی نئی تاویل نے بھی اٹھا کیا۔

اٹھا کے ساتھ جوش قدرتی امر ہے۔ پس اٹھا مارا، کے یہ معنی ہوئے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تاویل نے بڑے جوش کے ساتھ اٹھا مارا، یہاں تک کہ ایک اڈیٹر کے محققانہ اعتراض کو بھی گالیوں سے اٹھا مارا ۔ یہاں اٹھا مارا، سے یہ مطلب ہے کہ اعتراض کو گالیوں سے دور کیا۔ ایک ہی لفظ اٹھا مارا نے اپنی صنعت

معنوی سے کتنے عجائبات کو دکھا مارا۔

چہارم کوئی قوم سرسبز نہیں جب تک اس کے خون اور زبان کی امتیاز نہیں اٹھتی ۔خود رائی ہی تمام خرابیوں کی جڑ ہے۔یہی شیطان کا پہلا فعل ہے جو انا خیر منه سے ظاہر ہے۔ہندوستانی اور پنجابی کا خون سانجھ ہے لیکن بولی میں دہلوی اور لکھنوی پنجابی پر فخر کرتا ہے،کھنڈ کی جگہ کھانڈ اور ددہ کی جگہ دودہ استعمال کرتا ہے۔اور کھنڈ اور دودھ کو ملانا عیب سمجھتا ہے۔لیکن پنجابی کھانڈ کو ددہ سے ملا کر خوشی سے استعمال کرتا ہے اسی لئے میں نے مارا کی مدد سے پنجابی کو بھی ہندوستانی سے ملا مارا۔دیکھو لاش کو بھی خدا نے رلا مارا،اور ہجوم نے مرزا غلام احمد قادیانی کے بتائے ہوئے کلمات سے لاش پر رولا مارا۔آگے بھی رولا مارا،اور پیچھے بھی رولا مارا،اور آریوں کو بھی رلا مارا،اور احمدیوں کو رلا مارا۔

ان فقروں میں رولا مارا،اور آریوں کو رلا مارا،یعنی ساتھی بنا مارا،پنجابی ہے اور باقی اردو ہے۔دہلوی اور لکھنوی اردو کی ایمانداری نہیں کہ پنجابی کو حرام سمجھ کر انگریزی کو ہضم کرے،حالانکہ اپنی ذات کی بھی خبر نہیں کہ وہ کیا ہے۔

اردو اصل میں ار ی اور دو ہے۔ اِری بمعنی دکھلایا گیا،عربی ہے۔اس میں ی حذف ہے،جیسا کہ مضمحل اصل میں مضِی محل ہے،جس میں ی حذف ہے۔جب انسان کا محل یا حالتِ قرار کسی صدمہ کے باعث ماضی ہو جاتی ہے،تو اس حال کا نام مضمحل ہے۔

اور دو بمعنی دو فارسی ہے۔پس اردو وہ ہے جس میں دو کا ذکر ہے۔اور اسپر اس کی ذات شاہد ہے کہ اس میں ار عربی اور دو غیر عربی یا عجمی ہے۔

اور بیرونی شہادت خود انڈیا کی ذات ہے کہ وہ ہمیشہ محکوم رہا ہے اور محکوم نسبتی کلمہ ہے جو اپنے ساتھ حاکم کو چاہتا ہے۔پس اردو حاکم و محکوم کی زبان ہے۔مسلمان بادشاہوں نے عربی اور فارسی سے اردو بنایا،اور اب انگریز بادشاہوں نے انگریزی کو اردو سے خلط کر کے ایسا اردو بنایا کہ اگر اس سے انگریزی الفاظ نکال کر ملازم کو کسی محکمہ یا سٹیشن وغیرہ پر بھیجنا چاہو تو ناممکن ہے۔

جب ثابت ہے کہ اردو کی بانی فارسی ہے،اور فارسی کی اصل عربی ہے۔پس اعلی اردو کے جاننے کا

ذریعہ بھی عربی ہے۔

اور یہ حقیقت کہ فارسی عربی سے بنی ہے، خود فارسی کے لفظ کے اندر داخل ہے۔ فارس کے معنی فراست والا ہے۔ فارسیوں نے اپنی فراست طبعی سے عربی میں بہت سا تصرف کیا ہے۔ مثلاً مادر میں مـاء بھی عربی ہے اور در دری کا بگاڑ ہے جسکا مفہوم کسی شئے کی حقیقت کے اندر پورا داخل ہونا ہے۔ اور یہ مــا تـدری نفس ما ذا تکسب غداً سے ظاہر ہے کہ کسی نفس کو بھی کل کے نیک وبد کی بالتفصیل خبر نہیں ہے۔ جب اہل فارس نے اپنی فراست سے معلوم کیا کہ بچہ کی ماں ہر وقت اس کو مائیت یا پلانے کی حالت کے اندر رکھتی ہے، کبھی دودھ اور کبھی دوا پلاتی ہے، تو انہوں نے مان کا نام مادر رکھ دیا۔ انگریزی مادر بھی یہی ہے۔ اردو اور پنجابی ماں بھی یہی ہے۔ ماں کے ساتھ ماننا قدرتاً لازم ہے۔ اس لئے مان بھی ماں کی شکل میں ہے۔ گورنمنٹ انگلشیہ بلحاظ مائیت ماں ہے، جس نے تمام انڈیا کو پانی پلا کر ویرانوں کو بھی بہشت بنا دیا اور جا بجا علمی نہروں کو بھی چلایا اور ولایت سے دوا دارو بھی منگوا کر رعایا کے سارے بچوں کو کے پلا دیا۔ اسلئے رعایا پر اس کا حکم ماننا بھی لازم ہو گیا مان میں ن پر مد ہے اور یہ ن و القلم سے ثابت ہے کہ ن کے خاصہ ذاتی کو خداتعالی نے اپنے وعدہ مـا فر طنا فی الکتا ب من شیء ، (میں نے اپنی کتاب میں کسی جزوی حقیقت کو بھی نہیں چھوڑا) بعلامت مد اس کی پیشانی پر لکھ دیا ہے، اور اس کی ذات کو بھی محض مد ہی قرار دیا ہے، جس کا تلفظ ن سے شروع ہو کر ن پر ہی ختم ہوتا ہے۔ اسی واسطے خوردن نوشیدن میں دائمی مد ہے، جو بغیر صیغہ ماضی مضارع یا حال (ٹوٹ؟) نہیں سکتی ہے۔

ہر ایک عربی کلمہ کا آخری نون اپنی مد سے ماقبل حرف علت کو جو دوسرے حرف کی آواز ظاہر کرنے کا باعث ہوتا ہے یا بغیر اس کے دوسرا حرف آواز ہی نہیں دیتا ہے مع اس کے ساتھی کے، آواز میں لمبا کر کے راگ کا ایسا رنگ دکھاتا ہے کہ ہر ایک روحانی روگ دور ہو جاتا ہے۔

و لـمـن خـا ف مقا م ر بّہ جنّتان فبایّ آ لاء ر بّکما تکذّ با ن ، اس میں تا اور با دونوں کا آواز ن کی مد سے نہایت لطیف اور دل کش آواز میں کھل گیا ہے۔ جس سے یہ راز بھی کھل گیا ہے کہ عارف کے لئے دنیا بھی ایک بہشت ہے۔

نصیب بر حمتنا من نشاء و لا نضیع اجر المحسنین و لا جر الآ خرۃ خیر للذین آمنوا و کا نوا یتّقون۔

اس میں نی اور قو کا تلفظ نون کی مد سے لطیف آواز میں کھل گیا ہے جس سے یہ راز بھی کھل گیا کہ خدا تعالی دنیا میں بھی نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا اور یقیناً آخرت کا اجر ایمان داروں اور متقیوں کے لئے بہت ہی بڑھ کر ہے۔

فارسی زبان حقیقت لفظی کے اظہار سے بغیر مد عربی قاصر ہے، اس لئے فارسیوں نے بعض حقیقتوں کے اظہار کے لئے بعض جگہ ن کی مد کو گرا دیا ہے جس سے اردو میں بھی، جو انڈیا میں فارسی حکومت کا نتیجہ ہے، یہی قاعدہ ہو گیا ہے۔

جہاں اور جہان ایک ہی کلمہ ہے۔ جہاں سے مراد کوئی جگہ ہے اور جہان جس میں ن کی مد ہے، ہر جگہ پر حاوی ہے۔

اسی قاعدہ سے میں نے بعض جگہ مثلاً سوال ۲۶ میں ن کی مد کو کاٹ کر بعض حقیقتوں کا واقعی اظہار کیا ہے۔ مریدوں اور عزیزوں کی جانوں کو بھی قرباں کیا، اگر قرباں کا نون پوری مد کے ساتھ پڑھا جائے تو یہ مطلب ہوگا کہ سنوسی الاعظم نے مریدوں اور عزیزوں کی جانوں کو قربان کر دیا، اور یہ غلط ہے کیونکہ وہ ابھی قربان کر رہا اور تا فتح کرے گا۔

اور،

کیا مرزا قادیانی کے مہدی ہونے کا یہی نشان تھا کہ اس نے مسلمانوں کو کافر بیان کیا،

اگر اس جگہ نون کو مد سے پڑھا جائے تو یہ مطلب ہوگا کہ مسلمانوں کے ساتھ کفر بھی لازم تھا جس کو مرزا غلام احمد قادیانی نے بیان کیا۔ اضافت نسبت الحاقی ؟ بھی ن کی مد کو دور کر کے غنہ کرتا ہے جس سے مغنی یا راگی بھی اپنی آواز کو عورت کی طرح نیچے گرا کر اور مجرم؟ کو اوپر چڑھا کر گناہ کرتا ہے۔

راجہ جہاں داد خان مِکان نّ کی ان تینوں حقیقتوں کو بیان کرتا ہے لیکن عبدالرحمٰن معہ عبدالمنّان اس کا رد کرتا ہے کیونکہ ان کے ذاتی ناموں میں جو اپنی شد و مد میں خفت نہیں چاہتے، فرق آتا ہے۔

جب مجھ کو معلوم ہوا کہ فارسی عربی سے بنی ہے، اور اردو کو بنانے والی ہے اور انگریزی اسکو بڑھانے والی ہے، تو میں نے عربی کی مدد سے جو الٰہی زبان ہے، اور تمام زبانوں کی ماں ہے، نیا ہی اردو دکھا مارا ،اور مارا کی حقیقت کو بھی یو م تمور السماء مورا سے اڑا مارا، اور جس پوانٹ کو شروع کیا تھا اسی کو آ مارا۔

(آج کل یورپ کی تہذیب تالی ہے، جو کسی اعلیٰ مضمون کے کسی پوائنٹ پر اظہار خوشی میں بجائی جاتی ہے، یہ اسلام میں منع ہے۔اس کی جگہ مرزا کے ہر واقعہ صحیحہ کے آخری کلمہ کی جس سے مارا ملحق ہے، تصدیق کافی ہے۔

اس کا یہ طریق ہے کہ مسلمان جن کو احمدی کافر اور جہنمی قرار دے کر ستاتے اور جلاتے ہیں، کبھی کبھی مجلس کر کے کسی خوش آواز لڑکے کو مرزا کے صحیح واقعات پڑھنے کیلئے کھڑا کریں، اور چند اور کو ہر واقعہ کی تصدیق کے لئے مارا کے، دہڑہ کے دہورا کا حکم دیں۔ مثلاً جب پڑھا جائے،

تازہ وحی نے کوئی نہ کوئی شگوفہ اڑا مارا،

تو معاً تصدیق کے لئے پکارا جائے:

اڑا مارا۔

علی ھذا القیاس۔تازہ وحی نے مرزا کی عمر کو بڑھا دیا،

پر: بڑھا مارا،

اور ڈاکٹر عبدالحکیم کی وحی نے گھٹا مارا،

پر: گھٹا مارا۔

اور فا ذا جاء اجلھم کی حقیقت کو دکھا مارا،

پر: دکھا مارا وغیرہ۔

یہ وہ طریقہ ہے جس میں میں نے مرزا اور مرزائیوں کی تکفیر اور گالیوں سے جلے ہوئے دلوں پر آب حیات چھڑکا مارا،

اور تا ابد فرقہ احمدیہ کی قلموں کو چھین کر مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی قلموں کو گرا مارا،

اور لا یحیق السیئۃ ا لا با ھلہ کی حقیقت : چاہ کند را چاہ در پیش، کو دکھا مارا،

سبحانک ما اعظم شا نک میں نے کیا دکھا مارا،

ترے فضل نے بھی جو دکھانا تھا، دکھا مارا۔)

احمدیوں کو خاص نوٹس

مرزا غلام احمد قادیانی کی تردید کے بعد اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ فرقہ احمدیہ جو عموماً حنفی، وہابی، شیعہ اور نیچری خیالات کو رڈ کر کے قائم ہوا ہے، اگر مرزا غلام احمد قادیانی سے پھر جائے تو کدھر جائے کیونکہ

(الف) عیسی کی موت کا یقین کر کے پھر اس یقین کو بدلنا موت ہے۔

(ب) غیر احمدی صرف موہومی امید پر عیسی کے منتظر اور احمدی مرزا قادیانی کو عیسی مان کر بادشاہت کے منتظر۔

(ج) باقی فرقوں میں یہ التزام نہیں کہ وہ کسی شخص کے پیچھے لگ کر اپنے تمام افراد کی مجموعی طاقت کو ایک مرکز پر چلا سکیں، لیکن احمدیوں میں یہ التزام ہے کہ اپنے امام کے ایک ہی حکم سے اپنی مجموعی طاقت کو ایک جا جمع کر سکیں۔

(د) باقی فرقوں میں احمدیوں کی طرح نماز کا بھی التزام نہیں جس کے باعث ان کے بہت سے افراد نماز نہیں پڑھتے ہیں اور احمدی کل جدید لذیذ سے نمازوں میں اپنے مقاصد کے لئے گریہ زاری کرتے اور تہجد بھی خصوصاً پڑھتے ہیں۔

(ھ) تبلیغ اسلام میں وہ اپنے تئیں اول نمبر سمجھتے ہیں۔ ان کے رسالے انگریزی ترجمہ ہو کر مختلف ولایتوں میں جاتے ہیں۔

(و) حمایت اسلام میں بھی وہ اپنا قدم سب سے آگے رکھتے ہیں۔ عیسائیوں اور آریوں کو بھی گالیوں سے ان کے گھر تک پہنچاتے ہیں اور قرآن کو بھی، گو برائے نام، اپنا دستور العمل دکھاتے ہیں۔

(ز) ہر وقت اپنی جماعت کو بڑھانے کے لئے مذکورۃ الصدر خوبیاں بتاتے اور مسیح کی وفات ثابت کر کے مرزا غلام احمد قادیانی کو عیسی بناتے، اور داؤ لگ جائے تو منواتے، اور اس طرح اپنا سلسلہ روز بروز بڑھاتے ہیں۔

اب سچ ہے اگر احمدی جو اپنے تئیں بیدار اور ہوشیار اور دوسروں کو خوابیدہ اور مردار خیال کرتے ہیں، مرزا قادیانی سے پھر جائیں تو کدھر جائیں۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اصل فرقہ محمدی ہے۔ خدا تعالی نے مسلمانوں کو یہی خطاب دیا ہے اور یہ محمد رسول الله و الذین آمنوا معه سے ثابت ہے۔ معہ اور محمدی کا ایک ہی مفہوم ہے۔ ہرا یک نسبت معیت سے پیدا ہوتی ہے جیسا کہ حنفی مالکی شافعی حنبلی وغیرہ سے ظاہر ہے۔ انگریزوں نے مختلف فرقوں کا نام بلحاظ عمومیت محمدی ہی رکھا ہے۔ فرقوں کے بنانے والوں نے بھی اپنے تئیں محمدی کہا ہے اور خود مرزا بھی محمدی رہا ہے۔ الہام

پائے محمدیاں بر مینار بلند تر محکم افتاد

سے ثابت ہے کہ مرزا قادیانی بھی اصل میں محمدی اور اس کی جماعت بھی محمدی ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے ساری عمر ایک دفعہ بھی اپنے تئیں احمدی نہیں کہا اور لکھا، اور یہ سب کو معلوم ہے۔ پس احمدیوں کو اپنے تئیں محمدی کر لینا نہایت موزوں ہے۔ اور یہ ایسا خطاب ہے کہ جسکو سب فرقوں سے یکساں نسبت ہے۔ اور بڑھ کر یہ خوبی ہے کہ خدا تعالی کا مقرر کردہ خطاب ہے، اور سب خطابوں حنفی، وہابی، شیعہ، احمدی، شافعی، مالکی، حنبلی، چشتی، قادری، قلندری وغیرہ سے افضل ہے۔ اور ہر ایک اسی کے ذیل میں ہے۔ اسی کی برکت سے صحابہ کرام نے، جب کہ نہ کوئی حنفی تھا، نہ شافعی وغیرہ، اپنی نیشنلٹی یا قومیت کا شیرزاہ منسلک کیا۔ اور جب مختلف نسبتوں نے محمدی نسبت میں تفرقہ کر کے مسلمانوں کو ٹکڑے ٹکڑے کیا، تو اسلام اپنے عروج سے گر پڑا۔ اور جب کبھی غیروں کا اسلام سے مقابلہ ہوا، تو مسلمانوں نے محمدی نسبت سے ہی اکٹھے ہو کر ان کا مقابلہ کیا۔ اب جنگ طرابلس میں بھی یہی معاملہ ہوا کہ مختلف فرقوں نے نسبتی جھگڑوں کو چھوڑ کر اشداء على الكفار رحماء بينهم سے محمدی نسبت کا ہی ثبوت دیا۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ احمدیوں کو مرزا غلام احمد قادیانی کے مذہب سے غرض رکھنی چاہیے یا اس کے ذات سے۔

اس کی ذاتیات کا حال تو میں نے عجیب سوالات میں مفصل دکھا دیا، بلکہ اس کا الگ فوٹو بھی بنا دیا۔ اور اسی میں سب حال اس کا بتا دیا۔

اب اس کا مذہب دیکھو۔ بار بار قرآن اور سنت نبوی کو اپنا مذہب قرار دیا اور تمام صحیح حدیثوں کا

سر چشمہ بھی قرآن ہی کو کہا، اور کسی کتاب حدیث کو دستور العمل نہیں کیا۔ بخاری کی نسبت بھی کہا کہ مجھ کو اس کی ضرورت ہی کیا۔ ہر علمی میدان کو قرآن سے جیتا اور اسپر یہ ایمان تھا کہ اس میں کسی دینی اور دنیوی حقیقت کو جسکا انسان کے لئے جاننا ضروری تھا نہیں چھوڑا گیا۔

دوم سب فرقوں کا اصولی مذہب عمل بالقرآن ہے، خواہ بالواسطہ حدیث ہے یا بالواسطہ فقہ ہے۔ صحابہ کرام کی ترقی کا راز یہ تھا کہ ہر ایک عامل بالقرآن تھا جسکے باعث سنت نبوی میں بھی انکا اختلاف نہ تھا۔ سب کا طریقہ نماز ایک ہی تھا۔ اور ہر ایک شخص دوسرے کے پیچھے نماز پڑھ لیتا تھا۔ حج، زکوۃ، روزہ، کلمہ توحید میں تو اب بھی مسلمانوں کا باوجود تفرقہ چنداں اختلاف نہیں دیکھا جاتا۔ پس مرزائی بھی مرزا غلام احمد قادیانی کی ذاتیات کو چھوڑ کر عامل بالقرآن کہلائیں اور احمدی نسبت سے، جس میں صرف مرزا کی صورت نظر آتی ہے، نکل جائیں۔ اور محمدی نسبت میں، جس میں محمد رسول اللہ ﷺ کی شکل نظر آتی ہے، داخل ہو جائیں۔

اب تیسرا سوال مجھ پر وارد ہوتا ہے کہ جب میں مرزا غلام احمد قادیانی سے پھرا، اور پھر پھرا، تو میرا مذہب کیا ہوا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ میرا مذہب وہی ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی کا تھا۔

جب اس نے دیکھا کہ خدا تعالی نے مجھ کو قرآن میں احمد کہا، اور آنحضرت ﷺ کو محمد کہا، اور الہام میں مجھ کو عیسی کہا اور اپنے وعدہ جاعل الذین اتبعوک سے میری جماعت کو فوق دینا چاہا، تو تمام محمدیوں کو مسیح کے یہودیوں کی طرح ملعون سمجھا اور اپنی جماعت کا نام احمدی رکھا بعض کا خیال ہے کہ اس ...(صفحہ ہذا، ۳۴۴، کی آخری سطر موجود نہیں) کا یہ دعوی نہ تھا کہ میرا فرقہ ہمیشہ کمزور رہے گا جسکے باعث اسکا احمدی ہونا لازم ہوا، اگر احمدی میں کلمہ احمد رسول خدا کی طرف منسوب ہوتا تو مرزا بھی خوشی سے اپنے تئیں احمدی کہتا۔ بلکہ اس کا خیال یہ تھا کہ انّی مبشر برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں خدا نے مجھ کو ہی احمد کہا ہے اور میری ہی جماعت کو عیسی کی جماعت کی طرح غلبہ دینا چاہا۔

جب مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے تئیں ہی احمد سمجھ کر اپنی جماعت کا نام احمدی رکھا، تو میں نے اس کی اس خودغرضی سے بیزار ہو کر خط کے ذریعہ اور خاص ملاقات سے بھی اس کی غلطیوں کو ظاہر کیا۔ لیکن جب

اس نے نہ مانا تو میں نے اس کی تردید میں رسالہ حقیقت المہدی شائع کیا، اور اس تہذیب سے لکھا کہ اس کی پیشانی پر احمدیوں کو نوٹس دیا کہ اگر کسی نے مرزا غلام احمد قادیانی کے حق میں ایک کلمہ بھی خلاف تہذیب ثابت کیا تو سو روپیہ اس کی نذر ہوگا۔

جواب تو کسی نے نہ لکھا، لیکن ایک لنگڑے امام نے الحکم میں صرف یہ لکھ دیا کہ اس شخص میں شیطانی رگ کا کچھ حصہ رہ گیا جس کے باعث اتنا قرب پا کر پھر گیا۔ میں نے بھی کچھ ایسا جواب دے کر خاموش کر دیا کہ جب مجھ میں شیطانی مادہ تھا تو خدا کے ملہم نے کیوں اپنی جان سے پیاری بیوی کو تین بار بٹالہ میرے گھر بھیجا، اور کیوں دو دو تین تین راتیں اس کو میرے ہاں رہنے دیا، اور کیوں مجھ کو ہی ہمیشہ بیوی صاحبہ اور اس کی ہم جولیوں کے ریوڑ کی ہوا خوری کے لئے مقرر کیا۔ اور کیوں مجھ پہ اعتبار کیا کہ میں نے مغرب کی نماز کے بعد بھی سیر کی شوقینوں کو باغ میں سیر سے سیر کرایا۔

حقیقت مہدی کی پوری حقیقت کو صرف لائق اڈیٹر پیسہ اخبار نے ہی سمجھا جس کے ریویو کا پہلا فقرہ:

گھر کا بھیدی لنکا ڈہاوے، بہتوں کو متوجہ کر گیا۔ لیکن مولویوں نے اس پر توجہ کو مبذول نہ کیا، کیونکہ میں نے اس میں، جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو مولویوں کی تکفیر سے روکا، مولویوں کو بھی مرزا غلام احمد قادیانی کی تکفیر سے روکا۔ ندوۃ العلماء کے جلسہ عام میں جو امرتسر ہوا، بڑے بڑے مولویوں کے آگے ایک اشتہار بھی پیش کیا کہ آخر مرزا قادیانی بھی کلمہ گو ہے، کیوں انہوں نے اسے اسلام سے خارج سمجھا۔ اس پر بھی مولویوں نے نوٹس نہ لیا بلکہ وفات مسیح کا قائل ہونے کے باعث مجھ کو بھی نیم مسلم سمجھا۔ لا جرم سوسائٹی کی خواہش سے جو قدرتاً انسان کی فطرت میں داخل ہے مجھ کو مرزا غلام احمد قادیانی کی جماعت کی طرف عود کرنا پڑا۔ نیچریوں کی طرف اس لئے نہ جا سکا کہ ان میں آزادی کے باعث صوم وصلوۃ کا التزام نہ دیکھا، اور مولوی عبداللہ چکڑالوی کی طرف اس واسطے نہ گیا کہ اس نے بھی عیسی کو ابھی تک کسی پہاڑ کی غار میں چھپا ثابت کیا۔

جب میں مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف آیا، تو ان مریدوں نے جن کے سفر قادیان میں میرا گھر ہوٹل تھا، اور جن کی بیویوں نے بھی اسے سفر میں ریفرشمنٹ روم سمجھا، میری طرف کچھ التفات نہ کیا۔ جس سے میں نے ثابت کیا کہ انہوں نے مرزا سے اعلی اخلاق کو حاصل نہیں کیا اس ۔۔ (صفحہ ہذا کی آخری سطر نہیں پڑھی جاتی

جس کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے: اسے نظر انداز کر کے مرزا سے منسلک ہو رہا، اور اس کے زمین داری کے کاموں میں ہاتھ بٹاتا رہا۔ لیکن..) سال کے بعد پھر قومی محبت نے جوش مارا، اور دو ہزار سالانہ پیداوار کو چھوڑ کر بٹالہ چلا آیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ مرزا نے ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب کے الہاموں کے مطابق وفات پا کر آسمانی نکاح کو، جس کی تادم مرگ امید تھی، جھوٹا کیا۔ جس سے باقی الہام الفوق معك و التحت مع اعداء ك اور انی مهين من ارا د اها نتك وغیرہ کا بھی خاتمہ ہوا۔

میں مرزا قادیانی سے اس لئے پھرا کہ اس نے سوا اپنے کل امت محمدیہ کو کافر کہا اور ان کو جہنمی قرار دے کر ان کے جنازہ کو بھی لعنت کا محل سمجھا۔

اور پھر اس لئے پھرا کہ اس کے مریدوں نے نفاق سے بیزار کیا۔

اور مرزا غلام احمد بھی اپنے الہاموں سے دو ہی دفعہ پھرا۔

الہاموں کی بنا پر مجدد بنا۔ پھر پھر کر عیسی اور مہدی بنا۔

اور پھر، پھر کر نبی بنا۔

میں نے اپنے تئیں کبھی احمدی نہیں کہا، بلکہ ہمیشہ محمدی رہا۔

اور مرزا غلام احمد قادیانی بھی محمدی تھا، اس نے کبھی اپنے تئیں احمدی نہیں کہا۔ اس نے سنت نبوی کو رہبر کیا اور عامل بالقرآن ہوا۔ میرا مذہب بھی ہمیشہ یہی رہا جو میں نے مرزا قادیانی سے ہی سیکھا۔

بلحاظ بیعت بھی مرزا غلام احمد قادیانی سے میرا روحانی تعلق نہیں ٹوٹا۔ سب سے بڑی اور اصلی شرط پر جو تمام شرطوں پر مہیمن ہے کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔ گو مرزا نے خود عمل نہیں کیا لیکن میں نے ہمیشہ اس کو عمل میں رکھا۔ اس پر میری سوانح عمری کا فوٹو ہی گواہ ہے جسکو میں نے اوپر ایک عجیب رنگ میں ظاہر کیا۔

اب احمدی بھی مرزا کی بیعت کی اصل شرط کا، جو تمام شرطوں کی ماں ہے، عملی ثبوت دیں۔ ہر ایک سوال کو غور سے پڑھیں اور بار بار پڑھیں۔ جب جواب سے لاجواب ہو کر یقین کریں کہ اصل واقعات، جن پر سوالات کی بنا ہے، صحیح ہیں تو مرزا کی طرح خود بھی محمدی اور عامل بالقرآن ہو کر اس کی نبوت اور ذاتیات کو چھوڑ دیں، اور اصول دین میں عام مسلمانوں سے اتفاق کریں۔

مرزا قادیانی جب مجدد تھا، تو اس نے پیروان کو بھی محمدی رکھا، اور خود بھی عامل بالقرآن رہا۔ اس وقت مسلمانوں کو مرزا اور اس کی جماعت سے کچھ تعارض نہ ہوا۔ رفتہ رفتہ اسکی الہامی بےاعتدالی نے اسکے محمدی رشتہ اور عمل بالقرآن کو، جو اس کے سلسلہ کے لئے بمنزلہ جگر اور دل تھے، بیمار کر دیا۔ اور آج اس ڈاکٹر کی طرح جس نے شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کے اندرونی ورم کو چیر کر جگر اور دل کو صاف کیا جس سے سارا وجود ہی صحیح سلامت ہو گیا، میں نے بھی مرزا کے سلسلہ کے اندرونی مواد کو دور کر کے اس کا سارا وجود ہی صحیح اور صاف کر دیا۔ وہی جماعت ہے اور وہی سنت اور وہی قرآن ہے جس پر مرزا خود عامل رہا ہے۔ باقی جھگڑا کہ وہ مسیح موعود تھا، یا اس کے ہاتھ سے انگریزوں کا خاتمہ تھا، یا وہ ملہم تھا، مہدی تھا، نبی تھا، وغیرہ، قبر میں ساتھ لے گیا۔ اور جو کچھ کتابوں میں چھوڑ گیا اس کو عجیب سوالات نے خاک میں ملا دیا۔

یہ احمدیوں پر ابتلاء ہے۔ لیکن ابتلاء ہی مقبول ہونے کا ذریعہ ہے۔ ابراہیم کو خدا تعالی نے ابتلاؤں سے ہی خلیل کیا۔ رسول کریم کو بھی ابتلاؤں سے ہی حبیب کیا۔ احمدیوں کے صدق کی شناخت کا یہی موقع ہے۔ اگر کسی نے دین کو دنیا پر مقدم کر کے حق کو قبول کیا، تو واقعی وہ خدا کے مقبولوں میں داخل ہو گیا۔

تتمہ

عجیب سوالات میں مرزا غلام احمد قادیانی کی ذاتیات پر کوئی حملہ نہیں، صرف صحیح واقعات کا اظہار ہے۔ اور کمال یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کے سب مسلّمات کا اقرار ہے۔

اور یہ وہ طریقہ علم کلام ہے جس میں نہ بحث کی ضرورت ہے اور نہ کوئی تکرار ہے۔

احمدیوں کی کشش کا یہ اسرار ہے کہ ان کا کوئی رسالہ یا اخبار ہے اس میں خصوصاً وفات مسیح پر للکار ہے، اور غیر احمدیوں کے لئے حیات مسیح کا ثابت کرنا نہایت دشوار ہے۔

میں نے وفات مسیح ہی سے ثابت کیا ہے کہ جب مسیح مر چکا ہے تو مرزا غلام احمد قادیانی کس طرح مسیح موعود ہونے کا حق دار ہے۔

آج کل جو بحث مباحثات کا طریقہ گالی گلوچ سے مملو اور ناخوش گوار ہے اس کی یہی وجہ ہے کہ ایک فریق کو دوسرے فریق کے مسلمات کا انکار ہے۔

اب بہ سبیل تعا ونوا علی البرّ و التّقوی اس رسالہ کے ساتھ مسلمانوں کی امداد درکار ہے۔

اس میں ایک ایک سوال بمنزلہ توپ خانہ اور ایک ایک فقرہ بمنزلہ بندوق نیزہ اور تلوار ہے۔

اور اس کے ساتھ حق کی ایسی تیز رفتار ہے کہ اس کے آگے مرزا غلام احمد کا ہر ایک دعوی فرار ہے۔

لہذا عجیب سوالات کی اشاعت درکار ہے، خواہ گھر ہے یا باہر یا بازار ہے۔

باسمجھ بچے بھی ان کو یاد کریں۔ان میں علم کلام کی بہار اور ایک ایک سوال دینی صداقتوں کا چشمہ یا گلزار ہے۔

آخر احمدی حضرات بھی اگر مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کا انکار کردیں اور اسی دیگر مصلحین کی طرح ایک مصلح تصور کرکے آنحضرتﷺ کا ایک غلام قرار دیں تو اس میں آنحضرتﷺ کی ہی شان اور عظمت کا اظہار ہے۔

احمدیو! اس وقت مسلمانوں کو صلح درکار ہے۔

تفرقہ قومی سے اب ہر ایک کا دل بے قرار ہے۔

لاتفرقوا پر غور کرو، خدا بھی تفرقہ سے بیزار ہے۔

الصلح خیر سے صلح ہی ڈھونڈو۔ بغیر صلح ہر ایک سلسلہ بے کار ہے۔

مسلمانوں کا تفرقہ مذہبی ہی باعث ادبار ہے۔

عزیزو! مساوی سطح پر آؤ مسلمانوں سے کیوں اس قدر نفرت کہ جنازہ پر بھی انکار ہے۔

قرآن نہیں، پیغام صلح ہی دیکھو، جس میں ہندوؤں تک بھی صلح کے لئے کرشن اوتار کی چھنکار ہے۔

اور مسلمانوں کی صلح تو صرف کلمہ کا ہی باہمی اقرار ہے۔

غیر قوموں کے زندہ ہونے کا باعث یہ ہے کہ ان کا ہر فرد صلح میں ہوشیار اور ایک دوسرے کا غم خوار ہے۔

اور مسلمانوں کے مردہ ہونے کا یہ باعث ہے کہ اب ان میں نہ پہلی الفت ہے نہ پیار ہے۔
عزیز وا گرتم یہ کہو کہ ہر اایک غیر احمدی ہم سے برسر پیکار ہے،تو تم اصولی اختلاف کو چھوڑ کر دیکھو کہ ...ہر ایک تمہارا یار اور دلدار ہے۔
مرزا غلام احمد قادیانی کے پہلے دعوی مجددیت کی طرف دیکھو،اسپر نہ کوئی لعنت ہے نہ تکرار ہے۔
لیکن جب اس نے اپنی نبوت کے منکرین پر لعنت اور پھٹکار شروع کی،تو اس کا جواب بھی لعنت اور پھٹکار ہے۔.......... و السلام علی من اتبع الهدی

عبدالعزیز۔زمین دار۔بٹالہ ۲۵۔اکتوبر ۱۹۱۲ء

....

منشی عبدالعزیز قادیانی اخبارات میں

منشی عبدالعزیز صاحب بٹالوی ۱۹۰۱ء میں پہلی بار مرزا صاحب قادیانی کی مخالفت میں سامنے آئے تو پیسہ اخبار لاہور میں ایک نوٹ شائع ہوا جس پر الحکم قادیان کے ۱۰۔اکتوبر ۱۹۰۱ء کے شمارے میں بالفاظ ذیل تبصرہ کیا گیا

پیسہ اخبار اور مہر نبی بخش بٹالوی

پیسہ اخبار لاہور نے جو حضرت اقدس حجۃ اللہ علی الارض مسیح موعود ادام اللہ فیوضہ (مرزا قادیانی) کی ہر بات پر معاندانہ ریمارک کرنے کا عادی ہے باوصفیکہ ہم دعوی سے کہہ سکتے ہیں کہ اس نے حضرت اقدس کی کتابوں کو بھی نہیں پڑھا اور لا تقف ما ليس لك به علم کے قرآنی ارشاد کی کچھ بھی پرواہ نہ کرکے رائے زنی کر دیا کرتا ہے مہر نبی بخش بٹالوی (منشی عبدالعزیز بٹالوی) کے ارتداد پر اپنے اڈیٹوریل کالم میں ایک نوٹ لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

۱۔مہر صاحب گذشتہ پندرہ سال سے مرزا صاحب کے راسخ الاعتقاد مرید تھے بلکہ اپنا گھر بار چھوڑ کر قادیان

میں دوسال تک رہے۔

۲۔ اب انہوں نے مرزا صاحب کے عقاید فاسدہ سے توبہ کی ہے اوران کے اعتراضات لاجواب ہیں وغیرہ وغیرہ

کسی راسخ الاعتقاد مرید (بشرطیکہ وہ ہو بھی۔راسخ الاعتقاد کا ارتداد ناممکن ہے کوئی شیطانی رگ باقی ہوتی ہے جواندر ہی اندراپنا اثر کرتی رہتی ہے) کا ارتداداور حضرت اقدس کے دعاوی کی تکذیب کا موجب نہیں ہوسکتا جب کہ اسلام میں اب تک مرتد ہونے والے موجود ہیں اور آئے دن عیسائی اخباروں میں ایسے مرتدین کی فہرستیں دیکھی جاتی ہیں بلکہ یہ سنن الانبیاء میں سے ہے۔حضرت اقدس کی بعض پیش گوئیوں کی تصدیق۔ یہ کہنا کہ منشی صاحب ثواب کے لئے گھر بار چھوڑ کر قادیان میں آگئے تھے بالکل غلط ہے منشی صاحب دراصل حضرت اقدس کے باغ کے ٹھیکہ دار کی حیثیت سے قادیان میں رہا کرتے تھے اوراسی لئے اگر وہ جھوٹ بولنا گوارانہیں کرتے تو خود بتاسکتے ہیں کہ قادیان میں رہ کر کتنی مرتبہ وہ حضرت اقدس کے ساتھ نمازوں میں شریک ہوئے اور کتنی مرتبہ حضرت کے ساتھ سیر کوتشریف لے گئے وغیرہ وغیرہ۔حضرت اقدس کی صحبت میں رہنے کا انہوں نے کوئی التزام نہیں کیا اگر وہ قادیان میں کبھی رہے بھی تو باغ ہی میں طوطا کہانی پڑھتے اور درختوں کے کاٹنے اورلگانے کے انتظام میں رہے۔پس وہ قادیان میں کام کاج چھوڑ کر نہ گئے تھے بلکہ کام کاج کرنے گئے تھے۔ رہا یہ امر کہ اب انہوں نے حضرت اقدس کے معاذ اللہ عقاید فاسدہ سے توبہ کی، ناظرین کے لئے یہ امر غالباً دلچسپی کا موجب ہوگا (اور ہم مشکور ہوں اگر اڈیٹر صاحب پیسہ اخبار بھی اس کا جواب دے) کہ مہر نبی بخش نے حضرت اقدس کے کن عقائد سے توبہ کی اوراس کی بجائے کیا حاصل کیا۔اگر پیسہ اخبار کے اڈیٹر نے اس کے رسائل کو پڑھا ہے اوران امور پراس نے اپنے اخبار میں جیسا کہ ظاہر ہے روشنی نہیں ڈالی تو وہ ہمیں معاف کریں گے اگر ہم یہ کہیں کہ انہوں نے جان بوجھ کرامر حق کو چھپایا ہے۔بہرحال مہر نبی بخش نے مرزا صاحب کے عقائد کو چھوڑ کراب کیا عقیدہ اختیار کیا، وہ ہم ذیل میں لکھتے ہیں اور پیسہ اخبار سے پوچھتے ہیں کہ وہ اس کے متعلق کیا رائے رکھتا ہے اور نبی بخش کے عقیدہ سے کہاں تک متفق ہے

حضرت اقدس امام کا عقیدہ ہے کہ احادیث جہاں تک وہ قرآن کریم کے خلاف نہ ہوں واجب العمل ہیں

مہر نبی بخش مطلق نہیں مانتا

حضرت اقدس مسیح موعود کے آنے کے قائل اور مدعی ہیں مہر نبی بخش کہتا ہے کہ کوئی مسیح یا مہدی آنے والا نہیں ہے۔

حضرت اقدس، مسیح ابن مریم کی وفات کے قائل ہیں۔ایسا ہی مہر نبی بخش بھی مسیح ابن مریم کی وفات مانتا ہے

اب ہم دانش مند اڈیٹر پیسہ اخبار سے پوچھتے ہیں کہ وہ مہر صاحب کے عقائد کے ساتھ کہاں تک متفق ہے۔ہم اس پر مفصل انشاء اللہ کسی اگلی اشاعت میں لکھیں گے، سر دست اسی قدر کافی ہے۔(الحکم۔۱۰۔اکتوبر۱۹۰۱ءص۶)

کچھ عرصہ بعد منشی عبدالعزیز صاحب پھر سے قادیانی ہو گئے اور اس موقع پر انہوں نے جو توبہ نامہ مرزا صاحب قادیانی کو ارسال کیا وہ، مع قبولیت توبہ از مرزا قادیانی، الحکم کے ۱۷۔اکتوبر ۱۹۰۲ء کے شمارے میں بایں الفاظ درج ہے۔

توبہ نامہ:

ذیل میں ہم اپنے پرانے بھائی چودہری عبدالعزیز صاحب نمبردار بٹالہ کا توبہ نامہ شائع کرتے ہیں جو انہوں نے حضرت اقدس کے حضور ارسال کیا ہے۔بے شک چودھری صاحب نے بڑی اخلاقی جرأت سے کام لیا ہے۔آج کل اپنی بات کا نبھانا اور ضد کرنا ایک معمولی سی بات ہوگئی ہے مگر یہ خدا کا فضل ہے کہ چودھری صاحب نے اپنی غلطی کا اقرار کیا اور ان کو خدا تعالی کے صادق مسیح موعود کے خدام میں داخل ہونے کے سوا نجات کی کوئی راہ نظر نہ آئی اور حقیقت میں آج نجات کے لئے خدا تعالی نے یہی راہ پسند کی ہے۔

بحضور عالی جناب حضرت اقدس مسیح موعود دام برکاتہ

جناب عالی۔فدوی شیطان کے دھوکہ میں آ کر آپ سے مرتد ہوا اور دلی بصیرت کو کھو کر ضلالت کے گڑھے میں گرا اور سال سے زیادہ عرصہ تک اسی میں رہا۔اب خداوند تعالی نے آپ ہی مہربانی فرما کر حق بینی کی آنکھیں عطا فرمائیں جن سے معلوم ہوا کہ صرف حضور کے ہی سلسلہ میں نجات ہے اور باقی سب جگہ

ہلاکت۔ پس آپ بھی رحمۃ للعالمین ہیں اس عاصی کی دستگیری کریں اور پچھلی خطا معاف فرما کر پھر سلسلہ احمدیہ میں داخل فرمائیں تا کہ نجات ہو۔ مورخہ ۹ اکتوبر ۱۹۰۲ء فدوی عبدالعزیز نمبردار بٹالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی :

مجی اخویم مہر نبی بخش صاحب سلمہ اللہ تعالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔

آپ کا خط پہنچا التائب من الذنب کمن لا ذنب له ۔ اس لئے ہم آپ کی لغزش آپ کو معاف کرتے ہیں اور آپ کی تحریر کے موافق پھر آپ کو داخل بیعت کرتے ہیں اللہ تعالی آپ کو استقلال اور ثابت قدمی بخشے اور اب خاتمہ اسی توبہ پر کرے کہ وہ غفور رحیم ہے آمین

بے شک اجازت ہے جب چاہیں آویں اور بہتر ہے کہ جلسہ دسمبر میں آویں اور انشاء اللہ تعالی جیسا مناسب ہوگا آپ کا خط یا کوئی حصہ اس کا الحکم میں چھپایا جائے گا اور آپ کے پاس ایک نسخہ کشتی نوح اور ایک نسخہ تحفۃ الندوہ ارسال ہے کہ شائد ابھی تک نہ پہنچا ہو ہوگا اور اگر پہنچ گیا ہے تو کسی اور کو جہاں چاہیں دے دیں۔ رسالہ ابھی نہیں دیکھا فرصت کے وقت انشاء اللہ دیکھوں گا۔ شاید تین ماہ کا عرصہ ہو گیا کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ قادیان کی اس گلی میں جس میں ہم اکثر سیر کو جاتے ہیں آپ مصافحہ کیلئے میری طرف آ رہے ہیں۔ سو وہ بات پوری ہوگئی ۔ خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان (الحکم ۱۹۰۲ء ۱۷۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء ص ۱۶)

۷ نومبر ۱۹۰۲ء کو ایک مقدمے کے سلسلے میں مرزا صاحب قادیانی ایک مقدمہ کے سلسلہ میں بٹالہ آئے، اور کچہری کے قریب آپ نے ڈیرہ لگایا ہوا تھا۔ اڈیٹر الحکم بتاتا ہے کہ:

ابھی کھانا رکھا ہی گیا تھا کہ ہمارے پرانے دوست چودھری نبی بخش صاحب المعروف عبدالعزیز نمبردار بٹالہ جن کا توبہ نامہ الحکم میں درج ہو چکا ہے آ گئے نہایت اخلاص سے حضرت اقدس سے مصافحہ کیا حضرت بھی بڑے رحم اور شفقت سے پیش آئے اور کھانا کھانے کا حکم دیا اور نہایت ترحم سے باتیں کرتے رہے۔

(الحکم ۱۹۰۲ء نمبر ۴۰ جلد ۶، ۱۰ نومبر ۱۹۰۲ء ص ۱۴)

گل دیگر شگفت

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

سنتے ہیں ترکی سلطنت کا علاقہ ایشا کوچک ملک شام بہت زرخیز ہے، مگر قادیانی مشن کی سرزمین اس سے بھی زیادہ مردم خیز ہے۔ ذرا دیر کے لئے دانہ اس میں رہے اتنا پھلتا پھولتا ہے کہ بڑے بڑے درخت سے بڑھ جاتا ہے۔ آج ہم اس سرزمین کے ایک درخت کو بطور مثال کے پیش کرتے ہیں جو قادیانی مشن کا پھلا پھولا درخت ہے گو چند دنوں سے اس سرزمین کو چھوڑے ہوئے ہے مگر اس کا تاثر تا حال اس میں پایا جاتا ہے۔

اس شخص سے مراد ہمارے منشی عبدالعزیز زمین دار بٹالہ ہیں جو مرزا قادیانی سے اب تک بھی اخلاص رکھتے ہیں۔ چنانچہ ان کے اخلاص کے مظہر الفاظ یہ ہیں:

مرزا صاحب کا اصل مصدق میں ہوں جو ان کے مذہب کو زندہ کرتا ہوں (اشتہار فاروق۔ ص ۳)

مگر قادیانی گدی نشین سے آپ کو اختلاف ہے اس لئے ایک اشتہار موسومہ فاروق شائع کیا ہے جس میں بہت کچھ لکھا ہے۔ مطلب کی بات جو ہم نقل کرنا چاہتے ہیں وہ تحدی (چیلنج) ہے جس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ آپ میں مرزا صاحب کا پورا رنگ ہے۔ آپ قادیانی سجادہ (مرزا محمود احمد) کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

مجھ کو وحی الٰہی ہے کہ میرے کلام کا کوئی رد نہیں کر سکے گا۔ اگر کوئی ارادہ کرے گا تو اس کا ہاتھ قلم برداشت نہیں کرے گا۔ اور یہ وہ نشان ہے جو مرزا صاحب کو بھی نصیب نہیں ہوا۔ میں نے سنا ہے کہ آپ بڑے لکھنے والے اور معقول لکھنے والے اور کبھی ...والے نہیں۔ اگر میرے مسلمات کی تردید کر دیں تو میں سب سے پہلے آپ کی بیعت کو فخر سمجھوں گا، اور اپنی تحریرات کو کالعدم کر دونگا۔ اور اگر میری تحریرات کے مقابل آپ کا ہاتھ قلم کو برداشت نہ کر سکا تو آپ کو مناسب ہے کہ مجھ کو خدا کی طرف سے سمجھیں اور میرے ہم خیال ہو کر عامل بالقرآن کہلائیں اور عام مسلمانوں کو بھی عامل بالقرآن ہی بنائیں۔ مرزا صاحب بھی عامل بالقرآن تھے ان کے ذاتی

دعووں کو چھوڑ کر دیکھو قرآن کی کیا عزت ان کے دل میں تھی۔

باران فضل رحمان آمد بقدم او
بد قسمت آنکہ از وے سوئے د گر دویدہ

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ اس اقتباس سے ناظرین ہمارے دعوی کی صحت سمجھ گئے ہوں گے کہ مرزا صاحب کا پورا رنگ آپ پر چڑھ رہا ہے جس طرح وہ اپنے مخالفوں کو للکارا کرتے تھے کوئی قدم میرے سامنے جم نہیں سکتا اور جو میرے جیسا من چلا خاص قادیان میں بھی جا پہنچے، تو حرم سرائے سے باہر تشریف نہ لاتے۔ اسی طرح منشی صاحب نے دعوی کیا۔ مگر لطف یہ کہ جس پیر سے یہ فن (تیراندازی) سیکھا، اسی کے گھر کی طرف رخ کیا۔ ممکن ہے اس کا جواب وہ یہ دیں کہ جس گھر سے فیض پایا ہو اسی گھر کو فیض پہنچانا چاہیے ۔ ہم منتظر ہیں کہ قادیانی سجادہ نشین کی طرف سے اس کا جواب کیا نکلتا ہے۔ ہمارے خیال میں ایسے بڑے مدعی کو نظر انداز کرنا قرین مصلحت نہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۔ستمبر ۱۹۱۵ء ص ۲۲)

تحریک ختم نبوت: تالیف اور مؤلف

وہ تمام حضرات اور ادارے بلاشبہ قابل تحسین و آفرین ہیں جو فتنہ قادیانیت کی سنگینی کو بھانپتے ہوئے اس پر نہ صرف نظر رکھے ہوئے ہیں بلکہ اس کا تعاقب بھی کر رہے ہیں لیکن مسلک اہلحدیث سے وابستہ حضرات شاید کما حقہ متحرک نہیں ہیں جب کہ انہیں تحفظ ختم نبوت کو اپنے اکابر کی میراث جانتے ہوئے سب سے زیادہ متحرک ہونا چاہیے تھا۔ اگر فتنہ قادیانیت کے آغاز اور تحریک ختم نبوت کے اولین دور کا مطالعہ کرتے ہوئے اپنے اکابر اہلحدیث کی خدمات کا جائزہ لیں تو آج ہمیں اپنی غفلت پر شرمندگی ہوتی ہے۔ ہمیں اس اہم ترین اپنے موروثی موضوع پر کیا کرنا چاہیے؟ اس کے لیے درج ذیل کے دو اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔ سفیر ختم نبوت، مجاہد تحریک ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

یہ کہے بغیر چارہ نہیں کہ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کے رد قادیانیت پر مضامین جو ہفتہ وار اخبار اہلحدیث امرتسر اور ماہنامہ مرقع قادیان امرتسر میں شائع ہوتے رہے وہ بلاشبہ بڑے معرکۃ الآراء ہیں ہفتہ وار اور ماہنامہ کی تمام فائلیں جمع کر کے صرف حضرت مولانا مرحوم کے مضامین کو یکجا شائع کر دیا جائے تو ان رسائل کی ضخامت سے کئی گنا زیادہ ضخامت کی اور جلدیں تیار ہو سکتی ہیں افسوس کہ ہمارے پاس دونوں اخبارات کی مکمل فائل نہیں اور نہ موجودہ اپنی مصروفیات کو سامنے رکھ کر اس کام کو کرنے کی ذمہ داری قبول کر سکتے ہیں، کاش ہمارے بھائی اہلحدیث حضرات کا کوئی ادارہ اس کام کو کام سمجھ کر کرنا شروع کر دے تو حوالہ جات وغیرہ کیلئے جو تعاون ممکن ہوگا اس کی ہماری طرف سے پیشکش قبول فرمائی جائے۔ اہل حدیث حضرات کی تمام شخصیات و ادارے اس طرف توجہ فرمائیں برادران اسلام یہ کام کرنے کا ہے۔ (احتساب قادیانیت۔ ج8 ص7)

دوسری جگہ مولانا اللہ وسایا رقمطراز ہیں:

اس کتاب (شہادۃ القرآن) کے علاوہ مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کے رد قادیانیت پر کئی رسائل بھی شائع ہوئے، کس طرح اپنے دلی درد کا اظہار کیا جائے کہ وہ تمام رسائل میسر نہ آسکے، بہت ساری لائبریریوں کو چھان مارا بعض حضرات کو خطوط بھی لکھے، لیکن سوائے خاموشی کے کوئی جواب نہ ملا، دنیا کو کیا ہو گیا ہے؟ فالی اللہ المشتکی۔(ان رسائل کی تلاش میں ایک دفعہ مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی مرحوم کی لائبریری میں) جا دھمکا،..جو صاحب لائبریری سے استفادہ کی اجازت کے مجاز تھے اُنہوں نے مولانا ثناءاللہ امرتسری کے رسائل پر مشتمل احتساب قادیانیت کی جلد دیکھ رکھی تھی یہ نسبت کام کر گئی اُنہوں نے آنکھوں پر بٹھایا۔لائبریری میں داخلہ کی اجازت مل گئی تمام تھکاوٹ دروازہ سے باہر رکھ کر تازہ دم اندر قدم رکھا متعلقہ حصہ لائبریری دیکھا تو پھر کمر ٹوٹ گئی کہ مکمل رسائل وہاں بھی موجود نہیں تھے۔(احتساب قادیانیت۔ج9ص5-4)

یہ دونوں اقتباسات ہمیں خواب غفلت سے جگانے بلکہ ہمارے خوابیدہ ضمیر کو جھنجھوڑنے کیلئے کافی ہیں کہ جو کام ہمیں کرنا چاہیے تھا وہ دوسرے کر رہے ہیں بلکہ ہمارا کام بھی وہ کر رہے ہیں اور ہم شاید اب صرف ۔پدرم سلطان بود۔ پر گزارا کر رہے ہیں جبکہ ہمیں ۔کان ابی کذا و کذا ۔سے آگے بڑھ کر ایک نئی تاریخ رقم کرنی چاہیے۔

تاہم یہ بات یقیناً باعث مسرت ہی نہیں بلکہ باعث صد افتخار بھی ہے کہ جناب پروفیسر ڈاکٹر بہاؤ الدین صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ نے مسلکی و جماعتی خدمت میں یہ بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے کہ تحریک ختم نبوت کے نام سے ۱۸۹۱ء تا ۱۹۱۲ء تک کی تاریخ تحریک ختم نبوت کو جمع کر کے مسلکی و جماعتی فرض بلکہ قرض ادا کیا ہے۔یہ کام جس کی اب ۳۶ جلدیں مکمل ہو چکی ہیں اس قدر رفیع الشان ہے کہ اس کی تیرھویں ہی جلد کا مقدمہ لکھتے ہوئے مرکزی جمیعت اہل حدیث ہند کے ناظم اعلیٰ فضیلۃ الشیخ مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ کے قلم سے بے ساختہ درج ذیل الفاظ و فقرات نکل گئے ہیں:

دنیا جہان کبھی بھی با کمالوں اور اللہ والوں سے خالی نہیں رہی۔ ہنروران علم وفن ہر دور میں موجود رہے ہیں اور ہر طرح کے علوم وفنون اور معارف وحکم کے ماہرین اور اس کے قدردان ہر زمانے

میں پائے جاتے رہے ہیں، جن کو علم و دین اور اس کے تقاضوں سے بھرپور دلچسپی رہی ہے۔ اس کی قدرومنزلت اور چاہت وضرورت کا بشدت احساس بھی کرتے رہے ہیں اور اس کی خدمت کو بصد شوق وخلوص انجام دینے والوں کی کبھی کمی نہیں رہی ہے۔ اسی طرح بہت سے تاریخی کارنامے انجام دینے والے بھی پیدا ہوتے رہے ہیں۔ لیکن ان تاریخی کارناموں کو آئندہ نسلوں تک کے لئے محفوظ کردینا اور ان اسوہ اور نمونہ اور عمدہ مثالوں کو آئندہ آنے والے اجیال کو منتقل کردینا، بھی ایک تاریخی کارنامہ ہوتا ہے جو صرف اور صرف مورخ کا کام اور کمال ہوتا ہے۔ اس کمال کے جویا اور اس کے حصول کے طالبین کی بھی کسی دور میں کمی نہیں رہی۔ مگر اس کارنامہ کو انجام بھی دے لے جائیں، یہ ضروری نہیں۔ بلکہ یہ تو صرف اور صرف ان لوگوں کے مقدر کی بات ہوتی ہے جن کو توفیق خاص رب ذوالمنن والکرم والاکرام ورب العزت والجلال کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔

اب اسی ایک بدیہی اور سہل الحصول کام اور نام کو لے لیں جسے ہم تاریخ تحریک ختم نبوت کہتے ہیں، جس پر کل سو سال سے زیادہ کا عرصہ نہیں بیتا کہ یہ کام معضلات ومشکلات اور انتہائی کٹھن اور متعذرات بلکہ ناممکنات میں سے شمار ہونے لگ گیا تھا۔ اس میدان کے تہی دست اور تہی دامن جماعتیں اور گروہ تاریخ سازی کے ذریعہ مرد میدان بننے پر اتر آئیں۔ مگر جس جماعت حقہ اور اسکے اسلاف نے اس میدان میں بھی جس قدر جانفشانیاں، تضحیات اور قربانیاں پیش فرمائیں کہ چمن میں ہر طرف ان کی داستانیں بکھری ہوئی، پھیلی ہوئی، بلکہ چھائی ہوئی تھیں، کو اس کے سپوت بایں ہمہ فضل وکمال اور ہر طرح کے اسباب وسامان مہیا ہونے کے انجام نہ دے سکے۔ بڑے بڑوں کو عذر ہوتا رہا کہ حالات سازگار نہیں، اعمال واشغال اجازت نہیں دیتے، مال ومنال کی کمی آڑے آتی رہی، ارباب دولت وامارت نے ہماری ہمت افزائی نہیں کی، اعوان وانصار جل دے گئے، گفتار کے غازیوں نے ہمدردانہ غوغائیوں کے ذریعہ مشکلات کا لامتناہی سلسلہ شروع کردیا۔ کردار کے غازی تو نظر ہی نہیں آتے۔ یہ اور اس طرح کے کتنے اعذار باردہ وصحیحہ جو روز روز اور کس کس کو پیش نہیں آئے۔ یا پیش نہیں کردیئے جاتے، یا اعذار تلاش کرلئے جاتے ہیں۔ اگر یقین نہ ہو تو ذرا

اس ایک صدی میں نظر پسار کر دیکھئے کہ علم وفن کی با کمال ہستیوں کی وہ عظیم فہرست نظر آتی ہے جن پر ہم کو بجا طور پر فخر بھی ہے اور وہ یقیناً لائق فخر بھی ہیں اور ان کے کارنامے ہمارے لئے سرمایہ عظیم ہیں۔ خصوصاً جن حالات میں انہوں نے جس طرح کا کمال پیدا کیا اور وہ کارہائے نمایاں انجام دے گئے جن کی مثال بھی دوسروں سے بن نہ پڑی، ان میں سے ہر ایک اپنے زمانہ کا امام تھا، امام فن تھا، لاثانی میدان تھا، بے نظیر و منقطع النظیر تھا، مناظر تھا، مورخ تھا، محدث تھا، مفسر تھا، محقق تھا، فقیہ واصولی تھا، فلسفی تھا۔ بجا طور پر ان میں سے ہر ایک پر یہ شعر صادق آتا ہے جو کسی (نابغہ) نے اپنے ممدوح بادشاہ کے لئے کہا تھا

الم تری ان الله آ تا ك سورة

تر ی کل ملِكٍ دو نها يتذبذب

لیکن یہ بھی سچ ہے کہ با ایں فضل وکمال اور نمایاں کارناموں کو انجام دینے اور طلب وخواہش اور اخلاص وچاہت کے باوجود ان کو تاریخ اہل حدیث اور تاریخ تحریک ختم نبوت مرتب ومدون کرنے کی توفیق نہ ہوسکی یہ کسی اور ہی مرد میدان کیلئے رکھ چھوڑی گئی تھی اور یہ اسی کے حصہ ومقدر میں تھی اور وہ تاریخ اہلحدیث اور تحریک ختم نبوت کی تدوین وترتیب میں گویا لسان حال سے بار بار گنگناتا رہا

و انّي و ان کنت ا لأخير زما نه

لآ ت بما لم تستطعه الا وا ئل

(اگرچہ میں بعد میں آیا ہوں، لیکن مجھ سے وہ کام ہو گیا ہے جو پہلے لوگ نہیں کر سکے)

اور یہ اس لئے بھی کہ ایک صدی گذر جانے کے بعد تاریخ سازی کرنے والوں نے جہاں بے شمار حقائق کو بدلنے کی کوشش کی اور استعمار کی ریشہ دوانی اور عیاری اور اندرونی رخنہ اندازی اور آپسی اختلاف وشقاق کے نتیجے میں ملک کے بٹوارے کے ساتھ ہی بے شمار تاریخی حقائق اور دفاتر نذر آتش ہو گئے، یا ناقدریوں کے شکار ہوئے، یا تلف کر دیئے گئے، یا انہیں طاق نسیان پر رکھ دیا گیا، جس کا انجام سب کو معلوم ہے۔ اور ایسے میں اپنوں کی لاپرواہی اور بے اعتنائی کے ساتھ ساتھ

غیروں کے جور و جفا اور ستم رانی کا بھی شکار رہا ہے۔ اور ایسے موقع پر جب خود اپنے بیگانوں کا رول ادا کرنے لگیں اور تعصب و تنگ نظری کرنے لگیں، تو اس کے صلہ میں بربادی یقینی ہو جاتی ہے۔ اس صورت حال میں کوئی کام بلکہ کارنامہ انجام دینا، اور اپنوں کی سرد مہریوں، اور غیروں کی جفاؤں، حتی کہ جو کچھ ان ستم رانیوں سے بچ گیا ہو، اسے متعصب اور بھوکے دیمکوں کے منہ سے ان اوراق پسماندہ و منتشر کو نکالنا، اور اکٹھا کرنا، کیا کرامت اور جوئے شیر لانے سے کم ہے، جسے محترم ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ نے کر دکھایا ہے۔ اس لئے اگر ان تمام مجاہدین قلم و قرطاس اور مدافعین احمد مجتبی ﷺ، تحریک ختم نبوت کے قافلہ سالاروں، ہدی خوانوں، اور سپاہیوں کے ساتھ ان نقوش تابندہ کو حیات درخشاں بخشنے والے ڈاکٹر محمد بہاء الدین کے لئے یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا:

او لئك آ با ئی فجئنی بمثلھم

اذا جمعتنا یا جر یر المجا مع

(تحریک ختم نبوت جلد ۱۳ مطبوعہ دہلی کا پیش لفظ از مولانا اصغر علی سلفی)

یوں تو تحریک ختم نبوت کی تاریخ مرتب و مدون کرنے کا کام ایک عرصہ سے شروع ہو چکا تھا لیکن بوجوہ تاریخی اصول نظر انداز کر کے مرتب و مدون ہو رہا تھا اور بعض حلقوں میں اپنے حزبی جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے تاریخ سازی بلکہ تاریخ سوزی عمل میں آ رہی تھی اور اس تحریک ختم نبوت سے نظریاتی وابستگی رکھنے والے بہت سے لوگ چاہتے تھے کہ ان کے سامنے کوئی ایسی جامع تاریخ ہو جس میں نہ قلب وقائع ہو نہ مسخ حقائق، وہ تاریخ تعصب و حزبیت کے رنگ سے پاک بھی ہو اور خواہش تفوق و تغلب سے بالاتر بھی۔ اس میں افراط و غلو ہو نا تنقیص و تفریط، اس میں علم لدنی اور صدری معلومات کی بجائے استناد و اعتماد ہو، اس میں عمل تجریح و تحقیر کی بجائے شغل تحقیق و تدقیق ہو، اس میں رجال و شخصیات کو نوازنے کی بجائے کردار و عمل کو نوازا جائے۔ جس میں تاریخ سازی کی بجائے تاریخ نویسی ہو جس میں افترا و اختراع کی جگہ ثقاہت و حقیقت ہو، اس میں تحریف و تلبیس اور الزام و اتہام کی بجائے امانت و دیانت اور احترام و کرام ہو۔ ایسی تاریخ مرتب کرنا بظاہر کوئی آسان اور معمولی کام نہیں تھا مگر قدرت جب کسی سے کام لینا چاہے بلکہ اس پر مہربان ہو تو ہر مشکل،

آسان بلکہ ناممکن بھی ممکن بن جاتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ اسی معیار کے رجال کار پیدا فرمادیتے ہیں اور پھر آنے والی نسل تک گزشتہ نسل کی تاریخ یوں پہنچ جاتی ہے کہ اس ماضی پر مستقبل کو بڑے وثوق سے تعمیر کیا جاسکتا اور یہ انتقال تاریخ کچھ ایسی حفاظت وصیانت سے ہوتا ہے کہ تاریخ کا ہر طالب علم اس کے مطالعہ سے کوئی تشنگی محسوس کرتا ہے اور نہ ہی کسی قسم کا تحفظ۔

چنانچہ اس صدی کی تحریک ختم نبوت کی تاریخ پر اگرچہ بہت سی کتب تالیف کی گئیں ہیں مگر حقیقت میں اگر کوئی کتاب معیار تاریخ پر پورا اترتی ہے یا اس مقدس تحریک کے تقدس کی شایان شان کتاب ہے تو وہ ڈاکٹر بہاء الدین صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''تحریک ختم نبوت'' ہے۔کتاب کا موضوع ہی کتاب کا عنوان ہے جو دراصل اس بات کا بیان ہے کہ یہ کتاب امر واقع میں اس تحریک کی تحریک کے لیل ونہار اور نشیب وفراز کی آئینہ دار ہی نہیں بلکہ تحریک میں تحریک کے لیے ایک تحریک بھی ہے تاکہ منکرین ختم نبوت کی تحریق ہوسکے۔

اس نہایت اہم اور حساس موضوع سے ہماری دلچسپی کے نتیجہ میں مختلف مکاتب فکر کی جو نگارشات ہماری نظر سے گزری ہیں ان سب کے مقابلہ میں ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کی یہ کتاب بلاشبہ اپنے موضوع پر رنگارنگ پھولوں کا ایک ایسا گلدستہ ہے جسے مولف کتاب نے نہایت محنت وجانفشانی سے یوں ترتیب دیا ہے کہ اس میں ہر نوع کا تعطر سمٹ آیا ہے بلکہ بعض نایاب وکمیاب قسم کے گل ولالہ کو نہ معلوم کس کس گمنام گلشن علم سے بھاری قیمت چکا کر صرف ختم نبوت کے سٹیج کو رونق بخشنے کے شوق خدمت کو پورا کیا یا یوں کہیے کہ اس موضوع پر ہمہ قسم کی معلومات کی ایک ایسی کہکشاں سجائی ہے۔جس نے آسمان علم ومعرفت اور فضائے تاریخ و ادب بلکہ سطح محبت وعقیدت کو کچھ یوں مزین ومنور کیا ہے کہ وہ اگر ایک طرف اس منزل کے مسافران تحقیق و جستجو کے لیے۔ و بالنجوم هم يهتدون ۔کا مصداق ہے تو دوسری طرف۔ رجوما للشياطين ۔ کا مظہر بھی۔اگر یوں کہا جائے تو بھی بے جا نہ ہوگا کہ مصنف ذی وقار نے ''تحریک ختم نبوت'' کے عنوان سے ایمان وایقان کی جو فصل گل ولالہ کاشت کی ہے اور اس میں اثمار وازھار کے جن اشجار طیبہ کو جس حسن ترتیب سے لگایا ہے تو وہ ایک طرف بلاامتیاز ارواح قدسیہ کے لیے ظل مدید اور طعم لذیذ ہے۔تو دوسری طرف اشجار خبیثہ سے معلق ارواح خبیثہ کے لیے زقوم وحمیم کا بدیل بھی۔الغرض یہ کتاب چشمہ ہائے علم وعرفان کی ایک ایسی

آبشار ہے جس سے نہ معلوم کتنے قلوب واذہان کی بنجر زمین آباد وشاداب ہوگی۔

اس تصنیف لطیف کی جوسب سے بڑی اور اہم بلکہ امتیازی خوبی ہے وہ یہ کہ مصنف نے نہایت دیانتداری اور امانتداری سے فریضہ تاریخ نویسی کو ادا کرتے ہوئے ناقابل تردید حوالہ جات سے ثقہ اور یقینی معلومات کو اپنے قارئین تک پہنچایا ہے محض ظن وتخمین اور وہم وتخریص پر اپنے دعوی کی عمارت کو استوار کرکے قارئین کے جذبات سے کھیلنے کی کوشش نہیں کی اور نہ ہی تزخرف وتکلف سے قارئین کے احساس کا شکار کھیلنے کی حرکت کی ہے اور نہ ہی خرافات وحکایات کو حقائق وواقعات کا درجہ دیکر اپنے حلقہ ارادت کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کا جرم کیا ہے اور نہ ہی قیل وقال کو زیب داستان بنا کر کتاب کا حجم بڑھانے اور موضوع میں شرینی پیدا کرنے کی شعبدہ بازی سے کام لیا اور نہ ہی محض لفاظی وادبی تراکیب کی جادوگری سے اجرت وتقرب کا کرتب دکھایا بلکہ نہ ہی تزدیر وتلمیع سے (سونا چاندی) کے عجل سامری سے اپنے حلقہ نسبت کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔ آپ پوری کتاب پڑھ جائیں ہزار ہا صفحات میں آپ کو کہیں بھی دیانت وامانت کے جسد اطہر کا مقدس خون بہتا تو کجا ان پر آنچ وخراش آتے بھی نظر نہیں آئے گی۔ صداقت وامانت کی عزت دری تو کجا آپ کو ان کی عفت کی طرف کہیں نگاہ اُٹھتے بھی نظر نہیں آئے گی۔

یہی نہیں پوری کتاب میں۔حق دار راحق رسید۔کا وہ عملی مظاہرہ ملے گا کہ تاریخ نویسی میں جو عدل و انصاف اس کے اعتماد کی اساس و بنیاد ہے وہ کہیں بھی نظروں سے اوجھل نہیں ہوا، اُنہوں نے بڑی وسعت قلب وفکر سے تمام مسالک کے خدام ختم نبوت کا ذکر ہی بڑے احترام واکرام سے نہیں کیا بلکہ اس موضوع پر ان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے اہلحدیث اکابر کے برابر جگہ دینے میں کہیں بھی بخل کا مظاہرہ نہیں کیا۔ البتہ اُنہوں نے بونوں کے گھر ندوں کو قصر شاہی ظاہر کرکے مکینوں کے سر،تاج شاہی سجانے کی کوشش کی اور نہ ہی بیساکھیوں کے سہارے کھڑے قدآوروں کو تزکیہ صحت تھمایا بلکہ اپنے اکابرین کو بھی مصنوعی لباس تفاخر پہنایا نہ ہی غالیا نہ اسراف وافراط سے ان کو بلند وبالا بنانے کی کوشش کی اس سلسلہ میں اُنہوں نے جس عدل وقسط کے حکم قرآنی کی تعمیل کی اس کے نتیجہ میں پوری کتاب میں کہیں بھی نظر نہیں آتا کہ جن سے خود ان کو نسبت افتخار ہے ان سے محبت وعقیدت میں ان کی عظمت ورفعت کی عمارت کو دوسروں کی گوشت خوری کے بعد ان کی

ہڈیوں پر تعمیر کیا ہو بلکہ ان کی خدمات نے تاریخ میں جو خود جگہ بنائی ہے اسی کا تعارف کروایا ہے اگر اس پر کسی کو ''شکوہ'' ہے تو وہ محض ''شقوہ'' ہے۔

ڈاکٹر بہاؤالدین حفظہ اللہ کی یہ کتاب بایں طور پر بھی تحقیق و تدقیق کا نادر شاہکار ہے کہ ختم نبوت جیسے مقدس اور مشترکہ موضوع کو اُنہوں نے اپنی پراپرٹی اور وراثت بنانے کی کوشش میں کسی کو لتاڑنے اور بچھاڑنے کی بجائے نہ صرف کہ ہر ایک کو خادم ختم نبوت ہونے کی بنا پر قد آور بنایا بلکہ تسلیم بھی کروایا، بلکہ اس سے بڑھ کر ان کا دفاع بھی کیا۔ انہوں نے اپنے اکابرین کے کارہائے نمایاں کے مقابلہ میں دوسروں کے متحقق وثابت عیوب ونقائص کو اچھال کر۔ مرزائی علم الکلام سے۔ اپنے اکابر کو اکابر بنانے کی روایت اپنائی اور نہ ہی اُنہوں نے مرزا قادیانی کی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات پر اپنی نبوت کا ڈبہ کو اسارنے کے عمل ''تعمیر'' کو بعض دیگر ''کلمکاروں'' کی طرح اپناتے ہوئے اپنے اکابر کی عظمت ورفعت کا محل اُٹھایا ہے۔

دست یاب جلدوں کا بالاستیعاب مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک ایسا کشکول ہے جس میں لعل وجواہر کا ایک ایک دانہ اپنی جگہ اس قدر قیمتی ہے کہ اسے انمول کہنا چاہیے اور سب سے بڑی بات یہ کہ یہ لعل وجواہر آپ کو جس آسانی سے اس ''کشکول'' میں ملتے ہیں آپ کو نہ معلوم ان کے حصول کی خاطر کتنی مدت تحقیق وتدقیق کے میدان میں صحرانوردی کرنا پڑتی یا پھر کتنا عرصہ تک علوم وفنون کے بحر کتب میں غوطہ زن ہونا پڑتا۔ بایں معنی اُنہوں نے بلاشبہ ماضی کے قرض کو اتارا اور حال کے فرض کو ادا کیا بلکہ مستقبل کو سنوارا بھی اور وہ یقیناً آج اور کل کی نسلوں کے محسن ہیں کہ اُنہوں نے نہ صرف کہ بڑی امانت ودیانت سے سرمایہ اسلاف کو محفوظ کیا بلکہ آنے والی نسلوں تک منتقل کرنے کی ذمہ داری بھی باحسن انداز نبھائی، چنانچہ ایک طرف قادیانیت کے فتنہ کذب ودجل کی کارستانیوں اور ریشہ دوانیوں سے متنبہ کیا تو دوسری طرف عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ و دفاع کا احساس دلاتے ہوئے اپنے اکابرو اسلاف کی روایات کی نبھائے رکھنے کا درس بھی دیا۔

ڈاکٹر محمد بہاءالدین صاحب نے جس عرق ریزی سے اپنی اس کتاب مستطاب میں خدام ختم نبوت کی کہکشاں ترتیب دی ہے اور ان کی خدمات وعظ وتبلیغ اور مساعی تالیف وتصنیف کو جمع کیا ہے وہ اگرچہ فی نفسہ بڑے تنوع کی جامع ہے بالخصوص اس اعتبار سے کہ تحریک ختم نبوت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے، یقیناً

تعدد شخصیات کے ساتھ تنوع خدمات کا یہ بھی یہی نتیجہ ہے مگر اس میں سب سے دلچسپ بات یہ ہے کہ موصوف حفظہ اللہ نے تحریک ختم نبوت کو ایک موضوع بنا کر اس قدر عنوانات و موضوعات کی بنیاد رکھ دی ہے کہ اگر کوئی شخص اس تصنیف لطیف کا بنظر عمیق مطالعہ کرے تو وہ بیسیوں موضوعات کشید کر سکتا ہے بلکہ اُنہوں نے نہایت ثقہ معلومات کو اپنے مصادر و مراجع سے براہ راست یوں نقل کیا ہے کہ صرف اسی ایک کتاب کو سامنے رکھ کر تحریک ختم نبوت سے متعلق مختلف زاویوں سے بیسیوں کتابیں ترتیب دی جاسکتی ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ ایک وقت ضرور آئے گا جب یہ کتاب بہت سے اصحاب تحقیق کیلئے تسکین ذوق کا سبب بنے گی بلکہ اندیشہ یہ بھی ہے کہ بعض بقلم خود ''مورخ'' اس خزینہ علم سے سرقہ کر کے ''مولف کتب کثیرہ'' بنیں گے اگر چہ بایں معنی تو یہ معیوب نہیں کہ کتابوں سے استفادہ ہوتا آیا لیکن ہمارے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح ڈاکٹر صاحب موصوف نے تاریخ نویسی کے معیار کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ اس میں جدت اور نکھار پیدا کر کے نئی روایات و اقدار کی طرح بھی ڈالی اور کسی بات کو بلا حوالہ نقل کیا نہ کسی کی بات کو اپنی طرف منسوب کرنے بلکہ ہونے کا شبہ چھوڑا دراصل عصر حاضر کے اکثر مولفین اس مرض میں مبتلا ہیں۔ الا ما رحم ربی۔ مگر مولف موصوف ڈاکٹر صاحب نے اپنے اکابر کی روایت کی پاسداری کرتے ہوئے ایسی سوقیانہ حرکت سے کلی اجتناب کیا ہے۔ اس موقع پر یہ ذکر کرنا بے فائدہ نہ ہوگا۔ بلکہ شاید بعض مؤلفین کے لیے باعث عبرت ہو کہ حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ تعالیٰ ''تنبیہ دربارہ طریق بیان'' کے تحت فرماتے ہیں:

> ''اثبات مدعا کے لئے صرف قرآن شریف سے تمسک کیا گیا ہے اور رفع تنازع کے لیے کوئی امر ایسا نہیں لکھا جس کی تائید کتاب اللہ یا حدیث رسول اللہ ﷺ یا زبان عرب سے نہ ہوتی ہو خواہ کسی تفسیر سے لکھا ہو، خواہ استعداد خدا دادہ سے سمجھا ہے غرض جو کچھ لکھا ہے مراد کتاب اللہ کے موافق لکھا ہے خلاف نہیں لکھا، مفسرین کے اقوال صرف اس لیے ذکر کیے ہیں کہ اس زمانہ جہالت میں کفران نعمت کی صفت مذموم بڑھتی جاتی ہے۔ بنابرآن بعض مصنف تو تحقیقات کو اپنی طرف منسوب کرنا چاہتے ہیں اور اپنے مآخذ کا پتہ نہیں بتاتے اور بعض ائمہ مفسرین کے اقوال کو نظر عزت سے نہیں دیکھتے، لیکن خاکسار ان دونوں امروں میں ان لوگوں کے ساتھ نہیں، جس امر کو کسی کتاب سے لیا ہے

اس کا نام لکھ دیا۔ (شہادۃ القرآن بحوالہ تحریک ختم نبوت۔ج8ص 207)

چنانچہ ڈاکٹر موصوف صاحب نے بھی اپنی اس کتاب مستطاب میں ان علمی واخلاقی اقدار وروایات کو نبھایا ہے جو یقیناً اس موضوع پر لکھنے والے بہت سے ''خدام ختم نبوت'' سے ان کی تصنیف کو ممتاز کرتی ہے۔ بہرحال یہ دفینہ معلومات ہے جس پر علم وقلم کا عصا تحقیق چلے تو۔ فا نفجرت منه اثنتا عشر ة عينا۔ کی طرح چشمہ ہائے رموز ومعرفت سے آبشار بنے۔

حضرات قارئین ڈاکٹر بہاؤالدین حفظہ اللہ نے اپنی تحقیق وتدقیق کا جو موضوع منتخب کیا وہ یقیناً۔ و فی ذلك فليتنا فس المتنا فسون۔ کا مصداق ہے بلکہ اُنہوں نے اس مقدس موضوع کا حق ادا کرنے میں جس محنت وجانفشانی سے کام لیتے ہوئے تاریخ نویسی کے بلند ترین معیار کو برقرار رکھا اس پر ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ۔ لمثل هذا فليعمل العا ملون ۔چنانچہ ان کی تصنیف لطیف میں جس طرح تحریک ختم نبوت کے حقائق وواقعات کو بیان کیا گیا اگر ان کو عقیدت ومحبت کے جذبات میں بیان نہ بھی کیا جائے تو کم از کم (ہمارے سامنے) انیس جلدوں پر مشتمل تحریک ختم نبوت کے'' تسرا لنا ظرين '' کا مظہر اس انسائیکلوپیڈیا اور عظیم علمی موسوعہ پر تبصرہ کریں تو ایک ضخیم جلد معرض وجود میں آجائے تو بھی شاید حق ادا نہ ہو اور ادھر کیفیت یہ ہے کہ اس تصنیف لطیف کے حسن تحقیق اور جمال تدقیق کی حروف والفاظ سے تصویر کشی کی لذت بیان سے قلم رکنے کا نام ہی نہیں لیتا مگر دوسری طرف مصنف کو دیکھنے کیلئے چشم انتظار پھٹنے کو آرہی ہے اور دل کی دھڑکن شوق وصال میں انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ کہ کب اس عظیم شاہکار تحقیق کے خالق کی تصویر سے پردہ اٹھے تو نگاہ مضطرب کو اطمینان اور قلب پریشان کو سکون ملے لہذا ہم قارئین کو مزید عذاب انتظار میں نہیں رکھنا چاہتے اور اسی لمحہ ان کی ملاقات اس عظیم مصنف سے کرواتے ہیں جس نے اپنی عمر عزیز کے قیمتی حصہ کو گلہائے تحریک ختم نبوت کی بکھری پتیوں کو یکجا کر کے ایک خوبصورت اور معطر ترین گلدستہ سجا کر قوم وملت کی خدمت میں پیش کر کے ان کے دلوں میں کچھ یوں جگہ بنائی کہ اس حسین گلدستہ کو دیکھ کر وہ بے ساختہ ان کے دیدار کے منتظر ہی نہیں بلکہ اس کے لیے ماہی بے آب کی طرح مضطرب ہیں تو چلیے تصنیف کے دیگر محاسن کی بجائے منبع حسن سے ملاقات کرتے ہیں۔

1970ء کی دہائی کے اوائل کی بات ہے کہ راقم الحروف مسلک اہلحدیث کی عظیم دانشگاہ جامعہ سلفیہ فیصل آباد

میں زیر تعلیم تھا۔ایک دن اطلاع ملی کی جو طلبہ انگلش پڑھنا چاہیں ان کے لیے بندوبست ہو گیا ہے اور ایک پروفیسر صاحب تشریف لے آئے ہیں۔دوسرے دن ایک پروقار تعارفی تقریب میں متدیر اور پروقار چہرہ، پر تبسم ہونٹ، الٹے سجائے بال، درمیانہ قد، فربائی جسم، خوئے جستجو کی عکاس، گہری آنکھیں، کشادہ پیشانی، مشینی داڑھی، سرخی مائل رنگ سنجیدگی متانت کی چال چلتے میز بانوں کے جھرمٹ میں جو صاحب تشریف لائے سٹیج سے ان کا تعارف کروایا گیا۔

آج کی یہ پروقار تقریب مسلک اہلحدیث کے عظیم مبلغ وداعی مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کے ممتاز راہنما حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب حفظ اللہ المعروف بابا بورے والا بابائے تبلیغ کے فرزند ارجمند پروفیسر محمد سلیمان اظہر ایم اے گولڈ میڈلسٹ کی جامعہ سلفیہ میں آمد پر ان کے اعزاز میں منعقد کی گئی ہے ہم انتظامیہ اور اساتذہ وطلبہ کی طرف سے ان کو جامعہ سلفیہ میں خوش آمدید کہتے ہیں

تقریب ختم ہوئی۔اساتذہ وطلبہ سبھی حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب بورے والا رحمہ اللہ تعالیٰ سے نہ صرف کہ شنید کی حد تک واقف تھے بلکہ وہ ان کی دید سے بھی مشرف تھے کہ وہ جب بھی جامعہ سلفیہ کے ہمسایہ میں رہائش پذیر اپنے اعزہ واقربا سے ملنے آتے تو جامعہ سلفیہ میں ضرور تشریف لاتے بلکہ قیام فرماتے اور پھر وہ مسلک اہلحدیث کے معروف اور صاحب طرز مبلغ و داعی ہونے کے ساتھ مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کے ممتاز راہنما بھی تھے۔تو ان کے حوالہ سے پروفیسر محمد سلیمان اظہر صاحب سے اساتذہ وطلبہ کی محبت و عقیدت چار چاند ہوگئی۔پروفیسر موصوف نے اپنی تدریس ذمہ داریاں نبھانا شروع کیں تو لائبریری کا چارج بھی ان کے سپرد ہوا، اسی دوران بندہ ناچیز کو بھی نہ صرف کہ ان سے کچھ انگلش پڑھنے کا موقعہ ملا بلکہ ان کے انداز تدریس سے مسلکی و جماعتی تاریخ سے بھی دلچسپی پیدا ہوئی کیونکہ پروفیسر صاحب فرصت پاتے ہی مسلکی و جماعتی تاریخ کے حوالہ سے کسی نہ کسی طور پر گفتگو شروع کر دیتے تھے۔جس سے طلبہ بہت متاثر اور محظوظ ہوتے جس کا اصل سبب یہ تھا کہ یہ موضوع دلچسپی کے ساتھ حساس بھی تھا جس کے متعلق دوسرے اساتذہ۔معلومات ہونے کے باوجود عدم فرصت کی بنا پر گفتگو نہ کرتے تھے یا کہ اسے غیر نصابی سمجھا جاتا تھا تو طلبہ کے لیے ان کی بیان کردہ معلومات توجہ کا مرکز اور حیرت کا سبب بنتی جن سے راقم الحروف بھی متاثر تھا۔بالخصوص بندہ ناچیز کو

ان کے ساتھ جزوی طور پر لائبریری میں کام کرنے کا موقعہ ملا جوان سے خصوصی تعلق بلکہ قربت کا ذریعہ قرار پایا ہم بہرحال اس وقت جونیئر طالب علم تھے اساتذہ سے بلاتکلف میل جول ہمارے بس میں نہ تھا مگر پروفیسر صاحب کی طبیعت کچھ ایسی تھی کہ ان کو اپنے اور طلبہ کے درمیان تکلف کی خلیج گوارہ نہ تھی اور یہ بھی کسی تکلف سے نہیں بلکہ ان کی طبعی سادگی، فطری تواضع، خلقی خلق کا جبر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی تصور کی دنیا میں جب وہ منظر دیکھتے ہیں تو اس وقت کے پروفیسر محمد سلیمان اظہر جو آج ڈاکٹر بہاء الدین کے نام سے اپنی اخلاقی بہاء و وجاہت میں علمی ہیبت لیے ہوئے ہیں کہ ان کا نام لیتے جہاں ان سے اپنے شرف تلمذ پر فخر سے ہماری گردنیں اکڑتی ہیں تو ان کے علمی مقام و مرتبہ کے سامنے ہماری نگاہیں جھک جاتی ہیں مگر یہ بات ہے اس وقت کی جب وہ کبھی دھوتی باندھے جامعہ سلفیہ کی گراؤنڈ میں چھوٹے بڑے طلبہ کے ساتھ کرکٹ کھیل رہے ہوتے اور کبھی والی بال کا شوق پورا کرتے کبھی سلوار قمیض میں ملبوس لیکچر دیتے ہیں۔ کبھی سوٹ بوٹ میں جلوہ گر ہوتے ہیں کبھی وہ طلبہ میں یوں گلے ملتے نظر آتے ہیں کہ شیخ و تلمیذ میں امتیاز کرنا مشکل ہو جاتا ہے کبھی وہ اساتذہ و مشائخ میں تشریف فرما ہیں تو یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوتا ہے کہ یہ شخص عصری تعلیم کا ماہر ہے کہ اثری علوم کا فاضل، لسان بیان کو حرکت دیتا ہے تو الفاظ کی گھٹاؤں میں حقائق کی گرج سے معلومات کی موسلا دھار بارش برساتا ہے اور اگر فرسان قلم کو میدان قرطاس میں دوڑاتا ہے تو سبک خرامی سے وہ سب کو پیچھے چھوڑ کر علوم و معارف کی اس منزل پر پہنچتا ہے جہاں اس عمر میں پہنچنا ایک اعجازی حیثیت رکھتا ہے۔

ہم لوگ حیران تھے کہ یہ بے ریش درویش کھیلتا ہے تو کھیلتا ہی چلا جاتا ہے محفل دوستاں کو گرماتا ہے تو اکتاتا ہی نہیں اگر پڑھنے بیٹھتا ہے تو ساری ساری رات پڑھتا ہی جا رہا ہے۔ لکھتا ہے تو وقت گزرتے پتہ ہی نہیں چلتا۔ اپنے کام سے عجیب دیوانگی ہے اس وقت تو ہمیں یہ احساس تک نہ تھا اور اپنی بچگانہ سوچ میں اس طرز جنوں کا ادراک نہ تھا کہ "کام" کرنے والوں کا اپنا ہی نظام ہوتا ہے چنانچہ اس وقت جو کام اُنہوں نے کیا اس کی قدر و قیمت کا اب علم ہو رہا ہے اور سچی بات ہے کہ درویشی کی ہیئت کذائی میں چھپی اس ہیئت قضائی کا اب انکشاف ہو رہا ہے۔

بہرحال ہمیں زیادہ دیر تک ان سے استفادہ کرنے کا موقعہ نہ ملا کہ 1974ء میں جامعہ سلفیہ سے ترک تعلیم کرنا پڑا اور خود پروفیسر صاحب بھی وہاں زیادہ دیر تک نہ رہے کہ وہ علمی ترقی کرتے کرتے کہیں کے

کہیں چلے گئے ۔مگر جامعہ سلفیہ کے اس دور میں اُنہوں نے جماعت اور مسلک کے علمی حلقوں میں جو مقام بنایا اور مرتبہ پایا اس میں ان کے نسبی تعلق سے زیادہ دخل ان کے ان علمی کارناموں کا ہے جو اُنہوں نے قلم وقرطاس کے پلیٹ فارم پر انجام دیے یعنی ایک طرف تو اُنہوں نے جماعتی اور مسلکی رسائل و جرائد میں مسلک و جماعت سے متعلق ان موضوعات پر لکھا جو نہ صرف کہ مرور زمانہ سے مختلف قسم کے گرد و غبار کی دبیز تہوں میں دبے ہوئے تھے بلکہ اکثر علماء وفضلاء کے ہاں وہ نامانوس بھی تھے دوسری طرف ایسے عنوانات مقالات کی اشاعت ہے جو ہماری مسلکی و جماعتی تاریخ کی بنیاد ہیں مجھے یہ کہنے میں قطعاً باک نہیں کہ اس دور میں جن لوگوں کو ان مسلک و جماعتی تاریخی موضوعات پر قدرے دلچسپی یا معلومات تھیں وہ اولاً تو معدود سے چند تھے اور جو تھے بھی ان کو ان کے ضبط واظہار پر توجہ دینے کی فرصت نہ ملی ۔پاکستان میں اگر ان مہنج کی ابتداء بلکہ انتہاء شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ تعالیٰ کو ٹھہرایا جائے تو شاید بے جا نہ ہوگا ان کے بعد باضابطہ طور پر بلکہ ایک تحریک کے طور پر اگر اس پہلو پر کام کا آغاز کیا یا ہوا تو اس کا سہرا پروفیسر محمد سلیمان اظہر حفظہ اللہ تعالیٰ کے سر ہے۔جنہوں نے ناساز حالات کے باوجود اس مہم کو جاری رکھا کہ آج یہ مہم اپنے عروج کو پہنچ رہی ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ جامعہ سلفیہ میں ان سے تعلیمی شرف تلمذ حاصل ہوا اسی طرح ان سے قلمی سعادت تلمذ بھی ملی ۔ہوا یوں کہ مجھے شروع ہی سے جماعتی رسائل و جرائد کے ساتھ قومی اخبارات پڑھنے کا شوق تھا جب ان میں لوگوں کے مضامین پڑھتا تو دل میں یہ احساس پیدا ہوتا کہ مجھے بھی ایسے مضامین لکھنے چاہییں تا کہ اخبارات میں میرے نام سے شائع ہوں ایک مرتبہ میں نے ایک چھوٹا سا مضمون لکھا جو ہفت روزہ اہلحدیث لاہور میں شائع ہوا۔تو ایک مرتبہ جناب الحاج میاں فضل الحق رحمہ اللہ تعالیٰ تشریف لائے تو اُنہوں نے اس مضمون کی بنا پر مجھے بلا کر شاباش دی ۔حوصلہ افزائی فرمائی اور ساتھ فرمایا اور بھی مضمون لکھو، دفتر بھیجا کرو ہم شائع کریں گے لیکن پروفیسر سلیمان اظہر کو دکھا لیا کرو۔میرے شوق کو اس شاباش نے چار چاند لگا دیے ہیں چند دن بعد ایک مضمون لکھا تو اس کی ابتدا۔حضرات سامعین ۔سے کی، جب میں نے وہ مضمون جناب پروفیسر صاحب حفظہ اللہ کی خدمت میں اصلاح کے لیے پیش کیا۔وہ کس عنوان پر تھا یہ تو یاد نہیں تاہم اتنا بالضبط یاد ہے کہ جناب پروفیسر صاحب نے کمال شفقت سے اسے دیکھا، پڑھا اور فرمایا:

دیکھیے جب مضمون لکھتے ہیں تو۔سامعین ۔نہیں ۔قارئین ۔لکھتے ہیں کیونکہ سامعین تقریر کرتے وقت

کہا جاتا ہے جبکہ قارئین پڑھنے والوں کو کہتے ہیں لہذا تحریر میں قارئین لکھنا چاہیے
یہ وہ پہلی اصلاح تھی جو آج تک کام آ رہی ہے اور یوں کہیے کہ ہم ان سے انگلش تو نہ سیکھ سکے اور جو سیکھی وہ بھی بھول گئے مگر یہ اصلاح نہ صرف آج تک کام دے رہی ہے بلکہ جو کچھ بھی اس ضمن میں ہے وہ ان جیسے محسنوں ہی کی معرفت ہے۔جزا هم الله خيرا۔

ممدوح مکرم جناب ڈاکٹر بہاء الدین صاحب دامت برکاتهم العالیه کو قسام ازل نے گونا گوں اوصاف وخصائل اور محامد ومحاسن کے ساتھ وافر استعداد وصلاحیت سے نوازا تھا۔آپ نے تحریر تحریر سے میدان قلم وقرطاس میں جو اپنا سکہ جمایا وہ ان کی صلاحیتوں پر شاہد عدل ہے موصوف گرامی اگرچہ معروف معنی میں خطیب وواعظ تو نہیں لیکن اظہار مافی الضمیر کامل ملکہ رکھتے ہیں وہ ایک بہترین متکلم ومباحث ہیں ایک مرتبہ جامعہ سلفیہ کی کانفرس پر اُنہوں نے نقابت کے فرائض انجام دیئے تو وہ ہر آنے والے مقرر کے حسب شان شعر پڑھ کر اُسے دعوت خطاب دیتے جس سے سامعین بڑے محظوظ ہوتے چنانچہ جب حافظ عبدالحق صدیقی رحمہ اللہ تعالیٰ آف ساہیوال کو اُنہوں نے دعوت خطاب دی تو یہ مصرعہ پڑھ کر استقبال کیا۔

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے۔

ہم نے یہ شعر پہلی مرتبہ اُن کی زبان سے اسی موقعہ پر سنا تب یہ معلوم نہ تھا کہ رن کا معنی میدان ہوتا ہے۔

بہرحال ڈاکٹر صاحب نے اپنا علمی سفر جاری رکھا اور قدرت نے اپنی حکمت بالغہ سے دیار غیر میں پروفیسر سلیمان اظہر صاحب سے وہ کام لیا جو شاید وہ اپنی مادر گیتی میں رہ کر انجام نہ دے سکتے اور وہ کام یہی ہے جو آج ''تحریک ختم نبوت'' کے عنوان سے نہ صرف کہ ہمارے سامنے ہے بلکہ وہ تمام حلقہ کے علماء وفضلا بلکہ عوام وخواص سے داد تحسین اور خراج آفرین وصول کر رہا ہے اور پروفیسر صاحب نے اسی کام سے ڈاکٹر بہاء الدین کا نام کمایا۔اس کام کا آغاز بھی اُنہوں نے حسبِ معمول سلسلہ مضامین سے کیا مگر یہ کام اس قدر دلچسپی کا حامل اور ضرورت واہمیت رکھتا تھا کہ اس کو ادھورا چھوڑنا ان کے بس میں نہ رہا بلکہ ان کے شوق وجذبہ نے اس کام کو اس قدر بڑھایا کہ بڑھتا ہی گیا اور شنید ہے کہ انشاءاللہ یہ کام تقریباً چالیس ضخیم جلدوں میں مکمل ہوگا۔

قارئین کرام! ہم نے سطور بالا میں اشارہ کیا ہے کہ پروفیسر سلیمان اظہر صاحب اسی کام کے نام سے نامور بنے اور ڈاکٹر بہاء الدین سے شہرت پائے اسی طرح ایک وقت تھا کہ جب لوگ ان سے ان کے ذاتی نام اور کام کی بجائے ان کے والد گرامی قدر حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب گورداسپوری رحمہ اللہ تعالیٰ

کے حوالہ سے متعارف ہوتے تھے اور عوام وخواص میں ان کے اکرام واحترام کا سبب یہی نسبت نسب بنتی تھی مگر اب وہ اگر چہ بذاتہ اپنا ایک تشخص وتعارف رکھتے ہیں لیکن ایک وقت آئے گا جب آنے والی نسلوں کے سامنے حضرت مولانا گورداسپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام آئے گا تو جو بھی ان کا تعارف چاہے گا تو اسے بتایا جائے گا کہ یہ عظیم شخصیت تحریک ختم نبوت جیسے عظیم تحقیقی وتاریخی شاہکار کے نامور سکالر اور محقق ادیب ومصنف جناب ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ کے والد گرامی تھے گویا تعارف کی نسبت معکوس ہو جائے گی۔

ہمیں دعوی الہام تو نہیں لیکن جس جامعیت کے ساتھ تحریک ختم نبوت میں موصوف ڈاکٹر صاحب نے اس موضوع پر تاریخی مواد کو امانت ودیانت اور تحقیق وثقاہت سے قلمبند کیا ہے اس کے تناظر میں یہ پیش گوئی ضرور ہے کہ ایک وقت آئے گا جب یہ کتاب مستطاب نہ صرف کہ ایک اہم اور بنیادی ماخذ اور مصدر شمار ہو گی اور اس موضوع پر لکھنے والا کوئی شخص بھی اس سے مستغنی نہ ہو سکے گا بلکہ آئندہ نسلیں اس تصنیف اور مصنف پر ڈاکٹریٹ کریں گی۔ انشاء اللہ العزیز۔

ہمارے خیال میں اس تصنیف ومصنف کو یہ مقام ومرتبہ ملنے اور ان کے شہرت دوام پانے کا جہاں ایک سبب اس موضوع پر جملہ پہلوؤں سے وسیع تر معلومات کی فراہمی اور ان میں ثقاہت واستناد کے معیار تاریخ کو برقرار رکھنا ہے تو دوسرا اہم اور بنیادی سبب مصنف موصوف کا اخلاص ہے کہ اُنہوں نے اس موضوع کا اپنی مسلکی وجماعتی نسبت سے بڑھ کر نظریاتی واعتقادی نسبت ختم نبوت کی بنا پر انتخاب واختیار کیا یہی وجہ ہے کہ اُنہوں نے جہاں اپنے مسلکی اکابر کا ذکر خیر کیا تو محض تعلق خاطر کے تناظر میں نہیں بلکہ۔ کانوا احق بھا و اھلھا۔ کی بنا پر کیا اور دوسرے مسالک کے اکابر کا ذکر بھی کسی بخل کے بغیر نہایت وسعت ظرف سے ہی نہیں کیا بلکہ حسب ضرورت ان کا دفاع بھی کیا اس پہلو میں اس کی ختم نبوت سے محبت اور جذباتی تعلق یا امانت ودیانت کا اندازہ لگائیں کہ اُنہوں نے دیوبندی وبریلوی اکابر تو کجا شیعہ اور پرویزی حضرات کا بھی ذکر کیا بلکہ عیسائیوں اور ہندوؤں کو بھی نظر انداز نہیں کیا چنانچہ اُنہوں نے اس مقدس موضوع کا حق کن پاکیزہ جذبات سے کیا سنیے فرماتے ہیں۔

> ابتدائی مراحل کی تحریک کے کارکنوں سے ہم یا تو واقف نہیں اور اگر ان سے کسی حد تک واقف ہیں تو منفی انداز میں۔ ان کی خدمات کا تذکرہ کم ہوتا ہے اور ان کے چہروں کو داغدار کرنے کا سامان زیادہ، یہی صورتحال ہماری اس تحریک کا باعث بنی ہے اور ہم تحریک ختم نبوت کی تاریخ سے دلچسپی رکھنے

والوں کے سامنے 1891ء سے 1908ء تک کے دور ختم نبوت کے تحریکی قافلہ کے شرکاء کا تعارف پیش کریں گے۔

آپ کو بتانے کی کوشش کریں گے کہ تاریخ کی اٹھان کیسی ہے بانی کون ہیں، ان کی خدمات کیا ہیں اور کس مقام پر کون کون شریک سفر ہوئے اور اُنہوں نے کون کون سی خدمات سرانجام دے کر اجر وثواب کے مستحقین میں اپنا نام لکھوایا، ہم نے ان تمام بزرگوں کا ذکر کیا ہے تاہم ہوسکتا ہے کہ قارئین محسوس کریں کہ بعض اصحاب کا ذکر کم ہوا اور بعض کا زیادہ، جن اصحاب کا ذکر زیادہ ہوا اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے۔ کہ ان کا کام معتد بہ ہونے کے باوجود تحریک کے تذکروں میں عموماً کم ہوتا ہے اور جن کا ذکر ہماری کتاب میں کم ہے اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ انکے حالات پہلے ہی کافی متداول ہیں ہماری اس تحریر کا مقصد نہ کسی کو گرانا ہے اور نہ کسی کو اُٹھانا یہ تاریخ کا بیان ہے، تاریخ سازی نہیں سو سال پہلے ہونے والے واقعات کو ...... اکٹھا کر کے جرح وتعدیل کے پیمانوں سے ناپ کر 1891ء سے 1908ء تک کے دور پر مبنی برحقائق تصویر پیش کی جارہی ہے۔

(تحریک ختم نبوت۔ ج1 ص26)

اور پھر اس تصویر کشی میں اُنہوں نے اپنے عظیم اکابر کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کام ایک خدمت بلکہ عبادت سمجھ کر انجام دیا اور اس میں اخلاص کا وہ رنگ بھرا جس نے اس تصویر کو کہیں زیادہ جاذب نظر بنا دیا اور یہ ویسا ہی اخلاص ہے جس کا مظاہرہ بانی تحریک ختم نبوت شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی نے دنیاوی مال ومنال کی حب تکاثر میں ہلکاں بلکہ۔ ھل من مزید۔ کے لیے ترساں مرزا قادیانی کے مقابلہ میں کیا جب اس نے انعامی چیلنج کیا تو مولانا مرحوم نے فرمایا:

اس قسم کے لیے خاکسار جس تاریخ وجس مقام میں (بجز قادیان) آپ چاہیں حاضر ہے مگر اس پر انعام دوسو روپیہ نہیں چاہتا، بلکہ بجائے دوسو روپیہ کے آپ کے مسلمان ہوجانے اور عقائد جدیدہ کفریہ سے آپ کے تائب ہونے کا طالب ہے اور اگر آپ اس سے انکار کریں تو پھر کوئی اور انعام تجویز کیا جاوے گا جواز قسم مال نہ ہوگا۔ (تحریک ختم نبوت ج5 ص256)

چنانچہ یہی شیوہ پیغمبری اور اسوہ رسالت ہے کہ۔ ان اجری الا علی اللہ۔ اور مصنف ممدوح نے بھی جس طرح بے لوث اور کسی طمع ولالچ کے بغیر اس مقدس خدمت میں اپنے شباب حیات کو صرف کیا اور جملہ

وسائل واسباب کا رخ اس طرف موڑ کر اپنی شخصی وخانگی اغراض پر اس خدمت کو ترجیح دی نیز غوغہ رقیباں میں جس یکسوئی ودلجمعی اور استقامت سے اس فریضہ کو انجام دیتے ہوئے اپنی صحت کو داؤ پر لگایا اور اپنی خداداد جسمانی وذہنی صلاحیتوں کا اس مشن کو مصرف وحید جانا وہ ان کے اخلاص کا شاہد عدل ہے۔اور یہ بات بھی ان کے اخلاص ہی کی علامت ہے کہ اس مادیت کے دور میں اُنہوں نے خالص مادیت پرست ماحول میں رہ کر اس مقدس خدمت پر اپنی جیب خاص سے تقریباً پچاس لاکھ روپیہ خرچ کرنے کا ارادہ ہے یعنی اس ضخیم کتاب کیلئے معلومات کی فراہمی کے جملہ مراحل سے لیکر اشاعت سے ہوتے ہوئے تقسیم وتوزیع تک بلکہ خود علماء و فضلاء کے ہاتھوں تک پہنچانے کے اخراجات کسی رفاہی وسماجی اور تعلیمی واشاعتی ادارے یا خیراتی تنظیم کے تعاون کے بغیر خود برداشت کیے اور اس سلسلہ میں عام لوگوں کی طرح نہ کتاب دکھا کر خود کو مشتہر کرکے اپنی قیمت وصول کی اور نہ ہی کتاب کو بہانہ بناتے ہوئے کشکول اٹھا کر اس مقدس موضوع کی توہین کی یہاں تک کہ مروجہ اصول مارکیٹ کے تحت رائلٹی کے بھی روادار نہ ہوئے۔گویا وہ بزبان حال اس موضوع کے انتخاب و خدمت پر کہہ رہے ہیں:

سب کچھ خدا سے مانگ لیا تجھ کو مانگ کر
اُٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دعا کے بعد

حضرات قارئین "تحریک ختم نبوت" اپنے مقدس موضوع، ٹھوس معلومات اور عظیم مصنف کے حوالہ سے ایک ایسی داستان الف لیلی ہے کہ جس قدر سنیں یا سنائیں اسی قدر لذت وشیرینی انسان کو رفتار وقت سے بے نیاز اور دیگر شغل ہائے زندگی سے بیگانہ کرتے چلی جاتی ہے اور احساس تک نہیں رہتا کہ ؎ کچھ اور بھی دُکھ ہیں زمانے کے۔

یقیناً موضوع سے محبت اور پھر اس کے تقدس کے ساتھ معلومات کے تسلسل وروانی کے ہاتھوں ہر صاحب ذوق مجبور ہوجاتا ہے وہ نہ صرف ملول وفتور کا شکار نہیں ہوتا بلکہ قدم قدم پر نیا باب اور نیا عنوان اس کی نشاط وانبساط کا ذریعہ بنتا ہے خود ہمارا حال بھی یہی ہے کہ جب تک ہر آنے والی نئی جلد کو پڑھ نہیں لیتے کارہائے حیات کا پہیہ جام رہتا ہے کورانہ ذوق کے باوجود نیند آنکھوں سے ناراض لگتی ہے اور فقدان شوق کے باوجود راحت، جسم کو اجنبی سمجھتی ہے شاید عقیدہ ختم نبوت کا یہی تقاضا ہے جسے ہم شعوری نہیں تو غیر شعوری طور پر پورا کررہے ہیں دعا ہے کہ مصنف نے اس عقیدہ سے محبت وعقیدت میں جو کچھ شعوری طور پر کیا اور ہم اس نسبت سے غیر شعوری طور پر ہی سہی جو کررہے ہیں اسے قبول فرمائے اور شعور کی دنیا میں بھی ہمیں عقیدہ ختم

نبوت کی علمی وعملی خدمت کی توفیق بخشے۔ آمین۔

تحریک ختم نبوت کے مولف محترم بتاتے ہیں کہ ۱۳نومبر ۱۹۰۳ءکوشیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے اہل حدیث کے نام سے امرتسر سے اپنا ہفت روزہ اخبار جاری کیا اور یکم اگست ۱۹۴۷ءکواس اخبار کا آخری شمارہ اس وقت شائع ہوا جب تقسیم ہندوستان کے موقع پر امرتسر میں ہونے والے فسادات کی لپیٹ میں شیخ الاسلام کا خاندان، پریس، اخبار اور کتب خانہ بھی آ گیا تھا۔ شیخ الاسلام امرتسر سے ہجرت کر کے لاہور اور گوجرانوالہ سے ہوتے ہوئے سرگودھا تشریف لے گئے جہاں مارچ ۱۹۴۸ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔ ایک اندازے کے مطابق چوالیس سالہ زندگی میں اخبار اہل حدیث امرتسر کے کم وبیش دو ہزار دوسو شمارے نکلے ہیں اور بیشتر شماروں میں شیخ الاسلام امرتسری کے شروع کردہ کالم قادیانی مشن میں رد قادیانیت پر علماء وفضلاء کی نگارشات شائع ہوئی ہیں۔

ڈاکٹر بہاءالدین صاحب بتاتے ہیں کہ انہوں نے جب ۱۹۸۰ء کے عشرے میں ردّ قادیانیت کو اپنا موضوع بنا کر لکھنا شروع کیا تو محسوس ہوا کہ اس موضوع پر علماء اسلام کی بے شمار تحریریں اخبار اہل حدیث امرتسر کے صفحات کی زینت بن چکی ہیں۔ انہیں یک جا کر کے معاصرین کے سامنے پیش کر دینا مناسب ہوگا۔ یوں اہل حدیث امرتسر کی فائلوں کی تلاش شروع ہوگئی اور آج ۱۸ سال بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ تقریباً ایک سو شماروں کے سوا اخبار اہل حدیث میں شائع ہونے والا تمام علمی مواد فوٹو کاپی یا اصل کی صورت میں مہیا ہو گیا ہے جس میں اخبار اہل حدیث کا ۱۳نومبر ۱۹۰۳ءکو شائع ہونے والا اولین شمارہ بھی موجود ہے اور یکم اگست ۱۹۴۷ء کو شائع ہونے والا اس کا آخری شمارہ بھی۔ و الحمد لله علی ذلك

۱۳نومبر ۱۹۰۳ء سے یکم اگست ۱۹۴۷ء تک شائع ہونے والے شماروں میں قادیانی مشن کے عنوان سے ردّ قادیانیت پر جو تحریریں شائع ہوتی رہی ہیں وہ تحریک ختم نبوت ۱۹۰۳ء سے ۱۹۴۷ء تک کا معاصر ریکارڈ ہے۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ کس وقت قادیانی حلقوں میں کیا ہو رہا تھا، اور اہل اسلام کی طرف تحریک ختم نبوت کے کون کون سے کارکن قادیانیوں کے سرگرمیوں کا توڑ اور تحفظ ختم نبوت کا فریضہ انجام کس کس انداز میں سر انجام دے رہے تھے۔

مرزا غلام احمد قادیانی ۱۹۰۸ء میں آنجہانی ہوا۔ اس کی موت تک ردقادیانیت کے لٹریچر میں وہ براہ راست مخاطب تھا۔ اسی کے روزہ مرہ احکام وفرامین اور الہامات وپیش گوئیوں اور دعاوی کا ردّ ہوتا تھا، اور اسے یہ لٹریچر پہنچایا جاتا تھا۔ یہ معاصر لٹریچر اتنا مدلل اور زوردار ہوتا تھا کہ مرزا قادیانی اور اس کے حواری اس کا جواب دینے سے قاصر رہ کر آئین بائین شائین کرتے رہتے تھے، اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اپریل ۱۹۰۷ء میں آخری فیصلہ والے اشتہار میں مرزا قادیانی نے اس لٹریچر کی اثر پذیری کا اعتراف کرتے ہوئے بزبان حال اس کے لاجواب ہونے کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ تعالی کی بارگاہ میں بقول خود عاجزی اور انکساری سے سچے فیصلے کی درخواست کر دی۔ یہ لاجواب لٹریچر عشروں تک نظروں سے اوجھل رہنے کے بعد قادیانی مشن کی ان ابتدائی جلدوں کی صورت میں شائقین اور اہل علم کی دسترس میں آرہا ہے۔ اخبار اہل حدیث امرتسر کے شماروں میں اس کے آغاز سے لے کر ۶ دسمبر ۱۹۱۲ء تک شائع ہونے والا تحفظ ختم نبوت سے متعلق مواد قادیانی مشن (۱)، قادیانی مشن (۲) ، اور قادیانی مشن (۳) کے نام سے سلسلہ کتب تحریک ختم نبوت کی اکتیسویں (۳۱) بتیسویں (۳۲) اور تینتیسویں (۳۳) جلدوں کی صورت میں منظر عام پر لانے کا اہتمام کیا جارہا ہے۔ ان تین جلدوں کی ضخامت ۱۴۵۰ صفحات ہے۔

قادیانی مشن کی پہلی جلد ۱۳۔ اگست ۱۹۰۳ء سے تا ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء کے دستیاب شماروں پر مشتمل ہے۔ اس میں جن کارکنوں کی تحریروں اور کاوشوں کا احاطہ کیا گیا ہے ان میں شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی، حافظ محمد یوسف امرتسری، مولانا محمد منیر خان بنارسی تلمیذ شیخ الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی،، شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا ابونعیم عبدالعظیم حیدرآبادی، منشی اللہ دتا جھنگوی، مولوی ابوعبداللہ رفیع اللہ سیالکوٹی، حکیم محمد الدین سکرٹری انجمن نصرۃ السنہ امرتسر، مولوی ابوالمسیح احمد الدین سیالکوٹی، مولوی عبدالکریم مدرس عربی ہائی سکول منٹگمری (ساہیوال پاکستان)، منشی غلام احمد اخگر امرتسری، خواجہ غلام الثقلین چیف جج مالیر کوٹلہ، منشی منور علی مینیجر عصر جدید، مولانا عبدالعزیز بن مولانا غلام رسول قلعہ میہاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ، مولوی اللہ دتا ٹہل ضلع سیالکوٹ، مولوی عبداللہ مدرسہ اسلامیہ امروہہ، قاضی ظہور الحسن سھوارہ ضلع بجنور، مولوی عبداللہ محرر تحصیل ضلع ڈیرہ غازی۔ مولانا رفعت اللہ خان شاہ جہان پوری، منشی علم الدین نائب اڈیٹر اہل حدیث امرتسر

،منشی سعداللہ لدھیانوی، حکیم محمد حسن خان لدھیانوی ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی، مسٹر اکبر مسیح شامل ہیں۔

اس جلد میں شامل بعض مضامین کے عنوانات درج ذیل ہے: مرزا قادیانی عدالت میں ؛ مرزا قادیانی کھل کھیلے؛ مرزا قادیانی کی تذکرۃ الشہادتین پر ریویو؛ مرزا قادیانی کا مرہم عیسیٰ ؛ سیالکوٹ میں مرزائیوں کا مقدمہ؛ مرزا قادیانی کا مہمل الہام؛ مرزا قادیانی کی بدزبانی؛ مرزائیوں کو دوبارہ شکست؛ مرزا قادیانی اور مسیح اسرائیلی ؛ مرزا قادیانی، نیچری اور آریہ سماج؛ مرزا قادیانی کا اعتقاد خدا کی نسبت؛ قادیان میں طاعون؛ مرزا قادیانی کا اعتقاد قرآن مجید کی نسبت؛ مرزا قادیانی کا اعتقاد قرآن مجید کی نسبت؛ قادیانی کے بطلان دعاوی کا فوٹو؛ مرزا قادیانی اور اسلامی اخبار؛ مرزا قادیانی کا دعوی اور اس کا بنیادی پتھر؛ مرزا قادیانی پر فرد جرم کی تکمیل؛ مسیح ہندوستانی اور مہدی ایرانی کا مقابلہ؛ کھلی چٹھی بخدمت مولوی نورالدین قادیانی؛ مرزا قادیانی مسیح موعود ہیں یا آریہ سماجی؛ قادیانی، سری کرشن جی، سیالکوٹ میں؛ قادیانی کرشن جی کے متعلق ایک مراسلہ؛ قادیانی کرشن کی نسبت ہندو پریس کی رائے؛ دیوالی اور کرشن قادیانی؛ قادیانی اشتہار: امام مہدی؛ کیا مرزائی کرشن پینتھی نہیں؟ قادیانی کاہن کی روسیاہی؛ مرزائیوں کی مقدمہ بازی؛ قادیانی کاہن کے متعلق ایک تجویز؛ قیامت کا نمونہ؛ قادیانی کاہن نہ رہ سکے؛ نظم در ذکر قادیانی مسیلمہ ثانی؛ کادیانی کاہن بے شک رسول ہے؛ کرشن قادیانی اور نجومی؛ مرزا قادیانی کی آسمانی ندا؛ قادیانی کرشن کی توبہ ٹوٹ گئی؛ چہار قادیاں بینی؛ قادیان کی سیر؛ کرشن قادیانی اور ان کی الہامی مشین؛ مخمّس قادیانی؛ کرشن قادیانی کا دعوی نبوت ورسالت ؛ میں نے مرزا اور مرزائیوں کو کیسا پایا؛ کرشن قادیانی امرتسر میں؛ اڈیٹر الحکم کی دیانت داری؛ کرشن قادیانی کی توبہ ٹوٹ گئی؛ کرشن قادیانی کو الہام کیسے ہوتے ہیں؛ زمانہ برسرِ جنگ است یا علی مددے؛ مرزا صاحب قادیانی کا خاتمہ؛ مرزا قادیانی اور اخبار وطن لاہور؛ مرزا قادیانی اور پنڈت گردھاری لعل لاہوری؛ قادیانی مشین میں الہام باقی؛ کرشن قادیانی پر ایمان لانے والا؛ کرشن قادیانی کے جھوٹ پر قلعی؛ کیا مسیح موعود کے منکر کافر ہیں؛ قادیانی شدادی بہشت کا سنگین ٹیکس؛ کرشن قادیانی کی دھوکا دہی؛ کھسیانی بلی کھمبا نوچے؛ دجاجلہ قادیانی کی حرکت مذبوحی؛ مرزا قادیانی کے متعلق فیصلہ کی صورت؛ کیا مرزا قادیانی اور رسولوں کی طرح ہیں؟؛ غزلان در ذکر میرزا قادیان؛ مرزا قادیانی سے مباہلہ؛ امرتسر میں ڈاکٹر عبدالحکیم کا لیکچر؛ قادیانی دجل؛ ڈاکٹر عبدالحکیم خان

اور مرزا قادیان؛ کیا ایڈیٹر الحکم مرزائی ہے؛ مرزا قادیانی کی حدیث دانی؛ حافظ محمد یوسف بنام مرزا قادیان؛ قادیانی کے لئے ایک سچا نشان؛ مرزا قادیانی اور ہم؛ کرشن قادیانی کی ایک اور پیش گوئی سچی ہوگئی؛ مرزا قادیان اور مولوی عبداللہ اہل قرآن؛ کرشن قادیانی اور پنڈت گردھاری لال منجم لاہوری؛ کرشن قادیانی اور امریکن ڈوئی؛ قادیانی گپ۔

قادیانی مشن کی دوسری جلد ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر کے ابتدائے اپریل ۱۹۰۷ء سے ۲۲۔ اکتوبر ۱۹۰۹ء تک کے دست یاب شماروں سے درج ذیل کارکنوں کی نگارشات اور دیگر تحریکی سرگرمیوں کی روداد یں نقل ہوئی ہیں:۔شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی، شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسری، حافظ محمد یوسف امرتسری، ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی، منشی علم الدین اسسٹنٹ اڈیٹر اخبار اہل حدیث امرتسر، فتح محمد خان مینیجر عزیزی پریس ضلع کرنال، مولانا ظفر علی خاں (نقاش)، قاضی ظفرالدین پروفیسر اورئینٹل کالج لاہور، مولانا رفعت اللہ خان شاہجہان پوری، مولوی محمد ابراہیم وکیل اسلام لاہور، منشی اللہ دتا جھنگوی، مولوی محمد ادریس وکیل جودھپور، مولانا عبدالعزیز بن مولانا غلام رسول قلعہ میہاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ، مولانا عبدالرؤف صاحب دانا پوری، جناب ابوحمید صاحب چونڈہ ضلع سیالکوٹ، مولانا ابوالمسیح احمدالدین سیالکوٹی، مولانا ابوالمنظور عبدالحق کوٹلوی سرہندی، خواجہ عبدالحی گورداسپوری، مولوی امام الدین گجراتی، مولانا ابونعیم عبدالعظیم حیدرآبادی، منشی مولابخش کشتہ امرتسری، مرزا محمد امیر بیگ آف پٹی، اور مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی وغیرھم شامل ہیں۔

جو مضامین وغیرہ اس جلد میں نقل ہوئے ہیں ان میں سے کچھ کے عنوانات درج ذیل ہیں: کرشن قادیانی اور ہم؛ قابل توجہ مرزا صاحب و مرزائیاں؛ مرزائی پارٹی کا تکیہ کلام؛ مرزا قادیانی کے استفسار کا جواب؛ مرزا قادیانی خود جواب دیں؛ مرزا قادیانی کے متعلق ایک رائے؛ مرزا صاحب ان سوالات کے جوابات دیں؛ قادیانی کرشن جی جان چھڑاتے ہیں؛ عبدالحکیم پٹیالوی کی سہ سالہ پیش گوئی؛ نزول مسیح قادیانی یکم اپریل ۱۹۱۰ء؛ کرشن قادیانی سے فیصلہ؛ کھلی چٹھی بنام مرزا غلام احمد قادیانی؛ مولوی محمد احسن امروہی کے خط کا جواب؛ مرزا قادیان اور ڈاکٹر عبدالحکیم خان؛ قادیانی دجاجلہ کی وفاداری؛ مرزا قادیانی پر میرے مباہلہ کا اثر؛ قادیانی نیرنگیاں؛ قصیدہ رائیہ بمقابلہ قصیدہ مرزائیہ؛ مرزا قادیانی وغیرہ غور سے پڑھیں اور جواب دیں؛

مرزا قادیانی کو میرے مباہلہ کے اثر کا اعتراف؛ کرشن قادیانی کی گیدڑ بھبکی؛ آسمانی نشان؛ مرزا قادیانی اور آریہ سماج لاہوری؛ مرزا قادیانی کے تبصرے کا خاکہ؛ ایک مرزائی کا خط اور اسکا جواب؛ مرزا جی کا دابۃ الارض؛ مرزا قادیانی اوراس کے حواری؛ مرزا صاحب اور حافظ محمد یوسف امرتسری؛ مرزا قادیانی اپنے منہ سے کافر؛ قادیانی کی کذب بیانی اوراس پر بیہودہ لن ترانی؛ مبارکہ بیگم اورنواب؛ مرزا قادیان اورآریہ سماج کا ہذیان؛ دعوت مرزائیہ اوراس کا جواب؛ مرزا غلام احمد قادیانی اورنبوت؛ قادیانی دجال لاہور میں؛ مرزا قادیانی کی موت؛ مرزا قادیانی سے ایک سوال؛ جناب مرزا صاحب قادیانی؛ اونچی دکان کا پھیکا پکوان؛ کذاب قادیانی کی اختلاف بیانی؛ مرزا قادیانی کا انتقال؛ مرزا قادیانی کی ہلاکت اور سچے مومن کی فتح؛ خط بنام حکیم نورالدین خلیفہ مرزا؛ سرسید احمد خان اورمرزا قادیان؛ بے حیائی آسرا تیرا؛ موت کے بعد مرزا کا اپنے حق میں تحریری فیصلہ؛ ڈاکٹر عبدالحکیم اورمرزا قادیان؛ مرزائی پارٹی کی بدزبانی؛ مرزا جی کی دکانداری اوردنیا پرستی؛ مرزا قادیانی کا پیغام صلح یا اعلان جنگ؛ قادیانی کیمپ میں بے چینی؛ مرزا غلام احمد قادیانی اوراس کے الہامات؛ مرزا کے نشانات؛ دھوکے کی ٹٹی میں پیغام صلح؛ قادیانی مشین میں الہام باقی؛ حکیم نورالدین قادیانی سے چند سوال؛ غزل در ذکر قادیانی؛ رسی تو جل گئی پر بل نہ گیا؛ امام مہدی اورعیسی مسیح؛ بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن؛ قادیان میں بجلی گری؛ رأس المجانین حکیم نورالدین؛ مرزا قادیانی اٹلی میں؛ قادیانی باسی کڑہی میں ابال؛ مرزائیوں کی موشگافیاں؛ مرزا قادیانی یادش بخیر؛ مرزا غلام احمد قادیانی بخیال خود کون تھا؛ مرزا غلام احمد کی عمر کی نسبت فیصلہ؛ قادیانیوں سے مباحثہ؛ قادیانی مشن اور ہم؛ ایک پیش گوئی کا اعلان؛ قادیانی مشن کلکتہ میں؛ کبھی تو سچ بھی بولا کرو؛ مرزائی مشن کے متعلق مکالمہ؛ زلازل اور مدعیان نبوت؛ رام پور میں مباحثہ کی کیفیت؛ رام پور کے مباحثہ میں مرزائیوں کی شکست؛ مراسلت مابین ابراہیم سیالکوٹی ونورالدین قادیانی؛ مناظرہ رام پور؛ مرزائیوں کی حقیقت؛ قادیانی فرار کا ایک تازہ نمونہ؛ قادیانی بھگوڑے؛ قادیانی مشن کلکتہ میں۔

قادیانی مشن کی تیسری جلد میں نومبر ۱۹۰۹ء کے آغاز سے ۶ دسمبر ۱۹۱۲ تک شائع ہونے والے ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر کے دستیاب شماروں میں ردّ قادیانیت اور تحفظ ختم نبوت سے متعلق جن کارکنوں کی نگارشات اور دیگر سرگرمیوں کی روداد نقل کی گئی ہے ان میں یہ اصحاب شامل ہیں: مولانا عبدالعزیز بن مولانا

غلام رسول قلعہ میہاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ، شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری، منشی قائم الدین نقشہ نویس ہیڈ مرالہ ضلع سیالکوٹ، شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی، مولوی ابویحیٰ حشمت علی دہلوی، جناب میجر بہادر کلکتہ، حافظ عبدالکریم دارالحدیث شاہ جہان پور، مولوی عبدالکریم بن ملا محمد صدیق پشاوری، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی، ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی، منشی علم الدین نائب اڈیٹر اہل حدیث امرتسر، منشی اللہ دتا جھنگوی، جناب دوست محمد پنجابی از مدراس، منشی مولابخش کشتہ امرتسری، جناب فخر الدین اشرف خان بنارسی ۔ جناب محمد معشوق علی پھلواری، سید انور حسین مونگیری، حکیم محمد یعسوب مونگیری، مولانا عبدالحق حقانی دہلوی، مولوی نور محمد مدرس مدرسہ مہند ریاست بہاولپور، مولوی دوست محمد نقشبندی بھوانہ ضلع جھنگ، حکیم محمد عبدالغفور مدرسہ اسلامیہ گریڈیھ، جناب محمد عبدالرؤف محلّہ مہولی مونگیر، جناب ابومحمد محبوب حسین آف مونگیر، مولانا ابوالبر عبدالحکیم نصیر آبادی تلمیذ سید نذیر حسین محدث، جناب ابوسعید محمد شریف محمدی، حکیم مجیب الرحمٰن حسین پوری،، مولانا احمد اللہ مدرسہ حاجی علی جان دہلی، مولانا محمد عبداللہ پٹنہ، بابو پیر بخش پنشنر پوسٹ ماسٹر لاہوری ۔ جناب غلام مصطفیٰ سہسرامی از مقام کٹک ۔ وغیرھم

اس جلد میں شامل کچھ مضامین کے عنوانات درج ذیل ہیں: مرزائیوں کو سمجھانا بے فائدہ ہے؛ تحریف مرزا؛ قادیانی کذب بیانی؛ مباحثہ منصوری؛ استفسار از جماعت مرزا قادیان؛ قادیانی کذب بیانی در ستہ ضروری؛ قادیانی کذب بیانی اور انعامی اعلان؛ مولوی نورالدین خلیفۃ المسیح اسکا جواب دیں؛ قادیان جنت نشان دریں چہ شک؛ نشانات قیامت اور مرزا کی جہالت؛ بدر قادیانی جوابدے؛ مرزا قادیانی کی مختصر سوانح عمری؛ قادیانی کذب بیانی؛ قادیانی سوال و جواب؛ محمد حسین بٹالوی اور مرزا قادیانی؛ مرزائیوں سے مباحثہ: قادیانی کذب بیانی و بدزبانی؛ مرزا غلام احمد کے چند خیال؛ کیا مرزائیوں کو مرزا پر ایمان نہیں؛ قدرت ثانیہ؛ مولانا شبلی اور قادیانی وفد؛ قادیانی خلیفہ گر پڑے؛ مرزائیوں کو کس لقب سے پکارا جاوے؟ ایک قادیانی کے سوالوں کا جواب؛ نورالدین کا گھوڑے سے گرنا اور نقاش کی پیشگوئی؛ عبدالحکیم اور مرزا کے الہامات کی رام کہانی؛ الہ آباد کی مذہبی کانفرنس میں قادیانی لیکچر؛ قادیانی اصطلاح میں خاتم النبیین؛ کیفیت مناظرہ گوجرہ؛ حکیم الامت کا فیصلہ؛ مذاکرہ بابت نبوت و رسالت؛ نورالدین کا نور؛ حکیم الامت اور ان کی ذریت سے چند

سوال؛ مرزائی چکر یا دعا مرزا میں میرا ذکر؛ قادیانیوں میں اختلاف اور اس کا فیصلہ؛ قادیانی مشاعرہ؛ ایک قادیانی کا سوال اور اس کا جواب؛ قادیانی مسیح کی قبر پر دو پھول؛ مرزا قادیانی کے دعوے اور اس کی متضاد باتیں؛ تزک مسیح (قادیانی)؛ مختصر روئداد جلسہ مناظرہ مونگیر؛ بدر جواب سنے؛ خطبات احمدیہ اور براہین احمدیہ پر سچی رائے؛ آئینہ نوری؛ قادیانی وحی اور نبوت؛ قادیانی مباحثہ؛ تردید مرزا؛ قادیانی خاتم الخلفاء؛ قادیانی عربی اشتہار؛ مسلمانوں کے حق میں مرزائیوں کا فتوی؛ قادیانی نبی اور خلیفہ میں اختلاف؛ ظہور قادیانی؛ قادیانی خلیفہ اور قادیانیوں سے فیصلہ کن سوال؛ جملہ مریدان مرزا غلام احمد سے ایک سوال؛ رسالہ ریویو قادیانی میں سفید جھوٹ؛ قادیانی مشن سے فیصلہ کن سوال؛ مولوی نورالدین خلیفہ قادیان سے چند سوال؛ قادیانی خلیفہ سے مخاطبہ؛ قادیانی نبوت اور ہم؛ قادیانی خلیفہ صاحب؛ مرزائیوں کی شکست؛ حکیم نورالدین خلیفہ قادیانی سے چند سوال؛ تقسیم بنگال کا نسخ اور قادیانی مشن کا مسخ؛ قادیانی مناظرہ؛ قادیان میں تثلیث؛ قادیانی حرکت مذبوحی؛ قادیانی مذاق؛ منشی قاسم علی دہلوی کے چیلنج کا جواب؛ مولوی سرور شاہ مرزائی کا مبلغ علم؛ فتح قادیان پر حصول غنیمت؛ قادیانی مقابلہ؛ قادیانی وفد کا سفر اور ندوہ کا جلسہ؛ قادیانی خلیفہ کی خدمت میں مراسلہ؛ قادیانی گیدڑ بھبکی؛ قادیانی خلیفہ لاہور میں؛ قادیانی اخفاء حق؛ امامت واقتداء؛ قادیانی خلیفہ کا تلون؛ تنقیح امامت قادیانی؛ قادیانی مسیح کا نشان؛ کھلی چٹھی بنام ایڈیٹر اخبار بدر قادیان؛ خلیفہ قادیان سے سوال؛ قادیانی فیصلہ کی نگرانی؛ قادیانی مشن کا فیصلہ۔

(مولانا عبدالقہار برق توحیدی)

☆☆☆☆☆

و الصلوة و السلام علی خیر خلقه محمد و علی آله و صحبه اجمعین و الحمد لله رب العالمین

فقیر بارگاه صمدی ۔ محمد بهاء الدین